سیرتِ مصطفی ﷺ پر
ایک نایاب کتاب
قربِ مصطفی ﷺ
ہے کوئی کوئی
مصنف
پروگریسو بکس
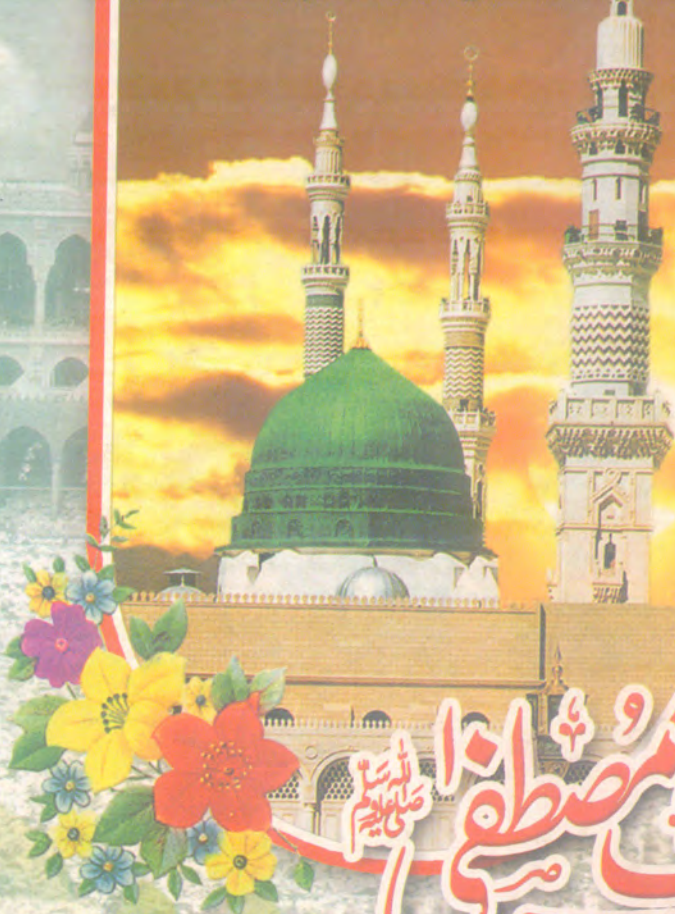
قوّتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

# قریبِ مصطفیٰ ﷺ ہے کوئی کوئی

محمد نعیم نگوروی

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○
اُردو بازار ○ لاہور 7352795

| | |
|---|---|
| نام کتاب | -------- قریب مصطفیٰ ﷺ ہے کوئی کوئی |
| مصنف | -------- محمد نعیم نگوروی نقشبندی |
| نظر ثانی | -------- محمد ارشد جاوید رضا قادری |
| اشاعت اول | -------- جولائی ۲۰۰۳ء |
| تعداد | -------- 1100 |
| پرنٹرز | -------- زاہد بشیر پرنٹرز |
| ناشر | -------- چوہدری غلام رسول |
| | میاں جواد رسول |
| قیمت | -------- -/180 روپے |

ملنے کا پتہ

☆ ملت پبلی کیشنز۔ فیصل مسجد اسلام آباد۔ فون نمبر 2254111

☆ اسلام بک ڈپو 12- گنج بخش روڈ لاہور

# فہرست عنوانات قریب مصطفیٰ ہے کوئی کوئی

# مُقَدّمَہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مغز قرآن روح ایماں جان دیں
ہست حب رحمۃ للعالمین

"قریب مصطفیٰ ﷺ ہے کوئی کوئی" ہائے محبت کی داستان شوق، جس کا آغاز خود خدا سے ہوا۔ جس کا اظہار کلمہ طیبہ اور قرآن حکیم نے کیا۔ آپ ﷺ پر ختم شد کا لیبل لگانے والے ان سے آپ ﷺ کا اختتام کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ دونوں میں آپ ﷺ کا ذکر عالی حاضر و موجود کی شکل میں ہے صیغہ غائب میں نہیں۔ رہی بات موت اور وصال نبوی ﷺ۔ تو وہ تو ایک اصول ایک ضرورت تھی۔ جس پر عمل ہوا۔ ورنہ قرآن پاک میں کہیں بھی آپ ﷺ کا ذکر ماضی کے قصے کے طور نہیں ہوا۔ اللہ جل شانہٗ نے اپنے اور فرشتوں کے درود پڑھنے ۔ پڑھتے ہی رہنے کا ذکر اور اہل ایمان سے درود وسلام کا تقاضا فرمایا ہے۔ صرف درود نہیں سلام بھی ۔ علم کثیر کبھی ناقص ہوتا ہے کبھی کبھار نقصان بھی پہنچاتا ہے۔ پڑھے لکھے لوگوں کو معلوم ہو۔ کہ سلام کا مطلب دعائے حیات ہے "تم سلامت رہو۔ مسکراؤ۔ ہنسو۔ میں تمہارے لیے گیت گاتا رہوں گا" تو ابن عبدالوہاب کے شاگردان ارجمند کیلئے بڑی مشکل ہوگئی۔ کیونکہ استاد کا فرمان تو یہ تھا کہ

"اے پاگلو! (مسلمانو! یارسول اللہ ﷺ کیوں کہتے ہو؟۔) یا اللہ کیوں نہیں کہتے، حالانکہ وہ تمہارے ساتھ ہے۔ ایسی حالت میں محمد ﷺ کی طرف آنے اور اس کی طرف رخ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" (کتاب التوحید)

یہی مکروہ سبق آج کل ہر خاص و عام جگہ "میرے لیے اللہ ہی کافی ہے" کے

سٹکرز کی صورت میں پڑھایا جارہا ہے۔ بالفاظ دیگر اللہ کافی ہے تو محمد ﷺ کے ذکر وفکر کی بھلا کیا ضرورت؟ حالانکہ اللہ کو جاننے کیلئے نبی کی رہنمائی اور ماننے کیلئے نبیوں کے نبی ﷺ کا عشق ضروری ہے۔ محبت نہیں عشق، عشق جو اللہ رب العزت نے محمد رسول اللہ ﷺ سے کیا اور انسان کو سکھایا۔ عشق جو معشوق الٰہی کا تھوک اور لعاب دہن زمین پر گرنے نہیں دیتا۔ عشق جو یارانِ باوفا سے بھی ادب و تعظیم کا تقاضا کرتا ہے۔ عشق جو شراب کے مٹکے توڑ کر ایثار وقربانی کیلئے بے مثل نمونے چھوڑتا ہے۔ عشق جو محض دس سال میں یثرب کو مدینہ منورہ اور گنوار عربوں کو معلم و عالم بنادیتا ہے۔ جی ہاں! اہل ایمان کو اسی عشق کی ضرورت آج بھی ہے لیکن اندھی تقلید میں ابن عبدالوہاب کے شاگردوں نے تمام درود وسلام ختم کر کے صرف درود ابراہیمی پر اکتفا کیا۔

مسلمانوں کو جتنا نقصان انکی جہالت نے پہنچایا کسی اور شئے نے نہیں پہنچایا۔ ہر خاص و عام کیلئے علم کا تقاضا اس لیے تھا کہ وہ باشعور ہوں۔ اللہ ورسول اللہ ﷺ کا مرتبہ اور اوامر ونواہی کی غرض وغایت جان مان سکیں۔ انگریزوں نے یہ راز جان کر پہلے مسلمانوں کی جہالت کا اہتمام کیا۔ پھر انہیں اپنے تعلیم کردہ نیم حکیم مولویوں کے جال میں پھنسادیا۔ جاہل مطلق عوام نے ان شعبدے باز حکیموں کو جو کہتے سنا۔ حکمت کے موتی سمجھ کر چن لیا۔ صرف اللہ ہی کافی ہے کی تائید میں درود ابراہیمی کو اہم جانا اور رفتہ رفتہ اسی پر جم گئے۔ اگر عربی جانتے تو قرآن کے حکم سے آشنا ہوتے۔ درود کے ساتھ سلام کا تقاضا کرتے۔ نماز والے درود کے ساتھ نماز والے سلام یعنی ''اے نبی آپ ﷺ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو''۔ کا۔ عقل وشعور سے کام لیتے تو جان جاتے کہ یہ ساری باتیں تو زندگی کا اشارہ دیتی ہیں مُردے کو ان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ فہم سے کام لیتے تو سمجھتے کہ مخاطب حاضر وموجود یعنی تم یا آپ کے صیغہ واحد حاضر میں ہے۔ صیغہ غائب یعنی ماضی یا غیر حاضر کو سلام نہیں بھیجا جارہا۔ یہ نہیں کہ ان سے میرا اسلام کہنا بلکہ یہ ہے کہ تم (بصد تعظیم آپ ﷺ) سلامت رہو۔

دین تے دُنیا سکّیاں بھیناں، تینوں عقل نئیں سمجھیندا ہو
دونویں اکس نکاح وچ آون، تینوں شرح نئیں فرمیندا ہو
جویں اگ تے پانی تھاں اک وچ واسا نئیں کریندا ہو
دوئیں جہانیں سو یو مٹھے باہو۔ جنہاں دعویٰ کیتا تیندا ہو

یہاں ایک پھڈا یہ کہہ کر ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ہم آپ ﷺ کی شان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اللّٰھم صل کہہ کر درود اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں کہ وہ اسے آپ ﷺ کے شان و مرتبے کے مطابق آپ ﷺ تک پہنچا دے۔ اگر اسے درست مان لیا جائے تو مطلب یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ خود اپنی شان سے ہی لاعلم تھے کیونکہ درود ابراہیمی پر بضد لوگ یہی بتاتے ہیں کہ اسے آپ ﷺ نے خود صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تعلیم فرمایا تھا۔ دوسرے اسے پڑھنے سے حکم الٰہی کی تعمیل کیسے ہوگی۔ کہ حکم تو یہ ہے کہ میں اور میرے فرشتے جو کام کرتے ہیں۔ تم بھی کرو۔ یہ نہیں کہا کہ فرشتوں کے ذریعے مجھ تک پہنچا دینا۔ پھر ہم اسے آپ ﷺ کے مرتبے کے مطابق چھانٹ کر مناسب درودان تک پہنچا دیں گے۔

تسبیح پھری تے دل نئیں پھریا۔ کی لیناں تسبیح پھڑ کے ہو
علم پڑھیا تے ادب نہ سکھیا۔ کی لیناں علم نوں پڑھ کے ہو
چلّے کٹے تے کجھ نہ کھٹیا۔ کی لیناں چلیاں وچ وڑ کے ہو
جاگ بناں دودھ جمدے ناہیں باہو بھاویں لال ہون کڑھ کڑھ کے ہو

لیجیئے صاحب! آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ یہ کہتے ہیں اور کچھ مت پڑھو، چلو نہ پڑھا، لیکن حکم الٰہی پر عمل بھی تو ضروری ہے۔ اور اس حکم کی بجا آوری نہ صرف آپ ﷺ کے سلامت ہونے کا ثبوت ہے بلکہ اللہ جل شانہٗ نے خود آپ ﷺ کی سلامتی کیلیئے دعا مانگنے کا تقاضا فرمایا ہے۔ اللہ کے حکم میں حیل و حجت کیا بے شعوری کی علامت نہیں؟۔ اگر بھیجا اب بھی کام نہ کرے تو یاد کرو۔ حکم الٰہی ہے شہیدوں کو مردہ

مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔ تمہارے شعور کیلئے راہ ہدایت ہے کہ شہداء انبیاء کرام اور صدیقین کے بعد کا درجہ رکھتے ہیں۔ تو کیا گنبد خضرا تلے نبی ﷺ وصدیق رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ مردہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ زندہ ہیں؟ کیا تم لوگ اپنے سے تیسرے درجے کو ملنے والی سہولتوں! اعزازات سے دست بردار ہو سکتے، صبر کر سکتے ہو۔ جو ان کے حق پر ڈاکہ زنی کرتے ہو؟ واقعی سارا مسئلہ تو اسی کا ہے کہ تمہیں شعور نہیں۔ اور یہ شعور ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا — روح محمد اسکے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کر فرنگی تخیلات — اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

ابن عبدالوہاب اور اسکے ہندوستانی دیووں نے انگریزی کاسہ ہی میں امت محمدیہ ﷺ کو بانجھ بنانے کی ہر کوشش کر ڈالی ہے۔ جیسے آج آپ کو تاریخ وتحریک پاکستان میں کارکنوں کی بجائے اجاڑنے اور اجڑنے والوں کا تذکرہ ہی ملتا ہے۔ یونہی میڈیا کے سرگرم رکن بھی بڑی منصوبہ بندی سے اجڑے ہوؤں کے ذریعے اجاڑنے کا کام کرتے ہیں۔ یہاں قرآن وسنت کے حوالے سے جو کچھ پیش کیا جاتا ہے فہم وشعور اسکی تائید نہیں کرتے۔ مثلاً رمضان وغیر میں جو قصیدہ بردہ شریف اور آج کل علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا صوفیانہ کلام جس انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ خالص یہود ونصاریٰ کا طریق ہے۔ چھوٹی بڑی ہر شئے انعام کے لالچ کے ساتھ بیچی خریدی جاتی ہے یہاں تک کہ اب حج وعمرہ بھی یعنی عشق ومحبت اور ادائیگی فرض والی بات نہیں رہی۔ جن عورتوں کو عبادت بھی کمرہ در کمرہ کرنے اور دروازے پر غیر مرد سے رکھائی سے پردے میں بولنے کا حکم تھا۔ وہی عورتیں اسلام کے نام پر بن سنور کر نہایت میٹھی آواز میں حمد ونعت گائیں۔ اب اسلام بس یہی کچھ ہے؟۔ کہ گھنٹہ بھر قرآن سنایا جاتا ہے جس کا ترجمہ بھی دیوبند علماء کا ہونا ہے۔ اور ان علماء کی عقل وفہم کا قصہ اتنا سا ہے کہ جب 1857ء میں قوم آزادی کی جنگ لڑ رہی تھی۔ تو یہ حضرات اپنی انگریز

سرکار کی خاطر جام شہادت نوش فرما رہے تھے۔ پھر 1947ء میں آزادی کی تحریک میں بھی انہوں نے اہل اسلام کا ساتھ دینے کی بجائے خالص بت پرستوں کی حمایت کی۔ اور عالم اعلیٰ مولانا مودودی کی عقل دانش کے بارے میں صرف اتنا کہوں گی کہ اگر ان کے دینی سفر کا آغاز سیرت گاندھی نامی تحریر سے ہوا۔ تو 1947ء میں جماعت اسلامی ہند بھارت کے اجلاس میں مہمان خصوصی بھی مہاتما ہی تھے۔

کافروں سے اس قدر محبت استغفر اللہ! ایسے دماغ میں حضور ﷺ کی محبت نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ محبت کیلئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تلوار چاہیے۔ جو محبوب کے فیصلے کو چیلنج کرنے والے کا سر قلم کر دے۔ اس کیلئے عثمان غنی کا حوصلہ چاہیے کہ سالوں بعد جنم بھومی میں خانہ خدا کی زیارت وعبادت کا موقع کا فر دے رہے ہیں اور نبی برحق کے بغیر ایسا کرنے کا سوچتے بھی نہیں۔ اس کیلئے تو علی کرم اللہ وجہ کا سا رتبہ چاہیے کہ استراحتِ نبوی ﷺ میں مخل نہ ہوں تو نبی ﷺ کے ایک اشارے پر غروب سورج نصب النہار پر آ موجود ہو۔ اس کیلئے تو اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا سا جگر چاہیے کہ نبی ﷺ کے ایک دانت کی شہادت کا علم ہو تو ایک ایک کر کے تمام دانت توڑ ڈالتے ہیں۔ اور اس محبت کیلئے صدق صدیقی چاہیے کہ جسے اللہ ورسول اللہ ﷺ کے علاوہ کچھ درکار ہی نہ ہو۔

"قریب مصطفیٰ ﷺ ہے کوئی کوئی" بھی داستان عشق ومحبت ہی ہے۔ جس میں محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے عاشق محمد نعیم نگوروی نے عاشقوں کی دلنوازی، دشمنوں کی کینہ دری اور الجھے دماغ منافقوں کی چالبازی بڑے مؤثر انداز میں بیان کی ہے۔ دشمنوں سے دشمنی اور تنقید کی توقع ہی ہو سکتی ہے اور جہاں تنقید ہو وہاں محبت نہیں ہوتی۔ یہ تو بس ابلیسی ہٹ دھرمی اور بوجہلی انا وتکبر کے سائے تلے دو اور دو پانچ سات پندرہ کا گر سکھاتی ہے۔ علماء وآباء کی تعظیم اور فہم وشعور ہرگز نہیں۔ ہاں اگر محبت ہو تو تنقید کے جواب میں قرب مصطفیٰ ﷺ حاصل کرنے کا سلیقہ بھی بتاتی ہے۔ جس سے کٹ

محبتوں کو فہم اور بے علموں کو عشق نبوی ﷺ کی غرض و غایت، طریقہ سلیقہ معلوم ہوتا ہے محمد نعیم نگوروی جو نوجوان عاشق رسول ﷺ ہیں اس سے پہلے بھی اس کا اظہار ''تیرا وجود الکتاب، قرآن اور صاحب قرآن حصہ اوّل، دوم، شرح اسماء النبی الکریم اور سیرت امام ابو حنیفہ'' کی صورت میں کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ اور نبی کریم ﷺ موصوف کی یہ محبانہ کوشش قبول و منظور فرمائیں۔ آمین

مسز طاہرہ منہاس

شعبہ ایجوکیشن

گورنمنٹ کالج برائے خواتین، فوارہ چوک، گجرات

# تاثرات

**حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمان صدیقی صاحب**

**بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ،اسلام آباد**

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات والا صفات دین کا مرکز ومحور ہے۔ سارا دین حضور ﷺ کی ذات کے گرد طواف کرتا ہے۔ حضور سرور کونین ﷺ کی ذات سے صرفِ نظر کر کے دین کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی آخر واعظم علیہ الصلاۃ والسلام پر نازل ہونے والا آخری صحیفہء ہدایت احکاماتِ الٰہیہ کا مجموعہ، مکمل دستور زندگی اور منشورِ انسانیت ہے۔ اس کے ایک ایک حرف پر ایمان لائے بغیر دائرہ اسلام میں قدم نہیں رکھا جاسکتا۔ لیکن غور تو کیجئے کہ ہمارے پاس اس کلام الٰہی کے برحق ہونے کی دلیل کیا ہے؟ کیا ہم میں سے کسی نے قرآن کو نازل ہوتے دیکھا؟ کیا کسی کو براہِ راست جبریل امین نے یہ خبر دی کہ وہ یہ آیت بیّنات لے کر آقائے دوجہاں علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے؟ ہر گز نہیں! ہمارے پاس قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی صرف اور صرف ایک ہی دلیل ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ قرآن ہے، اللہ کا کلام ہے۔ ہم نے کہا آمنّا وصدّقنا اور یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمہ راہنمائی فرماتے ہیں۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر بأو نرسیدی تمام بُو لہبیست

چنانچہ مسلمان علماء نے قرآن فہمی کیلئے اور قرآن کے معانی اور مفاہیم کو سمجھنے کیلئے انتھک کوششیں کیں، اپنی عمرِ عزیز کو اس کیلئے وقف کر دیا اور پھر اپنی علمی وتحقیقی کاوشوں سے قلم وقرطاس کو زینت بخشی اور علمِ تفسیر واصول تفسیر میں اتنا بیش بہا ذخیرہ اُمت کے حوالے کیا کہ دنیائے تحقیق میں اس کی مثال ممکن نہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن کو سمجھنے اور اس کے معانی ومفاہیم کے ادراک

کیلئے تعلیماتِ رسول ﷺ سے واقفیت ضروری ہی نہیں بلکہ اس کے بغیر ناممکن العمل ہے۔ اگر سیرتِ رسول راہنمائی کیلئے موجود نہ ہوتو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، زندگی کے جملہ پہلو خواہ وہ عبادات سے متعلق ہیں یا معاملات سے، ان پر عمل ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے ساتھ ساتھ خوش نصیب علماء نے سیرتِ رسول ﷺ کی تمام تفصیلات و جزئیات کو بھی محفوظ کر دیا اور یہ کام حیرت انگیز حد تک بتمام وکمال سرانجام دیا گیا کہ نہ صرف حضور اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کو قلمبند کیا گیا بلکہ حضور اکرم ﷺ کی اداؤں تک کو محفوظ کر دیا گیا۔ شمائل کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھیے حضور اکرم ﷺ کے حلیہ مبارک، حضور ﷺ کے جملہ خال وخد، حتیٰ کہ سرکار ﷺ کی ریش مبارک کے سفید بال بھی گن لیے گئے اور ان کی تعداد کو بھی محفوظ کر لیا گیا۔ حضور سرورِ کونین ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر لکھنے والے ۱۵ صدیوں سے لکھ رہے ہیں اور مسلسل لکھتے چلے جا رہے ہیں۔

ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است

بقول مشہور مستشرق مارگولیتھ: ''محمد رسول ﷺ کے سیرت نگاروں کی صف میں شامل ہو جانا ہی باعث عزت و افتخار ہے''۔

عزیزم محترم مولانا محمد نعیم نگوروی کی زیرِ نظر تصنیفِ لطیف بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔۔ موصوف نے واقعاتِ سیرت کو انتہائی دلکش، رواں اور سلیس انداز میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ شوکتِ الفاظ اس پر مستزاد ہے۔ مؤلف محترم کی تحریر میں پائی جانے والی جاذبیت ان کی پاکیزگی دِل اور عشقِ رسول ﷺ کی غماز ہے۔

سیرت نگاری ایک مشکل فن ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ پر قلم اٹھانا جہاں خوش نصیبی کی علامت ہے وہ دو دھاری تلوار پر چلنے کے مترادف ہے۔ انتہائی احتیاط کا متقاضی کام ہے۔ ذرہ سی بے احتیاطی سے ایمان کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ ماشاء اللہ نگوروی صاحب محترم نے عشق و مستی میں ڈوب کر لکھا مگر احتیاط کے دامن کو بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ میری دُعا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ موصوف کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور شفاعتِ رسالت مآب ﷺ کا ذریعہ بنائے۔ آمین

# حدیث دل

الحمد لِلّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی اشرف الانبیاء و المرسلین و علیٰ اٰلہٖ و اصحابہ و اولیاء اُمّتہٖ اجمعین امابعد

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ذات کبریا جل وعلا کی کرمنوازیوں کا کس طرح شکریہ ادا کیا جائے کہ اس نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے ایک عاجز اور علم وعمل سے تہی دامن امتی کو دین حق کیلئے قلم پکڑنے کا سلیقہ عطا کیا۔ الحمد لِلّٰہ ثم الحمد لِلّٰہ.

قارئین محترم! باطل نت نئے انداز میں مختلف روپ ظاہر کرتا ہوا سامنے آ رہا ہے۔ اور امت مسلمہ کو یوں بن سنور کر دھوکہ دے رہا ہے کہ ہزار ہا افراد باطل کی چاپلوسیوں میں آ کر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔

قارئین محترم! یہ بات یاد رکھیں کہ عقل پرست کا کام ہی صحرائے حیرت میں تعقل اور تفکر کے گھوڑے دوڑانا ہے اور اسے سوائے درماندگی کے کچھ اور نہیں مل سکتا۔ عقل والوں کا کام صرف یہی ہے کہ جہاں بھی عشق ومحبت وارفتگی اور کیف وسرور کی بات کی جائے وہاں یہ عقل کے گھوڑے سواری کر دیتے ہیں اور ''کیوں کیا، کیسے'' کے صحرا میں کھڑے ہو کر الجھی ہوئی ڈور کے سرے ملاتے رہتے ہیں۔ پھر یہ کہ اپنے باطل عقائد ونظریات پر حقیقت کا لبادہ پہنا کر دوسروں کو الجھاتے ہیں۔ تو یوں آہستہ آہستہ دلوں کے تاروں کے کنکشن اپنے اصل ٹرانسفارمر سے کٹ کر بے نور ہو جاتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ جو دل نعت مصطفیٰ ﷺ کے نغمات کو سن کر مست ہو جاتا تھا بدعقیدہ لوگوں کی صحبت کی وجہ سے اب تسبیح بدست نعت مصطفیٰ کو دین غلو سمجھتا ہے۔ جو محبت مصطفیٰ ﷺ کو اصل دین سمجھتا تھا اب اسی محبت مصطفیٰ کو شخصیت پرستی اور اندھا دھند تقلید کا نام دے دیتا ہے۔ جو بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری درود وسلام کو بخشش کا مژدہ

کیلئے تعلیماتِ رسول ﷺ سے واقفیت ضروری ہی نہیں بلکہ اس کے بغیر ناممکن العمل ہے۔ اگر سیرتِ رسول راہنمائی کیلئے موجود نہ ہوتو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، زندگی کے جملہ پہلو خواہ وہ عبادات سے متعلق ہیں یا معاملات سے، ان پر عمل ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے ساتھ ساتھ خوش نصیب علماء نے سیرتِ رسول ﷺ کی تمام تفصیلات وجزئیات کو بھی محفوظ کر دیا اور یہ کام حیرت انگیز حد تک بتمام وکمال سرانجام دیا گیا کہ نہ صرف حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کو قلمبند کیا گیا بلکہ حضور اکرم ﷺ کی اداؤں تک کو محفوظ کر دیا گیا۔ شمائل کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھیے حضور اکرم ﷺ کے حلیہ مبارک، حضور ﷺ کے جملہ خال وخد، حتیٰ کہ سرکار ﷺ کی ریش مبارک کے سفید بال بھی گن لیے گئے اور ان کی تعداد کو بھی محفوظ کر لیا گیا۔ حضور سرورِ کونین ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر لکھنے والے ۱۵ صدیوں سے لکھ رہے ہیں اور مسلسل لکھتے چلے جا رہے ہیں۔

ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است

بقول مشہور مستشرق مارگولیتھ: ''محمد رسول ﷺ کے سیرت نگاروں کی صف میں شامل ہو جانا ہی باعث عزت وافتخار ہے''۔

عزیزم محترم مولانا محمد نعیم نگوروی کی زیرِ نظر تصنیفِ لطیف بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔۔ موصوف نے واقعاتِ سیرت کو انتہائی دلکش، رواں اور سلیس انداز میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ شوکتِ الفاظ اس پر مستزاد ہے۔ مؤلف محترم کی تحریر میں پائی جانے والی جاذبیت ان کی پاکیزگیِ دل اور عشقِ رسول ﷺ کی غماز ہے۔

سیرت نگاری ایک مشکل فن ہے اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی سیرت طیبہ پر قلم اٹھانا جہاں خوش نصیبی کی علامت ہے وہ دودھاری تلوار پر چلنے کے مترادف ہے۔ انتہائی احتیاط کا متقاضی کام ہے۔ ذرہ سی بے احتیاطی سے ایمان کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ ماشاءاللہ نگوروی صاحب محترم نے عشق ومستی میں ڈوب کر لکھا مگر احتیاط کے دامن کو بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ میری دُعا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ موصوف کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور شفاعتِ رسالت مآب ﷺ کا ذریعہ بنائے۔ آمین

# حدیث دل

الحمد لِلہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلیٰ الہٖ و اصحابہ و اولیاء اُمّتہٖ اجمعین امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذات کبریا جل وعلا کی کرمنوازیوں کا کس طرح شکریہ ادا کیا جائے کہ اس نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے ایک عاجز اور علم وعمل سے تہی دامن امتی کو دین حق کیلئے قلم پکڑنے کا سلیقہ عطا کیا۔ الحمد لِلہ ثم الحمد لِلہ.

قارئین محترم! باطل نت نئے انداز میں مختلف روپ ظاہر کرتا ہوا سامنے آرہا ہے۔ اور امت مسلمہ کو یوں بن سنور کر دھوکہ دے رہا ہے کہ ہزار ہا افراد باطل کی چاپلوسیوں میں آکر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔

قارئین محترم! یہ بات یاد رکھیں کہ عقل پرست کا کام ہی صحرائے حیرت میں تعقل اور تفکر کے گھوڑے دوڑانا ہے اور اسے سوائے درماندگی کے کچھ اور نہیں مل سکتا۔ عقل والوں کا کام صرف یہی ہے کہ جہاں بھی عشق ومحبت وارفتگی اور کیف وسرور کی بات کی جائے وہاں یہ عقل کے گھوڑے سواری کر دیتے ہیں اور ''کیوں کیا، کیسے'' کے صحرا میں کھڑے ہو کر الجھی ہوئی ڈور کے سرے ملاتے رہتے ہیں۔ پھر یہ کہ اپنے باطل عقائد ونظریات پر حقیقت کا لبادہ پہنا کر دوسروں کو الجھاتے ہیں۔ تو یوں آہستہ آہستہ دلوں کے تاروں کے کنکشن اپنے اصل ٹرانسفارمز سے کٹ کر بے نور ہو جاتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ جو دل نعت مصطفیٰ ﷺ کے نغمات کو سن کر مست ہو جاتا تھا بد عقیدہ لوگوں کی صحبت کی وجہ سے اب تسبیح بدست نعت مصطفیٰ کو دین غلو سمجھتا ہے۔ جو محبت مصطفیٰ ﷺ کو اصل دین سمجھتا تھا اب اسی محبت مصطفیٰ کو شخصیت پرستی اور اندھا دھند تقلید کا نام دے دیتا ہے۔ جو بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری درود وسلام کو بخشش کا مژدہ

جانفزا سمجھتا تھا اب اسکو شرک و بدعت کا نام دے رہا ہے۔ جو سیّد المرسلین ﷺ حیات مانتا تھا اب آپ ﷺ کی موت ثابت کرتے ہوئے نہیں تھکتا۔ جو حضور ﷺ کے علم پاک کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا تھا اب آپ ﷺ کی لاعلمیاں ثابت کرنے میں دن رات صرف کرتا رہتا ہے۔ الغرض خدا جانے کتنے پُرنور قلب غلط افکار و نظریات کی وجہ سے بے نور ہو چکے ہیں۔

یہ عقل کے پجاری اپنی نارسا عقل پر سوار ہو کر ہر پست کو بالا کرنے میں دن رات کوشاں ہیں۔ یہ بہروپیے نت نئے انداز میں بھیس بدل کر سامنے آ رہے ہیں اور عشق مصطفیٰ ﷺ کو فرسودہ خیالی، فرقہ پرستی، اندھا دھند تقلید شخصیت پرستی کا نام دے رہے ہیں۔ اقبال نے کہا۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

اقبال کے نزدیک اگر منزل پر چلنے کیلئے کوئی ھادی مطلوب ہو تو راہنمائی عقل سے نہیں عشق سے لی جائے گی اس لیے کہ

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے
عشق بے چارہ نہ زاہد نہ مُلاّ نہ حکیم

حقیقت بھی یہ ہے کہ عقل والے راہ میں رہتے ہیں اور عشق کشاں کشاں محبوب کے قدموں میں سر رکھ دیتا ہے۔ تو یوں جب رخ محبوب کو بے حجاب تک لیتا ہے تو محبّ اپنی محبت کے سدرۃ المنتہیٰ کو پالیتا ہے۔

جدید تہذیب کا مہذب نوجوان بڑی کوشش کر رہا ہے کہ میں ترقی کر کے سورج چاند کو مسخر کرلوں۔ واللہ! یہ خیال باطل ہے۔ کائنات کو مسخر کرنے کیلئے ایسی کمندیں ڈالنا فضول ہے۔ اس وقت تک یہ کمندیں نہیں ڈالی جاسکتیں جب تک عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ کی عملی تعبیر نہیں بنتا۔

مقام خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند وراہ مصطفیٰ رو

ہاں ہاں اُن درختوں کو سرکار دو عالم سے عشق تھا تو سلام پڑھتے تھے۔
اُن پتھروں کو سرکار دو عالم سے عشق تھا تو سلام پڑھتے تھے۔
اُن جانوروں کو سرکار دو عالم سے عشق تھا تو ان سے کلام کرتے تھے۔

کائنات کے ذرے ذرے کو حضور اکرم ﷺ سے محبت اور عقیدت (جس کا دوسرا نام عشق ہے) تھی۔ یہی وہ چیز تھی جس نے عرب کے اجڈ، جاہل، گنوار، بدوقسم کے لوگوں کو سرکار کے قدموں میں لاکر درِّ نایاب بنادیا۔ کسی نے درختوں کو کلام کرتے دیکھا۔ کسی نے پتھروں کو کلمہ پڑھتے دیکھا۔ کسی نے مٹھی میں کنکریاں بولتے دیکھیں۔ کسی نے جانوروں سے بولتے دیکھا۔ کسی نے درختوں کو سرکار کے قدموں میں آتے دیکھا۔ کسی نے ایک لوٹا پانی سے 15 پندرہ سو افراد کو وضو کراتے دیکھا۔ کسی نے دس افراد کے کھانے کو ہزار افراد میں پورا کرتے دیکھا۔ کسی نے بیماروں کو شفا دیتے دیکھا۔ کسی نے نابیناؤں کو آنکھیں عطا کرتے دیکھا۔ کسی نے بھوکوں کی بھوک مٹاتے دیکھا۔ کسی نے پیاسوں کی پیاس بجھاتے دیکھا۔ کسی نے منگتوں کے دامان طلب بھرتے دیکھا۔ کسی نے ڈوبے ہوئے سورج کو اُلٹے پاؤں واپس پلٹاتے دیکھا۔ کسی نے غیب کی خبریں سناتے دیکھا۔ کسی نے قیامت کے منظر کو سامنے لاتے دیکھا۔ الغرض جو بھی آیا اور آتا آپ ﷺ کے فیضان کرم سے بلا واسطہ اپنے خانہ باطن کو انوار محمدیہ سے معمور کر کے جاتا۔ کوئی بتائے تو سہی کوئی کہے تو سہی، کیا اسکی زبان اس قابل ہے کیا اس کا ضمیر زندہ ہے جو حضور سید المرسلین ﷺ میں نقص تلاش کرتا ہے۔ ہاں ہاں یہ ناپاک جسارت وہی کرے گا جس کے دل پر حکومت ابلیس کر رہا ہوگا۔ جو اس کے اشاروں پر چل رہا ہوگا۔ جو اغیار کے ٹکڑوں پر پل رہا ہوگا۔ ایک غیر تمند مسلمان با ہوش انسان تو سرکار کا نام لیتے ہی شاداں وفرحاں وسرور وجدان کے بحر بیکراں میں

غواصی کر کے عقیدت کے موتی پائے گا۔ انہیں چوم کے آنکھوں سے لگائے گا۔ اور ضرور یہ کہے گا۔

روئے تو ایمان من قرآن من
جلوہ داری دریغ از جان من ۱؎

رحمت عالم نور مجسم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بعد ان نابغہ روزگار ہستیوں کا مقام آتا ہے جنہیں سید المرسلین ﷺ نے زمانہ خیر میں شامل فرمایا پھر ان کے بعد ان کا دور آتا ہے جنہیں ان تابعین کی صحبت حاصل کر کے قرب خدا اور قرب مصطفیٰ ﷺ ملا۔ جب یہ تینوں ادوار گزر گئے تو امت مسلمہ میں اختلافات ابھرنا شروع ہو گئے۔ لیکن وہ اختلافات فقہی مسائل کے استنباط واستخراج کے اختلافات ہوتے تھے نور وبشر کے جھگڑے نہ تھے۔ یہ جھگڑے تو تب پیدا ہوئے جب تقویۃ الایمان جیسی رسوائے زمانہ کتابیں منصبہ شہور پر آئیں۔ بد قسمتی سے بدعقیدگی اور گمراہی کی زہریلی دیمک نے اندر کھاتے ایسا کریدنا شروع کیا کہ آج امت مسلمہ فرقہ پرستی کی لپیٹ میں آچکی ہے۔

علامہ نے کیا خوب فرمایا ؎

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز ویمن سے نکال دو

شیطانی چیلوں چانٹوں نے تقویۃ الایمان کے زہریلے انجکشن لگا کر مسلمانوں کے دلوں سے روح محمد کو نکالنا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مرض سے بچنے کیلئے بہت انتظامات فرمائے علماء حق اور عشاقان مصطفیٰ ان کے مقابل آتے گئے۔

---

۱؎ = یعنی آقا؛ آپ کا چہرہ میرے لئے میرا ایمان ہے قرآن ہے مجھے جلوہ دکھانے میں حضور کو دریغ ہے۔

ان بدباطنوں کی سرکوبی فرماتے گئے تو بالآخر جب باطل نے نیا انداز اور نیا روپ بدلا۔ اور گستاخیاں جب انتہا کو چھونے لگیں تو قربان جائیں اللہ تعالیٰ کے حسن انتظام پر ان فتنوں کے سامنے سد سکندری بننے کیلئے آسمان دنیا پر ایسا ستارا چمکا جس کی چمک سے برصغیر میں اٹھنے والے فتنے دب کر رہ گئے۔ میری مراد امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو ایک ہمہ جہت شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ ایسے عاشق رسول تھے زمانہ آپ کی مثل پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے کہ آپ کے مزار پُر انوار پر کہ آپ نے سینوں سے عشق مصطفیٰ کی بجھتی ہوئی آگ کو شعلہ نوائی بخشی۔ آپ نے عشق رسول کی محبت وعقیدت جس انداز میں پیش کیا اس کا اپنا ہی انداز ہے۔ آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ کر کے امت مسلمہ پر احسان فرمایا۔ آپ کے ترجمہ میں یہ خوبی ہے کہ ایک لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حد محبت کا پھول لگتا ہے جسکی مہک دل دماغ معطر ہو جاتے ہیں اور عظمت ورفعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم ہو جاتا ہے۔ اس ہستی نے جب صورت، سیرت مصطفیٰ کو محبت کی زبان میں بیان کیا تو یوں کہا کہ

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن وادا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھکو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر کلام وبقا کی قسم

قارئین محترم! جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ باطل حق کا لباس پہن کر نت نئے انداز میں بن ٹھن کر سامنے آ رہا ہے اور ذات مصطفیٰ ﷺ پر بڑے رکیک حملے کر رہا ہے یعنی سلجھے ہوئے گستاخ رسول عجیب وغریب طریقوں سے وار کر رہے ہیں۔ ان فتنوں سے آگاہ کرنا میں نے اپنا فریضہ سمجھا تو میں نے مدلل اور بڑی ذمہ داری کے ساتھ اس کتاب میں کئی مقامات پر ان فتنوں کی نشاندہی کر دی ہے۔ یہاں

یہ بات بھی یاد رہے ہمارا مقصد فرقہ واریت کو ہوا دینا نہیں بلکہ اس کا راستہ روکنا ہے۔ اب حقائق آپ کے سامنے ہیں اندازہ آپ نے لگانا ہے کہ فرقہ پرست ہم ہیں یا وہ لوگ ہیں جو مدرسے، لائبریاں، مسجدیں پاکستان میں بنائیں اور فنڈز سعودی عرب اور کویت سے لے آئیں۔ یہاں بات لکھتے ہوئے مجھے کوئی تامّل نہیں کہ حال ہی مجھے سعودی عرب وزارت مذہبی امور کی طبع شدہ تقریباً ایک درجن کتابیں موصول ہوئی ہیں جن میں فرقہ وارانہ لٹریچر کے سوا اور کچھ نہیں۔ ان کا مطالعہ کرنے سے کسی صاحب ایمان شخص کا صحیح عقیدہ قائم نہیں رہ سکتا۔ حضور ﷺ کی محبت و وارفتگی ختم ہو جاتی ہے اور ایمان لڑکھڑا جاتا ہے۔ آخر حکومت سعودیہ کا ان کتب کو شائع کرنے کا مقصد کیا ہے؟ ان کتابوں کے کچھ مندرجات میں نے اس کتاب میں لکھ دیئے تاکہ پڑھنے والے ان بدباطنوں کے عزائم غلیظہ سے آگاہ ہو جائیں۔ ایسا گندہ لٹریچر پھیلانے والے اپنا ایمان تو پہلے ہی برباد کر چکے ہیں لیکن اپنے ناپاک عزائم کو تکمیل پر پہنچانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رہے۔

آخر میں یہ عاجز ادارہ پروگریسو بکس کا شکریہ ادا کرتا ہے بالخصوص چوہدری محمد شہباز رسول صاحب کا کہ جنہوں نے میری اس کتاب کو شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس میدان میں میرے قدم ڈگمگا رہے تھے حضور اکرم ﷺ کے توسل سے موصوف میرا سہارا بنے تو سنبھالا مل گیا۔

ان کے بعد میرے وہ احباب جنہوں نے مجھے مفید اور صائب آراء سے نوازا ان میں محترم امیر علی منہاس صاحب

**سابق انچارج پاکستان نیشنل سنٹر، گجرات**

محترمہ پروفیسر مسز طاہرہ منہاس صاحبہ

**گورنمنٹ کالج برائے خواتین، گجرات**

معروف مذہبی سکالر علامہ ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمان صدیقی

**صدر شعبہ سیرت بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد**

حضرت علامہ الحاج بشیر احمد نقشبندی صاحب

**پرنسپل ادارہ تعلیمات قرآن (پاکستان)، لاہور**

جناب محمد ارشد جاوید رضا قادری صاحب

**کمپوزر مکتبہ انوار لاثانی، لاہور**

ان سب احباب کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب ﷺ کے تصدق سے انہیں خدمت دین میں میرا ساتھ دینے کا بہتر صلہ اور اجر عظیم عطاء فرمائے آمین۔

**دعا گو**

محمد نعیم نگوروی

# ذات مصطفی ﷺ ایمان کا مرکز ھے

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولِہِ الکریم اما بعد

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرَّجیم

**بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم**

سب تعریفیں اس رب العالمین کیلیئے جس نے اپنی پہچان کیلیئے اپنے محبوب کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ تو ہزاروں سلام ہوں رحمۃ للعالمین پر جو معبود حقیقی کے عبد مکرم ہیں جنہیں شان عبدیت کے نکتہ کمال پر فائز کیا۔

تو کتنی عظمت والا ہے وہ عبد خاص جس کی اتباع کو معبود حقیقی نے شرط اوّل قرار دیا ہے۔

کتنی عظمت والا ہے وہ عبد خاص جس کی محبت وغلامی کو عین عبادت قرار دیا ہے۔

کتنی عظمت والا ہے وہ عبد خاص جس کی ذات کو خالق حقیقی نے اپنی پہچان کا واحد ذریعہ قرار دیا ہے۔

کتنی عظمت والا ہے وہ عبد خاص جس کے وجود کو سراپا رحمت قرار دیا ہے۔

کتنی عظمت والا ہے وہ عبد خاص جس کے وجود کو خالق نے اپنی ذات و صفات کا آئینہ قرار دیا ہے۔

کتنی عظمت والا ہے وہ عبد خاص جس کی تعریف خود اسکا خالق ازل سے کر رہا ہے اور ابد تک کرتا رہے گا۔

کتنی عظمت والا ہے وہ عبد خاص جسے خالق نے اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ بنایا ہے۔

کتنی عظمت والا ہے وہ عبد خاص جسے خالق نے اپنا جمال حقیقی عطا کیا اور قاب قوسین اوادنیٰ کی خلوتوں میں بے نقاب دیدار سے نوازا ہے۔

ہاں وہ عبد مکرم ﷺ ذات باری تعالیٰ کا نہ جز ہے نہ کل بعض ہے نہ عین۔ بلکہ معبود حقیقی کا عبد مکرم ہے۔ جس نے اس کا عبد حقیقی ہونے کا حق ادا کر دیا اور اس نے اس کا معبود حقیقی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ وہ عبد مکرم ایمان کا مرکز ہے۔ تو ایمان اسی صورت میں حقیقی ایمان ہوگا جس دعوٰی ایمانی میں اس محبوب حقیقی کی محبت واطاعت اور غلامی کا رنگ غالب ہوگا۔ ذات مصطفیٰ ﷺ ایمان کا مرکز ہے۔ اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جو مؤمن ہے اس کا ایمان اس ذات کے گرد گھومے اور اس مرکز کے ساتھ چمٹا رہے۔ تاکہ حوادثات زمانہ کی چکی میں پسنے سے بچ جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران:۳۱)

(اے میرے حبیب مکرم) تم فرمادو انہیں اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو پہلے میری اتباع کرو (پھر) اللہ تم کو اپنا محبوب بنالے گا۔ (اس کے نتیجے میں) تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ بخشنے والا، رحمت فرمانے والا ہے۔

قارئین محترم! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کی غلامی اور اتباع کو کسی شرط کے ساتھ مختص نہیں کیا بلکہ اپنی محبت کی شرط اوّل قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی محبت کسی شرط کے ساتھ نہیں بلکہ آپ کی غلامی ومحبت کو غیر مشروط طور پر لازمی قرار دیا ہے۔

اس آیت مقدسہ میں جو حقیقت پنہاں ہے وہ یہ کہ میرے محبوب ﷺ کی ذات کی غیر مشروط اور آنکھیں بند کر کے اطاعت اس لیے لازم ہے کہ اس عبد مکرم میں کسی قسم کی غلطی اور گناہ کا شائبہ تک نہیں۔ یہ معصوم اور محفوظ عن الخطاء ہے۔ بلکہ اس کی اطاعت کرنے سے انسان غلطیوں اور خطاؤں سے بچ جاتا ہے۔ اور جو انسان اس حبیب مکرم ﷺ کی اطاعت وغلامی سے بے نیازی اختیار کر کے کسی اور راستے پر چل پڑتا ہے۔ وہ جہالت اور گمراہی کی کھائیوں میں ایسا گر پڑتا ہے۔ جن سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔

یاد رہے حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے تمام افعال و اعمال و اقوال اُمت کیلئے ہمیشہ کے واسطے باعث تقلید نمونہ ہی نہیں بلکہ سب سے اچھا اور اعلیٰ نمونہ ہیں۔ کتنی پر لطف بات ہے کہ رب ذوالجلال خالق ارض وسما ہو کر اپنے محبوب حقیقی اور عبد مکرم ﷺ کی شخصیت مبارکہ کو عالمگیر نمونہ قرار دے رہا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک اُمت نے محسن انسانیت ﷺ کی تعلیمات کو بھلایا نہیں تھا بلکہ ظاہر و باطن پر اس کا عملی رنگ چڑھایا تھا تو اس وقت تک مسلمانوں نے ذلت و خواری کے دن نہیں دیکھے تھے بلکہ مسلمان کے ہر قدم پر کامیابی آگے بڑھکر استقبال کرتی تھی۔ جب سے اسلام کے دعویداروں نے مرکز سے جدا ہو کر ذات اقدس ﷺ کو نشانہ تنقید بنایا ہے اسی وقت سے ذلت اور خواری کے دن گزار رہے ہیں۔ یہ ہمارا المیہ ہے کہ ہم لوگ اپنے محسنین کو بھلا دیا کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقی کامیابی کا راز اسی بات میں مضمر ہے کہ ہم اپنے اختلافات کو بھلا کر ذات پات کے بتوں کو توڑ کر ملت واحدہ بن جائیں۔ تاکہ عالمی سازشوں کے پنجوں سے چھٹکارا پاسکیں۔

قارئین محترم! یہ بات واضح طور پر یاد رہے کہ ذات مصطفیٰ ﷺ ایمان کا مرکز اور محور ہے اور ہر چیز اپنے مرکز اور محور کے گرد گھومتی ہے۔ تو ہمیں چاہیئے کہ ایمانیات میں، اخلاقیات میں، معاملات میں، عبادات میں اس قبلہ اور مرکز کے گرد گھومیں جو حقیقت میں مقصود کائنات ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی محبت حقیقت میں لافانی ہے اور جس نے بھی اس میں مداومت کی ہے دوام اسے ہی ملا ہے۔ آج کے دور میں بڑے لوگ ہیں جو زبانی طور پر آپ کی محبت و اطاعت کے گیت گائیں گے مگر عملی طور پر ان کے دلوں میں سوائے بغض و عناد کے کچھ نہیں۔ تو جان لیں ایمان دار وہی ہے جس کے قول و کردار میں، جلوت و خلوت میں، ظاہر و باطن میں محبت مصطفوی اور عشق مصطفوی کا رنگ جھلکتا نظر آتا ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ آپ ہی کی ہدایت سے ہدایت کا نور پاتا ہے۔

جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ آپ کی شریعت مطہرہ کو بلا چون و چرا قبول کرتا ہے۔
جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ آپ کے اخلاق حسنہ کو اپنا کر اپنے آپ کو سنوارتا ہے۔
جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ آپ کا اسم گرامی سن کر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے۔
جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ آپ کے دیدار فرحت کی آرزو لیے ہوتا ہے۔
جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ آپ کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔
جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ آپ کے نام کی محفلیں سجاتا ہے۔
جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ آپ کی اولاد طاہرہ کو دل و جان سے عزیز سمجھتا ہے۔
جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ آپ کی ازواج مطہرات کو اپنی ماں سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔
جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ آپ کے اصحاب کرام کی عزت وتکریم کرتا ہے۔
جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ آپ کے آثار مبارکہ کو بھی عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔
جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ آپ کی احادیث مبارکہ کو بھی شوق سے دیکھتا ہے۔ اور پڑھتا ہے۔
اور جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ

ثنا خواں جس کا قرآں ہے ثنا ہے جسکی قرآں میں

وہی تو میرا ایماں ہے وہی ہیں میرے ایماں میں

ذکر و فکر علم و عرفانم توئی

کشتی و دیار طوفانم توئی

وہ دل محبت رسول ﷺ سے خالی ہوتا ہے جو بات بات میں عیوب ونقائص تلاش کرتا ہے۔ اگر محبت ہوتی تو آنکھیں بند کر کے محبوب کے حکم کو اللہ کا حکم سمجھ کر اطاعت کو ہی اپنی عافیت جانتا ہے۔

اگر ہم مرکز کے ساتھ چمٹے ہوتے تو آج کے دور میں ہم وبال کا شکار نہ ہوتے ہم زوال پذیر نہ ہوتے۔ آیئے ہم اپنے مرکز کے ساتھ چمٹ جائیں جہاں سے ہمیں بقا کا سرٹیفکیٹ ملتا ہے۔

صدق اللہ العظیم

# ہمہ قرآن درشانِ محمد ﷺ است

معبود برحق جل جلالہ نے اپنے محبوب ﷺ پر اس قدر مہربانیاں اور کرمنوازیاں فرمائیں کہ انسان اس کا احاطہ بھی نہیں کرسکتا۔ ادھر محبوب حقیقی کا ایک ایک قدم معبود برحق کی رضا اور خوشنودی کیلئے اٹھتا ہے تو ادھر رب اکبر کا ایک ایک فرمان اپنے عبد مکرم کی ظاہری، باطنی، روحانی، تشفی اور باعث صد تکریم ٹھہرتا ہے۔

منکرین عظمت مصطفیٰ ﷺ اس بات کو تسلیم کرنے میں تامل کرتے ہیں کہ سارا قرآن مجید نعت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ مگر جو عشاق نبوی ﷺ ہیں ان کے نزدیک تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ۔

شدّاں مدّاں زبراں زیراں سب شان تیری وچ آئیاں

عام لوکاں خبر نہ کائی خاصاں رمزاں پائیاں

علامہ اقبال نے کہا۔

مغز قرآں روح ایماں جان دیں
ہست حب رحمۃ للعالمین

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

یہ تو عشق والوں کا مقام ہے انہیں قرآن کی ہر ہر آیت میں حسن مصطفیٰ ﷺ کی تجلیاں چمکتی نظر آتی ہیں اور وہ جو نگاہ بوجہل اور شرار بولہب کے پیکر ہیں وہ دن رات قرآن پڑھتے ہیں مگر ان کی نگاہوں کے آگے سدِّ سکندری ہوتی ہے انہیں کچھ نظر آتا ہی نہیں۔ مگر جو اہل دل ہیں ان کے آگے دیوار نہیں ہوتی بلکہ انہیں تلاوت قرآن کے دوران بھی ہر ہر آیت میں جمال یار جھلکتا نظر آتا ہے۔ اور یہ بھی بڑی پُر لطف بات ہے کہ عام لوگ تو صرف ثواب کے حصول کیلئے تلاوت قرآن کرتے ہیں مگر عرفاء کاملین محبّ اور محبوب حقیقی کے کلام دلنواز سے اپنے قلب باطن کو روحانیت دلانے کیلئے تلاوت کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن محبّ اور محبوب حقیقی کی باتیں اور یادیں ہیں اور اہل عرفاں ان یادوں اور باتوں کو یاد کر کے روح کو غذا فراہم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مقصد ثواب نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا مقصد کلام الٰہی میں محبوب کی جھلک پانا ہوتا ہے اس لیے کثرت سے تلاوت قرآن کرتے ہیں۔

قرآن سارے کا سارا ہی نعت مصطفیٰ ﷺ کا مجموعہ باکمال ہے اور یہاں پر یہ بھی یاد رہے کہ قرآن میں جو آیت جو بھی خطاب ہے اس کے مخاطب حضور ﷺ ہیں۔ پھر بھی متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے بڑی بلاغت کے ساتھ حضور ﷺ کے اوصاف اور خصائل و فضائل کا تذکرہ کیا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب نقش کھینچا۔

جب چھڑا تذکرہ حُسن سرکار کا والضحیٰ پڑھ لیا والقمر کہہ دیا
آیتوں کی تلاوت بھی ہوتی رہی نعت بھی بن گئی بات بھی بن گئی

یہاں ہم صرف چند آیات مقدسہ کو ترجمہ اور مختصر تشریح کے ساتھ تحریر میں

لانے کی جسارت کرتے ہیں تا کہ ہم بھی ایمان کی روحانی لذتوں، حلاوتوں سے محظوظ ہو سکیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡ لَاتَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَقُوۡلُوۡا انۡظُرۡنَا وَسۡمَعُوۡا وَلِلۡکَافِرِیۡنَ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ○ (البقرہ)

اے ایمان والو! (میرے محبوب کو) نہ کہا کرو ''راعنا'' بلکہ کہا کرو ہماری طرف نظر کرم فرمائیے (بات کو دوسری مرتبہ نہ پوچھا کرو بلکہ پہلے) غور سے سن لیا کرو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

(۲) سیدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام جب کعبہ شریف کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو بارگاہ ربوبیت میں جو دُعا کے الفاظ بولے وہ بدستور قیامت تک قرآن کا حصہ رہیں گے ان میں حضور ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ ہے۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیَاتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتَابَ وَالۡحِکۡمَةَ وَیُزَکِّیۡهِمۡ (البقرہ)

اے ہمارے پروردگار ان میں ایک برگزیدہ رسول بھیج جو انہیں تیری آیات سنائے اور کتاب وحکمت کی باتیں سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل سے نکلی ہوئی دُعا حریم کبریا میں قبولیت کا درجہ پا گئی چنانچہ ارشاد ہوا۔

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡبَعَثَ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیَاتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتَابَ وَالۡحِکۡمَةَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِهٖ لَفِیۡ ضَلَالٍ مُّبِیۡنٍ (ال عمران)

یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب بھیجا ان میں ایک رسول۔ پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت اگر چہ وہ

اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

یہاں جو چیز قابل غور ہے وہ یہ کہ ابرہیم علیہ السلام جن اوصاف کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں دعا کیلئے گویا ہوئے اللہ تعالیٰ نے جواباً انہی مناصب کا ذکر فرمایا۔ انہوں نے ذکر کے دعا کی کہ ایسا رسول بھیج جو تیری آیات پڑھے۔ انہیں تعلیم کتاب دے اور حکمت کی باتیں سکھائے اوران کا تزکیہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے جب رسول کو مبعوث فرمایا تو بعثت مصطفوی کو اپنی طرف سے اہل ایمان پر بہت بڑا احسان قرار دیا اور ساتھ فرمایا یہ رسول کسی معمولی مقام ومنصب کا حامل نہیں بلکہ عظیم مقصد لے کر دنیا میں تشریف لایا ہے۔ وہ مقصد یہ کہ یہ رسول ساری انسانیت کیلئے معلم (استاد) بن کر تشریف لایا ہے۔ یہ اس خلّاق ازل کا شاگرد ارشد ہے جس نے انسانیت کو پیدا کیا ہے۔ ایک انسان بیک وقت ایک ہی کام سرانجام دے سکتا ہے۔ مثلاً اگر ایک استاد ہے تو ایک وقت میں شاگردوں کو تعلیم ہی دے سکتا ہے لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ کی شخصیت مبارکہ کو دیکھتے ہیں تو آپ کی سیرت طیبہ مجموعہ کمالات نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے جس انداز سے اپنی صحبت کاملہ سے فیض یاب ہونے والوں کی تربیت کی وہ مِنٌ عَنٌ قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیت کی تشریح ہے۔ آپ ایک وقت میں لوگوں پر اللہ کی آیات بھی پڑھ کر سناتے اس کتاب ہدایت کی ایات کے پوشیدہ اسرار ورموز کو بھی کھول کھول بیان فرماتے۔ اپنی پُر حکمت باتوں اور مواعظہ حسنہ سے لوگوں کے دلوں میں نور ایمان بھرتے تھے اوران کے دلوں سے کفر وضلالت کا زنگ اتار کر آئینہ جمال حق بناتے۔

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق و حضور و اضطراب

(۳) وَاِذْاَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَا اٰتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ

وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ (آل عمران: ۸۱)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا (عام لوگوں کا ذکر تو کیا خود پیغمبروں سے عہد لیا) جب میں تم کو کتاب اور حکمت سے سرفراز کروں پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو اس کتاب کی تصدیق کرنے والا جو تم کو دی گئی ہے تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد لازمًا کرو گے۔ (مزید تاکید کے طور پر) فرمایا کیا تم سب (پیغمبروں) نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا (یعنی تم اگر خود اس نبی کو پاؤ اور اس کی تصدیق کرو ورنہ اپنی اُمت کو تاکید کر جاؤ کہ بعد میں آنے والے پیغمبر کی تصدیق کریں۔ پیغمبروں کے میثاق میں ان کی اُمت بھی شامل ہے۔ سب پیغمبروں نے) عرض کیا ہم نے اقرار کر لیا (کہ ہم اپنے عہد پر ثابت قدم رہیں گے اور اپنی اُمت کو عہد پر قائم رہنے کی تاکید کریں گے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو (اس عہد و پیمان کے) تم گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

تخلیق کائنات کا راز اللہ تعالیٰ کی شان حدانیت کو منظر عام پر لانے اور نبوت کا راز اللہ تعالیٰ کی معرفت کو عام کرنے میں ہے۔ دنیا میں جو درس توحید دیا جا رہا ہے یہ ایک میثاق کی یاد ہے جو خالق کائنات کے سامنے ارواح کی تخلیق کے وقت لیا گیا مذکورہ آیت میں اسی خصوصی میثاق کی یاد تازہ کی جا رہی ہے جو انبیاء کرام اور انکی اُمتوں سے لیا گیا تاکہ وہ جس طرح دین اسلام کی تبلیغ کرتے آئے ہیں اس کے تکمیلی پہلو سے دنیا محروم نہ رہے۔ ان کے پیغمبروں نے ان کو ہدایت کی اور جو خود بھی ان کی تصدیق کرنے والے تھے اور ان کے نام (محمد ﷺ) کو وسیلہ رحمت سمجھتے رہے۔

(فیوض القرآن ج اوّل)

(۴) قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ (سورۃ البقرہ)

ہم دیکھ رہے ہیں آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا تو ہم آپ کا منہ ضرور اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ کی رضا ہے تو پھیر لیجیئے اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف۔

بظاہر تو اس آیت میں رُخ پھیرنے کا ذکر ہے حقیقت میں مجموعہ نعت ہے اور مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس کی بلندی کا ذکر ہے، کہ محبوب! ساری کائنات کے انسان اور سبھی مخلوقات میری رضا کے طلبگار اور متلاشی ہیں۔ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء۔ اے پیارے! تیرا مقام ان انبیاء ومرسلین سے بہت ہی بلند وبالا ہے جہاں ان انبیاء ومرسلین کے مقام فضیلت کی انتہاء ہوگی وہاں سے تیری شان رفعت کی ابتداء ہوگی تو ان جیسا نہیں وہ تو میری رضا کے طلبگار تھے اور تُو اس شان کا مالک ہے کہ میں تیری رضا کا طالب ہوں مجھے تو تیری رضا چاہیئے تیری خوشی میں ہی میری خوشی ہے میری ذات قبلوں کی محتاج نہیں اور تو جدھر چاہے گا میں اس کو قبلہ بنا دوں گا۔

حضور ﷺ کا قبلہ کعبہ کو مقرر کروانا یہ آپ کی طبیعت کا تقاضا تھا۔ کیونکہ اسی کعبہ کو حضور ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم، اسماعیل نے تعمیر کیا اور جب تعمیر مکمل ہوئی تو اس مقام پر کھڑے ہو کر آنخضرت ﷺ کی دنیا پر تشریف آوری کی دعا فرمائی اور اسی مقام پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ ﷺ کے اوصاف جلیلہ اور مناصب رفیعہ کا ذکر بھی کیا۔ اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دُعا ہوں۔

مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد آنخضور ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی۔ چونکہ یہودی اس بات پر معترض تھے کہ یہ نبی ہماری مخالفت کرتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ ان کے

وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ (آل عمران:۸۱)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا (عام لوگوں کا ذکر تو کیا خود پیغمبروں سے عہد لیا) جب میں تم کو کتاب اور حکمت سے سرفراز کروں پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو اس کتاب کی تصدیق کرنے والا جو تم کو دی گئی ہے تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد لازماً کرو گے۔ (مزید تاکید کے طور پر) فرمایا کیا تم سب (پیغمبروں) نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا (یعنی تم اگر خود اس نبی کو پاؤ اور اس کی تصدیق کرو ورنہ اپنی اُمت کو تاکید کر جاؤ کہ بعد میں آنے والے پیغمبر کی تصدیق کریں۔ پیغمبروں کے میثاق میں ان کی اُمت بھی شامل ہے۔ سب پیغمبروں نے ) عرض کیا ہم نے اقرار کر لیا (کہ ہم اپنے عہد پر ثابت قدم رہیں گے اور اپنی اُمت کو عہد پر قائم رہنے کی تاکید کریں گے ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو (اس عہد و پیمان کے ) تم گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

تخلیق کائنات کا راز اللہ تعالیٰ کی شان وحدانیت کو منظر عام پر لانے اور نبوت کا راز اللہ تعالیٰ کی معرفت کو عام کرنے میں ہے۔ دنیا میں جو درس توحید دیا جا رہا ہے یہ ایک میثاق کی یاد ہے جو خالق کائنات کے سامنے ارواح کی تخلیق کے وقت لیا گیا مذکورہ آیت میں اسی خصوصی میثاق کی یاد تازہ کی جا رہی ہے جو انبیاء کرام اور انکی اُمتوں سے لیا گیا تاکہ وہ جس طرح دین اسلام کی تبلیغ کرتے آئے ہیں اس کے تکمیلی پہلو سے دنیا محروم نہ رہے۔ ان کے پیغمبروں نے ان کو ہدایت کی اور جو خود بھی ان کی تصدیق کرنے والے تھے اور ان کے نام (محمد ﷺ) کو وسیلہ رحمت سمجھتے رہے۔

(فیوض القرآن ج اوّل)

(۴) قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ۔ (سورۃ البقرہ)

ہم دیکھ رہے ہیں آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا تو ہم آپ کا منہ ضرور اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ کی رضا ہے تو پھیر لیجیئے اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف۔

بظاہر تو اس آیت میں رُخ پھیرنے کا ذکر ہے حقیقت میں مجموعہ نعت ہے اور مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس کی بلندی کا ذکر ہے، کہ محبوب! ساری کائنات کے انسان اور سبھی مخلوقات میری رضا کے طلبگار اور متلاشی ہیں۔ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء۔ اے پیارے! تیرا مقام ان انبیاء و مرسلین سے بہت ہی بلند و بالا ہے جہاں ان انبیاء و مرسلین کے مقام فضیلت کی انتہاء ہو گی وہاں سے تیری شان رفعت کی ابتداء ہو گی تو ان جیسا نہیں وہ تو میری رضا کے طلبگار تھے اور تُو اس شان کا مالک ہے کہ میں تیری رضا کا طالب ہوں مجھے تو تیری رضا چاہیئے تیری خوشی میں ہی میری خوشی ہے میری ذات قبلوں کی محتاج نہیں اور تو جدھر چاہے گا میں اس کو قبلہ بنا دوں گا۔

حضور ﷺ کا قبلہ کعبہ کو مقرر کروانا یہ آپ کی طبیعت کا تقاضا تھا۔ کیونکہ اسی کعبہ کو حضور ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم، اسماعیل نے تعمیر کیا اور جب تعمیر مکمل ہوئی تو اس مقام پر کھڑے ہو کر آنخضرت ﷺ کی دنیا پر تشریف آوری کی دعا فرمائی اور اسی مقام پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ ﷺ کے اوصاف جلیلہ اور مناصب رفیعہ کا ذکر بھی کیا۔ اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دُعا ہوں۔

مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد آنخضور ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی۔ چونکہ یہودی اس بات پر معترض تھے کہ یہ نبی ہماری مخالفت کرتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ ان کے

اس اعتراض پر آپ ﷺ کی طبیعت مبارکہ بوجھل ہوئی۔ تو آپ نے ایک روز جبریل امین سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے عرض کی آقا! میں تو بندہ مامور ہوں بغیر حکم کے کچھ نہیں کرسکتا اور آپ بھی بلند شان کے مالک نبی ہیں دعا آپ کی بھی رد نہیں ہوتی (کیونکہ نبی کی دُعا کا ردّ ہونا یہ شان نبوت کے ہی خلاف ہے یہ بات بھی یاد رہے کہ نبی کی دُعا رد نہیں ہوتی تاخیر ہوسکتی ہے وہ بھی از راہ حکمت ومشیت ایزدی) تو دوران نماز ہی آپ ﷺ نے سر اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا چنانچہ وحی الٰہی آ گئی محبوب! آپ اپنے چہرہ انور کو پھیر لو مسجد حرام کی طرف۔ تو لطف کی بات یہ ہے کہ جب آپ نے رخ انور کو پھیرا صف آگے ہوگئی اور امام پیچھے، امر کے اتباع میں ذرا تاخیر بھی نہ کی۔

جس طرف وہ نظر نہیں آتے ہم وہ رستہ ہی چھوڑ دیتے ہیں
کعبہ بنتا ہے اس طرف ہی ریاض رُخ جدھر کو وہ موڑ لیتے ہیں

(۵) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ ط وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (آل عمران)

(اے محبوب!) آپ فرما دیجئے (ان لوگوں کو کہ) اگر تم (واقعی) اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو (پہلے) میری اتباع کرو (تب) اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

آج کے دور میں آپ کو کئی لوگ ملیں گے جو محبت رسول کے دعوے کرتے وقت تھکیں گے نہیں مگر عمل کے اعتبار سے بالکل دور جا پڑے ہیں۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کو ایک آئیڈیل کے طور پیش کیا جا رہا ہے اور فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تمہارا قول وعمل کردار وگفتار نبی ءِ اکرم ﷺ کے عطا کردہ معیار پر پورا اترتا ہے تو محبت رسول کے دعوٰی میں سچائی ہے ورنہ دجل وفریب کے سوا کچھ نہیں۔ محبت رسول ﷺ صرف زبانی جمع خرچ کا نام نہیں بلکہ اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھالنے کا نام ہے جسے اللہ

تعالیٰ نے دائمی نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

(۶) قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ. (المائدہ)

تحقیق تمہارے پاس آ گیا اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔

ان جریر نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

یَعْنِیْ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم اَلَّذِیْ اَنَا ءَ اللّٰہُ بِہِ الْحَقَ وَاَظْهَرَ بِہِ الْاِسْلَامَ وَمَحَقَ بِہِ الشِّرْکَ فَھُوَا نُوْرٌ لِّمَنْ اِسْتَنَارَ بِہٖ. (جامع البیان فی التفسیر القرآن ج۶)

نور سے مراد ذات پاک محمد مصطفیٰ ﷺ مراد ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کیا اسلام کو غالب کیا اور شرک کو مٹا دیا۔ حضور ﷺ نور ہیں مگر اس کیلئے جو اس نور کے ساتھ دل کی آنکھوں کو روشن کرتا ہے۔

اس موضوع پر کئی جلیل القدر مفسرین نے قلم اٹھائے ہیں اور اس آیت میں نور سے مراد ذات پاک ﷺ کو مراد لیا۔ اور جو لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے آپ ﷺ کی نورانیت کا انکار کرتے ہیں درحقیقت وہ ایمان کے نور سے ہی محروم ہیں۔ یہی بدعقیدہ لوگ ہیں جن کے دل آنحضور ﷺ کی محبت سے خالی ہوتے ہیں۔

(۷) وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاءُ وْکَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَلَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا. (سورۃ النسآء)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو تمہارے پاس آئیں (آ کر) اللہ سے معافی مانگیں اور رسول! (تم) انہیں معاف فرما دو تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم والا پائیں گے۔

سبحان اللہ! کس طرح اپنے محبوب کریم ﷺ کے مقام شفاعت کو بیان کیا جا رہا ہے۔ کہ اے پیارے! جب بھی تیرے گنہگار اُمتی اپنی جانوں پر ظلم کر کے تیری بارگاہ میں آ کر تیرے بابِ کرم کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور تو اپنے دامن رحمت میں لے لے اور تیرے وسیلے سے مجھ سے معافی کے طلبگار ہوں تو اے محبوب مجھے کسی کو معاف

کرتے دیر نہیں لگتی مگر میں معاف اس صورت میں کروں گا جب تیرے لب مبارک اسکی سفارش کیلئے کھلیں گے۔ جب تو معاف کردے گا تو میں بھی معاف کردوں گا۔ میں صرف توبہ قبول ہی نہ کروں گا بلکہ ساتھ مجھے رحم کرنے والا بھی پائیں گے کیونکہ وہ آئے اس بارگاہ میں ہیں جو محبوب سراپا رحمت ہے۔ توبہ تو میں اپنی طرف سے قبول کروں گا مگر رحم فرمانے والا تیری رحمت کی وجہ سے پائیں گے۔

(۸) فَلَاوَرَبِّكَ لَايُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَاشَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَايَجِدُوافِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّاقَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْاتَسْلِيمًا (النساء)

تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مؤمن نہ ہوں گے جب تک کہ آپس کے معاملات میں تجھے حاکم نہ مان لیں۔ پھر ان (کے معاملات کا) جو بھی تم فیصلہ کرو اپنے دلوں میں ذرا سی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر تسلیم خم کردیں۔

اللہ تعالیٰ کس قدر رفیع الشان اور صمدیت کا مالک ہے لیکن بے نیاز ہو کر بھی قسم اپنی کھا رہا ہے مگر محبوب کی نسبت سے۔ تاکہ قیامت تک آنے والی نسل آدمیت کو خبر ہو جائے کہ جس محبوب کی نسبت رب اپنی قسم کھا رہا ہے وہ کوئی معمولی ہستی نہیں، محبت والے تو پڑھ کر لطف وجدان کے بحر بیکراں میں ڈوب جاتے ہیں کیونکہ انہیں لذت ہی ذکر محبوب میں ملتی ہے۔ کیا خبر اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کے وسیلے سے اپنی قسم کھا کر کتنا لطف ملا ہوگا یہ تو قسم کھانے والا جانتا ہے یا محبت کے سمندر میں غرق ہونے والے جانتے ہیں اس طرز کلام کا لطف تو اسے ہی نصیب ہوگا جس کا محبوب کی چوکھٹ پر سر ہوگا۔ کیونکہ عاشق کی جنت ہی محبوب کی گلیاں ہیں۔ وہ اعمال حسنہ بھی جنت کیلئے نہیں کرتا بلکہ جلوہ یار کو بے نقاب تکنے کیلئے کرتا ہے۔ یہ صحابہ کا بھی عقیدہ تھا کہ سچا عاشق اور غلام مصطفیٰ وہی ہے جو محبوب رب اکبر ﷺ کو حاکم اور آخری ملجا و ماوی سمجھتا ہے جس نے ذرا بھی محبوب کے در پر جانے میں تامل کیا صحابہ کی نگاہ میں منافق ہوتا تھا

۔ یہ ایمان کا تقاضا ہے کہ آقا علیہ کو ملجا و ماوٰی سمجھیں اور آپ کے فیصلوں کے سامنے گردنیں جھکا دیں۔

(۹) وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النساء)

اور جو کوئی رسول کی اطاعت کرتا ہے یا کرے گا یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

قرآن مجید میں ایک مقام پر نہیں بلکہ متعدد مقامات پر آیا ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ قرآن حکیم میں کسی مقام پر نہیں آیا کہ جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے رسول کی اطاعت کی۔ بلکہ یہ فرمایا گیا جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اگر اللہ کی اطاعت کو کافی سمجھا جاتا ہوتا تو معاملہ ہی ختم ہو جاتا اور منافقین کے گلے میں منافقت کا طوق نہ ڈالا جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو ہی صاف کر دیا کہ محبوب! اطاعت اسی کی درست ہے جس نے پہلے تیری اطاعت کو جانا اور حقیقت میں تیری اطاعت ہی میری اطاعت ہے۔ جس نے تیری اطاعت سے کنارہ کشی کی اور میری اطاعت کرنے کا ڈھنڈورا پیٹتا رہا میں اس کے اس دعوے کو کبھی قبول نہ کروں گا میرا مطیع وہی ہے جس نے تیری اطاعت کا طوق اپنے گلے کی زینت بنالیا اور میرے دروازے پر آ گیا تو میں فرمادوں گا میری بندے! تو نے میرے حکم پر محبوب کی اطاعت کو محبت کے ساتھ گلے لگالیا تو سن لے اور یقین کر لے کہ میرے حبیب مکرم کی اطاعت ہی میری اطاعت ہے۔

(۱۰) وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (النسآء)

اور تجھ کو سکھا دیا جو کچھ تو نہ جانتا تھا اور تجھ پر تیرے رب کا بڑا فضل ہے۔

اس بات سے بخوبی طور پر آگاہ ہونا چاہیئے کہ مسلمان وہی ہے جس کا قرآن مجید کی تمام آیات بینات الحمد تا والناس سب پر ایمان ہے۔ اور جو کسی ایک بھی آیت کا

منکر ہے وہ مسلمان نہیں۔ دُکھ کی بات تو یہ ہے کہ بعض نام نہاد دین کے مبلغین اور ٹھیکیداران ایات بینات کو صرف قرآن کی آیت ہونے کو تو مانتے ہیں مگر اس کے واضح مفہوم کو ماننے کی بجائے خود بھی ایمان سے محروم رہتے ہیں اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ ترجمہ کرنے میں گڈ مڈ کرتے ہیں تمام متقدمین ومتاخرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا کیا ہے اور آنحضور ﷺ نے کبھی بھی بالذات عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہ کیا۔ بلکہ جب بھی فرمایا میرا تو کچھ بھی نہیں سب کچھ میرے اللہ کا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں حضور ﷺ کا کچھ بھی نہیں بلکہ آپ ﷺ کے پاس جو کچھ بھی ہے عطای ہے۔ اور تمام مخلوقات کے علوم وفنون ذات مصطفیٰ ﷺ کے سامنے قطرہ کی مانند ہیں۔ مخلوق کا علم آپ کے مقابلے میں قلیل ہے اور آپ کا علم کثیر ہے۔ اور اللہ کے علم کے مقابلے میں آپ ﷺ کا علم قلیل ہے اور اللہ کا علم کثیر ہے کیونکہ اللہ خالق ہے حضور ﷺ مخلوق ہیں۔ اللہ کا علم ذاتی ہے اور حضور ﷺ کا ذاتی نہیں بلکہ جس قدر بھی ہے جتنا بھی ہے عطائی ہے کیونکہ ارشاد ہے ''جو کچھ تو نہ جانتا تھا سکھا دیا''

اب کوئی عقل کے دروازے کھول کر سوچ کہ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ میں کونسی چیز باقی رہ گئی ہے جب باقی چیز نہیں دی تو مخلوق کے مقابلے میں آپ ﷺ عالم الغیب ثابت ہوئے۔ فرق اتنا ہے کہ اللہ ذاتی طور پر عالم الغیب ہے اور حضور ﷺ عطائی طور عالم الغیب ہیں۔

(۱۱) **قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا**

(الاعراف)

فرما دیجیئے انہیں کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

اس آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کی نبوت کا عالمگیر ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ یعنی جب تک نظام کائنات باقی رہے گا آپ کی نبوت کا دائمی فیضان جاری رہے گا

آپ کی نبوت کے ہوتے ہوئے کسی اور من گھڑت نبی کی کوئی ضرورت نہیں۔ لفظ ''کُم'' زمان ومکان کی تمام حدود وقیود پر حاوی ہے۔ آنے والا ہر دور اور ہر زمانہ وقت کی ہر اکائی ''کُم'' میں داخل ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جب تک افق عالم پر آفتاب محمدی کا سورج طلوع ہے اس آفتاب کے ہوتے کسی اور جھوٹے آفتاب کی ضرورت ہے نہ ہی وہ چمک سکتا ہے۔ بلکہ ہر چمکنے کا دعوی کرنے والا اپنی موت آپ مرجائے گا۔ آپ ﷺ کی نبوت کا چراغ ہمیشہ کیلئے چمکتا دمکتا رہے گا۔

(۱۲) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ (توبہ)

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آیا جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گذرتا ہے۔ تمہاری بھلائی کا چاہنے والا ہے۔ رافت والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ حضور ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا گلدستہ ہے جس کے الفاظ تو قلیل مگر معنوی اعتبار سے اپنے اندر ہر لفظ الگ الگ شان رکھتا ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو آپ ﷺ کی شان اقدس یوں نظر آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنی صفات کمالیہ سے متصف فرما کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات ذاتیہ کے ساتھ متصف ہے اور اس کے محبوب ﷺ کی ذات اللہ تعالیٰ کی صفت کمالیہ کا عکس جمیل ہے۔ ہمارا عقیدہ نہیں کہ یہود ونصاریٰ کی طرح انبیاء کو اللہ کا بیٹا بنا دیا جائے۔ بلکہ ہمارا بڑا واضح عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ صفات الٰہیہ کے آئینہ دار ہو کر بھی اس کے عبد مکرم ہیں اور ایسے عبد ہیں جو قرب خداوندی کا عظیم واسطہ ہیں۔

(۱۳) وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ (الانبیاء)

اور نہیں ہم نے آپ کو بھیجا مگر تمام جہانوں کیلئے سراپا رحمت۔

سبحان اللہ! اللہ جل شانہٗ نے وجود مصطفیٰ ﷺ کو سراپا رحمت بنایا۔ اور آپ

کی رحمت کو خصوص کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ یہ عموم پر حاوی ہے یعنی ہر وہ چیز اور جہان جو العالمین میں شامل ہے حضور ﷺ اس کیلئے سراپا رحمت ہیں۔ یہ بھی لطف بھری بات ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو کسی نہ کسی وصف کے ساتھ متصف کیا اور رحمۃ للعالمین کا لقب کسی کو نہ عطا کیا بلکہ فرمایا وَاَدْخَلْنَاهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ہم نے ان سب انبیاء کو اپنی رحمت میں داخل کرلیا۔ جب محبوب رب العالمین کی باری آئی تو فرمایا کہ اے پیارے تو مقصود کائنات ہے۔ تیری خاطر تو بزم کائنات میں بہاریں آئی ہیں انہیں تو میں نے رحمتیں عطا کیں اور اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرلیا مگر تو ان جیسا نہیں تیری تو شان ہی الگ ہے۔ جب تک میں العالمین کا رب رہوں گا اس وقت تک تیری رحمت کا سائبان ان جہانوں پر سایہ فگن رہے گا۔ تیری رحمت کا دریا نہ کبھی رُکے گا نہ کبھی خشک ہوگا بلکہ یہ اس دن بھی رواں دواں رہے گا جب لوگ نفسا نفسی کے عالم میں مارے مارے پھر رہے ہونگے تو تیری رحمت آوازیں دے دے کر اپنے پاس بلائے گی۔

رحمت میرے حضور دی واجاں پئی ماردی

آجا گنہگارا میں تینوں بچا لواں

(۱۴) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ (الاحزاب)

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی بے شک ہم نے آپ کو حاضر و ناضر اور خوشخبری دینے والا اور بروقت ڈرانے والا اور اللہ کے اذن سے اسکی طرف بلانے والا اور روشن آفتاب بنا کر بھیجا۔

مذکورہ بالا خطاب الٰہی پیار بھرا خطاب ہے۔ جو اس نے پیارے محبوب کریم ﷺ سے کیا۔ اس میں حضور ﷺ کو جن القابات سے متصف فرمایا وہ یہ ہیں۔

حاضر و ناظر، خوشخبری دینے والا، بروقت ڈرانے والا، داعی اِلی اللہ اور روشن

آفتاب

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یوں واضح ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو صرف تسلی نہیں دے رہا بلکہ ہمیشہ کیلئے شان مصطفوی ﷺ کو افق عالم میں بلند کر رہا ہے کہ اے محبوب! ان حیلہ بازوں کی طعن و تشنیع سے تیری شان کی شمع گل نہ ہوگی بلکہ یہ مردود مٹ جائیں گے۔ نیست و نابود ہو جائیں گے۔ مگر تیری نبوت کا آفتاب قیامت کے دن بھی چمکتا رہے گا۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور کو "**شاهدًا**" کے لقب سے یاد فرمایا۔ جس کا معنی ہے گواہ، امام راغب نے شاھدًا کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اَلشَّھَادَةُ وَالشُّھُوْدُ۔ اَلْحُضُوْرُ مع المشاھدۃ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْبِالْبَصِیْرَۃ۔ گواہی وہی دی جاسکتی ہے جہاں انسان بذات خود موجود ہو۔ آنکھوں سے دیکھے یا بصیرت کی نگاہ سے دیکھے۔

ہمارا اہل سنہ والجماعہ کا واضح عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی نبوت کے نور سے ساری امت کے احوال کو دیکھ رہے ہیں اور قیامت تک دیکھتے رہیں گے۔ کیونکہ ہم امتی ہیں آپ ﷺ ہمارے آقا ہیں۔ آپ کی شان نبوت کا تقاضا ہے کہ آپ ہمارے حال واحوال سے باخبر رہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ شَاھِدًا عَلٰی اُمَّتِكَ حضور اپنی امت پر گواہی دیں گے۔

عبداللہ بن مبارک نے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح وشام آپ کی اُمت آپ ﷺ پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ﷺ ہر فرد کو اس کے چہرے سے پہچانتے ہیں اس سے پہلے آقا ﷺ قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ حضور ﷺ مطلقًا گواہی دینے والے نہیں بلکہ رب تعالیٰ

کی ذات اقدس کے بھی سب سے بڑے گواہ آپ ﷺ ہیں۔

آپ ﷺ جنت کی خوشخبری دینے والے اور محبت والوں کو دیدار محبوب کی خوشخبری دینے والے ہیں۔ نافرمانوں کو افعال بد کے انجام سے بروقت آگاہ کرنے والے ہیں۔ دعوت دین کا کام کوئی آسان کام نہیں یہ بڑا کھٹن مرحلہ ہے مگر حضور ﷺ نے اپنے آپ کو رب العالمین کے سپرد کیا تھا ورنہ جس طرح آپ نے مصائب و آلام میں زندگی گزاری ہے کون نہیں جانتا۔ مگر آپ نے کسی بھی تکلیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دعوت دین حق کو جاری رکھا کیونکہ آپ ﷺ مامور من اللہ تھے آپ کا ایک قدم بھی اذن الٰہی کے بغیر نہ اٹھتا۔

اس سراج منیر کی روشنی جہاں جہاں پڑتی انسانیت کو نیا جنم ملتا گیا۔ حتیٰ کہ وہ قلوب واذہان جو کفر وشرک کی دلدل میں پھنسے تھے چھوٹے خداؤں کی محبت سے لبریز تھے۔ آپ نے ان کو وہاں سے نکال کر راہ حق کا مسافر ہی نہ بنایا بلکہ ان کے سینوں کو انوار الٰہی سے معمور کردیا۔ یہ آپ کی شان نبوت کا اعجاز تھا۔

(۱۵) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب)

یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی سب سے بہتر نمونہ ہے۔

انسان غلطیوں اور خطاؤں کا پتلا ہے مگر سب انسان ایک جیسے نہیں ان میں فرق ہے فرق تخلیق کا نہیں بلکہ سب کی ایک ہی طریقہ سے تخلیق ہوئی۔ انسانوں کے درجات ومدارج میں فرق ہے سب سے ارفع اعلیٰ انسان انبیاء علیہم السلام ہیں اور انبیاء میں حضور ﷺ ارفع واعلیٰ ہیں' اللہ تعالیٰ نے جمیع انسانیت کو واضح کر کے فرمادیا ہے اگر تم اپنی زندگیوں کو خطرات وحوادثات سے محفوظ، غلطیوں سے پاک ومبرا کرنا چاہتے ہو تو صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ اپنی ساری زندگی میرے حبیب مکرم ﷺ کے مکمل تابع کردو۔ اگر تمہاری زندگی میرے محبوب ﷺ کی حیات طیبہ کے ماتحت ہوگئی تو ہر طرح کی کامیابی وکامرانی تمہیں نصیب ہوجائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کو ''اُسوۃٌ حسنۃٌ'' سب سے اچھا نمونہ قرار دیا۔ لیکن حیرانگی تو آج کے انسان پر ہے جس نے مغربی تہذیب کو اپنا آئیڈیل سمجھا ہی نہیں مکمل طور پر اس کی نقل اتارنا شروع کر دی ہے مغربی تہذیب کو اپنانا ہی فخر سمجھتا ہے۔ رحمت دارین ﷺ کی حیات طیبہ کو اپنا آئیڈیل سمجھنے میں شرم محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ اس تہذیب کو اپنانے سے شرمانا چاہیئے جس میں تباہی وبربادی کے سوا کچھ نہیں اور اس کلچر اور تہذیب محمدی کو اپنانا چاہیئے جس میں ہماری بقا کی ضمانت ہے۔

(١٦) اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰۤئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ط (لاحزاب)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ اے ایمان والو! تم بھی درود بھیجو اور سلام بھیجو جس طرح سلام بھیجنے کا حق۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کیلئے قرآن مجید کو بطور نسخہ کیمیا عطا فرمایا۔ اس میں انسان کی ہدایت کیلئے مکمل سامان ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر نماز کا حکم آیا ہے۔ دیگر عبادات کا حکم بھی آیا ہے۔ اور بعض مقامات پر عبادات کے فضائل وفوائد بھی واضح فرمادیئے۔ لیکن یہ بات کسی مقام پر ارشاد نہ فرمائی کہ لوگو! نماز ادا کرو نماز پڑھنا اللہ کی سنت ہے۔ ماہ رمضان کے روزوں کا حکم دیا مگر یہ نہ فرمایا کہ ماہ صیام کے روزے رکھنا اللہ کی سنت ہے۔ حج بیت اللہ کا حکم دیا، یہ نہ فرمایا کہ لوگو! حج کرنا اللہ کی سنت ہے۔ زکوٰۃ دینے کا حکم دیا، یہ نہ فرمایا کہ لوگو! زکوٰۃ دینا اللہ کی سنت ہے۔ ہاں ہاں تو ایک ایسی عبادت ہے جو ظنی القبول نہیں جبکہ باقی جس قدر عبادات ہیں وہ ظنی القبول ہیں۔ مگر یہ عبادت ظنی القبول نہیں کیونکہ یہ عبادت خود اللہ کی سنت ہے۔ یہ قطعی القبول ہے وہ عبادت الٰہی کون سی چیز ہے۔ وہ درود وسلام ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لوگو! بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور بھیجتے

رہیں گے۔ نبی پر آؤ ذرا تم بھی اس وظیفہ میں شامل ہو جاؤ۔ ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ تم درود بھیج کر یہ نہ سمجھنا کہ میرے محبوب تمہارے درود وسلام کا محتاج ہے وہ محتاج نہیں تم بھیجو یا نہ بھیجو میں جو ہمیشہ سے درود بھیجتا ہوں اور ہمیشہ کیلئے بھیجتا رہوں گا۔

کس قدر اونچی ذات ہے محبوب کریم ﷺ کی کہ آپ کا خالق آپ پر درود بھیجتا ہے حالانکہ وہ رب ہے شان صمدیت کا مالک ہے بے پرواہ ہے مگر محبوب پر درود بھیجنے سے خود لاپرواہ نہیں۔ بلکہ ہمیشہ سے اس کے کرم کی بارشیں محبوب پر نازل ہو رہی ہیں۔ یعنی کہ اس کی رحمت اس بندے کو اپنے گلے لگاتی ہے جو بندہ اس کے محبوب پر درود بھیجتا ہو، درود بھیجنے والے کے قریب اللہ کی رحمت ٹھاٹھیں مارتی ہوئی آتی ہے۔ یعنی کوئی ایک مرتبہ اس کے عبد مکرم پر درود بھیجے رب تعالیٰ اس پر انعام اکرام کی بارشیں نازل فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ دس مرتبہ بندے پر درود بھیجتا ہے۔ الغرض جس قدر کوئی رب کے عبد حقیقی کے قریب ہوگا اس قدر مالک حقیقی کے قریب ہوگا۔ جس قدر حضور ﷺ سے دور ہوگا اسی قدر رب سے بھی دور ہوگا۔ اور حضور ﷺ کے قریب وہ ہے جو ہر وقت یا زیادہ سے زیادہ آپ پر درود وسلام بھیجتا ہے۔

(۱۷) مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّنَ۔

نہیں ہیں محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ ہاں وہ تو اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔

آنحضور ﷺ سید المرسلین نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دینے والے ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی آیا ہے نہ آئے گا نہ آسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا میری اور مجھ سے قبل آنے والے انبیاء کی مثال اس شخص کی ہے جس نے خوب صورت کمرہ تعمیر کیا مگر کسی ایک کونہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی تو لوگ اس گھر کے اردگرد چکر لگانے لگے اور تعجب کرنے لگے یہ جگہ کیوں خالی چھوڑی گئی اسے پُر کیوں نہ کیا گیا۔ آپ فرماتے

ہیں نبوت کی آخری اینٹ میں ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

یاد رہے آپ ﷺ کو آخری نبی نہ ماننا قرآن کا انکار کرنا ہے۔ اور یہ بالاتفاق کفر ہے کیونکہ اس مسئلہ پر کسی مسلمان مسلک کا اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور ہمیشہ کیلئے آپ کی ختم نبوت کا پرچم اُفق عالم پر لہراتا رہے گا۔

(۱۸) اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ مُبَشِّرًا وَنَذِيْرًا لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا۔ (الفتح)

بے شک ہم نے آپ کو بھیجا حاضر و ناظر خوشخبری اور ڈر سنانے والا۔ کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اسکی پاکی بیان کرو۔

کیا شان ہے رحمت عالم ﷺ کی کہ بندہ نے اس کا عبد مکرم ہونے کا حق ادا کر دیا اور رب تعالیٰ نے عبد مکرم کا معبود حقیقی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اگر ایک طرف عجز و انکساری کی انتہاء ہے تو دوسری طرف کرم کی انتہاء ہے۔ جو اپنے عبد مکرم کو بڑے بڑے حسین اور پیار بھرے القابات کے ساتھ خطابات فرما رہے تاکہ آنے والی نسل آدمیت کو رب کی بارگاہ میں عبد مکرم کی قدر و منزلت اور مقام علو کی خبر ہو جائے اور اونچے اونچے القابات کے ساتھ یاد کیا کہیں کوئی بدطینت رسول مکرم ﷺ کو عام بندہ نہ سمجھ جائے پھر کرم کی بارش یہ کہ رسول اللہ ﷺ خالق حقیقی کے بندے ہیں مگر عام بندے نہیں بلکہ ایسے جن کے مقام عبدیت کے آگے کسی کا مقام نہیں بلکہ سبھی بندگان خدا آپ کے نوکر چاکر معلوم ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرما رہا ہے لوگو! میرے طالب و مطلوب حقیقی کی تعظیم و توقیر کرو۔ بندہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! تیرے بندے کی تعظیم و توقیر کی حد کہاں تک ہے؟ جواب آتا ہے صرف اتنی حد رکھو کہ عبد معبود کا فرق قائم رہے اور باقی سب فرق مٹ جائیں اور صرف اس حد کو قائم رکھنا اور باقی حدوں کو توڑنا حقیقی توحید ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم کی کوئی حد مقرر کی

نہ ہے نہ ہوگی۔

ایمان کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کسی حد میں رہ کر نہ کی جائے حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی تعظیم داخل ایمان اور اصل ایمان ہے۔ جو کوئی بدبخت آپ کی تعظیم وتکریم کا انکار کرتا ہے وہ خارج از اسلام ہے۔

بخدا نہیں وہ خدا نہیں وہ مگر خدا سے جدا نہیں
وہ ہیں کیا مگر وہ ہیں کیا نہیں یہ محبّ حبیب کی بات ہے

(۱۹) اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ط۔ (الفتح:۱۰)

بے شک جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں

جب انسان کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو ساتھ ہی دل میں عقیدہ بیٹھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مادی وحسی وجود کا محتاج نہیں یعنی جس طرح ہم وجود رکھتے ہیں اس ذات کا ایسا وجود نہیں تو پھر کیسا ہے۔ اس کا جواب یہی کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے باقی تمام مخلوقات ممکن الوجود ہے وہ قدیم ہے ہم حادث ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں کو ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم جس رسول مکرم مطہر طیب واجمل کے دست مبارک پر بیعت کر رہے ہو درحقیقت وہ میرے ہی تو ہاتھ ہیں۔ جس نے رسول کے ہاتھ پر بیعت کی اس نے اللہ بیعت کی۔

اللہ تعالیٰ رسول مکرم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں کو فرمارہا ہے کہ رسول کے ہاتھ بندے کے ہاتھ ہیں تاکہ لوگوں کے دل مصطفیٰ ﷺ کی عظمت ومحبت کے جذبات سے بیدار ہوجائیں کہ جس رسول کے ہاتھوں کو رب نے اپنے ہاتھ کہا ہے اس رسول مکرم کی شان بڑی بلند ہے ارشاد ہوا۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (انفال)

اور تو نے کنکریاں نہیں پھینکیں جب پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں

یہاں اللہ تعالیٰ فعل رسول کو اپنی طرف منسوب کررہا ہے۔ یہ بھی محبت کی انتہا

ہے کہ رسول کا کام اللہ کا کام ہے اللہ دوئی کو مٹا رہا ہے اور عقیدہ واضح ہو رہا ہے کہ صرف دو کا فرق رہے۔ دوئی مٹ جائے یہی حقیقت اور کمال ایمان ہے۔

ہک ہے ہک ہے ہک ہے
جہڑا ہک کو ڈو کر جانے کافرتے مشرک ہے

**(۲۰) یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○** (الحجرات: ۱،۲)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے سامنے حد سے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے اور نہ اس طرح بات کرو جس طرح ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو (تمہارے اس عمل سے) اعمال ضائع (برباد) نہ ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔

ان آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ کے آداب بجالانے کی تلقین فرما دیا۔ آخر کیا وجہ ہے اللہ تعالیٰ اتنے زور کے ساتھ بارگاہ رسالت کے آداب بجالانے کی تاکید و تلقین فرما رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایمان کا استحکام اسی صورت میں ہے جب آنحضور ﷺ کے آداب کو ہر اعتبار سے ملحوظ رکھا جائے۔ بڑی سختی کے ساتھ روکا جا رہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حد سے نہ بڑھو۔

یہ بات انسانی ذہن میں آتی ہے کہ رسول کی بارگاہ میں حد سے نہ بڑھنے کی تلقین میں اتنا زور کیوں ہے حالانکہ حضور ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ایمان خالص اسی صورت میں ہوگا اگر دل میں حضور اکرم ﷺ کی عزت

وناموس کی حفاظت کے جذبات موجزن ہونگے کیونکہ آپ ﷺ مقصود کائنات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کے رائے پر اپنی رائے کو ترجیح دینے سے منع کیا ہے کیونکہ انسان غلطی اور خطا کا پتلا ہے اور حضور اکرم ﷺ معصوم عن الخطا اور آپ کا ہر قول منشاء ایزدی کا مظہر ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ جو بھی انسان حضور اکرم ﷺ کے عمل یا قول مبارک کے خلاف چلتا ہے تو وہ حد سے آگے بڑھ رہا ہے، ایمان اسی کا محفوظ ہوگا جس کا ایک ایک قدم منشاء ایزدی اور منشاء ورسالت کے مطابق اٹھتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے، وہ مکان ولامکان محتاج نہیں وہ تو ہر جگہ وموجود ہے بات تو یہ ہے کوئی کام رسول سے پہلے نہ کرو نہ رسول ﷺ کی نافرمانی کرو جس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

آپ ﷺ کی بارگاہ میں براہ راست فیضیاب ہونے والے بڑے خوش نصیب تھے جنہوں نے بارگاہ رسالت کے ادب سے کمال ایمان پایا۔ اگر ادب بارگاہ رسالت حقیقی ایمان نہ ہوتا ثابت بن قیس آیت مذکورہ سن کر دروازہ بند کر کے نہ روتے رہتے بلکہ کہتے کوئی بات نہیں رسول کی بارگاہ میں اونچی بولے ہیں تو کیا ہوا ہم تو پکے نمازی اور اللہ کے عاشق بندے ہیں۔ لیکن اس عاشق رسول ﷺ نے آنے والی نسل آدمیت کو سبق یہ دیا کہ۔

چلے نہ ایمان اک قدم بھی اگر تیرا ہمسفر نہ ٹھہرے

بارگاہ رسالت کا ادب ہی حقیقی ایمان ہے اگر بارگاہ رسالت کی معمولی سی بھی گستاخی ہوگئی تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ دعویٰ ایمان میں وہی سچا ہے جس کے دل میں حضور اکرم ﷺ کا ادب موجزن ہے جو دل بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کے ادب سے خالی ہے وہ ایمان سے خالی۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں بلکہ کہا کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح ہمارے بڑے بھائی ہیں ان کی تعظیم بڑے بھائی جیسی کرنی چاہیئے۔

یادرکھیں! حضور اکرم ﷺ کو اپنے جیسا سمجھنا یا بڑا بھائی سمجھنا گناہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ کے منافی ہے۔ ایسے کہنے والے خود بھی جہالت کے گڑھے میں

گرے ہوئے ہیں اور وعظوں اور تقریروں، تحریروں میں اوروں کا ایمان بھی لوٹتے پھرتے ہیں۔

ذرا غور کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے چچا تھے مگر انہوں نے آپ ﷺ کو کبھی نہ کہا اے میرے بھتیجے۔ بلکہ یارسول اللہ کہتے۔ حضرت صدیق اکبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم ﷺ کے سسر تھے انہوں نے کبھی نہ کہا اے ہمارے داماد! ان حضرات کو علم تھا۔ اگر بارگاہ رسالت کی معمولی سی بھی گستاخی ہوگئی تو سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے کچھ نہیں بچے گا یہ ساری عمر اُمت کے والی کی غلامی ہی کرتے رہے اور ساری زندگی کی متاع گراں مایہ کو مصطفیٰ ﷺ کے قدموں پر نچھاور ہی کرتے رہے۔ کیونکہ یہ جانتے تھے کہ یہ لباس بشریت میں آنے والا خالق کائنات کا جلوہ ہے جس کے حسن میں خلاق ازل کے حسن کی جلوہ نمائی ہوئی ہے۔ یہ ساری عمر غلامی کو نجات کا ذریعہ گردانتے رہے۔ کاش گستاخان رسول بڑے بھائی جیسا یا اپنے جیسا کہنے سے زبانیں روک لیں۔

ادب گاہسیت زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

(۲۱) وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر)

اور جو کچھ رسول تمہیں دیں پکڑ لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

ایمان کی حقیقت کا تقاضا یہ ہے کہ عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ۔ اپنی عقل کی تمام تر بلندیوں اور جولانیوں کو بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کے سامنے ہیچ سمجھا جائے۔

تمام حکامات شرعیہ خواہ ان کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہو یا انفرادی زندگی سے۔ ان کا تعلق معاشیات سے ہو یا اخلاقیات سے وہ عبادات ہوں یا معاملات، سب کی سب آنحضور ﷺ کی مرہون منت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ذات مصطفیٰ ﷺ کو قرآن حکیم کی مکمل تشریح قرار دیا ہے اور یہ تشریح سنت مبارکہ کی صورت میں موجود

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی نبوت کو قائم رکھا ہے اور ساتھ ہی آپ ﷺ کی سنت مطہرہ کو بھی قائم رکھا ہے ہم زندگی کے تمام شعبہ جات میں آپ کی عطا کردہ سنت مطہرہ کے محتاج ہیں بلکہ احکام شرعیہ کی تفصیلات و جزئیات کو بھی اس وقت تک نہیں سمجھا جاسکتا جب تک آپ ﷺ کی سنت مطہرہ کا دامن نہ پکڑا جائے۔ قرآن مجید احکامات الٰہیہ کی اجمالی کتاب ہے اور ذات مصطفیٰ ﷺ اس کا تفصیلی بیان ہے۔ جب ہم بنظر غائر آپ ﷺ کی سنت مطہرہ، شخصیت مبارکہ کے کسی بھی پہلو کا جائزہ لیتے ہیں تو عین قرآن مجید کی تشریح و توضیح نظر آتی ہے۔ یہ کوئی کم گمراہی نہیں کہ آپ ﷺ کی سنت مطہرہ کو قرآن مجید سے الگ حقیقت سمجھا جائے۔ اصل میں تو قرآن اور سنت ایک ہی حقیقت کے دو رُخ نظر آتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن مجید الفاظ اور مفہوم اللہ کی طرف سے ہیں اور حدیث کے الفاظ حضور کی طرف سے اور معنی و مفہوم رب تعالیٰ کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ جب رسول اکرم ﷺ اپنی خواہش سے بولتے نہیں آپ نے اپنی تمام خواہشات کو ایک رب کی رضا کیلئے فنا کر دیا ہے تو پھر آپ ﷺ کی سنت مبارکہ ایک ناقابل عمل اور خارجی سہارا قرار دینا گمراہی اور بے دینی کے سوا کچھ نہیں۔ اس کی مثال یوں ہے کہ قرآن مجید میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسی عبادات کو بیان کیا ان عبادت کی تفصیل کا ملنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک باب نبوت ﷺ پر دریوزہ گری نہ کی جائے۔ جو لوگ قرآن سمجھنے کیلئے سنت مبارکہ سے بے اعتنائی و لاپرواہی برتتے ہیں وہ سراسر گمراہی کے بحر عمیق میں گرے ہوتے ہیں۔

(۲۲) وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (المنافقون)

اور عزت اللہ اور اس کے رسول کی اور اہل ایمان کی ہے اور لیکن منافقین جانتے نہیں۔ (کہ ایمان کی حقیقت کیا ہے)

صاحب روح البیان نے لکھا کہ

عبداللہ بن ابی راس المنافقین کے فرزند جلیل القدر صحابی تھے ان کا نام بھی عبداللہ تھا جب انہوں نے سنا کہ میرے باپ نے حضور اکرم ﷺ کو معاذ اللہ ذلیل کہا ہے تو انہوں نے مدینہ منورہ کے دروازے پر اپنے باپ کو پکڑ لیا اور تلوار سونت لی اور مدینہ پاک میں جانے سے روک دیا اور کہا کہ اے میرے باپ! تو اس بات کا اقرار کر کہ اللہ عزت والا اور محمد ﷺ عزت والے ہیں ورنہ ابھی تیری گردن اڑا دوں گا۔ چنانچہ باپ نے ڈر کے مارے اقرار کر لیا اور جان چھوٹ گئی حضور اکرم ﷺ نے یہ واقعہ سن کر اس فرزند کو دعائیں دیں۔ (بحوالہ شان حبیب الرحمان از مفتی احمد یار خاں نعیمی)

کس قدر پُر لطف بات ہے کہ باپ کو تو ایمان نصیب نہ ہوا مگر فرزند ایمان لا کر صحابی بن گیا۔

باپ بد بخت بن گیا اور بیٹا بخت والا بنا۔
باپ نامراد رہا اور بیٹا بامراد بن گیا
باپ بے نصیب رہا اور بیٹا نصیب والا ہوا
باپ بے ادب رہا اور بیٹا باادب ٹھہرا۔

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا عزت تو اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اگر کسی کو عزت ملی ہے تو وہ مکرم و محترم رسول اللہ ﷺ کے جوتے سیدھے کرنے سے ملی ہے۔ تو پتا یہ چلا کہ انسان نے اگر عزت پانی ہو تو حضور اکرم ﷺ کا باادب غلام بنے کیونکہ بے ادبوں کو کوئی عزت نہیں ملتی۔ جو باادب ہوتے ہیں لوگ ان کی قبروں کو چومنا سعادت سمجھتے ہیں یہ ثمرہ ہے آقا ﷺ کے ادب واحترام کا۔

(۲۳) نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ۔ (سورۃ القلم)

ن اور اس کے لکھنے کی قسم آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔ آپ کیلئے تو اجر ہی

بے حساب ہے۔

سبحان اللہ! محبوب کریم ﷺ کی شان و عظمت کا انکار تو کوئی پاگل اور بیوقوف عقل کا اندھا ہی کرسکتا ہے۔ ذرا اندازہ لگائیے کہ باقی انبیاء کرام بھی تو اللہ کے پیارے تھے۔ اللہ کے محبوب تھے۔ مگر ان کی محبوبیت کا عالم یہ کہ ان پر جب کوئی بد بخت الزام لگاتا عیب جوئی کرتا تو جواباً نبی بذات خود جواب دیتا ہے۔ مگر حضور نبی کریم ﷺ کا مقام محبوبیت دیکھئے کہ کفار مکہ نے جہاں کہیں حضور اکرم ﷺ پر کوئی طعنہ زنی کی تو غیرت الٰہی نے جوش مارا اور کہا اے گستاخ رسول! تو میرے محبوب کی شان میں گستاخی کر کے جائے گا کہاں جواب تمہیں اب میں دوں گا اگر محبوب کے خلاف تمہاری بکواس سن کر خاموش رہوں تو یہ بات اسکی شان محبوبیت کے ہی خلاف ہے جو کہ میں برداشت نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کو جواب دینے سے پہلے اپنی توجہ کا مرکز اپنے محبوب کو بنایا اور اس قلم کی قسم کھائی جس قلم کی نوک نے سب سے پہلے اسم محمد ﷺ لکھا۔ فرمایا اے محبوب مجھے قسم ہے اس قلم کی جس کی تخلیق ہی تیرے نام کی تحریر کیلئے ہوئی تم مجنون نہیں تم پر تو تمہارے رب کا فضل ہی بے بہا ہے تمہارے لیے تو اجر ہی بے انتہا ہے تم تو اعلیٰ اخلاق کے پیکر ہو۔ وہ تو جھوٹی قسمیں کھانے والا۔ کمینہ، عیب جوئی کرنے والا، چغل خور، اچھائی سے روکنے والا، بہت بڑا ظالم، زبردست گنہگار، سخت جھگڑالو، ولد الزنا ہے۔

ولید بن مغیرہ نے جب یہ آیت سنی تو تلوار لے کر اپنی ماں کے پاس پہنچا۔ ماں! محمد نے میرے دس عیب گنوائے ہیں نُو کو تو میں جانتا ہوں دسویں کا مجھے پتا نہیں اب تُو بتا میں حرامی ہوں یا حلالی۔ سچ بول ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ وہ بولی۔ تُو حرامی ہے تیرا باپ نامرد تھا اور بہت مالدار تھا مجھے خوف ہوا کہ اس کا مال دوسرے لے لیں گے تو میں نے ایک چرواہے سے زنا کروایا تو اس کا نطفہ ہے۔

(بحوالہ شان حبیب الرحمان از مفتی احمد یار خاں نعیمی)

(۲۴) وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍo (القلم) اور تُو تو پیکر خلق عظیم ہے۔

خوشبو ہے دو عالم میں تیری اے گل چیدہ

کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصاف حمیدہ

حضور نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ کا مشہور فرمان کہ آپ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ اماں جان! حضور ﷺ کا اخلاق کیا تھا؟ آپ نے پوچھا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا اس نے کہا پڑھا ہے آپ نے فرمایا قرآن ہی حضور کے اخلاقیات کی جامع کتاب ہے۔ جو کچھ قرآن کے اندر ہے وہ آقا ﷺ کی حیات طیبہ ان اخلاقیات کی واضح کتاب ہے۔ قرآن حضور سے جدا نہیں حضور قرآن سے جدا نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے قرآن حکیم کے پڑھنے سے آپ ﷺ کی عملی زندگی کا پتا چلتا ہے دوسرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی یادوں اور باتوں کو جمع کیا ہے۔

(۲۵) عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (سورۃ جن)

عالم الغیب (حقیقی تو وہی ہے) کسی پر غیب ظاہر نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جس پر راضی ہو جائے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے علم غیب مبارکہ کے منکرین صرف مذکورہ آیت کو اپنے مطلب کی حد تک پڑھتے ہیں۔ آگے نہیں پڑھتے، حالانکہ قرآن مجید نے کسی مقام پر بھی رسول کریم ﷺ کے شان و مرتبہ کو گھٹا کر پیش نہیں کیا بلکہ اس شان سے بیان کیا کہ پڑھنے والے کے دل میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کا پہلو جاگزیں ہو۔ اسی مذکورہ آیت کو ذرا ایمان کے نور سے پڑھیں تو دل میں یہ بات آئے گی اللہ نے اپنے محبوب ﷺ پر راضی ہی نہیں ہوا کہ بلکہ رسول ﷺ کی رضا کو اپنی رضا قرار دیا کیونکہ آپ ﷺ سے آپ

کا رب تو ناراض ہو ہی نہیں سکتا۔ جب وہ ناراض نہیں تو پھر علم غیب بھی ضرور عطا کیا ہے یہ بھی یاد رہے کہ ہم اہل سنہ والجماعۃ آپ ﷺ کے ذاتی علم غیب کے قائل نہیں بلکہ عطائی علم غیب کے قائل ہیں۔ کہ آپ کے پاس جس قدر بھی تھا عطائی تھا۔

(۲۶) لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝ (سورۃ البلد)

مجھے اس شہر کی قسم کہ محبوب تم جس شہر میں تشریف فرما ہو تمہارے باپ کی قسم اور ان کی اولاد کی۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ اس مکان کی قسم کھا رہا ہے کہ جہاں کی زمین نے محبوب دلنواز کے نرم و نازک قدموں کو بوسے دیئے۔ کیا بات ہے جب تک محبوب کریم کے قدم سرزمین مکہ پر نہیں لگے تھے اس وقت تک وہ تو لائق قسم بھی نہیں تھی اور جب محبوب کے تلووں کو زمین نے چوما اور اپنی قسمت پر ناز کرنے لگی تو رب نے فوراً سرزمین مکہ کی قسم کھائی۔ اے سرزمین مکہ! تو اس قابل کہاں تھی کہ تیری قسم کھائی جاتی۔ کبھی کسی نے مٹی کی قسم کھائی ہے؟ تیری قسم تو صرف کھائی اس لئے کہ تو نے میرے محبوب کے تلووں کو چوم لیا۔ سبحان اللہ دیکھئے مقام غور ہے۔ جب اللہ کے محبوب کے قدم سرزمین مکہ کی گلیوں میں لگے تو اللہ تعالیٰ نے محبوب کے قدموں کی نسبت ساری روئے زمین کو پاک کر دیا۔ پہلے پاک کب تھی؟ اسی لیے آقائے دوعالم ﷺ فرماتے ہیں میرے لیے ساری روئے زمین کو پاک کر دیا ہے محبوب نے صرف زمین کو ہی پاک نہیں کیا بلکہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا۔ یہ آپ ﷺ کے قدموں کی نسبت ہے کہ اگر پانی نہ ملے تو مٹی پر ہاتھ مل کر منہ پر مل لینے سے پھر پاکی مل جاتی ہے۔ (تیمّم)

پھر یہ کہ جہاں رسول اکرم ﷺ کا مسکن مبارک جہاں سکون فرما رہے ہیں اور وہ سرزمین مدینہ جہاں آپ کا جسم مبارک لگا ہوا ہے وہ عرش عظیم کعبۃ اللہ سے بھی افضل ہے امام مالک نے انہیں دلائل کے پیش نظر شہر مدینہ کو شہر مکہ سے افضل قرار دیا۔

غور سے سُن اے رضاؔ کعبہ سے آتی ہے صدا

میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

(۲۷)وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی o مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَاقَلٰی o وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی o وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی o (الضحٰی)

"قسم ہے چاشت کی اور رات کی جب چھا جائے۔ (اے حبیب!) نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہ روٹھا۔ ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے تمہارے لیے بہتر ہے۔ تمہارا رب تو تمہیں اس قدر عطا کرے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔"

مفسرین کرام نے اس سورۃ مقدسہ کے شان نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ حکمت الٰہی کے پیش نظر کچھ روز تک آنحضورﷺ پر وحی نہ آئی تو کفار مکہ نے بطور تمسخر کہا کہ محمد کے رب نے اسکو چھوڑ دیا ہے اور ناراض ہو گیا ہے تو ان کے اس تمسخر کی تردید میں یہ آیات مقدسہ نازل فرمائیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس انداز میں اپنے محبوبﷺ کو خطاب فرمایا اگر اسکی تفسیر لکھی جائے صفحات کے صفحات سپرد قرطاس کر کے بھی حق ادا نہیں ہو سکتا بلکہ قرآن مجید کے الفاظ مطہرہ خود بولیں گے اے مفسر صاحب! جہاں تمہاری طرف سے انتہاء ہے وہاں سے رب کے محبوب کی ابتداء ہے۔

لفظ والضّحٰی کو ہی لیجئے مفسرین نے اس لفظ کے معنی چاشت کے کیئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کئی وجوہ سے حضورﷺ کے قلب انور سے کفار مکہ کی طرف سے اعتراض کے بوجھ کو دور کرنے کیلئے اس لفظ والضّحٰی کو بول کر چاشت کی قسم کھائی۔ راقم کا وجدان تو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے قلب انور سے بوجھ دور کرنے کیلئے صرف وقت کی چاشت ہی کی قسم کھائی تھی؟۔ (گو کہ یہ بات اپنے محل پر درست ہے) حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے استعادہ وقت چاشت کی قسم کھائی ہے۔ قسم تو یہ تھی کہ اے محبوب! مجھے تیرے رخ تابان کی قسم! جسکی ضیا پاشیوں سے آفتاب کو روشنی ملی۔ جب میری قدرت تیرے چہرہ اقدس سے نکلنے والے نور کے ہالے دیکھتی ہے تو یوں محسوس

ہوتا صبح کا اجالا ہو گیا اور تیری ان خمدار زلفوں کی قسم! جب تو ان کو سجاتا اور سنوارتا ہے کنگھی کرتا ہے تو یوں محسوس ہے رات کی سیاہی چھا گئی کہ الغرض اے محبوب وقت چاشت کا اجالا ہو یا رات کی سیاہی ہو مجھے تیری پر انوار ضیا پاشیوں کی قسم! تجھے تیرے رب نے نہ چھوڑا نہ تجھ سے روٹھا۔ سبحان اللہ! اس کریمانہ انداز میں جس محبوب کی قسم کھائی جائے کیا ایسے پیارے سے رب ناراض ہو سکتا ہے؟۔ نہیں نہیں ان ظالموں کو تیرے مقام و مرتبہ کی کیا خبر یہ نہ تیرے مقام کو پا سکتے ہیں نہ چھو سکتے ہیں ناراض ہونا تو دور کی بات ہے میں از راہ حکمت کبھی کبھی جبریل کو تیری قدم بوسی کیلئے نہ بھی بھیجوں تو نہ سمجھنا کہ تیرا رب ناراض ہو گیا بلکہ اس میں بھی حکمت ہوتی ہے۔ تیری تو ہر آنے والی گھڑی آنے والا ہر لمحہ پہلے لمحے سے ہزار درجے بہتر اور افضل ہوتا ہے۔ تیرا رب تجھے اس قدر عطا کرے گا کہ ان کافروں کے سر ندامت سے جھک جائیں گے۔ اور ان کے بوتھے بند ہو جائیں گے۔ یہ بس حسد کی آگ میں جلتے رہیں گے اور تیرا رب اپنی عنایات کے دروازے تجھ پر کبھی بند نہیں کرے گا بلکہ جب تک تُو راضی نہ ہو گا عطا کرتا جائے گا۔

(۲۸) اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ط ۔ (الانشراح)

کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔ اور ہم نے وہ بوجھ اتار دیا ہے جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔

قارئین محترم! ایک ہوتا ہے۔ مانگنا اور ایک ہوتا ہے بن مانگے عطا کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام رب تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں۔ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۔ اے اللہ! میرا سینہ کھول دے۔ حضور ﷺ مقام محبوبیت کے اس نکتہ کمال پر فائز ہیں جس کے آگے بندوں میں کسی عبد مکرم کا مقام نہیں بلکہ۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ کے بعد جو بھی مقام ہے وہ حضور کا مقام ہے اس افضلیت اور انفرادیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنی ایات بینات کے ذریعے مقام محبوبت کو نکتہ عروج پر

پہنچایا۔ کہ اے محبوب ہم نے تیرا سینہ کھول دیا ہے یہ انوارِ الٰہیہ سے یوں معمور ہے کہ تیرا ظاہر و باطن نورٌ علی نور ہے۔ تیرا سینہ علوم و معارف کا معمور ہے تیری زبان اقدس سے نکلنے والے موتی دنیا والے ہیرے اور لعل سمجھ کر چنتے ہیں۔ یہ تیرا ہی کمال ہے۔ تو رب سے غافل نہیں، رب تجھ سے غافل نہیں میری رحمت ہر وقت تجھ پر برستی ہے میری نظر عنایت ہر وقت تجھے تکتی ہے جو تیرے دل کیلئے سکون و طمانیت کا باعث ہوتی ہی نہیں بلکہ تیری بارگاہ میں بیٹھنے والے تیری حضوری پانے والے میرے قریب ہو جاتے ہیں۔

اللہ اللہ وہ محبوب جو ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہے اور دوسری طرف مخلوق خدا کے دکھوں کی مداوا کرتا ہے اپنے قرب کے ساتھ ان کے قلب و نظر کو طہارت بخشتا ہے۔

سمجھ میں آنہیں سکتا کہاں سے جلوہ جاناں کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

(۲۹) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔ (الانشراح)

ہم نے بلند کر دیا تمہاری خاطر تمہارے ذکر کو۔

وہ کون تھا؟ جس نے اپنے آپ کو گوشہءگمنامی سے نکال کر کوہِ صفا پر چڑھ کر عرب کے اجڈ ماحول میں متعارف کرایا۔

وہ کون تھا؟ جس کی پاکیزگی و طہارتِ سیرت و اخلاق کی نفاست و نظافت کے ڈنکے چارسو بجنے لگے۔

وہ کون تھا؟ جس نے اپنی سیرت کو انسانیت کیلئے اعلیٰ نمونے کے طور پر پیش کیا وہ وہ تھا جس کا دنیا کے اندر چند سالوں میں ذکر اس طرح بلند ہوا کہ مخالفین کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ وہ ذکر اس طرح بلند ہوا کہ روئے زمین کا گوشہ گوشہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰهِ کی صدائے حق سے گونج رہا ہے۔ یہ سلسلہ رکا نہیں، تھما نہیں بلکہ وقت

گزرتا رہا گزرتا جائے گا قرآن کی آیت ہی کہے گی کہ تو نے اپنی بساط کے مطابق ذکر کو اونچا کر دیا۔ یہ انتہا تیری طرف سے ہے میں نے تو اپنے محبوب کے ذکر کو اس وقت سے اونچا کر دیا ہے۔ جب کائنات کا وجود تک نہیں تھا۔

کون سا لمحہ ہے جب کوئی آقا ﷺ پر درود نہیں بھیجتا ہے۔ ہر وقت ہر لمحے کہیں نہ کہیں صدائے حق اشھدان محمدا رسول اللہ بلند کرتا ہے۔ مکبر تکبیر میں، مؤذن اذانوں میں، خطیب خطبوں میں آقا کے نام کے ڈنکے بجاتے رہیں گے۔

حتیٰ کہ اس کے ذکر کو رب نے یوں بلند کیا کہ محبوب کے ذکر کو اپنا ذکر کر دیا کہ جو ساری رات سارا دن محمد محمد کہہ کر بول بول کر اس نام کے گیت گاتا رہے اس کے نامہ اعمال میں اللہ اللہ لکھا جائے گا اور ذکر کرنے والے کے نام بخشش کا پروانہ بھیجا جائے گا۔ سبحان اللہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جبریل امین میرے پاس آئے اور کہا اے محمد! ﷺ کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ نے آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا۔ میں نے کہا اے جبریل! اللہ ہی بہتر جانتا ہے ۔(اگر حضور یہ نہ فرماتے تو یہ بات آج تک پردہ اخفاء میں رہتی کہ ذکر مصطفیٰ کس طرح بلند ہوا) جبریل نے کہا اے محبوب آپ کا رب فرماتا ہے اے پیارے! اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ ۔ جب میرا نام لیا جائے وہاں تیرا نام بھی لیا جائے۔

فرش والے تیرے شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پر اُڑتا ہے پھریرا تیرا

(۳۰) اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْکَوْثَرَ ط (الکوثر)
بے شک ہم نے آپ کو بہت کثرتیں عطا کیں۔

کوثر یہ فوعل کے وزن پر کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ

کو کونین کی ہر نعمت خوبی اور کمال عطیہ کر دی اور عطیہ دیا ہی اسی لیے جاتا ہے جب مالک بنانا مقصود ہو۔ اب معنی یہ ہوا کہ اے محبوب تجھے تیرے رب نے اس قدر عطا کیا کہ ہر خوبی اور کمال کا تجھے مالک بنا دیا۔ اب تو اوروں کی جھولیاں بھرا کر۔

روایت میں یوں ہے کہ جب آنحضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم یا حضرت قاسم رضی اللہ عنہما کا یکے بعد دیگر وصال ہوا تو کفار مکہ نے کہا کہ محمد نسل بریدہ ہو گئے اب ان کا کون ہے جتنا ہو سکتا ہے تنگ کرتے جاؤ۔ یعنی اولاد کا نسب بیٹے سے چلتا ہے بیٹی سے نہیں تو انہوں نے سمجھا کہ اب محمد کی نسل ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کثیر المعنی لفظ استعمال کیا جو بے شمار کثرتوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے اس بطلان کو رد کرتے ہوئے فرمایا ظالمو! یہ تمہارا خیال ہے کہ نسل بیٹے سے چلتی ہے یہ تم ہو اور تم اس کے محتاج ہو میں اپنے محبوب کو اس قدر اولاد دوں گا کہ قیامت تک ان کی رگوں میں خون محمد رواں رہے گا وہ اولاد فاطمہ اور علی کی اولاد ہو کر بھی اولاد رسول ہی کہلائے گی۔

الغرض کہ ہر خوبی اور ہر کمال اس کا تعلق حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے گوشے سے ہی کیوں ہو وہ داخل کوثر ہے۔ خارج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو بھی خوبی اور کمال عطا کیا ہے۔ وہ الکوثر کے معنی میں ہے۔

؎

خالق کل نے تجھے مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

(۳۱) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ فرما دو انہیں وہ اللہ ایک ہے۔

یعنی عقیدہ توحید اس وقت تک مکمل اور نکتہ کمال کو نہیں پہنچتا جب تک وہ زبان نبوت سے گزر کر نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید و عظمت کا اعلان بھی زبان نبوت سے کرا دیا تاکہ عقیدہ توحید پر ایمان لانے والوں کی گردنیں پہلے دربار رسالت پر جھکیں۔ توحید ربانی کے دعوے کا تقاضا یہی ہے کہ ہم رب کی ربوبیت کاملہ پر ایمان

بواسطہ رسالت لا سکیں۔ اور واسطہ رسالت کے بغیر توحید ربانی کو ماننا کسی کام نہ آئیگا نہ آسکتا ہے بلکہ یہ شیطانی توحید ہوگی توحید ربانی نہیں۔ شیطان اسی رمز کو نہ جان سکا تو گمراہ ہی نہ رہا بلکہ لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈال کر بارگاہ ربوبیت کے دفتر سے خارج ہو گیا اور قیامت تک ملعون ٹھہرا۔ فرشتے سمجھ گئے اس سجدہ میں فلسفہ کیا ہے تو انہوں نے حکم سنتے ہی اپنی جبینوں کو آدم کے حضور جھکا دیا تو انعام الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔

❁❁❁

# دور جدید کے سُلجھے ہوئے گستاخ رسول

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں ارشاد فرمایا۔

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔

یعنی دین اسلام کے بعص احکامات کو مان لیا اور کچھ کو چھوڑ دیا یا آڑے وقت دین اسلام کی تعلیمات کو قبول کر لینے اور مطلب حاصل ہو جانے پر منہ دوسری طرف پھیر لینا۔ دین اسلام کا قطعی طور پر نظریہ نہیں بلکہ ہمارے ظاہر و باطن سے اسلام اور اسلامی تعلیمات کا رنگ نمایاں نظر آنا چاہیئے اور ہمہ وقت دین اسلام کے ساتھ وابستگی کا ثبوت دینا چاہیئے۔

دین اسلام کے ساتھ تعلق مضبوط و مستحکم اس وقت ممکن ہے جب تک آنحضور ﷺ کے ساتھ قلبی لگاؤ نہ ہوگا۔ ان لوگوں کو دین اسلام نے کچھ فائدہ نہ دیا جنہوں نے اپنے مادی مفادات کی خاطر تو اسلامی عبادات کو قبول کر لیا مگر باطن مین وہ اسلام سے بیزار ہی رہے۔ قرآن مجید نے ایسے نظریات کے حامل لوگوں کو مؤمنین کی صفوں میں شامل نہیں کیا بلکہ ان کا نام منافقین رکھا۔ ان لوگوں نے ہر دور میں لومڑی

کی چال چلنے کوترجیح دی جب مطلب مل جانے کی آس ہوتی تو ظاہری طور پر حضور ﷺ کی غلامی کا دعویٰ کا دم بھرنے لگتے اور جیسے مطلب حل ہو جاتا اپنی جیبیں بھر لیتے تو آپ کی غلامی کوترک کر کے کفر کی آغوش میں لوریاں لینے لگتے ہیں۔ راقم نے لومڑی کی چال سے اس لیے منسوب کیا کہ لومڑی زیرزمین جس جگہ رہتی ہے وہ اپنے بچاؤ کیلئے دوراستے رکھتی ہے اگر شکاری ایک طرف سے آئے تو دوسری طرف نکل جاتی ہے اگر دوسری طرف آئے تو ادھر چلی جاتی ہے یعنی اسے صرف دفاع مقصود ہوتا ہے۔

رسول رحمت ﷺ کی بارگاہ اقدس سے فیضیاب صرف وہی لوگ ہوئے۔ جنہوں نے ظاہری اور مادی تصورات سے ذہن کو پاک کر دیا اور صرف اور صرف آپ ﷺ کی غلامی میں رہے اور وہ جو منافقین تھے وہ صحابہ کرام کی والہانہ محبت رسول ﷺ کو دیکھتے تو ان کی محبت کے انداز کو پاگل پن سے تعبیر کرتے۔ ان کی نگاہ میں صرف یہی کافی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی غلامی کسی کام نہ آئے گی بندہ تو صرف مادی دنیا کے حصول کیلئے دنیا میں آیا ہے۔ جب مؤمنین کی جماعت میں سے کوئی غلام مصطفیٰ انہیں کہتا کہ تم منافق لوگ اس طرح کی دورخی چال کوترک کر کے حضور ﷺ کی سچی غلامی اختیار کر لو۔ تو وہ منافق کہتے ہیں کہ رسول (ﷺ) کی بارگاہ میں جانے سے کیا [۱] ملتا ہے۔ جن بدبختوں نے آنحضرت ﷺ کی سچی غلامی کوترک کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے کسی بھی ظاہری صحیح عمل کو بھی قبول نہ کیا خواہ ان کا عمل کتنا اچھا ہی کیوں نہ ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

۱ ۔ ان کے تفصیلی حالات جاننے کیلئے احقر کی کتاب قرآن صاحب قرآن حصہ اول ، دوم کا مطالعہ فرمائیں۔

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا۔

پھر ارشاد ہوا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (پ ۵ ع ۱۷)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر (صحیح) ایمان لاؤ۔

حالانکہ وہ تو پہلے ہی ایماندار تھے تو پھر یہ کیوں کہا اے ایمان والو! ایمان لاؤ۔ اس سے معلوم ہوا بعض لوگ ظاہری طور پر ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود بدستور بے ایمان رہ سکتے ہیں۔ لہٰذا دعویٰ ایمانی وہی سچا ہے جس کا دعویٰ اپنے اندر مضبوط دلیل رکھتا ہو۔ اب ذرا ایک طرف منافقین کے ایمان کو رکھیں اور دوسری طرف صدیق و عمر عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے ایمان کو رکھیں اور پھر اندازہ فرمائیں کہ کون سچا ہے اور جھوٹا ہے۔

بدقسمتی سے امت مسلمہ مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹ چکی ہے ہر مسلک والا دوسرے مسلک والے کو کافر اور گمراہ جانتا ہے کوئی کسی دوسرے کو مسلمان سمجھنا بھی گناہ سمجھتا ہے حالانکہ سبھی قرآن پڑھتے ہیں ایک ہی کلمہ پڑھتے ہیں ایک ہی قبلہ کی طرف منہ کر کے سربسجود ہوتے ہیں۔ امت مسلم میں اس انتشار کی آگ کس نے سلگائی؟ آج کا مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے خون کا پیاسا کیوں ہو گیا ہے؟ ایک دوسرے کی مسجد کو مسجد تسلیم کرنے سے ہی کیوں گریزاں ہیں۔ حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس جو ایمان کا مرکز و محور ہے موضوع تنقید بنایا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے جنکی محبت و اطاعت کو ایمان کی سند قرار دیا۔ جن کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ جن کی قرآن مجید میں جابجا قسمیں کھائیں۔ بھلا اتنی مقدس اور مکرم و محترم ہستی کو نشانہ و تنقید بنایا جا سکتا ہے؟۔ حتی کہ ان کو ایک بے بس انسان سمجھا جا رہا ہے۔ ان پر

درود شریف پڑھنے پر جھگڑے کیے جا رہے ہیں۔ ان کو حاضر و ناظر جاننے کو کفر سمجھا جا رہا ہے۔ ان کی موت کو ثابت کیا جا رہا ہے حتی کہ جو علوم اولین و آخرین کا منبع اور سر چشمہ ہے اسے ان پڑھ ثابت کیا جا رہا ہے یہ تھے وہ عقائد بد جن کی بنا پر آج کی نوجوان نسل حضور اکرم ﷺ کی غلامی کو بھی اندھا دھند تقلید اور شخصیت پرستی کا نام دے رہی ہے۔

ذات مصطفیٰ ﷺ کو موضوع اور تنقید کا نشانہ بنانے کا کام کب شروع ہوا آیئے ذرا تاریخ کے اوراق کھنگالیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہ ﷺ وَیُقْسِمُ قَسْمًا اَتَاہُ ذُوْ الخویصرۃ وَ ھُوَرَجُلٌ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَقَالَ یَارَسُوْلُ اللّٰہِ اِعْدِلْ فَقَالَ وَیْلَكَ فَمَنْ یَّعْدِلُ اِذْ لَمْ اَعْدِلُ فَقَدْ خَبَتُّ وَخَسِرْتُ اِنْ لَمْ اَكُنْ اَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ ائذِنْ لِیْ اَضْرِبُ عَنْقَہٗ فَقَالَ دَعْہُ فَاِنَّ لَہٗ اَصْحَابًا یَحْقِرُ اَحَدُ كُمْ صَلَوَاتِہٖ مَعَ صَلوَاتِھِمْ وَصِیَامَہٗ مَعَ صِیَامِھِمْ یَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیْھِمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ كَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ۔ (مشکوٰۃ ص ۵۳۵)

ہم حضور ﷺ کی خدمت (عالیہ) میں حاضر تھے اور آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ذوالخویصرہ نام کا ایک شخص جو بنو تمیم کا تھا آیا اور کہنے لگا اے محمد (ﷺ) انصاف کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے بد بخت! اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون کرے گا۔ اور تو کون انصاف کرنے والا ہے۔ اگر میں انصاف نہ کرتا تو خائب خاسر ہو چکا ہوتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی گستاخی کو دیکھ کر رہ نہ سکے تو انہوں نے عرض کی آقا! مجھے اجازت دیجئے میں اس بد بخت کی گردن اڑا دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اسے چھوڑ دو یہ اکیلا ہی نہیں اس کے بہت سارے ساتھی، جنکی نمازوں اور جنکے روزوں کو دیکھ کر تم اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر (کم تر) سمجھو گے۔ وہ قرآن

پڑھیں گے لیکن قرآن ان کی حلق سے نیچے نہیں اترے گا ان تمام خوبیوں کے باوجود دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر سے کمان نکل جاتا ہے۔

قارئین محترم! انصاف آپ خود کریں کہ آقا ﷺ کو نشانہ تنقید بنانے کا رواج کب ہوا۔ تاہنوز یہ ناپاک کام شیطان اپنی تائیدی قوت سے جاری رکھے ہوئے ہے۔

یادرکھیں! جہاں تنقید ہوتی ہے وہاں محبت نہیں رہتی۔ آج کے دور میں جب ہم ان لوگوں کے نظریات کو پڑھتے ہیں تو آقا ﷺ کی احادیث مبارکہ سامنے آجاتی ہیں جن میں آپ نے کھلے لفظوں میں ان بدبختوں کو ننگا کیا۔ کہ ان کی نمازوں اور ان کے روزوں کو دیکھو گے تو اپنی عبادات کو حقیر اور کمتر جانو گے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب ان لوگوں کی ظاہری ٹیپ ٹاپ والی نمازوں اور عبادات کا اہتمام ملاحظہ کرتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو حقیر جانتے ہیں۔ یہ لوگ اندر سے بڑے کرخت ہٹ دھرم اور گستاخ ہوتے ہیں۔ دبے لفظوں حضور ﷺ کی شان اقدس کو مان لیتے ہیں مگر دل کے کالے رہتے ہیں۔ بنیادی طور پر صرف اتنی بات یاد رکھیں کہ حضور اکرم ﷺ کی سچی غلامی صرف کثرت سجود کی وجہ سے نہیں ملتی بلکہ آپ ﷺ کی سچی غلامی آپ کی والہانہ عقیدت اور محبت سے ملتی ہے وہ ایمان سے خالی ہیں جو بظاہر تو آپ کی محبت کے دعوے کرتے ہیں اور اندر کھاتے اپنی پرانی روش کے مطابق جلتے بجھتے رہتے ہیں۔

جیسا کہ راقم نے اوپر تحریر کیا ہے کہ گستاخان رسول ہر دور میں ہر زمانے میں موجود رہے ہیں۔ اور اب بھی بڑی چالبازی سے لوگوں کے اچھے عقائد کو غلط عقائد کہہ کر گمراہ کر رہے ہیں یعنی ان بدعقیدہ اور گمراہوں نے ایسے الفاظ اور جملوں کا انتخاب کیا ہے جن کے سننے سے دوسرا مجبور ہو جاتا ہے اور سوچ میں ڈوب جاتا ہے حتی کہ ذہن کی تختی پر یہ چیز رقم ہونے لگتی ہے کہ واقعی ہم غلط راہ پر ہیں وہ جن کی نمازیں اور دیگر عبادات میں بڑا حُسن ہے وہ حقیقت میں درست راہ پر ہیں تو یوں ان بدعقیدہ لوگوں کا

دوسرے سادہ لوح مسلمانوں کو راہ حق سے برگشتہ کرنے کے کامیاب وار چلتے ہیں۔

علامہ اقبال نے محبت رسول ﷺ کو اصل ایمان قرار دیا اور ان بدعقیدہ لوگوں کے نظریات کو یوں واضح کیا۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

فکر عرب کو دے کر فرنگی تخیلات

اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

علامہ کے اس شعر کو مدنظر رکھتے ہوئے ذرا موجودہ حالات کا بغور جائزہ لیں اور اپنے ضمیر سے پوچھیں، اگر آپ کا ضمیر زندہ ہوا تو آواز آئے گی کہ اقبال کے دل سے نکلی ہوئی حقیقت بالکل درست ہے۔

انگریز نے سوچا تھا کہ مسلمان کو کسی میدان میں شکست سے دوچار نہیں کر سکتے اسکی صرف ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ وہ مسلمان جو اپنے آقا ﷺ کے نام کو سن کر جھومنے لگتا ہے ذکر رسول کے ترانے سن کر اسکی روح بیدار ہو جاتی ہے جب تک اس کی روح میں یہ تازگی ختم نہ کی جائے اس وقت تک اسے شکست وریخت سے دوچار نہیں کیا جا سکتا تو اس بدبخت انگریز نے دو طریقے اپنائے۔ ایک طریقہ یہ کہ ایسے عقائد گھڑے جائیں جن کی وجہ سے مسلمان اپنے نبی ﷺ کے بارے میں سوچنے لگ پڑیں کہ نبی کیا تھا اور کیا نہیں تھا۔ بالآخر اس کا وار ایسا کامیاب ہوا کہ آج محراب و منبر سے آواز آتی ہے۔

نبی ہماری طرح کا بشر تھا اگر نور تھا تو پھر شادی کیوں کی؟

نبی کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا، کچھ نہیں کر سکتا، نہ کسی کو دے سکتا۔

نبی حاضر و ناضر نہیں وہ مر چکا ہے۔ (استغفر اللہ)

''یا رسول اللہ'' کہنا شرک ہے۔

''یا'' کہہ کر درود پڑھنا شرک ہے۔

اذان سے پہلے درود پڑھنا بدعت ہے۔

نبی کا میلاد منانا بدعت ہے۔

نبی کی نعت پڑھنا اور سن کر جھومنا شرک ہے۔

نبی کا نام سن کر انگوٹھے چومنا بدعت ہے۔

نبی کے نام پر مختلف محفلیں سجانا بدعت ہے۔

نبی کو فریاد رس سمجھنا شرک ہے۔

نبی کے روضے کی طرف منہ کر کے سلام پڑھنا شرک ہے۔

الغرض ایسے بیسیوں عقائد ہیں جن کے اجراء کے پیچھے انگریز کا ہاتھ تھا تو آج وہ کامیاب ہوتا نظر آ رہا ہے۔ ان عقائد کی ترویج واشاعت کا عملی کام کس نے سر انجام دیا؟۔ یہ کام محمد بن عبدالوہاب نجدی نے سر انجام دیا جسکی رسوائے زمانہ کتابوں نے ایمان والوں کا ایمان لوٹا۔ آج کی نت نئی جماعتیں اس ظالم کے عقائد کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں۔ یہ فتنہ دیار عرب سے اٹھا اور عجم میں طوفان بن کر انگریز کی پشت پناہی میں فروغ پا رہا ہے۔

دوسرا فتنہ وہ تھا جس کا ظہور ہندوستان کے شہر قادیاں سے ہوا جس کا بانی مکروہ بوتھے والا مسٹر غلام احمد قادیانی تھا جس نے اپنی جھوٹی نبوت کا پرچار اور روپے پیسے کا کاروبار کرنے کی شیطانی بانسری بجائی۔ اس خبیث کی بانسری بجی تو ایک جگہ پر تھی مگر اسکی آواز سے بڑے بڑے مسلمان لوگوں کے کان مست ہو گئے۔ آج برٹش حکومت مکمل طور پر اسکی پشت پناہی کر رہی ہے۔ اور ہمارے ملک پاکستان کے کلیدی عہدوں پر فائز ہیں۔

دیارِ عرب والوں نے اقبال کی بات کو سچا کر دکھایا کہ انہوں نے یارسول اللہ مدد کہنے کو شرک قرار دیا مگر اپنی مدد کیلئے المدد یا امریکہ کہنے کو جائز قرار دیا بلکہ اس کا عملی

ثبوت بھی دیا۔ آج بھی سعودی عرب کے تیل پر امریکہ کا قبضہ ہے۔ درحقیقت یہ عرب حکمران جن کی اکثریت امریکہ کی پٹھو ہے یہ صرف انہیں انگریزوں کے اشاروں پر چلتے ہیں خلوص اور ایمان کی روحانی لذتوں اور حلاوتوں کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔

ملاحظہ فرمایئے وزارت اسلامی امور اوقاف دعوت والارشاد مملکت سعودیہ کی طرف سے حجاج کرام کو دیئے گئے تحائف کی صورت میں چند کتابوں سے اقتباسات۔

(۱) بعض لوگ زیارت قبر رسول کے وقت دیواروں اور لوہے کی سلاخوں پر ہاتھ پھیرتے ہیں کھڑکیوں میں برکت حاصل کرنے کی نیت سے دھاگے وغیرہ باندھتے ہیں۔ حالانکہ برکت ان کاموں سے حاصل ہوتی ہے جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے جائز قرار دیا ہو خرافات اور بدعتوں سے برکت حاصل نہیں ہوسکتی۔ (رہنمائے حج وزیارت مسجد نبوی ص ۳۶)

(۲) جن جگہوں کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا تعلق رسول اکرم ﷺ سے رہا ہے جیسے کہ اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ، انگوٹھی والا کنواں، حضرت عثمان غنی کا کنواں، ان جگہوں کی زیارت کرنا اور برکت کیلئے یہاں سے مٹی لینی بدعت ہے اسکی کوئی دلیل موجود نہیں۔ (ایضاً ص ۳۷)

(۳) جنت البقیع اور شہدائے اُحد کی قبروں کی زیارت کے وقت مردوں کو پکارنا، قبروں سے تقرب اور قبر والوں کی برکت حاصل کرنے کیلئے وہاں پیسے ڈالنا یہ سب بڑی خطرناک غلطیاں ہیں بلکہ شرک اکبر ہے۔ (ایضاً ص ۳۸)

(۴) رسول اکرم ﷺ سے کسی قسم کا سوال کرنا شرک ہے۔ (ایضاً ص ۴۶)

(۵) بعض زائرین رسول اللہ (ﷺ) کی قبر کی طرف رخ کر کے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں ایسا کرنا سراسر بدعت ہے۔ (ایضاً ص۔ ۴۶)

(۶) زیارت قبر رسول نہ واجب ہے اور نہ ہی حج کی تکمیل کیلئے شرط ہے جیسا کہ

بعض لوگ سمجھتے ہیں۔(ایضًا)

(۷) جن احادیث سے بعض لوگ صرف زیارت قبر رسول کیلئے سفر کرنے کی شرف عقیدت پر استدلال کرتے ہیں یا تو وہ ضعیف ہیں یا موضوع ہیں۔(۴۶)

(۸) کسی شخص کیلئے جائز نہیں کہ حجرے کی جالیوں کو چھوئے یا ان کو بوسہ دے یہ بدترین بدعت ہے۔اور کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ رسول اکرم ﷺ سے کسی حاجت کو پوری کرنے یا مصیبت دور کرنے یا مریض کو شفا دینے کا سوال کرے کیونکہ یہ سب باتیں صرف اللہ سے مانگی جائیں۔ان کا مردوں سے مانگنا اللہ کے ساتھ شرک ہے اور غیر اللہ کی عبادت ہے۔(حج، عمرہ اور زیارت کے مسائل ص ۱۵۶)

(۹) کسی کیلئے بھی جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے شفاعت مانگے اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔(ص ۱۵۷)

(۱۰) مُردوں سے کچھ نہیں مانگنا چاہیئے نہ شفاعت نہ دوسری چیزیں خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء۔(ص ۱۵۸)

(۱۱) آپ کے جسم سے روح جدا ہو چکی ہے صرف سلام کرتے وقت لوٹائی جاتی ہے آپ مردہ ہیں آپ کی موت پر دلائل قرآن وسنت سے بہت معروف ہیں۔(ص ۱۶۱)

(۱۲) جو (لوگ) شرک کے داعی اللہ کے سوا مردوں کی عبادت کا سبب بنے ہوئے ہیں اللہ ہمیں مخالف شرع باتوں سے بچائے۔(ص ۱۶۲)

(۱۳) آپ ﷺ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ایجاد کی ہوئی بدعت ہے۔(ص ۱۶۴)

(۱۴) جو لوگ دور سے قبر کو سامنے کرتے ہیں اور اپنے ہونٹوں کو سلام یا دعا کیلئے ہلاتے ہیں یہ سب بدعات میں شامل ہیں۔(۱۶۷)

(۱۵) جو لوگ مدینہ منورہ سے دور ہوں ان کیلئے جائز نہیں ہے کہ قبر نبی کی زیارت کی نیت سے سفر کر کے مدینہ آئیں۔(ص ۱۶۸)

(۱۶) قبر نبوی کی زیارت کیلئے سفر کرنے کو مشروع کہنا دراصل قبر کو تہوار بنانا ہے اور غلو اور مبالغہ آرائی کی۔ جس ممنوع بات سے آپ ڈرتے تھے اس کا واقع ہو جانا جیسا کہ بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہو چکے ہیں محض اس عقیدہ کی وجہ سے ہے کہ لوگ قبر کی زیارت کیلئے سفر کو مشروع سمجھتے ہیں۔ اور اس باب میں جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جن کو وہ لوگ جو قبر نبی کیلئے سفر کو مشروع سمجھتے ہیں وہ سب حدیثیں ضعیف الاسناد بلکہ موضوع ہیں۔ (ص ۱۷۰)

(۱۷) قبروں کے پاس دُعا کی نیت سے زیارت کرنا یا وہاں بیٹھنا، یا ان سے حاجت روائی یا بیماری کی شفا کا سوال کرنا یا ان کی ذات یا ان کے مرتبہ کے واسطے سے اللہ سے مانگنا تو ایسی زیارت بدعت منکرہ ہے۔ (ص ۱۷۵)

(۱۸) ''اِلٰہ'' کے معنی معبود کے ہیں جو شخص غیر اللہ کی عبادت [۱] کرتا ہے وہ شخص کافر و مشرک ہے اگر چہ اس کا معبود کوئی نبی یا ولی کیوں نہ ہو اور وہ اسکی عبادت اس دلیل سے کرتا ہے کہ وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب اور وسیلہ حاصل کر رہا ہے۔

(دین الحق ص ۵۱)

(۱۹) غیب کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے پاس نہیں جو شخص علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے وہ کافر ہے جسکی تکذیب ضروری ہے۔ (دین الحق ص ۵۶)

(۲۰) جو لوگ بعض قبروں اور درگاہوں پر حاضری دیتے ہیں ان کا یہ عمل ایک طرح کا شرک باللہ ہے۔ جیسے مصر میں بدوی اور سیدہ زینب اور عراق میں شاہ عبدالقادر جیلانی اور اہل بیت کی قبروں پر اس غرض و غایت سے حاضری دیتے ہیں کہ ان کی فریاد رسی ہوگی مرادیں پوری ہونگی۔ (ص ۶۳)

---

[۱] اہل سنت والجماعۃ کب انبیاء اولیاء کی عبادت کرتے ہیں بلکہ ان نفوس طاہرہ کی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے جو کہ عین حکم خداوندی ہے اور نہ ہی انبیاء اولیا کو اِلٰہ (معبود) سمجھ کر تعظیم کی جاتی ہے

(۲۱) صالحین کی پناہ ڈھونڈنا شرک ہے۔ (کشف الشبہات ص ۳۱)

(۲۲) مردوں اور بتوں کو پکارنا اور ان سے مدد مانگنا اور فریاد کرنا، ان کیلئے نذرونیاز کرنا شرک اکبر میں شامل ہے۔ (الدروس المھمہ ص ۹)

(یاد رہے کہ اہل سنہ والجماعہ کسی بت کونہیں پکارتے)

(۲۳) رسول اللہ ﷺ سے اور نہ ہی کسی غیر سے حاجت روائی مشکل کشائی، بیمار کی شفایابی اور آخرت میں شفاعت حاصل کرنے کا سوال کرنا ناجائز بلکہ حرام ہے۔

(طریقہ حج وعمرہ ص ۵۲)

(۲۴) بعض لوگ مدینہ منورہ کا سفر نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی نیت سے کرتے ہیں جو کہ شرعی طور پر ناجائز ہے۔ (ص ۵۱)

قارئین محترم یہ عبارات تو ان گستاخوں کی ہیں جو دیار عرب میں بیٹھ کر سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں اور اپنے پیشوا شاہ اسماعیل دہلوی کی غلامی پر اپنی عزت وناموس قربان کر رہے ہیں۔ اس نام نہاد شہید کی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان کی کفریہ عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۵) عموماً لوگ آڑے وقت میں پیروں کو، پیغمبروں کو، اماموں کو، شہیدوں کو، فرشتوں کو، پریوں لے کو پکارتے ہیں۔ انہیں سے مرادیں مانتے ہیں۔ انہیں کی منتیں مانتے ہیں۔ مرادیں برلانے کیلئے انہیں پر نذرونیاز چڑھاتے ہیں اور بیماریوں سے بچنے کیلئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کسی کا نام عبدالنبی، کسی کا نام علی بخش کسی کا حسین بخش کسی کا پیر بخش کسی کا مدار بخش کسی کا سالار بخش کسی کا غلام محی الدین کسی کا نام معین الدین۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۷ مطبوعہ سعودی عرب)

(۲۶) اللہ پاک تن تنہا لے اس کا کوئی شریک نہیں۔ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا سب اس کے بے بس بندے ہیں اور بے بسی میں سب برابر ہیں۔ (ص ۳۲)

(۲۷) (کسی بھی نبی یا ولی کے بارے میں یہ سمجھا جائے کہ) ان کا علم ذاتی سمجھا جائے یا اللہ کا عطا کیا ہوا، ہر صورت میں عقیدہ شرکیہ ہے۔ (ص ۳۵)

---

۱ = پریوں کو ہم نہ پکارتے ہیں اور نہ ہمیں انہیں پکارنے کی ضرورت ہے۔
۲ = تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔

(۲۸) مشکل میں دستگیری کرنا یا وقت پڑنے پر مدد کرنا یہ سب اللہ کی شان ہے کسی غیر اللہ کی شان نہیں۔ خواہ کتنا ہی بڑا انسان ہو یا فرشتہ۔ (ص ۳۵)

(۲۹) غیر اللہ کی تعظیم اللہ کی سی کرنا خواہ یہ عقیدہ ہو کہ وہ ذاتی اعتبار سے ان تعظیموں کے لائق ہے یا اللہ تعالیٰ ان کی تعظیم کرنے سے خوش ہوتا ہے اور اسکی تعظیم اور برکت سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ ہر صورت میں شرکیہ عقیدہ ہے۔ (ص ۳۷)

(۳۰) اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے مقابلے میں اسکی مخلوق غلامانہ حیثیت ہے جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا بے انصافی ہو گی۔ یقین مانو کہ ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ اسکی حیثیت شان الوہیت کے مقابلے پر ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

(ص ۴۲)

(۳۱) علم غیب صرف اللہ کے پاس ہے اسکی کنجیاں حق تعالیٰ نے اپنے پاس رکھی ہیں۔ کسی بڑے سے بڑے انسان یا مقرب ترین فرشتے کو بھی غیب کے معلوم کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا کہ جب چاہیں اپنی مرضی سے غیب معلوم کرلیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے کبھی کسی کو غیب کو جس قدر بات بتا دیتا ہے۔ یہ غیب کا بتا دینا اللہ تعالیٰ کے ارادے پر موقوف ہے کسی کی خواہش پر نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ آپ کو بعض بات دریافت کرنے کی خواہش پیدا ہوئی مگر وہ بات آپ کو معلوم نہ ہو سکی۔ پھر جب ارادہء الٰہی ہوا تو فوراً بتا دی۔ عہد رسالت میں منافقوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا اس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا آپ نے کئی دنوں تک معاملہ کی کرید کی مگر کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ (ص ۵۳)

(۳۲) اگر کسی نبی ولی یا جن فرشتے یا امام بزرگ یا پیر یا شہید (کیلئے علم غیب) مان لیا جائے تو ماننے والا مشرک ہو جاتا ہے۔ (ص ۵۴)

(۳۳) غیب کو جاننا کسی کے بس کی بات نہیں خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان یا فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ (ص ۵۴)

(۳۴) جو لوگ بزرگوں کو دور سے پکارتے ہیں اور انہیں پکار کر صرف یہی کہتے ہیں یا حضرت! آپ دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ ہماری حاجت پوری کردے یہ بھی شرک ہے۔ (ص ۵٦)

(۳۵) اس شہنشاہ (باری تعالیٰ) کی تو یہ شان ہے اگر چاہے تو لفظ کن سے کروڑوں نبی ولی جن وفرشتے جبریل اور محمد (ﷺ) کے برابر ایک آن میں پیدا کردے۔ (ص ٦٧)

(۳٦) سب کاموں کے مختار کا نام اللہ ہے اور جس کا نام محمد یا علی ہے اسکو کسی بات کا اختیار نہیں۔ (ص ۸۳)

(۳۷) نبی محض لوگوں کو اللہ کے احکام بتانے والا ہوتا ہے۔ (ص ۸۴)

(۳۸) اللہ تعالیٰ کی شان بہت بڑی ہے تمام انبیاء اولیاء اس کے سامنے ایک ذرہ سے بھی کمتر ہیں۔ (ص ۱۰٦)

(۳۹) لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے جس میں یہ کلمہ پڑھتے ہیں۔ ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً لِلّٰہِ'' یعنی اے شیخ (عبدالقادر جیلانی) اللہ کے واسطے ہماری مراد پوری کرو۔ یہ شرک ہے اور کھلا شرک ہے۔ (ص ۱۰۷)

(۴۰) جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیاء یا اولیاء ہوں سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے لہ بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوگئے ہیں ان کی فرمانبرداری کا حکم دیا ہے کیونکہ ہم چھوٹے ہیں لہٰذا ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرو۔ (ص ۱۱۴)

قارئین محترم! یہ تو ان کی عبارتیں تھیں جو کہ بہت ہی شہرت پا چکے ہیں اور

---

۱ ے = ہمارے عقیدے پر قرآن وسنت کے سینکڑوں دلائل بطور دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں بالخصوص نبی کریم ﷺ کو علم غیب عطا کیا ہے۔ ہم عطائی علم غیب کے قائل ہیں ذاتی کے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہابیوں دیوبندیوں کے نزدیک انبیاء کی ازواج مطہرات ان کی بھابیاں لگیں اور قرآن نے تو انہیں تمہاری

مائیں ہونے کا خطاب دیا ہے۔

کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں شہرت کی ہوس نے گستاخیوں میں بہت دور کھڑا کر دیا ہے اور اپنے ''گروجی'' شاہ اسماعیل دہلوی کے صحیح سجادہ نشین اور مقلد ثابت ہوئے ہیں۔

ہوا یوں کہ کچھ عرصہ پہلے راقم الحروف کو ایک وہابی نے ایک چھوٹا سا کتابچہ بھیجا دعوات المؤمنین کے عنوان پر، خدا کی قسم جب پڑھا رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اسی وقت ضمیر نے آواز دی ابوجہل، بولہب، عبداللہ بن ابی تو مر گئے مگر ان کی معنوی اولاد اب بھی زندہ ہے۔ اسی کتابچہ سے چند عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

(۴۱) اصحاب کہف اور ان کے کتے کے وسیلہ سے دُعا کرنا۔ کُتے کا نام لکھ کر اپنے پاس رکھنا۔ کتا بننا (سگ مدینہ) سراسر کفر اور شرک ہے۔ (ص ۱)

(۴۲) سوتے وقت پڑھنے کی دعا لکھنے کے بعد لکھا ہے۔ نبی علیہ السلام انسان تھے سوتے بھی تھے اور جاگتے بھی تھے۔ (ص ۱)

(۴۳) انبیاء، اولیاء سب اللہ لہ کے فقیر ہیں سب اللہ سے مانگتے ہیں۔ (ص ۷)

(۴۴) جو لوگ مسنون دعائیں چھوڑ کر من گھڑت دعائیں پڑھتے ہیں۔ مثلاً گنج العرش، دلائل الخیرات، جو قرآن اور سنت سے ثابت نہیں یہی لوگ گستاخ رسول بھی ہیں اور بدنصیب بھی ہیں۔ (ایضاً)

(۴۵) کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پوری نہیں پڑھنی چاہیئے۔ صرف بسم اللہ کہنا چاہیئے۔ (ص ۹)

(۴۶) پیر کی گیارہویں دیکر دودھ کو حرام نہ کریں۔ (ایضاً)

(۴۷) یہ بتاؤ کلاب علی، سگان پیر، سگان مدینہ کہلانے والے اور اصحاب کہف و کلبھم کے توسل سے دُعا کرنے والے کون ہیں؟۔ (ص ۲۳)

(۴۸) بدقسمت اور نامراد لوگ شرکیہ دُعائیں، گنج العرش، درود تاج و لکھی پڑھ کر

---

لہ = ہم کب انکار کرتے ہیں لیکن ہم اس طرح کا گستاخانہ انداز نہیں اپناتے کہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

مشرک بن کر جہنم رسید ہو رہے ہیں۔ (ص ۲۹)

(۴۹) بدقسمت لوگوں نے من گھڑت لمبی لمبی دعائیں یاد کر لی ہیں جو شرکیہ بھی ہیں کہیں دعائے جمیلہ کا وظیفہ کرتے ہیں تو کہیں درود تاج اور درود لکھی زبانی یاد کرتے ہیں۔ (ص ۳۰)

(۵۰) من گھڑت دعائیں گنج العرش، دلائل الخیرات اور گندے[1] وظیفے ہر گز ہر گز نہ پڑھنا ان کے پڑھنے سے ہر قسم کی مصیبتیں آتی ہیں اور پڑھنے والا جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ (ص ۳۵)

(۵۱) کشف قبور اور مراقبہ کے ذریعے عذاب قبر معلوم کرنا جھوٹ اور کفر ہے۔ (ص ۳۶)

(۵۲) استخارہ کے ذریعے چور کا پتا لگانا، حاملہ عورت کا معلوم کرنا کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی سراسر بکواس اور کفر ہے۔ (ص ۳۶)

(۵۳) ضعف دماغ، تنگی رزق، پریشانیوں کو رفع کرنے کیلئے گلے میں تعویذ لٹکانا، تعویذ پانی میں گھول کر پینا درود اکبر، درود تاج، درود لکھی پڑھنا موجب عذاب ہے۔ (ص ۴۰)

(۵۴) اصحاب کہف اور ان کے کتے کے وسیلے سے دعا کرنا گستاخی اور کفر ہے۔

(۵۵) حضرت نوح علیہ السلام اپنی بیوی اور بیٹے کو نہ بچا سکے۔ (ص ۴۲)

(۵۶) مرضی صرف اللہ کی چلتی ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مرضی اور چاہت پوری نہیں ہوئی۔[2] (ص ۴۴)

(۵۷) اللہ جس کو پکڑے اسے پیغمبر بھی نہیں چھڑا سکتا۔ (ص ۴۳)

(۵۸) نہ بدلا مصطفیٰ نے کیوں مقدر اپنے چچا کا
نبی اللہ، بدل سکتے اگر اللہ کی تقدیریں (ص ۴۴)

---

[1] استغفر اللہ [2] استغفر اللہ! لعنت ہے ایسے جھوٹے مکار اور کذاب پر جو اس طرح کی غلط بیانی کر رہا ہے۔

(۵۹) نہ جاتا باپ ابراہیم کا نار جہنم میں
گر نگاہ مرد مؤمن سے بدل جاتی تھیں تقدیریں (ص ۴۳)

(۶۰) مصیبت میں اغثنی یا رسول اللّٰہ، دستگیر یا غوث اعظم، یا علی مدد کہنا کفر ہے۔ (ص ۴۷)

قارئین محترم! صرف ان چند عبارتوں پر اکتفا کیا گیا ورنہ ایسی غلط عبارتوں کو اگر جمع کیا جائے تو بڑی کتاب بن سکتی ہے۔ یہ صرف نمونہ کے طور گستاخوں کی بد دیانتیاں دکھائی ہیں تا کہ ان بدبختوں کو بے نقاب کیا جائے جو بظاہر نبی کا نام لے کر سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکے ڈالتے ہیں۔

قارئین کرام! فیصلہ آپ کے ضمیر نے کرنا ہے کہ کیا مذکورہ بالا عبارات ایمان کے قریب ہیں؟

عام ہو یا خاص کیا زیب دیتا ہے کہ کوئی مسلم ہو کر اس طرح کی غلط بیانی کرے؟۔ کیا ایسا لکھنے والا ایمان کے اندر ہے یا ایمان خود چھوڑ گیا۔ تو سنیئے میرا ضمیر کیا کہتا ہے۔؟

میرا دل تو ان عبارات کو ضبط تحریر لاتے وقت خون کے آنسو رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کاش! آج کا سیدنا فاروق اعظم کا دور ہوتا تو عبداللہ بن ابی کے ان چیلوں چانٹوں کو اُلٹا لٹکا کر درّے لگاتے۔ ایسے ناپاک عزائم رکھنے والوں کو زمین پر رہنے کا حق ہی نہ دیتے نہ انہیں زمین دفن ہونے دیتے۔

ان ظالموں کو خدا کا خوف اور شرم آنی چاہیئے کہ اللہ کے محبوب ﷺ کے بارے میں نازیبا الفاظ تحریر کرتے ہوئے؟ مگر کیا کیا جائے جن کے دلوں پر مہریں لگ چکی ہوں وہ نہ سمجھ سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی حقیقی روح سے سرفراز فرمائے۔ اور ایسے گستاخوں سے بچائے۔ (آمین)

# اللہ اور اس کے رسول کے درمیان حدِ فاصل لگانا کفر ہے

حضور سید المرسلین تقرب الٰہی کے حصول کا سب سے بڑا واسطہ ہیں آپ ﷺ کی وساطت کے بغیر خدا کی بارگاہ تک رسائی ممکن ہی نہیں۔ آپ ﷺ ہی کی وجہ سے مقربین کو بارگاہ الٰہی میں تقرب حاصل ہوا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اذیت پہنچانے کے عمل کو اپنی ذات کو اذیت پہنچانا قرار کردیا ہے۔ فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ (الاحزاب)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اللہ نے ان پر دنیا و آخرت میں پھٹکار بھیجی ہے اور ان کیلئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

گستاخان رسول جہاں دوسرے شوشے چھوڑتے ہیں وہاں یہ بھی کہتے ہیں کہ تم لوگوں نے رسول کو رب کے ساتھ ملا دیا ہے۔ ایسے ذہن کے حامل قرآن کو آنکھیں کھول کر کیوں نہیں پڑھتے۔ کیا ان کو قرآن میں کہیں بھی ذکر خدا اور ذکر مصطفیٰ اکٹھا نظر نہیں آتا۔ اگر آتا ہے تو پھر اپنی بدیانتی کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا کیوں دیتے ہیں۔ یاد رکھیں ان کا یہ وطیرہ تنقیص نبوت کا باعث ہے کسی نے کیا خوب کہا۔ ؎

تم ذات خدا سے نہ جدا نہ خدا ہو<br>
اللہ ہی کو معلوم کیا جانیے کیا ہو<br>
محمد سر وحدت کوئی رمز اسکی کیا جانے<br>
شریعت میں تو بندہ ہیں حقیقت میں خدا جانے

یعنی شریعت تو کہتی ہے کہ عبد مکرم ہیں مگر حقیت کہتی ہے چپ ہو جا ایتھے جا نئیں بولن دی۔

سمجھ نہیں آتی ان لوگوں کی جن کی قوت شامہ اس قدر خراب ہو چکی ہے

انہیں ہر طرف سے شرک کی بو آتی ہے۔ حالانکہ رسول اکرم ﷺ دنیا سے اس وقت تشریف لے گئے تھے۔ جب زمین شرک سے پاک ہوگئی تھی اور جب دنیا سے شرک مٹ گیا تو آپ نے اعلان حق فرمایا۔ **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی** آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لیے تمہارا دین اور میں نے پورا کر دیا تم پر اپنی نعمت کو۔

غور طلب بات تو یہ ہے کہ جس نعمت کو اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا ہے۔ وہ کیا چیز ہے؟ وہ نعمت ایک تو یہ دین اسلام عالمگیر مذہب ہے اور دوسری پیکر نبوت ﷺ آخری نبی ہیں۔ اگر روئے زمین پر شرک بدستور رہنا تھا تو بعثت نبوی کا مقصد پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ لوگو! وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيُكُمُ اَنُ تُشُرِكُوا بَعُدِىُ۔

اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا کوئی خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے۔ وَلٰكِنُ اَخَافُ عَلَيُكُمُ اَنُ تَنَافَسُوُا فِيهَا۔ ہاں یہ ڈر ہے کہ اس دنیا میں مگن ہو جاؤ گے۔ (بخاری)

دیکھنا یہ ہے رسول اللہ ﷺ نے کیوں فرمایا کہ مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو گے یعنی شرک اب دنیا سے جا چکا ہے لیکن تم پر دنیا کی محبت اس قدر مسلط ہو جائے گی کہ موت کو بھول جاؤ گے۔ ناپائیدار دنیا کے حصول کی تگ و دو کرتے رہو گے۔

آج سے چودہ سو برس پہلے رسول اللہ ﷺ شرک کے خاتمہ کا اعلان کر چکے تو پھر آج کے ملاؤں کو کیا تکلیف ہے۔ اگر کوئی بد بخت یہ کہے کہ یہ آپ کا فرمان آپ کے صحابہ تک تھا۔ جب تک آپ ﷺ ان کے درمیان موجود تھے بعد کیلئے نہیں۔ تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ آپ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد صحابہ کرام پھر زمانہ شرک میں لوٹ گئے تھے؟ (استغفر اللہ) اگر صحابہ زمانہ شرک میں لوٹ کر نہیں گئے تھے تو کیا فیضان نبوت کا دروازہ اب بند ہو چکا ہے؟ اگر فیضان رسالت مآب ﷺ کا باب کرم

ہمیشہ کیلئے کھلا ہے اور ہر کسی کو اس کے ظرف کے مطابق فیضان ملتا ہے تو پھر اہل ایمان پر شرک، بدعت، مشرک کی بکواس کا دروازہ بند ہونا چاہیئے کیونکہ کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ جو اللہ و رسول ﷺ سے کمال درجہ محبت کا اظہار کرے اس کو مشرک اور بدعتی کہہ دیا جائے یہ کونسی تبلیغ ہے۔

اس سے بڑھ کر جہالت کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اُمت کے پاکباز نفوس، جنکی زندگی کا ایک ایک سانس دعوت الی الحق اور توحید ربانی کے خالص نغمات پڑھتے گزرتا جنہوں نے اپنے کردار و عمل سے توحید الٰہی کا عملی ثبوت فراہم کر دیا۔ جنہوں نے توپ و تفنگ کی بجائے قرآن و سنت نبوی پر عمل کو اپنا سب سے بڑا ہتھیار سمجھا، جنہوں نے سیرت کی پاکیزگی کا وہ نور پھیلایا کہ جس کے چانن کی برکت سے ہزاروں نفوس کفر و ظلمت کی وادیوں سے نکل کر راہ حق کے مسافر بنے۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نغمات مصطفوی ﷺ کو اپنا حرز جاں سمجھا ہوا تھا۔ جو حضور ﷺ کے سچے غلام اور عاشق تھے۔ وہ ایسے خوش نصیب تھے کہ ان کے سامنے موت بھی تسلیم و رضا کے خنجر سے ذبح ہو کر آتی تھی۔ یہ کون لوگ تھے؟ یہ وہ تھے جنہوں نے ساری ساری زندگی کفر و شرک کے سامنے سد سکندری بن کر مقابلہ کیا۔ ان لوگوں کو مشرک سمجھنا یا ان کے ایمان و تقویٰ پر ذرا سا شک کرنا خود گمراہی کے راستے پر چلنے کا واضح ثبوت ہے۔

قارئین محترم! موجودہ دور فرقہ پرستی و تفرقہ و انتشار کا دور ہے آج امت مسلمہ مختلف اطراف سے کئی خطرات میں گھری ہوئی۔ کچھ خطرات داخلی ہیں کچھ خطرات خارجی۔ خارجی اطراف سے خطرہ ملک کی سالمیت پر جس طرح تابڑ توڑ حملے ہو رہے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ دنیا کی سامراجی طاقتیں یہ چاہتی ہیں کہ

---

1 حال ہی میں امریکہ جو انٹرنیشنل چمپئن ہے نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر حملوں کے الزام میں افغانستان کے عوام پر اپنا ساڑ پھونک رہا ہے جو کہ بذات خود بہت بڑی دہشت گردی ہے دراصل یہ مسلمانوں کو مٹانے کی ناپک سازش ہے

مسلمان کو سُکھ کا سانس نہ لینے دیا جائے تو ان بد بختوں نے کسی نہ کسی طریقے سے مسلمان ممالک کو کئی ایک بے مقصد پابندیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ اور داخلی اطراف سے جو حملے ہو رہے ہیں ان کے پیچھے بھی اسلام دشمن طاقتوں کا ہاتھ ہے۔ جو کسی بھی طریقہ سے مسلمانوں کو متحد اور وحدت کی لڑی میں پرویا ہوا دیکھنا گوارا نہیں کرتے تو انہوں نے حضور ﷺ کی ذات اقدس کو نشانہ تنقید بنا دیا اور اپنے خرچ پر کچھ نام نہاد مذہبی ٹھیکیداروں کو ذمہ داری سونپی ہے کہ آج کی نسل کے ذہنوں سے حضور ﷺ سے قلبی محبت کے رشتے کو کمزور کر دیا جائے اور نبی اکرم ﷺ کی حیثیت صرف اتنی رہنے دی جائے کہ آپ ﷺ صرف ایک قاصد تھے اور اللہ کا پیغام بذریعہ جبریل وصول پا کر اُمت کو دے کر چلے گئے۔ لہٰذا آپ ﷺ سے قلبی محبت اور غلامی کا اظہار کرنا فرقہ پرستی ہے۔ الغرض کے ان بد بختوں نے ہر وہ عمل جس کی بنیاد محبت رسول ہوا سے شرک قرار دیا۔

حتیٰ کہ یہ عقیدہ بھی تراش لیا کہ نبی کے نام کو اللہ کے نام کے ساتھ ملا کر پڑھنا شرک ہے اگر اللہ کے نام کے ساتھ نبی کا نام ملایا تو شرک کا التباس ہو جائے گا۔ جو کہ عقیدہ توحید کے منافی ہے۔

قارئین محترم! یاد رکھیں گستاخان رسول بڑے سلجھے ہوئے انداز کے ساتھ ذات مصطفیٰ ﷺ پر حملے کر رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح سے اُمت کا روحانی رشتہ حامل قرآن ﷺ سے ٹوٹ جائے۔ آیئے ذرا قرآن سے پوچھیئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اکٹھا ذکر کرنا یہ عین منشاء خداوندی ہے یا شرک ہے تو ملاحظہ فرمایئے آیات قرآن کی روشنی میں۔

(۱) اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (النساء۔۵۹)

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی۔

(۲) اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ۔ (انفال ۲۰)

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے منہ نہ پھیرو۔

(۳) وَیُطِیعُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ۔ (توبہ۔۷۱)
اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو

(۴) یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سْتَجِیْبُوْ اللّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ (انفال۔۲۴)
اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلاوے پر لبیک کہو۔

(۵) وَمَنْ یَعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (الاحزاب۔۳۶)
اور جو نافرمائی کرے اللہ اور اس کے رسول کی۔

(۶) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ۔(النور۔۶۲)
ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔

(۷) اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (الاحزاب۔۵۷)
بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں۔

(۸) بَرَآءَ ۃٌ مِنَّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ۔(توبہ۔۱)
بے زاری کا حکم ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔

(۹) اَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ۔(توبہ۔۳)
بلاوا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔

(۱۰) وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلَا رَسُوْلِہٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَۃً ۔(توبہ۔۱۶)
نہ بنا و محرم راز کسی کو بھی اللہ اور اس کے رسول اور اہل کے ایمان کے سوا۔

(۱۱) مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ۔ (توبہ۔۶۳)
جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔

(۱۲) اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (مائدہ۔۳۳)
جو اللہ اور اس کے رسول سے محاربت کرتے ہیں ان کی یہی جزاء ہے۔

(۱۳) وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ ۔(توبہ۔۲۹)

اور اس کو حرام نہیں جانتے جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔

(۱۴) مَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔(انفال۔۱۳)

جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے۔

(۱۵) اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (الانفال۔۱)

مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔

(۱۶) فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (نساء۔۵۹)

اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔

(۱۷) وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔(توبہ۔۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہو جاتے جو انہیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا۔

(۱۸) سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ ۔(توبہ۔۵۹)

عنقریب اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے ہمیں دے گا۔

(۱۹) اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔(توبہ۔۹۱)

جبکہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ ہیں۔

(۲۰) وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ۔(توبہ۔۹۴)

تمہارے اعمال کو اللہ اور اس کا رسول دیکھتا ہے۔

۲۱۔ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔(توبہ۔۱۰۷)

اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت میں ہیں۔

۲۲۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ ۔(توبہ۔۶۴)

اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہے کہ اسے راضی کیا جائے۔

۲۳۔ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ ۔(انفال۔۴۱)

پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔

۲۴۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (توبہ۔۸۰)

یہ اس لیے کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرتے ہیں۔

۲۵۔ وَمَانَقَمُوْا اِلَّااَنْ اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔(توبہ۔۷۴)
انہیں کتنا برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے انہیں راضی کر دیا۔

۲۶۔ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا۔(الاحزاب۔۳۶)
جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ میں فیصلہ فرما دے۔

۲۷۔ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الفتح)
تا کہ تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ۔

۲۸۔ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔(الفتح۔۱۳)
اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول پر۔

۲۹۔ وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔(الحشر۔۸)
اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔

۳۰۔ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔(الصّف۔۱۱)
اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو۔

۳۱۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ۔(المنافقون۔۸)
عزت اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہے

۳۲۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔(التغابن۔۸)
پس تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ۔

۳۳۔ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الحجرات۔۱۴)
اور اگر تم اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو۔

۳۴۔ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔(الحجرات۔۱)
اللہ اور اس کے رسول کے سامنے حد سے نہ بڑھو۔

۳۵۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔(محمد۔۳۳)
اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

۳۶۔ اَلَّذِینَ کَذَبُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔(توبہ۹۰)
جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا۔

۳۷۔ وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الاٰخِرَۃِ۔(الاحزاب۔۲۹)
اور اگر تم اللہ اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر چاہتے رچاہتی ہو۔

۳۸۔ وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔(الاحزاب۔۳۱)
اور جو تم میں فرمانبر ہیں دار اللہ اور اس کے رسول کی۔

۳۹۔ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (لاحزاب۔۳۳)
اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔

۴۰۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ۔(النور۔۶۲)
جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔

۴۱۔ وَمَنْ یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (النور۔۵۲)
اور جو حکم مانتا ہے اللہ اور اس کے رسول کا۔

۴۲۔ لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ ۔(انفال۔۲۷)
اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

۴۳۔ فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (بقرہ۔۲۷۹)
تو یقین کرلو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا۔

۴۴۔ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (النساء)
ہجرت کرنے والا اللہ اور اس کے رسول کی طرف۔

۴۵۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔(المائدہ۔۵۵)
یقیناً اللہ اور اس کا رسول تمہارا مددگار ہے۔

۴۶۔ وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (المائدہ۔۵۶)
جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کو اپنا دوست بناتا ہے۔

ان آیات مقدسہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کا اکٹھا ملا کر ذکر کرنا شرک نہیں بلکہ سنت الٰہیہ اور منشاء خداوندی کے عین مطابق ہے۔ یہ بات عقیدہ توحید کے خلاف نہیں بلکہ عین حقیقی روح ہے کہ ذکر مصطفیٰ ﷺ ذکر خدا سے جدا نہیں۔ کتنے کم علم اور کم ظرف ہیں وہ لوگ جو حضور اکرم ﷺ کے ذکر مبارک اور ذکر خداوندی کے درمیان حد فاصل قائم کرتے پھرتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ عقیدہ توحید کی سلامتی اس صورت میں ممکن ہے جب حضور اکرم ﷺ کے ذکر مبارک کے جلووں کو عام کیا جائے۔ جس نے بھی حضور اکرم ﷺ کی یاد اور آپ کے ذکر خیر کو اپنی زندگی کا وظیفہ بنایا اللہ تعالیٰ نے اسے حیات ابدی سے ہمکنار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے موت کو بھی حیات میں بدل دیا ہے۔ وہ لوگ آج بھی زندہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ابدی حیات عطا کرنے کا وعدہ قرآن مجید میں کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

خدا کا ذکر کرے ذکر مصطفیٰ نہ کرے<br>
ہمارے منہ میں ہو ایسی زبان خدا نہ کرے

# تعظیم مصطفیٰ! حدوں سے ماوریٰ

یاد رہے! حضور اکرم ﷺ کی تعظیم وتکریم عزت وتوقیر حدود وقیود میں مقید نہیں بلکہ اس سے ماوریٰ ہے۔ کتنی جہالت ہے ان لوگوں کی جو ذات مصطفیٰ ﷺ کی عزت وتکریم کی حدیں قائم کرتے ہیں۔ دیکھئے قرآن حکیم آپ ﷺ کی اس شان کو کس قدر بلیغ انداز میں واضح فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

**اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔**

**(الفتح۔ ۸،۹)**

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا ہے حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سنانے والا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اسکی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکیزگی بیان کرو۔

**وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ** ان الفاظ پر ذرا غور کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کی عزت وتکریم اور توقیر کا حکم دے رہا ہے۔ اور اس عزت وتوقیر کسی حد بندی میں مقید نہیں کیا جارہا بلکہ حدوں کو توڑ کر تعظیم وتکریم رسول اللہ ﷺ کا حکم دیا جارہا ہے۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ جب تک دل کے اندر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کی بنیاد مضبوط ومستحکم نہیں ہوتی اس وقت تک ایمان خانہ باطن میں قرار نہیں پکڑ سکتا جس قدر آپ ﷺ کی محبت کے جذبات اُبھریں گے ایمان کو اسی قدر جلا ملے گی اور اسی کی برکت سے روح تر وتازہ ہو جائے گی۔

سورۃ اعراف میں ایمان والوں کی جو علامات بیان کی گئیں ہیں ان میں یہ بھی ہیں کہ ایماندار تو وہ ہیں جو وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ۔ جو اس (رسول) کی عزت کریں

اوراس کی مدد کریں۔

اس مقام پر بھی حضور اکرم ﷺ کی عزت وتکریم کو کسی حد بندی میں نہیں رکھا حقیقت تو یہ ہے کہ اگر حضور اکرم ﷺ کی محبت کو حدوں میں بند کرتے رہیں گے تو ایمان کی حلاوت سے محروم ہو جائیں گے دل میں کھوٹ اور منافقت جنم لے گی۔ اور جہاں حضور اکرم کی محبت بہت زیادہ ہوگی وہاں ایمان کے روحانی ثمرات سے فائدہ کما حقہ پہنچے گا۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اللہ کے عبد مکرم اور برگزیدہ رسول ہیں رب نہیں مربوب ہیں۔ قرآن حکیم آپ ﷺ کے مرتبہ علو کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ ہم آپ ﷺ کو خالق نہیں مخلوق اوّل سمجھتے ہیں۔ معبود نہیں عبدہٗ سمجھتے ہیں۔ یہ عیسائیوں اور یہودیوں کا عقیدہ ہے۔ کہ انہوں نے انبیاء کے کمالات اور معجزات دیکھے تو انہیں خدا کا بیٹا بنا دیا۔ ہمارے عقیدے کی توثیق قرآن کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پردہ زیارت بخشی لیکن پھر بھی ہم نے آپ کو خدا کا بیٹا اس کا جز وکل نہیں سمجھا بلکہ اس کا عبد حقیقی سمجھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا اے پیارے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنما یُبَایِعُوْنَ اللّٰہ۔(التوبہ۔۱۰)

بے شک جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں یعنی اللہ نے محبوب کریم ﷺ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ کہا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے عمل کو اپنا عمل قرار دیا وَمَارَمَیْتَ اِذْ رَمِیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہ رَمٰی یعنی جو کنکریاں تو نے پھینکی وہ تو نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

اگر حضور نبی کریم ﷺ کی عزت وتکریم کی حد مقرر کرنی جائز ہے تو سب سے پہلے حد توڑنے والا احکم الحاکمین ہے جو محبوب کریم کے عمل کو اپنا عمل۔ محبوب کی بیعت

کو اپنی بیعت۔ محبوب کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے رہا ہے۔

یہ عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ خدا مسیح میں حلول کر چکا ہے جس کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام اپنے معجزات میں لوگوں کی مسیحائی کرتے ہیں مُردے زندہ کرتے ہیں۔ مریضوں کو شفا دیتے ہیں۔ مادر زاد نابینوں کو بینا کرتے ہیں ہم حلول کے قائل نہیں نہ نبی میں ولی میں۔

یہ تو بڑی جہالت ہے کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھ بیٹھے، فریاد رس، مددگار کہے تو فتوے لگ جاتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی تعریف ایک حد میں رہ کر کریں ہمیں تو حضور اکرم ﷺ کی تعریف کی کوئی حد نظر نہیں آتی یہ نظر آیا ہے اگر ہماری طرف سے تعریف مصطفیٰ اپنے اختتام کو پہنچی تو ادھر سے ابتداء ہی ہوئی۔ اور آواز آئی کہ اے میرے بندے یہ انتہا تیری طرف سے ہے اور خالق کی طرف سے ابتداء ہے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقهٗ

بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

امام بوصیری نے تو اس طرح عقدہ کشائی کی ہے۔

فَانۡسُبۡ اِلٰی ذاتِہٖ مَا شِئۡتَ مِنۡ شَرَفٍ

وَانسب اِلٰی قَدۡرِہٖ مَا شِئۡتَ مِنۡ عِظَمٍ

بس حضور ﷺ کی طرف جس قدر تو چاہے تعظیم و شرف کی نسبت کر اور ان کے مرتبہ اور عظمت کی طرف تو چاہے نیت کر۔

فَاِنَّ فَضۡلَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ لَیۡسَ لَہٗ۔ حَدٌّ فَیُعۡرِبُ عَنۡهُ نَاطِقٌ بِفَمٍ

بے شک اللہ کے رسول کے فضل کی کوئی حد نہیں۔ جو بالفاظ فصیح بولنے والا اپنے منہ سے بول سکے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

**تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض۔** (البقرہ)

یہ رسول ہیں جنہیں ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔

انبیاء علیہم السلام نفس نبوت میں سب برابر ہیں فضائل و کمالات میں سبھی کو ایک دوسرے پر فضیلت ہے۔ اور یہ فضیلت کسی فرد یا بشر کی عطا کردہ نہیں بلکہ رب العالمین نے عطا کی ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ کی تو شان اقدس سب سے منفرد اور بلند و بالا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس نبی کو جو بھی کمال ملا وہ نعلین مصطفیٰ ﷺ کا صدقہ ہی تھا۔ اسی لیے امام بوصیری نے کہا۔

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ غُرُفًامِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًامِّنَ الدِّ يَمِ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتہ کو یوں واضح کیا۔

لا ورب العرش جس کو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

## محبت میں منافقت نہیں ہوتی۔

آپ نے کئی بار پڑھا یا سنا ہوگا کہ منافقین مدینہ بظاہر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کے بہت دعوے کرتے تھے مگر قرآن حکیم نے کئی مقامات پر ان کی جھوٹی محبتوں کے پول کھولے اور ان کے ظاہری اعمال حسنہ نماز، روزہ بھی کسی کھاتے میں شمار نہ ہوئے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کا یہ طریقہ تھا کہ جب حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تو وہ کھڑا ہو جاتا اور کہتا یہ اللہ کے سچے رسول ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہر طرح کی عزت و نصرت عطا فرمائے۔ جب اُحد

کے بعد اس کے نفاق سے پردہ اٹھا تو وہ پھر کسی موقع پر کھڑے ہو کر یہی الفاظ دہرانے لگا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ کے دشمن! بیٹھ جاؤ۔ تیرا کفر اب چھپائے نہیں چھپ سکتا۔ دوسرے حاضرین نے بھی اسے ملامت کی۔ چنانچہ نماز پڑھے بغیر غصہ سے بل کھاتا ہوا وہ مسجد سے نکل گیا۔ راستے میں کسی نے اسے کہا کہ کدھر جا رہے ہو حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور ان کا دامن پکڑ لو اور اپنی بخشش اور مغفرت کیلئے عرض کرو۔ اس بدبخت نے کہا وہ میرے مغفرت کی دعا مانگیں یا نہ مانگیں مجھے ذرا پرواہ نہیں یعنی مجھے ان کی مغفرت کی دعا کی کوئی ضرورت نہیں۔ (ضیاءالقرآن ج دوم ص۔۲۳۷)

قارئین محترم! اس ظالم اور مردود کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی عداوت اور دشمنی تھی۔ اس نے صرف سیاسی مفاد اور معاشی حالات کو سنبھالا دینے کیلئے ایمان کو ظاہری طور پر قبول کیا دل میں کفر کی پلیدی رکھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کسی بھی ظاہری عمل کو قبول نہ کیا۔ اگر اس منافق بدطینت کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خالص محبت ہوتی تو ان کے اعمال ضائع نہ جاتے۔ اس سے معلوم ہوا اطاعت میں منافقت کا شائبہ ہو سکتا ہے مگر جہاں محبت خالص ہو وہاں منافقت نہیں ہوتی۔ بالآخر نفاق کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی صورت میں واضح ہو جاتا ہے منافق تو اس قدر ذلیل و خوار ہوتے ہیں ان کی مثال ہاتھی کے دانتوں کی ہوتی ہے کہ "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور"

اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں اور ایسی ذہنیت کے حامل لوگوں کے بارے میں فرمایا۔

**اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ط**

اگر تو ان کی بخشش طلب کرے یا نہ کرے اگر تو ان کیلئے ستر مرتبہ بھی بخشش مانگے پھر بھی اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔ (کیونکہ) یہ اللہ اور اس کے رسول کا کفر کرتے ہیں۔

آج کے دور میں بھی ایسی ذہنیت کے شکار لوگوں کی کمی نہیں ان کی تعداد بہت ہے جنہیں بات بات میں شرک نظر آتا ہے۔ جب بھی کوئی غلام مصطفیٰ بارگاہ کونین میں نعت پڑھے اور آپ کی عطاؤں، کرم نوازیوں کا ذکر کرتا ہے تو ان بدبختوں کو شرک کی سوجھتی ہے۔ کہتے ہیں جی آپ نے حضور کی تعریف میں ''غلو'' کر دیا ہے اللہ تعالیٰ فریادرس ہے اگر حضور کو فریادرس کہیں گے تو شرک ہو جائے گا۔ دیتا تو اللہ ہے اگر حضور سے مانگیں گے تو شرک ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ حقیقت میں ایمان وہی درست ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کی محبت کی چاشنی اور حلاوت ہے جس کا ایمان اس روحانی حلاوت سے محروم ہے وہ ہر بات میں تنقید کرتا ہے اسے ہر بات میں شرک نظر آتا ہے۔ وہ انسان ہی کیا ہے جو حضور ﷺ پر ایمان لانے کے دعوے بھی کرے اور دل کے اندر شکوک وشبہات کے غبار بھی رکھے۔ جو محبت والے ہوتے ہیں ان کے دل ہر قسم کے شک وشبہات سے دور ہو جاتے ہیں۔ ان کی نگاہیں تو ہر وقت محبوب کی طرف لگی ہوتی ہیں وہ محبوب حقیقی سے پیارا کسی کو سمجھتے ہی نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ سچی محبت والے تو اب حضور ﷺ کی نگاہ لطف کے اُمیدوار رہتے ہیں محبوب کے کرم اور مہربانیوں کی طرف تکتے ہیں کہ محبوب کی نگاہ کرم اٹھے اور ہماری بگڑی بن جائے اور جن کے دلوں میں نفاق اور کھوٹ ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ محبوب تو خود اللہ کا محتاج ہے تم بھی سیدھے اللہ سے مانگو۔

# رحمت مصطفیٰ اور غلامان مصطفیٰ

آخر انسان غلطی کا پتلا ہے خطا ہو ہی جاتی ہے معصوم عن الخطا صرف نبی کی ذات ہی ہوتی ہے۔ لیکن احکم الحاکمین نے غلطی وخطا کا اعتراف کر کے معافی مانگ لینے والے کو اپنی رحمت سے محروم نہیں کیا بلکہ توبہ کرنے والے خوش نصیب پر رحمت اور زیادہ برسائی ہے۔ سید المرسلین ﷺ غلاموں کے درد کا درمان ان کی جند جان سید الکونین ﷺ کی ذات مطرہ تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُ هُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔** (التوبہ۔۱۰۳)

(اے پیارے حبیب!) ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجئے۔ تاکہ آپ انہیں پاک اور بابرکت کر دیں آپ ان کیلئے دعا مانگیئے۔ بیشک آپ کی دعا ان کیلئے باعث تسکین ہے۔ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

منافق جو غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے ان کا طرز عمل تو یہ تھا کہ جھوتی قسمیں کھا کر غلط بہانے بنا کر پیش کرتے اور بعض ایسے لوگ شریک نہ ہو سکے تھے جو سچے مؤمن تھے۔ انہوں نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا اور عفو و مغفرت کیلئے درخواست کی۔ ان کا ذکر اس آیت میں کیا گیا۔ روایات میں ہے کہ وہ دس آدمی تھے۔ جب حضور ﷺ بخیرت واپس تشریف لائے تو انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا۔ حضور اکرم ﷺ جب تشریف لے گئے تو ان کے متعلق دریافت کیا۔ عرض کی گئی اے اللہ کے رسول! انہوں نے قسم اٹھائی ہے جب تک آپ انہیں دست مبارک سے نہیں کھولیں گے وہ یونہی بندھے رہیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بخدا میں بھی انہیں اس وقت تک نہیں کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے انہیں

کھولنے کا حکم نہیں دے گا۔ چنانچہ بحکم الٰہی جب انہیں کھول دیا گیا تو یہ سارا ساز وسامان اٹھا کر لے آئے اور عرض کی اے نبی مکرم! اسی مال ومتاع کی محبت کی وجہ سے ہم جہاد میں نہ شریک ہو سکے اس لیے اسے راہ خدا میں تقسیم کر دیجیئے ہم اسے اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے تمہارا مال قبول کرنے کا حکم نہیں ملا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی اور حضور اکرم ﷺ نے مال کے دو حصے انہیں واپس کر دیئے اور تیسرا حصہ خیرات کر دیا علماء نے فرمایا اس سے مراد مال زکوٰۃ نہیں بلکہ وہ صدقہ ہے جو گناہ کے سرزد ہونے کے بعد انہوں نے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو ارشاد فرمایا آپ ان کے صدقہ کو قبول فرمایئے اور ان کو گناہ کی نحوست سے پاک کیجیئے۔ اور ان کے دل کے آئینہ پر گناہ کا جو گرد وغبار ابھی باقی ہے اسے دور فرما کر صاف شفاف کر دیجیئے۔ تطھر اور تزکی میں ضمیر خطاب کا مرجع حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک ہے۔ صلوٰۃ سے مراد دعا ہے الصلوٰۃ فی کلام العرب الدعاء یعنی اے حبیب! ان کیلئے دعا بھی فرما دیجئے آپ کی دعا سے ان کے بے قرار دلوں کو تسکین اور بے چین اور مضطرب روحوں کو آرام نصیب ہوگا۔ ہم شکستہ دلوں، غفلت اور کاہلی کے اسیروں، نفس وشیطان کے دام فریب میں پھنسے ہوؤں کیلئے اگر اُمید کی کوئی کرن ہے تو یہی کہ اے چشم مصطفیٰ! تو ہم پر مائل بہ کرم ہوگی اے لب حبیب! تو ہماری آمرزش کیلئے وا ہوگا۔ اور اے دست رحمت تو چارہ سازی فرمائیگا۔ (ضیاء القرآن ج دوم ص ۲۵۰، ۲۵۱)

## منافق بارگاہِ رسالت کی حاضری کو شرک کہتے تھے اور کہتے ہیں

مؤمن کامل تو وہی ہے جس نے حضور ﷺ کی اطاعت کو دنیا کی محبت پر مقدم جانا اور آپ ﷺ کے حکم کے سامنے سر تسلیم ختم کر دیا۔ وہ بھی کوئی مؤمن ہے؟ جس نے آپ ﷺ کے بعض احکام کو مانا اور بعض کا انکار کر دیا۔

قرآن حکیم نے اس فلسفہ کو خوب اور واضح الفاظ میں یوں بیان کیا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَايُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَايَجِدُوْا فِىٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(النساء۔٦٥)

(اے پیارے حبیب!) تمہارے رب کی قسم! اس وقت تک مؤمن (کامل) نہیں ہونگے جب تک اپنے باہمی فیصلوں میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو بھی تم فیصلہ فرمادو اس کے بارے میں اپنے دلوں میں ذرا بھی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر تسلیم خم کر دیں۔

قارئین محترم! حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کرنے کا دعویٰ منافقین بھی کرتے تھے۔ یہ موقع کی مناسبت اور کسی نہ کی ذاتی مفاد کے پیش نظر اپنے دعویٰ ایمان کو صرف زبانی جمع خرچ تک ہی محدود رکھ سکے ان کے دلوں میں سرایت نہ کرسکا۔ یہ زبانی طور پر حضور ﷺ پر ایمان لانے کی جھوٹی قسمیں بھی کھاتے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے کسی بھی عمل خیر کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کا شرف نہ بخشا۔

منافق لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف تو کشاں کشاں چلے آتے مگر جب وقت بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے بلاوا آتا تو تکبر کرتے اور گردنیں جھٹکتے۔

ارشاہوا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآاَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۔ (النساء۔٦١)

اور جب انہیں کہا جاتا کہ آؤ اسکی طرف جو اللہ نے اتارا ہے (قرآن) اور رسول کی طرف۔ تو نے (ان منافقوں کو) دیکھ لیا یہ منافق تیری بارگاہ سے منہ موڑتے ہیں۔

یہاں دو دعوتوں کا ذکر ہوا۔ (۱) دعوت اِلی ما انزل اللہ۔ (۲) دعوت ما انزل الی الرسول

تو منافق قرآن کو بادلِ ناخواستہ مان لیتے مگر جس کی طرف قرآن اتارا گیا اسکو ماننے سے گریزاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بد دیانتی کی بناہ پر ان کے دعویٰ ایمان کو کھلے لفظوں میں مسترد کر دیا۔

اس نور علی نور رسول کی شان اقدس کو مان لینا تو ان لوگوں کیلئے ایک بہت بڑا پہاڑ تھا۔ دوسری طرف ان ایمان داروں کو دیکھتے ہیں کہ جنہوں نے بارگاہ مصطفوی ﷺ کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھا ان کا ایمان اس قدر مضبوط و مستحکم تھا کہ محبوب حقیقی ﷺ کے اشارہ ابرو پر اپنا تن من قربان کر دینے پر تیار ہو جاتے۔ دعوت الی الرسول دراصل مقام مصطفیٰ ﷺ کی پہچان تھی کہ لوگو! آؤ رسول مکرم ﷺ کے مقام کو صحیح طور پر پہچان لو گے تو تمہارا ایمان مضبوط ہو جائے گا۔ دیکھنے والی بات تو یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے حضور ﷺ کی کسی شان کا بھلا انکار کیا؟ اور منافقین نے حضور اکرم ﷺ کی کس شان کو تسلیم کیا؟ تو جواب یہی آئے گا صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم وہ خوش نصیب لوگ تھے جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی سب شانوں کو مانا ہی نہیں بلکہ سب شانوں کو دل وجان سے تسلیم کرنے کے بعد اپنے قلب و باطن میں جگہ دے چکے تھے۔ اور دوسری طرف منافق تھے جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے مقام علو و مرتبت کی پہچان تو دور کی بات ہے انہیں ہر بات میں عیب ہی عیب نظر آئے۔

منافقین کو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں جانا شرک نظر آتا تھا۔

منافقین حضور اکرم ﷺ کے علم غیب پر اعتراض کرتے تھے۔

منافقین حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس کو دبے لفظوں میں مجبوری کے تحت

مان لیتے مگر دل سے انکار کرتے۔

منافقین غلامان مصطفیٰ کو پاگل کہتے اور اپنے آپ کو مصلح سمجھتے۔

منافقین اپنے خبث، باطن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بزعم دھوکہ دینے کی ناپاک کوشش کرتے۔ حالنکہ وہ خود دھوکہ میں رہے۔

منافقین مؤمنوں کے ساتھ ملتے تو کہتے جی ہم تو مؤمن ہیں جب کافروں سے ملتے تو کہتے ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔

منافقین دنیوی عزت کے حصول کیلئے اس قدر لالچی کہ ہر مقام وموقع پر مفاد پرست ثابت ہوئے۔

منافقین اللہ کی آیتوں اور اس کے رسول سے مذاق واستہزاء کرتے۔

منافقین بظاہر نیکی کا حکم دیتے مگر در پردہ نیکی کرنے سے روکتے۔

منافقین حضور اکرم ﷺ کے سامنے بڑے شیریں گفتار اور در پردہ زبردست مکار تھے۔

منافقین مال کے مل جانے اور جھوٹی خوشامد پر بڑے خوش ہوتے تھے۔

منافقین جہاد کا نام سنتے ہی پریشان بے ایمان ہوجاتے تھے۔

منافقین نماز میں بھی سستی کرتے اور بادل ناخواستہ مسلمانوں کے ساتھ جماعت میں مل جاتے۔

ان بدبختوں کی ان خباثتوں کی وجہ سے نہ ان کی قسموں پر اعتبار کیا نہ ان کے کلمہ گو ہونے پر اعتبار کیا۔ نہ ان کی عبادات کو قبول کیا۔ ان کی مسجد کو بھی ''مسجد ضرار'' کا لقب دیا۔ نہ ان کے کسی قسم کے چندے کو قبول کیا۔ بلکہ ان کے مال اور اولاد کو ہی ان کیلئے عذاب کی وجہ قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی لیے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا۔

اے پیارے رسول!

اِذَا جَآءَ کَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَد اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ ۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ ط وَاللّٰہُ یَشْھَدُاِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَکَاذِبُوْنَ۔ (المنافقون)

جب منافق آپ کی بارگاہ میں (بادل ناخواستہ) آجاتے ہیں تو (بظاہر) کہتے ہیں کہ یقیناً ہم گواہی دیتے ہیں آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (اس بات کو تو) اللہ بھی جانتا کہ آپ بے شک اس کے رسول ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق قطعی طور پر جھوٹے ہیں۔

ان بدبختوں کے سارے کرتوت بُرے ہیں۔ یہ بظاہر تو بڑے خوبصورت شیریں گفتار معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جب ان کے سامنے شان رسالت کا تذکرہ کیا جائے تو بڑے سلجھے ہوئے طریقے سے وار کرتے ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی بصیرت افروز بات لکھی ہے عبداللہ بن ابی کو جب اس کے قبیلہ والوں نے سمجھایا کہ اب بھی حاضر خدمت ہو کر معافی مانگ لو حضور تیری بخشش کیلئے دعا فرمائیں گے۔ تیری شقاوت، سعادت سے بدل جائے گی۔ تو اس نے ازراہ کبر ونخوت نفی میں سر ہلایا اور کہنے لگا۔

تم نے مجھے ایمان لانے کا حکم دیا تو میں ایمان لے آیا

تم نے مجھے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تو میں نے زکوٰۃ بھی دی

اب ایک ہی بات رہ گئی ہے کہ میں محمد کو سجدہ کروں؟ میں یہ نہیں کروگا۔

اس روایت میں غور کریں منافق کا ذہن کس طرح غلط راہ پر چلتا ہے۔ اس کی سوچ میں کس قدر بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ بارگاہ نبوی میں حاضری اور اللہ تعالیٰ کے

محبوب سے اپنی مغفرت کی دعا کرانے میں اس کو صریح شرک نظر آنے لگتا ہے۔ وہ اپنے اعمال، نماز، زکوۃ وغیرہ پر ہی نازاں رہتا ہے اور یہ ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے حبیب مکرم ﷺ کے در کرم پر حاضر ہو کر اسکی رحمتوں سے اپنے دامن کو لبریز کرے۔ اس زمانہ میں بھی ہمیں ایسے لوگ نظر آتے ہیں جنہیں بارگاہ رسالت میں حاضری شرک و بدعت معلوم ہوتی ہے خود بھی اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہوتے اور لوگوں کو بھی محروم رکھنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں اور اس کو اپنے موحد ہونے کا معیار قرار دیتے ہیں وہ ذرا اس آیت میں غور کریں کہیں ان کا رویہ منافقین کے رویہ سے مشابہت تو نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے حجابوں سے بچائے اپنے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کی سعادت نصیب فرمائے حضور کی دعا برکت سے ہمارے گناہوں کو بخشے اور ہمیں دونوں جہانوں کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔ (ضیاء القرآن ج ۵ ص ۲۵۳)

قارئین محترم! منکرین عظمت وشان رسالت کئی کئی حیلوں اور بہانوں کے ساتھ سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد پر دن دیہاڑے ڈاکے ڈالتے ہیں۔ اور وہ وار بھی ایسے سائنٹیفک طریقہ سے کرتے ہیں کہ وہ مسلمان جس کا دل محبت مصطفیٰ ﷺ سے لبریز ہوتا ہے سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ واقعی نبی کریم ﷺ ہماری طرح کے عام بشر تھے صرف فرق اتنا تھا کہ آپ وحی اترتی تھی۔ آپ ﷺ کو زندہ سمجھنا، آپ ﷺ کا صاحب مختار نہ ہونا، آپ ﷺ کی نعت پڑھنا، آپ ﷺ کو یا رسول اللہ کہنا آپ سے مدد مانگنا صریح شرک ہے حتی کہ ہر وہ کام اور عمل جسکی بنیاد رسول اکرم ﷺ کی محبت ہوگی۔ وہ کام یا تو شرک ہے یا بدعت بس ان دو فتوؤں کے آگے کی بات ہی نہیں کرتے۔ یہی عقائد و نظریات ہیں جو ایمان کی کمزوری کا باعث ہی نہیں بنتے بلکہ ایمان کی بربادی کا

باعث بنتے ہیں۔

یاد رہے! ذات مصطفیٰ ﷺ ایمان کا مرکز ہے عبادات میں حلاوت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دل سرکار دو عالم ﷺ کی محبت سے سرشار ہو۔ اور جہاں صرف اعمال ہوں محبت کا خمیر نہ ہو وہاں بات صرف قیل وقال تک محدود رہتی ہے۔ بندہ صاحب حال ہوتا ہی اس وقت ہے جب آقائے دو جہاں ﷺ سے قلبی محبت اور لگاؤ ہو۔

# وہ لوگ جنکی آنکھیں جمالِ محبوب کی امین تھیں

وہ ایسے پاکباز نفوس تھے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے جمالِ یار کو دیکھا تھا
وہ ایسے پاکباز نفوس تھے جنہیں صورت مصطفیٰ میں جلوۂ خدا نظر آتا تھا۔
وہ ایسے پاکباز نفوس تھے جو ہر وقت اپنے آقا کے جلووں کے منتظر رہا کرتے تھے۔
وہ ایسے پاکباز نفوس تھے جو اپنے محبوب آقا کی اقتداء میں ذات کبریا کے حضور سجدہ ریزی کرتے تھے۔
وہ ایسے پاکباز نفوس تھے جو آپ کی صحبت کاملہ سے براہ راست فیضیاب ہوا کرتے تھے۔
وہ ایسے پاکباز نفوس تھے جو اپنے آقا کے ہر ارشاد پر سرِتسلیم خم کر دیا کرتے تھے۔
وہ ایسے پاکباز نفوس تھے جو آپ کی ذات میں فنا ہو چکے تھے۔
اللہ اللہ وہ نفوس طاہرہ جنکا تعلق عشق یوں قائم کہ اپنے آقا کی سواری کو بے وضو ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھتے تھے۔
وہ جمالِ محبوب کو تکنے کیلئے نمازوں سے بے پرواہ ہو جاتے تھے۔
جمالِ محبوب کے دیدار میں ہی ان کے غم دور ہو جاتے تھے۔
وہ محبوب آقا کے قدموں پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیتے تھے۔
حتی کہ معمولی سی چیز کو بھی محبوب آقا ﷺ سے نسبت ہو جاتی تو اسکی تعظیم کرنا بھی ان کے نزدیک عین ایمان تھا۔ ہاں ہاں تو یہ درس محبت ہی تھا جو ایمان کی حقیقی روح کے حصول کا باعث بنا۔

کیا جو سرکار دو عالم ﷺ کی ذات کو قبلہ محبت سمجھتے تھے وہ شخصیت پرست تھے؟ کیا وہ اندھا دھند تقلید کا شکار ہو چکے تھے۔؟ نہیں نہیں وہ تو ایمان کی حقیقت کو پاچکے تھے۔ اسی لیے تو عبداللہ بن مسعود سرکار کے نعلین مبارک اٹھا کر سینے سے لگا لینے کو سعادت دارین سمجھتے تھے۔ اسی لیے تو بلال حبشی سرکار کی سواری کی مہار تھام کر آگے

آگے چلتے تا کہ پتا چل جائے کہ مقصودِ کائنات ﷺ جلوہ افروز ہونے والا ہے۔

کیا کسی کی محبت بلال حبشی جیسی ہے۔ کیا کوئی ابن مسعود سے بڑھ کر سرکار کی غلامی کا دم بھر سکتا ہے؟ کیا کوئی صدیق وعمر رضی اللہ عنہما جیسا عاشق صادق ہو سکتا ہے؟ یہ غلام ایک نہیں کئی ہزار تھے۔ ہاں تو جس قدر کوئی ذات مصطفیٰ میں فنا ہوا اسی قدر علم و عرفان کے بحر میں غواصی کر گیا اور لوگ جو چوں چوں کا مربہ کھاتے رہے انہیں رسول کے ہر فعل میں عیب نظر آتا تھا۔ ان لوگوں کی سیرت کے حامل آج بھی بہت ہیں جنکی آنکھیں تعصب کی بیماری سے اندھی ہو چکی ہیں جب غلامانِ مصطفوی کی محبت کو دیکھتے ہیں تو انہیں محبت رسول میں شرک نظر آتا ہے۔

جن لوگوں کو آنحضور ﷺ سے قلبی محبت اور تعلق عشقی میں شرک کی بو آتی ہے وہ ذرا قرآن مجید کے ان جملوں کو بار بار پڑھیں اور دل و دماغ میں بٹھا کر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے غلاموں کے ایمان کو کس طرح بیان کیا۔ قرآن مجید آج بھی ان کے تعلق عشق کے جذبات کا گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ سے فرما رہا ہے کہ اے میرے پیارے! جن لوگوں نے تیرے دست حق پر ایمان کی بیعت کی ہے جنہوں نے تیری غلامی کو قبول کیا ہے ان کے دل کی کیفیات کو میں جانتا ہوں۔ ان کے دلوں میں سوائے میری اور تیری محبت کے اور کچھ نہیں، تیری بارگاہ سے اٹھ کر جانا تو ایک لمحہ کیلئے بھی انہیں برداشت نہیں ہوتا بلکہ بڑا ہی گراں گزرتا ہے۔ تیری بارگاہ سے ہی تو انہیں سب کچھ ملا ہے، تیری ذات تو انکے دلوں کا قبلہ ہے۔ تیری ذات ہی ان کا مرکز محبت ہے۔ تیری رضا ہی ہر وقت چاہتے ہیں، تیری خاطر ہی تو انہوں نے گھر بار چھوڑا ہے۔ تیری خاطر ہی ترک وطن کیا۔ تیری خاطر ہی اذیتیں برداشت کیں۔ تیری خاطر ہی بال بچوں سے بے پرواہ ہو گئے۔ تو ان کے دلوں میں ہی نہیں بستا بلکہ ان کی آنکھوں کا نور ہے۔ تیری خاک کفِ پا تو ان کی آنکھوں کیلئے سرمہ طور ہے۔ وہ دیکھتے تیری آنکھوں سے ہیں۔ سنتے تیرے کانوں سے ہیں۔

تیرے ایک اشارہ ابرو پر کشتیاں جلا دیتے ہیں۔ تیری خاطر یہ جان قربان کر دیتے ہیں۔ اگر تو نے ان سے منہ موڑ لیا۔ تو ان کا پھر دنیا میں اور کون ہے؟۔ کس کی بارگاہ میں جائیں گے؟۔ کس کے در پر سوالی بن کے جاتا ئیں گے؟۔ کس کے در پر دکھوں کا مداوا ہوگا؟۔ تیرے دیدار میں تو ان کی بھوک پیاس مٹ جاتی ہے۔ اے میرے پیارے حبیب جن کے ایمان کی کیفیت کا یہ عالم ہو بھلا وہ کسی اور کو دل میں جگہ دے سکتے ہیں؟ وہ تجھ سے منہ موڑنے والے نہیں تجھے دیکھتے ہیں تو ان کے ایمان کو جلا ملتی ہے۔ قلب ونظر کو طہارت نصیب ہوتی ہے یہ دن رات تیری یاد کے نغمات میں کھوئے ہوئے ہیں۔ یہ میری بارگاہ میں سربسجود ہوں تو بھی ان کے دلوں کا قبلہ تیری ذات ہوتی ہے اے کملی والے! وَلَا تَعْدُعَيْنَاكَ عَنْهُمْ ۔ تیری نگاہیں ان کے چہروں سے پیچھے نہ ہٹیں تو ان کو تکتا جا وہ تجھے دیکھتے جائیں ان کے ہزاروں غموں کا مداوا تیری بارگاہ ہے۔ اگر تو نے ان سے اپنی آنکھیں پھیر لیں تو پھر یہ مر جائیں گے اس لیے کہ ان کا ایمان بڑا قوی اور مضبوط ہے تیرے آئینے میں ہی تو انہیں خدا کے جلوے نصیب ہوتے ہیں یہ جدھر بھی دیکھتے ہیں انہیں تو یاد آتا ہے۔ جو ایک لمحہ جدائی برداشت نہیں کرتے تو وہ تیرا آنکھیں پھیر لینا برداشت کریں گے وہ تجھے دیکھتے ہیں تو ان کی عید ہو جایا کرتی ہے۔

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر غلامان مصطفوی کی شان بیان کی ہے۔

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا هُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْعَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَاالْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (التوبہ۔۱۱)

اور سب سے آگے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین وانصار اور جنہوں نے ان کی پیروی کی عمدگی سے اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے۔ اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں۔ جنکے نیچے نہریں رواں ہیں

ہمیشہ ابد تک ان میں رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ان پاک باز نفوس کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اپنے محبوب آقا کی دعوت پر لبیک کہا اور سر دھڑ کی بازی لگا کر محبوب خدا ﷺ پر جانثاری کے اعلیٰ نمونے چھوڑے۔ ایک وقت وہ بھی تھا جب اسلام بڑی بے کسی اور بے بسی کے عالم میں تھا ادھر محبوب خدا ﷺ جنکی شخصیت مطہرہ، جن کی صورت و سیرت کا رنگ جمال جب ان لوگوں نے دیکھا تو آپ کی غلامی کو ہی دین و دنیا کی کامیابی کی ضمانت جانا ان پاکباز نفوس طاہرہ پر انسانیت کو آج بڑا ہی فخر ہے۔ جنہوں نے اپنے آقا ﷺ کی غلامی کا حق ادا کر دیا اور محبوب کریم ﷺ نے ان کا آقا ہونے کا حق ادا کر دیا۔ جن اصحاب رسول ﷺ کے ایمان ان کی پاکبازی، جانثاری، حب رسول، ایمان و تقویٰ کا اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مقدس میں واضح طور پر بیان کرے تو کیا کوئی انسان ان کی شان اقدس میں کمی بیشی کر سکتا ہے؟ نہیں نہیں بلکہ ایسی ناپاک سوچ رکھنے والے کا اپنا ایمان و عمل خطرہ میں پڑ جائے گا اور اصحاب رسول کے درجات بلند سے بلند تر ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ ان اصحاب سے اللہ بھی راضی ہے رسول اللہ ﷺ بھی راضی ہیں۔ کسی اور کے ناراض ہونے سے ان کی شان میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ فیضان نبوی کے سچے امین تھے۔ یہ ہر وقت رضاء الٰہی کے متلاشی تھے اور اللہ کی رضا انہیں محبوب ﷺ کی رضا میں ملی۔ ان کا ایمان اس چیز کے گرد گھومتا تھا کہ۔

منزل ملی مراد ملی مدعا ملا
مل گئے حضور تو سمجھو خدا ملا

ان پاکباز نفوس نے صرف اپنے آقا کی محبت کو مقدم جانا اور آپ کی محبت پر کسی کو ترجیح نہ دی آپ ﷺ کی محبت کی خاطر اگر اپنے بھائی باپ عزیز رشتہ دار پر بھی تلوار چلانا پڑی تو عزیز و اقارب کی محبت کی پرواہ نہ کی۔ قرآن مجید ان کے روحانی

جذبات کی ترجمانی ان الفاظ میں کر رہا ہے۔

لَاتَجِدُقَوۡمًا یُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّاللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَلَوۡ کَانُوۡۤا اٰبَآءَ ھُمۡ اَوۡ اَبۡنَاۤءَ ھُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَھُمۡ اَوۡ عَشِیۡرَتَھُمۡ ؕ اُوۡلٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الۡاِیۡمَانَ وَاَیَّدَھُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡہُ۔

(المجادلہ)

تو ایسی قوم نہ پائے گا جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لاتی ہو اور اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے بھی محبت رکھتی ہو خواہ ایسے لوگ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ان کے خاندان میں سے ہوں یہی ہیں (مؤمن کامل) جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنے خصوصی فیضان سے ان کی تائید فرمائی۔

آج ذرا ہم اپنے ماحول کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ لوگ مادی ترقی کے حصول کی خاطر شاید اپنوں کی پرواہ نہ کریں لیکن دین کی خاطر ایسا کرنے پر ہرگز تیار نہیں ہوتے۔ جب دین کا معاملہ ہوتا ہے تو ہزاروں رشتہ داریاں خونی تعلقات جاگ اٹھتے ہیں۔ نہ اللہ کی پرواہ کرتے ہیں نہ رسول ﷺ کی پرواہ کرتے ہیں نہ دینی اقدار کی کوئی پرواہ کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم اصحاب رسول کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح طور نظر آتی ہے کہ وہی نفوس طاہرہ تھے جنہوں نے دین ہو یا دنیا کسی معاملہ میں بھی کسی چیز کو اللہ اور رسول کی محبت پر مقدم نہ جانا بلکہ اپنے محبوب آقا کی خاطر کشتیاں جلا کر میدان عمل میں کود پڑے ان کیفیات کو ان کے دلوں میں کس نے پیدا کیا؟ تو اللہ نے فرمایا ان غلامان مصطفیٰ کو اپنے آقا کی سچی غلامی پر میں نے ثابت قدم رکھا۔ اگر تلوار باپ کی گردن پر چلتی ہے تو چلی جانے کی کوئی پرواہ نہیں۔ اگر بھائی کی گردن پر چلتی ہے کوئی پرواہ نہیں اگر کسی عزیز رشتہ دار پر چلتی ہے تو کوئی پرواہ نہیں۔ صرف محبوب ﷺ کے ساتھ وفا کی خاطر ہر طرف سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔

دنیا چیز ہی ایسی ہے اس کے ہزاروں رنگ وروپ ہیں اس ماحول میں ثابت

قدم رہنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں یہ تو اللہ کا فضل واحسان ہے تو اس دنیا کے ماحول میں رہنے کے باوجود اگر اللہ کی رحمتیں اور اس کے فضل واحسان کی بارشیں نازل ہوئیں تو ان پر ہی ہوئی ہیں جن کے دلوں کا قبلہ ذات مصطفیٰ ﷺ ہے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن حکیم میں جہاں کہیں یا ایھاالذین اٰمنوٗا کے الفاظ سے خطاب ہے وہاں سب سے مراد اصحاب رسول ہی ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے بھی اپنے وفا کشیوں کے متعدد بار فضائل بیان فرمائے انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور بھی ان کے ایمان میں شک کرنا گمراہی کا کھلم کھلا ثبوت ہے ان کے آپس کے اختلافات کو بھی حسن ظن خیال رکھنا لازم ہے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ کی زبان اقدس سے ان کے ایمان یقین پر ثابت قدمی کیلئے دعائیہ کلمات ہی نکلے ہیں۔

آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار کیلئے اجتماعی طور پر دعا خیر ہی فرمائی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ فَاکْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃَ۔ (ترمذی ابواب المناقب) اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے انصار ومہاجرین (اصحاب) کو عزت عطا فرما۔

امام ترمذی نے فرمایا۔ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

لَاتَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ اَورَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ۔

(ترمذی ابواب المناقب)

جس نے مجھے دیکھا اور جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اسے (جہنم کی) آگ نہیں چھوئے گی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ۔(ایضاً)
سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر ان سے ملے ہوئے اور پھر ان سے ملے ہوئے۔

سبحان اللہ !اللہ محبوب کریم ﷺ نے اپنے زمانے کے لوگوں (اپنے اصحاب) کو بہترین لوگ ہونے کا معزز خطاب دیا ہے اس کی اصل وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے جمال مبارک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ کے فیضان کرم سے براہ راست اپنی جھولیاں بھری ہیں۔

بیعت رضوان کے موقع پر جتنے اصحاب نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کرنے کے عمل کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا محبوب! جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ تیرے ہاتھ پر نہیں بلکہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ پھر فرمایا (اے محبوب) جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیٹھ کر تیرے دست مبارک پر بیعت کی ہے اللہ ان سب سے راضی ہو چکا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا۔

لَا یَدْخُلُ النَّارُ اَحَدٌ مِمَّنْ بَایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔(ترمذی ابواب المناقب)
درخت کے نیچے بیٹھ کر (میرے ہاتھ پر) بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی جہنم کی آگ میں داخل نہ ہوگا۔

حضرت ابوالسعیدی خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ ۔ میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ وَالَّذِیْنَ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں جان ہے۔ لَوْاَنَّ اَحَدَ کُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَااَدْرَکَ مُدًّا اَحَرِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ۔ اگر تم سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو صحابہ کے ایک مُد یا آدھے مُد کے برابر بھی نہ ہوگا۔

(ترمذی ابواب المناقب)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اَللّٰہ اللّٰہ فِی اَصْحَابِی لَاتَتَّخِذُوْا ھُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّی اَحَبَّھُمْ۔وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَن اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ یُوْشِكُ اَنْ یَّاخُذَہٗ۔ (ترمذی ابواب المناقب۔) میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔۔ میرے بعد انہیں اپنے کلام کا نشانہ نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری خاطر ان سے محبت کی۔ جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ایسے کیا۔ اور جس نے انہیں اذیت پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اِذَارَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِی فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ ھٰذَا۔ (ترمذی ابواب المناقب) جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو ان کو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

ان تمام احادیث مبارکہ سے حضور اکرم ﷺ کی نگاہ مبارکہ میں صحابہ کرام کی قدر و منزلت معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ اپنے دل میں سوائے محبوب کی یاد باقی سب یادوں کو مٹا دینے والے صحابہ کرام تھے۔

ان کے دلوں میں حضور اکرم ﷺ کی محبت بہت زیادہ تھی انہیں آقا ﷺ کے ساتھ بڑا ہی پیار تھا اور محبت اور پیار بھی حدوں سے ماورٰی تھے یعنی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ان کی محبت حد کے اندر نہ تھی بلکہ وَتُعَزِّرُوْہُ کی عملی تفسیر بن کر محبت رسول کی حدوں کو پھلانگ چکے تھے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رہے ایمان کو دل میں

استحکام ملتا ہی اس وقت ہے جب حضور اکرم ﷺ کے ساتھ محبت منتہائے کمال کو پہنچ چکی ہو۔ محبت کی حدیں قائم کرتے رہنے سے عمل کا دائرہ محدود ہو چکا ہے انسان یقین کی پٹڑی سے اتر کر شکوک و شبہات کی راہ پر چل پڑتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْمَاتَ فَإِنَّ الْحَيَّ لَاتُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتنَةُ۔ جو شخص کسی کی راہ پر چلنا چاہتا ہے تو اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیئے جو فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ زندہ فتنے سے محفوظ نہیں۔

أُولٰٓاءِ كَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوْا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا إِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِاَقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاَعْرِفُوْالَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْاهُمْ عَلٰى أٰثَرِهِمْ وَتَمَسَّكُوْابِمَااسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدٰى الْمُسْتَقِيْمِ۔ (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

(وہ قابل اتباع لوگ) اصحاب محمد ﷺ تھے کیونکہ وہ امت میں سب سے افضل ان کے دل بہت نیک، ان کا علم نہایت گہرا اور ان میں تکلفات بہت کم تھے۔ (سبحان اللہ) اللہ نے انہیں اپنے نبی کی رفاقت اور دین کی اقامت کیلئے پسند فرمایا تھا پس تم ان کی فضیلت کو سمجھو اور پہچانو! ان کے آثار کی پیروی کرو، جہاں تک ہو سکے ان کی عادات اور اخلاق کو مضبوطی سے پکڑو۔ وہ یقیناً راہ مستقیم پر تھے۔

مفسر قرآن آقا ﷺ کی غلامی کرنے والے آقا ﷺ کی مسواک مبارک اٹھانے والے حضور اکرم ﷺ کے نعلین مبارک اٹھا کر سینے سے لگانے والے، سرکار کا تکیہ مبارک اٹھانے والے، مفسر قرآن ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے غلامان مصطفیٰ ﷺ کے حق میں جو کلمات بیان فرمائے ایک ایک کلمہ آب زر کے ساتھ لکھنے کے قابل ہے۔
سبحان اللہ! یہ تھے وہ وفادارنِ مصطفیٰ ﷺ کی جو آقا کے نمک خوار تھے انہوں نے آقا

ﷺ کی غلامی کا حق ادا کیا تو آقا نے ان کے نقش قدم پر چلنے کو عین صراط مستقیم پر چلنے کا سرٹیفکیٹ عطا کیا اور یہ بھی فرمایا کہ میرے تمام صحابہ عادل ہیں۔ **نجوم الاھتداء** ہیں۔ (ہدایت کے ستارے ہیں)۔ محبوب ﷺ کی غلامی بھی اختیار کر لینا عین منشاء خدا اور منشاء مصطفیٰ ﷺ ہے۔

آیئے ذرا ان پھولوں کو چنیے جوان غلامان مصطفیٰ ﷺ نے بکھیرے ہیں جن کی خوشبوؤں سے آج بھی ہوائیں اور فضائیں مہک رہی ہیں۔ وہ کس قدر خوش نصیب تھے، جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور صرف دیکھا ہی نہ تھا بلکہ محبوب کے قدموں پر جان دینے کو بخشش کا پروانہ سمجھا تھا۔ قربان جائیں انتخاب خداوندی پر جس نے محبوب کے دیدار کیلئے کن وفاداروں کو منتخب فرمایا رب تعالیٰ کو ان کی وفاداری پر مان تھا اور ان عاشقون نے عشق مصطفیٰ ﷺ میں فنائیت کا وہ مقام پایا کہ وہ مقام فرشتوں کو بھی نصیب نہ ہوا۔

# اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ سَیِّدُ الْمُتَّقِیْنَ
# چشم وگوش وزارت پہ لاکھوں سلام

پچھلے صفحات میں مجموعی طور پر بارگاہ رسالتمآب ﷺ سے فیضیاب ہونے والوں کے فضائل رحمۃ للعالمین کی زبان اقدس سے آپ نے ملاحظہ فرمائے۔اب ہم مرحلہ وار قرب مصطفیٰ ﷺ کی تجلیات سے فیضیاب ہونے والے چند نفوس قدسیہ کے ذکر سے اپنے دل کو جلا بخشتے ہیں۔ خدا کرے ان پاک باز نفوس طاہرہ کے ذکر کی برکت سے ہمارے دلوں کا بھی زنگ اتر جائے۔

اب ہم ذکر کرتے ہیں اس انسان کا جو ذات مصطفیٰ ﷺ میں فنا ہو کر بقا کی منزلوں کا راہی ہی نہیں بلکہ ہزاروں کا پیشوا تھا۔

جس کے دل کی پیاس ہی جمال محبوب ﷺ کے حسن کی رعنائیوں کو تلاش کرنے میں بجھتی، جس کے دل کی آرزو یہی ہوا کرتی تھی کہ آنکھیں ابوبکر کی ہوں اور سامنے جلوۂ حسن محبوب ہو جس میں کھویا رہا کروں۔ اللہ اللہ اس وفادار غلام کو محبوب کریم ﷺ کی یاری پر ناز اور آقا کو اسکی وفاداری پر ناز تھا۔ اس محبوب غلام کے دل میں اپنے آقا کی محبت اپنی مثال آپ تھی۔ کوئی کس قدر دعویٰ محبت رسول کر سکتا ہے؟ اگر محبوب حقیقی کی یاد میں رو رو کر آنسوؤں کی ندیاں بہادے تب بھی صدیق اکبر کی وفاداری کے ایک لمحے کے کروڑویں حصے کے برابر بھی نہیں ہو سکتیں۔ اللہ اکبر! اس غلام کے آقا ﷺ نے یوں فرمایا کہ لوگو! میں نے ہر کسی کے احسان کا بدلہ چکا دیا مگر میرے غلام نے جو مجھ پر احسان کیئے ہیں ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ادا کرے گا۔

اس عاشق صادق کے دل میں محبوب کریم ﷺ کی محبت اس قدر تھی کہ غار ثور میں رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے اور ادھر جب سانپ نے صدیق اکبر کی ایڑی اپنے سوراخ پر دیکھی تو اس نے کاٹنا شروع کیا اور تکلیف کی شدت کے باوجود

ابوبکر کے منہ سے آہ نہ نکلی مگر آنسوؤں کی جھڑیاں بہنے لگیں۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا سر انور یار کے زانو پر تھا اور آپ کی ظاہری آنکھ لگ گئی۔ اسی لیے ابوبکر نے خود تکلیف برداشت کر لی مگر محبوب کی نیند میں خلل واقع نہ ہونے دیا۔ جب اس عاشق صادق کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو چہرہ مصطفیٰ ﷺ پر پڑے تو آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے وفادار یار سے رونے کی وجہ پوچھی تو عرض کی میرے آقا! سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اللہ اکبر! پیارے آقا نے غلام کی زخمی ایڑی پر لعاب دہن لگایا تو درد فوراً کافور ہوگیا۔ (سیرت حلبیہ ج دوم)

ایک روایت میں یوں بھی ہے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سانپ کے کاٹنے کی خبر دی تو آپ ﷺ نے دست مبارک اٹھا کر دعا فرمائی۔ اے اللہ! ابوبکر کو جنت میں میرے درجہ میں میرا ساتھی بنا۔ اسی وقت وحی الٰہی اتری کہ اے پیارے حبیب! آپ کی دعا قبول کر لی گئی۔ (سیرت حلبیہ ج دوم)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جو قرب مصطفیٰ ﷺ نصیب ہوا وہ کسی کو نصیب نہ ہوا بلکہ یوں کہا جائے گا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مقام مشاہدہ نصیب ہوا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سالک کو ہر ہر قدم پر جلوۂ محبوب نظر آتا ہے کیونکہ سالک جس قدر مرشد حقیقی میں فنا ہوگا اس قدر قرب پائے گا اور یہ قرب کی انتہا اس وقت نصیب ہوگی جب اپنا آپ فنا کر دیا جائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ذات مصطفیٰ ﷺ میں اپنی ذات کی نفی کر چکے تھے۔ اپنا آپ مٹا چکے تھے۔ اس لیے قدم قدم پر محبوب کی رضا کو مقدم جانتے۔ اور مقام مشاہدہ میں صرف محبوب ہی رہتا ہے اپنا آپ فنا ہو جاتا ہے پھر اس مقام پر زبان بند ہو جاتی ہے صرف جمال یار کے جلوؤں میں گم ہو جانا ہی باقی رہتا ہے۔ بالکل یہی مقام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تھا اس لیے تو آپ سے بہت کم احادیث مروی ہیں کیونکہ آپ جمال محبوب کے جلوؤں کو دیکھتے رہتے باتیں بہت کم کرتے تھے باقی اصحاب تو مسائل پوچھتے رہا کرتے تھے مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چپ ہو کر چہرہ مصطفیٰ تکتے رہا کرتے تھے۔ آپ مکمل طور پر ذات مصطفیٰ ﷺ میں فانی ہو چکے

تھے۔ یہ وہ مصاحبت تھی جو کسی کے حصہ میں نہ آئی اگر آپ رضی اللہ عنہ مقام مشاہدہ پر فائز نہ ہوتے تو آپ سے زیادہ مسائل جاننے والا کون تھا۔ آپ سے زیادہ صحبت مصطفیٰ ﷺ سے فیضیاب ہونے والا کون تھا۔ آپ نے باتوں کو ترجیح نہ دی خاموشی سے جلوۂ یار کرنے کو اپنی معراج جانا۔ صدیق اکبر نے رسول ﷺ کی غلامی کا حق یوں ادا کر دیا کہ آقا نے فرمایا اے صدیق! **انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض** (ترمذی مناقب ابوبکر)

تو میرا غار میں بھی ساتھی تھا اور تو حوض کوثر پر بھی میرا ساتھی ہے۔

حضرت ابوسعیدی خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

مجھ پر سب سے زیادہ مال خرچ کر کے جس نے احسان کیا وہ ابوبکر ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوق سے بڑھ کر اگر کوئی ہستی افضل واعلیٰ ہے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ذرا پوچھیئے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں میں ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل رہا تھا تو آقائے دو جہاں ﷺ نے دیکھ کر ارشاد فرمایا تم ایسے شخص کے آگے چل رہے ہو جو تم سب سے افضل ہے پھر ارشاد فرمایا۔

اللہ کی قسم سورج کسی ایسے شخص پر نہ طلوع ہوا نہ غروب جو ابوبکر سے افضل ہو ایک روایت میں یوں بھی ہے انبیاء مرسلین کے بعد سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہ ہو جو ابوبکر سے افضل ہو۔ (الصواعق المحرقہ)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مصطفوی انقلاب کے مشن کے فروغ کیلئے بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اُمیہ بن خلف کے پنجہ استبداد اور اس کے جور و ظلم سے آزاد کرانے کیلئے منہ بولی قیمت ادا کی اور آزاد کروا دیا تو کفار نے سمجھا شاید صدیق کے خاندان پر بلال کا کوئی احسان ہوگا۔ اس لیے اس نے بلال کو چھڑوایا ہے۔ تو اللہ رب العزت نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلوص اور اس کے دل کے راز سے آگاہ کیا کہ لوگو!

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزٰی اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى۔ (اللیل) کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں وہ تو صرف اپنے رب کی رضا کا طلبگار ہے اور وہ یقیناً اس سے راضی ہوگا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی کوئی بُرا کام نہ کیا حتی کہ جھوٹ تک نہ بولا آپ کی شخصیت ہر قسم کے اخلاق رذیلہ سے پاک تھی۔ سرور عالم ﷺ جب لامکان سے واپس تشریف لائے تو کفار نے کہا۔

اے ابوبکر! تمہیں علم ہے کہ تمہارے دوست نے کیا کہا ہے۔ کہ میں رات کو حرم سے بیت المقدس تک ہو کر آیا ہوں۔

آپ نے پوچھا کیا میرے آقا نے یہ بات کہی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا اگر میرے آقا نے یہ بات کہی ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔

حضور اکرم ﷺ جب اسراء کی رات واپس تشریف لا رہے تھے تو حضور اکرم ﷺ نے جبریل سے کہا اے جبریل! میرے اس واقعہ کو کون مانے گا کیونکہ اسے کوئی اور دیکھنے والا ہی نہیں۔ جبریل امین نے عرض کی حضور! کوئی اور مانے یا نہ مانے آپ کے اس سفر کی تصدیق کیلئے آپ کا یار ابوبکر ہی کافی ہے۔ اور وہ صدیق ہے۔

ابن عساکر سے مروی ہے کہ غزوہ بدر میں حضور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمان (جو اس وقت نعمت ایمان سے بہرہ یاب نہیں ہوئے تھے) کفار مکہ کی جانب سے اسلام کے خلاف صف آرا تھے دوران لڑائی عبدالرحمان کی زد میں ان کے باپ صدیق اکبر آ گئے تو انہوں نے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ قبول اسلام کے بعد ایک روز بیٹے حضرت عبدالرحمان نے کہا ابا جان! غزوہ بدر کے روز آپ کئی باب میری تلوار کی زد میں آئے اور میں نے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بیٹے کی بات سن کر فرمایا اے بیٹے! اگر میری تلوار کی زد میں تو آتا تو کبھی نہ چھوڑتا اپنی تلوار سے تیری گردن اُڑا دیتا۔ (کیونکہ تو میرے آقا کے دشمنوں کے ساتھ صف

آراء تھا)

حضرت مولانا کائنات سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا کہ لوگو! بتاؤ سب سے بہادر کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ حضرت! آپ ہی سب سے زیادہ بہادر ہیں آپ نے فرمایا میں تو ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑے سے لڑتا ہوں میں سب لوگوں سے بہادر کس طرح ہوسکتا ہوں۔ آپ نے نے فرمایا سب لوگوں سے بہادر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جنگ بدر میں ہم نے رسول اللہ ﷺ کیلئے ایک سائبان بنایا تھا ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس سائبان میں آنحضور ﷺ کے ساتھ کون رہے گا تا کہ کوئی کافر آپ پر حملہ نہ کر دے۔ اللہ کی قسم! ہم میں سے کوئی بھی آگے نہ بڑھا اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ننگی تلوار لے کر آ گئے اور حضور ﷺ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے پھر کسی مشرک کو آگے پھٹکنے کی جراءت نہ ہوئی۔ اس لیے آپ ہی سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

سرکار دو عالم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے عقبہ نے آ کر آپ ﷺ کے گلے مبارک میں چادر ڈالی اور آپ کا گلہ گھونٹنے لگے حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کا گلا گھٹنے لگا۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عقبہ کو دھکا دے کر پیچھے ہٹایا اور کہا کیا تو اس شخص کو قتل کرنا چاہتا ہے جو کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے اور جو اپنے پروردگار کی طرف سے بہت زیادہ نشانیاں لے کر آئے۔ (تاریخ الخلفاء)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر جس ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا وہ قیامت تک آنے والی نسل انسانیت کیلئے جذبہ ایثار اور احسان کے جذبات کے فروغ کا واضح ثبوت ہے۔ کہ جب گھر کا سارا اثاثہ اپنے آقا مولیٰ ﷺ کے قدموں پر نچھاور کر دیا تو محبوب آقا ﷺ نے پوچھا۔ ما ابقيت لاهلك يا ابابکر، اے ابوبکر اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو آپ نے فرمایا میں گھر والوں کیلئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں۔

سبحان اللہ! سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سارا مال آقا کی بارگاہ میں پیش کر دیا اور خود اپنی قبا کو کانٹوں سے ٹانکے لگا کر پہن لیا۔ جبریل امین علیہ السلام آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! آج آپ کے غلام نے اپنی قبا کو کانٹوں سے ٹانکے لگا کر کیوں پہن رکھا ہے؟ حضور نے فرمایا! کہ اس نے آج سارا مال میرے قدموں پر نچھاور کر دیا ہے۔ جبریل نے کہا حضور! آپ کا رب آپ کے وسیلے سے آپ کے غلام ابوبکر پر سلام بھیجتا ہے اور پوچھتا ہے۔ هَلْ اَنْتَ عَنْ رَبِّكَ رَاضٍ فِی فَقْرِكَ هٰذَا اَمْ سَاخِطٌ ۔ کیا آپ اس فقر میں راضی بھی ہیں کہ نہیں۔

وہ پروانہ چراغ مصطفوی جھوم جھوم کر کہنے لگا کیا میں اپنے رب سے ناراض ہوسکتا ہوں۔ **اَنَا عَنْ رَبِّی رَاضٍ** ۔ میں راضی ہوں۔ راضی ہوں اور راضی ہوں۔

رحمت عالم ﷺ کے قرب کے مزے لوٹنے والا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کی قسمت پر ہزار جان قربان کہ جس کے دل میں اپنے آقا کی محبت حدود قیود سے ماوراء ہو کر اپنے منتہا کو پہنچ چکی تھی کہ محبوب حقیقی ﷺ بھی اس کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکر نے مجھ پر ایسے عظیم احسانات ہیں کہ اتنے کسی اور کے نہیں انہوں نے اپنی جان اور مال مجھ پر نچھاور کر دیا اور اپنی لخت جگر بھی میرے نکاح میں دے دی۔ (تاریخ الخلفاء)

سیدنا صدیق اکبر رسول کریم ﷺ کے سچے عاشق تھے۔ آپ نے کسی موقع پر بھی آپ ﷺ کے ساتھ بے وفائی نہ کی بلکہ وفاداری کو اصل ایمان جانا۔ آپ قرآن کے جمیع علوم کے سب سے بڑے عالم تھے۔ رسول پاک ﷺ نے اپنی حین حیات ہی میں آپ کو لوگوں کا امام مقرر کر دیا تھا۔ حتی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس میں جس حد تک فنا تھے۔ اس کا احاطہ کرنا صفحات قرطاس کے بس میں نہیں صرف اتنا کہا جا سکتا ہے۔

بعد از نبی بزرگ توئی قصہ مختصر

رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس ان کی قبلہ تھی اکثر و بیشتر آپ ﷺ کی بارگاہ

میں بیٹھ کر آپ کے فیضان کرم سے اپنے ظاہر و باطن کو مالا مال کرتے تھے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے میرے اصحاب میں کسی کو ابوبکر و عمر پر فضیلت دی اس نے مہاجرین وانصار پر زیادتی کی۔ (تاریخ الخلفاء)

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے حسان ! کیا تم نے ابوبکر کی شان میں بھی کچھ کہا ہے۔ انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! تو حضرت حسان نے یہ اشعار پڑھے۔ ترجمہ

ابوبکر حضور اکرم ﷺ کے یار غار ہیں۔ جب آپ پہاڑ پر چڑھتے تو دشمن بھاگ جاتے تمام لوگ جانتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے ان کو کس قدر محبت ہے۔ آپ کو اتنی محبت کسی سے بھی نہیں ہوئی۔

حضور اکرم ﷺ نے جب یہ اشعار سنے تو فرمایا حسان نے سچ کہا۔

(تاریخ الخلفاء)

اللہ اللہ! وہ یار غار جس نے زندگی کے کسی موڑ پر اپنے آقا ﷺ سے جدا ہونا گوارا نہ کیا بلکہ جہاں محبوب جاتا محبّ نقش پائے محبوب کے نشانات کو پاکر خوشبوئے محبوب کو سونگھتا ہوا وہاں پہنچ جاتا تو جا کر محبوب کے قدموں پر سر رکھ دیتا۔ جس دن محبوب خدا ﷺ نے ظاہری طور پر دنیا سے پردہ فرمایا صحابہ کرام کی حالت کیسی تھی یہ تو وہی بتا سکتا ہے۔ جو وہاں موجود ہو یا جس نے ان رقت آمیز مناظر کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا ہو تاریخ اتنا بتاتی ہے کہ عشاق رسول ﷺ محبوب کی جدائی کے صدمے سے نڈھال کوئی یہ پڑا ہے کوئی وہ پڑا ہے کوئی کسی طرف سر جھکائے بیٹھا ہے کوئی بے ہوش پڑا ہے کوئی محبوب دلبر کی یادوں کو یاد کر کے رو رہا ہے۔ کوئی کھڑا ہے کوئی بیٹھا۔ آپ ﷺ کے اہل بیت کا عالم کیا ہوگا؟ سیدہ فاطمہ کا حال کیا ہوگا؟ حسنین کریمین کا حال کیا ہوگا؟ ان کا وہ نانا دنیا سے پردہ میں چلا گیا جسکے نورانی کندھوں پر بیٹھ کر کھیلا

کرتے تھے کبھی پشت انور پر بیٹھے کبھی داڑھی مبارک کے ساتھ کھیلتے کبھی گودی میں بیٹھتے کبھی لوریاں لیتے آج کے بعد کس کے ساتھ ناز برداریاں کریں گے ہاں ہاں ایک عاشق صادق کا حال تو یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے تلوار سونت لی اور کہا جس نے کہا محمد ﷺ وفات پا گئے میں اس کا تلوار سے سر قلم کر دوں گا۔ یہ ایسا کیوں ہوا؟ اس لیے کہ محبّ تو اپنے محبوب کو ذرا سی تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھ سکتا چہ جائیکہ کوئی کہے کہ تیرا محبوب وفات پا گیا۔ پھر جس کا محبوب وفات پا جائے وہ زندہ ہی درگور ہو جاتا ہے۔ یہی حال فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تھا انہی کے جذبات بھی اسی منظر کی عکاسی کر رہے تھے کہ لوگو! خبردار! کوئی شخص نہ کہے کہ تیرا محبوب وفات پا گیا۔ الغرض عشاق رسول ﷺ پر قیامت آن پڑی تھی اس آڑے وقت میں کسی کا سنبھلنا بھی فیضان نبوی تھا اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہوتے تو اس وقت گرتے ہوؤں کو کون سنبھالا دیتا ہے آپ نے اس وقت اُمت محمدیہ پر بہت بڑا احسان کیا اور حالات کے پیش نظر موقع کی مناسبت سے حکمت سے کام لیتے ہوئے عنان سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور خلیفۃ الرسول ہونے کا شرف پایا اور ایسا رتبہ پایا دنیا کے کسی اور خوش نصیب کو یہ لقب نہ ملا۔

اس عاشق صادق کے دل میں عشق رسول کا بھانبڑ تھا ان کی وفات بھی محبوب کی جدائی کا سبب تھا جو دم آخر بھی کم نہ ہوا حتی کہ آپکا وجود ہجر رسول اور فراق رسول کی وجہ سے کمزور ہو گیا بالآخر بخار ہو گیا نقاہت کمزوری بڑھتی گئی دنیا سے کوچ کرنے کے آثار نمودار ہوتے گئے۔ اپنی بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر وصیت فرمائی کہ بیٹی! مجھے میری ان دو چادروں کو دھو کر انہیں میں کفن دینا میں تمہارا باپ ضرور ہوں لیکن یہ ضرور کرنا کہ نئے کپڑوں میں کفن دینے سے میں کچھ بڑھ نہ جاؤں گا اور پرانے کپڑوں میں کفن دینے سے میں گھٹ نہ جاؤں گا۔

جب میرا وصال ہو جائے (تجہیز و تکفین کے بعد) تو میری چارپائی اٹھا کر

نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے رکھ دینا۔ اگر روضہ اقدس کا دروازہ کھل جائے تو اندر حضور ﷺ کے ساتھ دفن کر دینا۔ اللہ اکبر یہ پیکر صداقت یار غار رسول پندرہ روز کی علالت کے بعد 22 جمادی الاخریٰ بعمر 63 سال دنیا سے کوچ کر گئے اور اپنے محبوب آقا کے پاس جا پہنچے۔ آپ کی وصیت کے مطابق جنازہ کے بعد آپ کی چارپائی اٹھا کر روضہء رسول اکرم ﷺ کے سامنے رکھی تو فوراً خود بخود دروازہ کھل گیا اور حجرہ رسول سے آواز آئی، دوست کو دوست کے پاس لے آو۔

پہلوئے مصطفیٰ میں بنا آپ کا مزار
پہنچی وہاں پر خاک جہاں کا خمیر تھا

حضور نبی کریم ﷺ کے پیارے دوست ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سچی رفاقت اور صدات پر قرآن سب سے بڑا گواہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ اِذْیَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔

اِن دو میں دوسرے نے جب اپنے صاحب سے کہا کہ غم نہ کر بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا ان دو میں سے ایک نے کہا بلکہ ایک عدد کو دوسرے عدد میں داخل فرمایا۔ معلوم ہوا اللہ تعالیٰ ان دونوں میں جدائی گوارا نہیں کرتا۔

امام رازی نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دس فضیلتیں اسی آیت کے تحت بیان فرمائی ہیں۔

(۱) حضور اکرم ﷺ غار میں اس لیے گئے تھے کہ کفار آپ کو قتل کرنے کے درپے تھے، تو اگر آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باطن پر مکمل اعتماد نہ ہوتا کہ یہ مؤمن برحق اور صادق اور صدیق ہیں تو ان کے غار میں کبھی نہ جاتے۔ کیونکہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا باطن ان کے خلاف تھا تو آپ کو یہ خدشہ ہوتا کہ یہ کافروں کو آپ کے چھپنے کی جگہ بتا دیں گے۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے اس

حال میں حضرت ابو بکر کو صادق اور مخلص قرار دیا تو معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے نزدیک حضرت ابوبکر کا باطن ظاہر کے موافق تھا۔

(۲) یہ ہجرت اللہ کے اذن سے تھی اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں مخلصین کی ایک جماعت تھی اور اس جماعت میں ایسے لوگ تھے جو شجرہ نسب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ قریب تھے تو اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو حضور اکرم ﷺ اس خطرناک موقع پر اپنی بیعت کیلئے حضرت ابوبکر کو مخصوص نہ کرتے اور جب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی رفاقت کیلئے حضرت ابوبکر کو منتخب کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک ابوبکر کا (ایمان) دین کا بہت بلند مرتبہ ہے۔

(۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو ثانی اثنین فرمایا اور حضرت ابوبکر حضور اکرم ﷺ کا ثانی قرار دیا اور دین کے اکثر مراتب میں حضرت ابوبکر حضور نبی کریم ﷺ کے ثانی ہیں۔ کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا گیا اور آپ نے تبلیغ کی تو حضرت ابوبکر ایمان لائے۔ پھر امت کے دوسرے درجہ پر حضرت ابوبکر نے تبلیغ کی اور ان کی تبلیغ سے حضرت طلحہ حضرت زبیر، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا تبلیغ میں اوّل حضور اکرم ﷺ ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی طرح جہاد میں حضرت ابوبکر حضور اکرم ﷺ کے ثانی ہیں۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی موافقت میں بہت بعد میں تلوار اٹھائی ہے۔ ابتداء میں کفار کی ایذا رسانیوں کا حضرت ابوبکر دفاع کرتے۔ اور جب حضور اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ سو امامت میں بھی حضور اکرم ﷺ اوّل ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور جس جگہ حضور ﷺ کی تدفین ہوئی بعد میں وہیں حضرت ابوبکر کی تدفین واقع ہوئی۔ سو تبلیغ، جہاد، امامت اور روضہ اقدس میں تدفین ہر معاملہ میں حضور اکرم ﷺ اوّل ہیں اور حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ ثانی ہیں۔

(۴) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب ہیں اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی انتہائی فضیلت پر دلیل ہے حسین بن فضیل نے کہا جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی رسول ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا کیونکہ تمام اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اجماع اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وصف صحابیت کے ساتھ متصف کیا ہے اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو بھی اس وصف کے ساتھ متصف کیا ہے کہ وہ مؤمن کا صاحب ہے قال له صاحبه وهو يحاوره اكفرت بالذى خلقك من تراب۔ (سورۃ کہف ۳۷) اس کے صاحب نے اس کی بحث کا جواب دیتے ہوئے اس سے کہا کیا تو اس ذات سے کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کا یہاں پر اس کافر کو وصف صاحب ذکر کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ الفاظ بھی ذکر کیے جو اسکی اہانت اور تذلیل پر دلالت کرتے ہیں۔ اور وہ ''اکفرت'' کیا تو کفر کرتا ہے۔ اس کے برخلاف یہاں پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وصف صاحب نبی ذکر کیا اور بعد میں وہ الفاظ کہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعظیم اور اجلال پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ ہیں۔ **لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا**۔ اور اگر خط عداوت نہ ہو تو ان دونوں معنوں میں کیا مناسبت ہے؟

(۵) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحب سے فرمایا لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ اور یہ معیت حفاظت نصرت کی معیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شریک رکھا۔ اگر شیعہ اس معیت کو کسی فاسد معنی پر محمول کرتے ہیں تو معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اس معیت میں ہونا لازم آئیگا۔ اور یہ باطل ہے، نفاق اور ارتداد داخل نہیں ہو سکتا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ

کی حفاظت اور نصرت پر حرف آئیگا۔ دوسری تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (نحل ۔۱۲)

بے شک اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں یہی متقی اور محسن ہیں۔

سورہ توبہ کی آیت سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے سورہ نحل کی آیت سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی اور نیکوکار ہو اس کے نتیجہ یہ نکلا حضرت ابوبکر متقی اور نیکوکار ہیں۔

(۶) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لَاتَحْزَنْ" غم نہ کرو۔ یہ غم کرنے سے نہی اور ممانعت ہے اور نہی دوام کا واجب کرتی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت ابوبکر مطلقاً رنج وغم نہ کریں گے۔ زندگی میں نہ موت سے پہلے نہ موت کے بعد اور یہ اسی کا وصف ہوسکتا ہے جو دنیا وآخرت میں سرخرو ہو۔

(۷) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر پر اپنی طرف سے تسکین اتاری، شیعہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر تسکین اتاری۔ یہ اس لیے غلط ہے کہ خوف اور حزن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لاحق تھا اس لیے تسکین کا تعلق بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہونا چاہیئے، نیز اگر تسکین کا تعلق حضور اکرم ﷺ سے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور ﷺ پہلے خود خائف تھے تو آپ کا حضرت ابوبکر کو تسلی دینا "غم نہ کرو" نامعقول ہوگا۔ اس لیے صحیح یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ پہلے ہی پُرسکون تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ وعدہ تھا کہ وہ کافروں کے خلاف آپ کی مدد فرمائینگے۔ ان دلائل سے واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قلب پر اپنی تسکین نازل فرمائی۔ اور جس پر اللہ کی تسکین نازل ہوئی ہو وہ نفاق ارتداد اور دین ودنیا کے ہر قسم کے خطرات سے مامون اور محفوظ رہے گا۔

(۸) اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کیلئے سواری خریدی اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما غار میں کھانا لے کر آتے تھے اور یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور میرا صاحب غار میں دس روز اور چند روز ٹھہرے اور سوائے کھجوروں کے ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جب حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینے کے قریب پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ ہوا کہ لوگ حضور اکرم ﷺ کو پہچانیں گے نہیں تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے اوپر ایک چادر کا سایہ کیا تاکہ لوگ پہچان لیں کہ رسول اللہ ﷺ کون ہیں۔ پھر اہل مدینہ نے آپ ﷺ کو پہچان کر آپ کی تعظیم کی۔

(۹) جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر تھے اور انصار مدینہ نے حضور ﷺ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا نبی کریم ﷺ سفر و حضر میں اپنی رفاقت کیلئے تمام صحابہ میں سے صرف حضرت ابوبکر کو منتخب کیا تھا۔

(۱۰) چونکہ اس سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اس لیے اگر فرض کرلیا جائے اس سفر میں حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوجاتا تو حضور ﷺ کے کفیل حضرت ابوبکر ہوتے اور اُمت کے متعلق آپ ﷺ کے وصی بھی حضرت ابوبکر ہوتے اور اس سفر میں جو قرآن کی آیات نازل ہوتیں ان کی تبلیغ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے۔ اور یہ تمام اُمور حضرت ابوبکر کے فضائل عالیہ اور درجات رفیعہ پر دلالت کرتے ہیں۔ (ماخوذ شرح صحیح مسلم ج ششم از غلام رسول سعیدی)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

# ترجمان نبی ہمزبان نبی

## جان شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

سبحان اللہ! یہ شمع رسالت کے ایسے پروانے تھے کہ محبت رسول ان کے رگ وریشہ میں یوں پیوست ہو چکی تھی کہ گستاخ رسول کو ایک لحہ کیلئے بھی زمین پر زندہ دیکھنا گوارانہ کرتے تھے بلک ان کی شمشیر بے نیام گستاخان رسول کیلئے ہر وقت ننگی رہتی۔ نام تو عمر بن خطاب تھا مگر زبان نبوت سے نکلنے والا لقب فاروق آج بھی زندہ ہے جب فاروق اعظم بولا جاتا ہے تو پتا چل جاتا ہے اس سے مراد وہی پروانہ رسول ہے جو قبل از قبول اسلام جوش عداوت میں تلوار لے کر نکلا تو رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے تھا مگر جب قرآن حکیم کی دلآویز فصاحت وبلاغت کو اپنی ہمشیرہ کی زبان سے سماعت کیا تو رہا نہ گیا بلکہ سیدھے بارگاہ رسالت میں پہنچے تو آقا ﷺ کے قدموں میں گر کر حلقہ بگوش اسلام ہونے کا اعلان کیا۔ آپ کا اسلام میں داخل ہونا کیا تھا بلکہ اسلام کو ایسے بہادر شیروں کی ضرورت تھی جن کی ہیبت سے ظلم کے ایوان لرزہ براندام ہو جائیں تو آپ کے قبول اسلام سے اسلام کو خوب تقویت ملی۔ دراصل آپ ﷺ کی زبان اقدس سے نکلنے والی دُعا کہ اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو تقویت عطا فرما، ایک روایت میں یوں بھی ہے آپ کی دعا یہ بھی تھی اے اللہ! دو عمر ہیں۔ ایک عمر بن خطاب اور ایک عمر بن ھشام (ابوجہل) دونوں میں سے ایک دے دے۔ ہمارے خیال کے مطابق آپ ﷺ کی دلی توجہ عمر بن خطاب کی طرف تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں آپ کی عداوت کی بجائے محبت پیدا فرمادی۔ تو یوں آپ ﷺ کو مراد رسول ہونے کا بھی شرف ملا ہے۔

ان کے قبول اسلام سے عبادت چھپ کر نہیں ہوئی بلکہ علی الاعلان ہوئی۔ جب اسلام لائے اپنے آقائے نعمت ﷺ کی خدمت میں گویا ہوئے حضور! کیا ہم حق

پر نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں ہم حق پر ہیں۔ پھر عرض کی حضور! پھر اب عبادت الٰہی چھپ کر نہیں علانیہ ہوگی حلقہ بگوش ہونے والے دوسرے مسلمان تعداد میں تو تھوڑے تھے مگر ان کی قوت میں اضافہ فاروق اعظم کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی وجہ سے ہوا۔ جب اعلانیہ مسجد میں داخل ہوئے تو اس دن حق اور باطل میں فرق واضح ہو گیا اور اسی دن سے عمر کے ساتھ فاروق اعظم کا لقب مل گیا۔

مسند احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق مراد رسول سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں حضور اکرم ﷺ کو ارادی طور پر تنگ کرنے کیلئے نکلا تو دیکھا حضور اکرم ﷺ مسجد حرام میں پہنچ گئے ہیں اور نماز شروع کر دی ہے آپ نے سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع فرمائی تو میں حیران اور ششدر ہو کر رہ گیا جو کلام آپ کی زبان اقدس پر جاری تھا اسکی فصاحت و بلاغت ہی عجیب تھی اس کے نظم اسلوب نے مجھے حیرت میں ڈال دیا اچانک میرے دل میں خیال گزرا کہ قریش کہتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ شاعر ہے میرے دل میں یہ خیال گزرا ہی تھا تو حضور اکرم ﷺ نے اِنَّه لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَمَاهُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ کی تلاوت فرمائی۔

میں نے سوچا یہ تو کاہن ہے جو دل کی بات کو جانتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی وَلَابَقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَاتَذَكَّرُوْنَ تَنْزِيْلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔ نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے بہت کم لوگ نصیحت پکڑتے ہیں۔ یہ تو عالمین کے پروردگار کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے آخر تک سورہ مبارکہ کی تلاوت فرمائی تو میرے دل میں اسلام کی حقانیت ثبت ہوتی گئی۔ (حوالہ سیر الصحابہ ج اوّل)

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ طبعاً سخت مزاج اور جوشیلے جوان تھے مگر زبان رسالت ﷺ سے کلام سننے کے بعد دل نرم ہو گیا۔ اسی واقعہ نے قبول اسلام میں بہت اہم رول ادا کیا۔ بعد ازاں آپ کی ہمشیرہ نے سورہ طٰہٰ کی آیات تلاوت کیں تو دل اور

نرم ہو گیا بالآخر اسلام کے سپاہی بن گئے۔

رب ذوالجلال نے جن کو دولت ایمان سے ہمکنار کرنا ہوتا ہے ان کے دل قدرت کے فیصلے کے آگے خم ہو جاتے ہیں آہستہ آہستہ وہ اسلام کی نعمت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ یہی صورت حال ادھر بھی تھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نصیب جاگنا تھا اسلام کو شوکت ملنی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت کے قریب کر لیا بالآخر رحمت مصطفیٰ ﷺ نے آن گلے لگایا۔

آپ رضی اللہ عنہ کو صحبت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خصوصی فیضان نے اس قدر فیضیاب کیا کہ آپ صحیح معنوں فیضان نبوی کے امین ٹھہرے۔ آپ کا دل خشیت الٰہی سے مملو تھا اور حق گوئی کیلئے بالکل بے باک تھا اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ عمر کے زبان وقلب پر حق جاری کرتا ہے۔ (ترمذی مناقب ابی حفص عمر)

سبحان اللہ! جس عمر کی زبان وقلب پر حق جاری کرنے والا اللہ تعالیٰ ہو کیا وہ عمر بھلا کبھی منشاء رسالت کے خلاف ایک قدم بھی اٹھا سکتا ہے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی فرما دیا تھا۔ کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

آپ ﷺ کے اس فرمان سے اجراء نبوت کا اشارہ نہیں ملا بلکہ آپ کے فرمان سے عمر فاروق کا کئی خوبیوں کا مالک ہونا واضح ہوا۔

چند مٹھی بھر مسلمانوں کو جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے یثرب کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت ملی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اجازت لے کر ان کے ہمراہی ہوئے اور اس شان کے ساتھ روانہ ہوئے کہ مسلح ہو کر مشرکین مکہ کے مجمع سے گزرتے ہوئے خانہ کعبہ میں پہنچے نہایت اطمینان اور تسلی سے طواف کعبہ کیا پھر مشرکین مکہ سے مخاطب ہو کر کہا جس کو مقابلہ کرنا ہو وہ عمر کے سامنے آجائے لیکن کسی مائی کے لال کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ عمر فاروق کے مقابلے میں صف آراء ہو سکے اور آپ مدینہ منورہ کی

طرف روانہ ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ پاکیزہ سوچ کے حامل تھے ذہین و فطین تھے۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں آپ کی پیش کردہ آراہ کو بڑی اہمیت ہوئی۔ آپ اپنے آقا ﷺ کی بارگاہ میں جب بھی کوئی رائے ظاہر کرتے یا اپنی خواہش ظاہر کرتے تو اللہ تعالیٰ وحی بھیج کر آپ کی رائے کی ترجمانی فرمادیتا۔

یہ بھی حضور اکرم ﷺ کی صحبت کاملہ کا فیضان تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی اہم مسئلہ میں جو رائے دیتے اس کی ترجمانی میں وحی الٰہی اترتی۔ امام سیوطی نے بیس مقامات کی نشاندہی کی ہے۔ جہاں حضرت کی رائے کے مطابق وحی الٰہی اتری۔ تفصیل کیلئے تاریخ الخلفاء میں ملاحظہ فرمائیں۔ ذیل میں آپ کی موافقات قرآن میں سے صرف چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) ایک مرتبہ مقام ابراہیم کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور! ہم مقام ابراہیم کو مصلیٰ گاہ نہ بنالیں؟ تو آپ کی رائے کی ترجمانی میں یہ حکم الٰہی نازل ہوا۔
وَاتَّخِذُوْا مِنْ مقام ابراهيم مصلیٰ۔ اور مقام ابراہیم کو مصلیٰ گاہ بنالو۔

(۲) پردہ کے بارے حضرت عمر نے رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور! آپ کی ازواج مطہرات کے سامنے ہر قسم کے لوگ آتے ہیں آپ ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم فرمائیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاِذَاسَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَاب ط جب تم ازواج نبی سے کوئی چیز مانگو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

(۳) جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عمر نے عرض کی حضور! شراب اور جوئے کے بارے میں ہمیں کوئی واضح حکم فرمادیں کیونکہ یہ مال کو ضائع کرنے والی چیزیں ہیں تو یہ آیت اتری **يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ**۔ آپ سے پوچھتے ہیں شراب اور جوئے کے بارے میں تو کہہ دیجئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے۔

(۴) ایک مرتبہ ایک شخص نے شراب کے نشہ میں نماز پڑھا دی اور قرآن غلط پڑھا اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ **لَاتَقرَبُواالصلوٰۃ وَاَنُتمُ سُکَارٰی۔** نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔

(۵) حضور نبی کریم ﷺ نے مصلحت کی خاطر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر بار بار عرض کرتے حضور! آپ منافق کی نماز جنازہ پڑھیں گے تو اس کے بعد مستقل یہ آیت نازل ہوگئی۔ **وَلَاتُصَلِّ عَلٰی اَحَدمِنُھمُ مَّاتَ اَبَدًا۔** آپ کبھی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔(یہ اس وقت پڑھی گئی جب منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکا نہیں گیا تھا بعد ازاں ممانعت کی آیت نازل ہوئی)

(۶) ایک منافق نے حضور اکرم ﷺ کے فیصلے پر حضرت عمر کے فیصلے کو ترجیح دی تو آپ نے اسے قتل کر ڈالا تو لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ عمر نے ایک کلمہ گو کو قتل کر دیا ہے۔ آپ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ جسے حضور اکرم ﷺ کا فیصلہ منظور نہیں وہ کافر ہے۔تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **فَلَاوَرَبِّكَ لَایُؤمِنُوُنَ الخ**

(۷) حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اذان کے کلمات میں **اَشھَدُ اَنُ لَااِلٰه اِلَّااللّٰه** کے بعد حی علی الصلوٰۃ کہا کرتے تھے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا **اَشُھَدُ اَنُ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰه** کے بعد **اَشُھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوُلُ اللّٰهِ** کہا کرو تو حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال! جس طرح عمر کہتا ہے اسی طرح کہا کرو۔ (سیوطی)

خوف طوالت کے پیش نظر تمام مقامات کو درج نہیں کیا صرف انہیں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ بھی حضور اکرم ﷺ کے فیضان کا اثر تھا کہ عمر کی زبان سے جو نکلتا اس کی موافقت میں وحی الٰہی اترتی۔

اللہ اللہ! وہ عمر فاروق جو خوبیوں اور کمالات کا ایسا مرقع تھا جسکی سیرت کا ایک ایک گوشہ انسانی ہمدردی اور سنت سے وفاداری کے جذبات سے بھرا ہوا ہے جو

مسند نشین ہو کر بھی بوریا نشین ہونے کو ترجیح دیتا ہے۔ وہ عمر جو مسند نشین ہے پھر بھی اسکی نگاہوں کے سامنے تخت وتاج کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ عمر جس نے تخت نشینی کو مخدومیت کانہیں خادمیت کا نام دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے علم وفضل میں خاص مقام عطا فرمایا تھا اسی لیے تو آپ تحقیق واجتہاد کے اونچے مقام پر فائز تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ معلم اور مدبر سیاستدان بھی تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے یہ کلمات دہرائے۔

اے اللہ! میں سخت ہوں مجھے نرم کر، میں کمزور ہوں مجھے قوت عطا فرما، ہاں عرب والے سرکش اونٹ ہیں جن کی مہار میرے ہاتھ میں دے دی گئی ہے لیکن میں ان کو صحیح راستہ پر چلا کر چھوڑوں گا۔

آپ رضی اللہ عنہ خطہ عرب کے پڑھے لکھے افراد میں شامل ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت حافظہ فن تقریر اور فن تحریر سے نوازا تھا آپ کی تحریری فصاحت وبلاغت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری کو خط لکھا تو فرمایا۔

امابعد! مضبوطی عمل یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ اگر ایسا کرو گے تو تمہارے بہت سے کام جمع ہو جائیں گے۔ پھر پریشان ہو جاؤ گے کس کو کریں کس کو چھوڑیں۔ تو اس طرح کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ (سیر الصحابہ)

آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھال کر بھی اپنے طرز زندگی بودوباش کو بالکل عام انسانوں سا رکھا آپ کی شخصیت تکلفات سے بالکل پاک تھی۔

آپ کی عظمت وشان اس قدر صاحب جلال کہ آپ کا نام سننے سے قیصر وکسریٰ کے ایوان لرزہ براندام ہو جایا کرتے تھے۔ اور دوسری طرف تواضع وانکساری اس درجہ کی کہ کندھے پر مشکیزہ اٹھا کر بیوہ عورتوں کی خدمت کرتے۔

انہیں پانی بھر کر دیتے بازار سے سودا سلف لا کر دیتے۔ حتیٰ کہ تھک ہار کر مسجد کے کچے فرش پر لیٹ جاتے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سینہ فیضان نبوت کا گنجینہ تھا۔ حضور رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ اقدس میں قرب و اتصال کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔

**لَوْ كَانَ بَعْدِىْ نَبِىٌّ لَكَانَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ لٰكِنْ اَنَاخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ** (مشکوٰۃ مناقب عمر)

اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے لیکن میں نبوت کے سلسلہ کا خاتم ہوں۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا۔ **مَنْ اَحَبَّ عُمَرَ فَقَدْ اَحَبَّنِىْ وَمَنْ اَبْغَضَ عُمَرَ فَقَدْ اَبْغَضَنِىْ**۔ جس نے عمر کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا جس نے عمر کے ساتھ دشمنی کی اس نے میرے ساتھ دشمنی کی۔

(تاریخ الخلفاء)

آپ ﷺ نے فرمایا۔ **فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ مُحَدَّثُوْنَ وَاِنَّ فِىْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عُمَرَ**۔

پہلی اُمتوں میں سے ہر ایک اُمت میں محدث ہوئے ہیں بے شک میرے اُمت کے محدث عمر ہیں۔ (مشکوٰۃ)

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ اپنی طرف سے ان کے دل پر الہام فرماتا ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک دن چند قریش عورتیں حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھیں اور ان عورتوں کی آواز آپ ﷺ کی آواز سے بلند ہو رہی تھی اسی اثنا میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے کی

اجازت چاہی ان عورتوں نے جب حضرت عمر کی آواز سنی تو وہ ڈر کر بھاگتی ہوئی پردہ میں چلی گئیں۔ آپ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت بخشی آپ اندر آئے تو حضور ﷺ مسکرا پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مسکرانے کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! ان عورتوں پر مجھے تعجب ہے کہ میرے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھیں تمہاری آواز سنتے ہی بھاگ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے اپنے نفس کی دشمنو! عمر سے ڈرتی ہو اور خدا اور رسول ﷺ سے نہیں ڈرتیں؟ عورتوں نے اندر سے جواب دیا اے عمر! تم سخت آدمی ہو اور حضور ﷺ تو بڑے حلم اور کرم والے ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔

اے عمر! راستہ میں چلتے ہوئے جب بھی تجھے شیطان ملتا ہے تو تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کر لیتا ہے۔

یہ حضور نبی کریم ﷺ کا ہی فیضان تھا کہ جس نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ایسا باکمال کر دیا کہ آپ کی آواز ہواؤں اور فضاؤں کو چیرتی ہوئی کئی سو میل کے فاصلے پر پہنچ کر مجاہدین اسلام کی فتح اور ان کی روحانی تسکین کا باعث بنی۔

علامہ سعیدی لکھتے ہیں کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہمیشہ امت کی تعمیر اور ملت کے استحکام کی لگن میں رہتے۔ آپ کی فراست نے اُمت کو ہجری تقویم دی۔ شراب پر اسی کوڑے حد مقرر کی۔ خلیفہ رسول کے لمبے چوڑے اضافی نام کی جگہ امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا۔ امیر کیلئے بیت المال سے وظیفہ کا ابتداء کی ہجو پر تعذیر مقرر کی۔ رات کو اُٹھ کر احوال رعایا کے تجسس کا عمل جاری کیا۔ تادیب کیلئے درہ ایجاد فرمایا۔ اطراف مملکت میں قضاہ مقرر کیا۔ مساجد میں قنادیل کی روشنی کا انتظام کیا اور ایسے بہت سے کام کیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قد آور اور تاریخ ساز شخصیت کے سامنے ہر فراز نشیب معلوم ہوتا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عبقری نظر کا یہ عالم تھا کہ مدینہ منورہ میں خطبہ کے

دوران بھی نہاوند کے امیر لشکر کو ہدایات دیتے رہے تھے۔ دشت وجبل کی وسعتیں نگاہ عمر کے سامنے سمٹ جاتی تھیں جزیرہ عرب سے لیکر ساحل مکران تک تمام احکام ان کے رعب سے سہمے ہوئے رہتے تھے۔ حضرت عمر کی فراست اور عقابی نظر نے اس اُمت کو بہت کچھ دیا ہے۔ عہد عمر کی تہذیب قانون ومعیشت عوام کی خوشحال اور فتوحات کی وسعت دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔ اگر مسلمانوں کو ایک اور عمرمل جاتا تو آج دنیا میں اسلام کے سوا کوئی اور مذہب نہ ہوتا۔ (مقالہ سعدی ص ۱۰۶)

کمالات فاروقی کو کس طرح بیان کیا جائے بہرحال آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے فیضان کے سچے امین امت کے صحیح راہ ہنما کی حیات خود ایک واضح کتاب ہے آپ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ اُمت کیلئے راہ مستقیم پانے کیلئے ایک آئیڈیل ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

# دُرِّ منثور قرآن کی سلک بہی
# زوج دونور عفت پہ لاکھوں سلام

حضور سید المرسلین ﷺ کے صحابہ کرام میں سے چار ہستیوں کو وہ شرف حاصل ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی صاجبزادیاں حضور ﷺ کے حرم نکاح میں تھیں اور حضور ﷺ ان کے داماد تھے اور داماد اپنے سسر کا فرزند نسبتی ہوتا ہے مگر ان دو اصحاب نے اس قرب کو نہ دیکھا اور سرکار دوعالم ﷺ کی غلامی کو ہی اپنے سر آنکھوں کا سہرا سمجھا اور ساری زندگی آپ کی غلامی اور دریوزہ گری کرتے ہی گزار دی۔ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اللہ اللہ کس قدر شرف اور قدر ومنزلت ہے اس انسان کی کہ جو داماد رسول ہے پھر اس انسان کی قدر ومنزلت کتنی ارفع اور اعلیٰ ہے جس کا لقب ذوالنورین ہے اور سرکار دوعالم ﷺ نے یکے بعد دیگرے اپنی دولخت جگر کا

نکاح اپنے وفادار غلام سے کر دیا۔ اسی نسبت کی بناہ پر عثمان غنی کو ذوالنورین کا لقب ملا۔ جب حضور اکرم ﷺ کی لخت جگر اور عثمان غنی کی دوسری زوجہ محترمہ کا انتقال ہوا تو حضور نے فرمایا اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو اس کا نکاح بھی میں آپ سے کر دیتا۔ آپ ﷺ کی غلامی میں آنے والے صحابی حضرت عثمان بن عفان کو حضرت ابوبکر صدیق نے دعوت اسلام دی آپ نے اسلام قبول کر لیا اور دومرتبہ ہجرت کرنے کا شرف ملا۔ ایک ہجرت حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف۔

آپ کی شخصیت حلم وحیا اور جودوسخا جیسی اعلیٰ خصلتوں کی مرقع تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال ودولت کی فراوانی عطا فرمائی مگر یہ بات آپ کی شخصیت مبارکہ کے کسی گوشے سے نہیں ملتی کہ آپ نے کسی موقع پر انفاق فی سبیل اللہ سے ہاتھ پیچھے کھینچا ہو بلکہ جب بھی کوئی موقع آیا تو آپ نے بڑھ چڑھ کر دولت کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر قربان کیا۔ آپ پیکر کے جودوسخیٰ ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر جب لشکر اسلام کی تیاری فرما رہے تھے تو رسول پاک نے فرمایا صاحب استطاعت لوگ اپنے غریب ساتھیوں کی مدد کریں۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آقا! میں ایک سو اونٹ مع سازوسامان راہ حق میں پیش کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ ضرورت کو بیان فرمایا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دوسو اونٹ کی پھر بمع سازوسامان کی پیش کش فرمائی۔ آپ ﷺ نے جب تیسری مرتبہ ضرورت کو بیان فرمایا تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ بمعہ سازوسامان کے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیئے۔ تو دریائے رحمت مصطفیٰ ﷺ جوش میں آیا آپ ﷺ نے فرمایا آج کے بعد کوئی عمل عثمان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (ترمذی مناقب عثمان غنی)

ایک روایت میں یوں ہے کہ سیدنا عثمان غنی نے بارگاہ رسالت ﷺ میں نوسو نو اونٹ بمعہ سازوسامان اور ایک سوار کے مکمل ہتھیار سے لیس کر کے آپ ﷺ کی

ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ عثمان کا ہاتھ اللہ کے محبوب کا ہاتھ تھا اور حضور کا ہاتھ خدا کا ہاتھ تھا۔

ادھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے ابوسفیان اور مکہ کے دوسرے سرداروں کے پاس گئے۔ اور جو آنحضرت ﷺ نے پیغام عطا کیا وہ پہنچایا۔ مگر کفار کی بدستور یہی ضد تھی کہ محمد (ﷺ) کسی صورت میں بھی ہماری مرضی کے خلاف مکہ میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔

مکہ والوں نے کہ اے عثمان! تم آئے ہو بڑی دور سے اور بڑی دیر کے بعد آئے ہو تمہارا آبائی وطن ہے لہٰذا تم اگر کعبۃ اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو کرلو۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب میں جو بات کہی وہ آج بھی عقل کے پوجاریوں کی عقل کے دروازوں پر دستک ہے۔ آپ نے جوابًا کہا۔

جب تک حضور اکرم ﷺ کعبۃ اللہ کا طواف نہیں کریں گے میں نہیں کرسکتا۔

سبحان اللہ! یہ تھا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تعلق عشقی اپنے آقا علیہ ﷺ کے ساتھ کہ اس وقت عقل کہتی تو ہوگی کہ اے عثمان! آج کعبۃ اللہ کا طواف کر کے ہزاروں نیکیوں کے ڈھیر کما لو۔ آج کعبہ کا طواف کرلو شاید زندگی میں یہ پھر موقع نصیب ہو یا نہ ہو۔ مگر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تو کچھ اور ہی کہتا تھا کہ جب تک کعبہ کا کعبہ سامنے نہ ہو کعبہ کو تکنا کیا۔ اس کعبہ کا طواف تو اس وقت ہی کروں گا جب جلوۂ یار کے نظارے سامنے ہوں گے۔

یہ تو تصویر کا ایک رخ تھا جس سے عاشق کے کمال ایمان کا پتا چلا دوسری طرف آقا ﷺ کے دل میں جو اپنے باوفا غلام کے جذبات تھے وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب مکہ روانہ ہو گئے تو کافی دیر کے بعد صحابہ کرام آپس میں باتیں کرنے لگے عثمان کو تو طواف کعبہ کا بڑا اچھا موقع مل گیا۔ انہوں نے ہمارے بغیر کعبہ کا طواف کرلیا ہوگا۔ آقا علیہ ﷺ نے اپنے غلاموں کی باتوں کو سن کر فرمایا۔ مجھے اُمید نہیں کہ عثمان ہمارے بغیر کعبہ کا طواف کرلے۔ (سیرت حلبیہ ج سوم)

قارئین محترم! عثمان رضی اللہ عنہ کے تعلق ذات مصطفیٰ ﷺ کے بارے عقیدہ عشق رسول کے بارے میں آپ کا ضمیر کیا کہتا ہے۔ کوئی کہے یہ تو اندھی تقلید ہے۔ شخصیت پرستی ہے۔ یہ تو غیر اللہ کی عبادت ہے، کعبہ کی عبادت کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت عثمان غنی نے کر ڈالی کیونکہ عثمان غنی نے طواف کعبہ کو چھوڑا صرف اپنے محبوب کی خاطر۔ تو پھر کیا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غلطی کی تھی؟ نہیں نہیں غلطی نہیں کی بلکہ اہل ایمان کو عشق رسول ﷺ کا ایسا پروف عطا کر دیا جس میں سوائے حضور اکرم ﷺ کی محبت کے اور کچھ نہیں۔

جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ واپس آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ اے عثمان! کیا تم طواف کر آئے ہو؟

پیکر عشق رسول عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

اے لوگو! تم میری طرف سے بدگمانی میں مبتلا کیوں ہو گئے قریش نے مجھے پیش کش کی تھی (اے عثمان تم آج وطن آئے ہو اور طواف کعبہ اور زیارت کعبہ سے لطف اندوز ہو جاؤ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر میں عمرہ کی نیت سے ایک سال بھی وہاں رکا رہتا جب کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر رکے ہوتے تو بھی میں اس وقت تک طواف نہ کرتا جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کر لیتے۔ (سیرت حلبیہ اردو ج سوم)

اے عثمان بن عفان، اے داماد مصطفیٰ، اے پیکر صبر و رضا آپ کی عظمت کو جھک کر سلام کرتے ہیں۔ آپ نے عشق مصطفیٰ ﷺ کی وہ زندہ مثال قائم کی جو عاشق صادق کے ایمان کی حقیقی روح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے بعد اس ہاتھ کو کبھی نجاست نہ لگنے دی جس ہاتھ سے آقا ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی۔

آپ رضی اللہ عنہ حلم وحیا کے اعلیٰ پیکر تھے۔ روایت میں آتا ہے کہ رحمت عالم ﷺ اپنے گھر تشریف فرما تھے اور آپ کی مبارک پنڈلیوں سے چادر مبارک ہٹی تھی اتنے

میں سیدنا صدیق اکبر تشریف لے آئے تو آپ اس حالت میں تشریف فرما رہے پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ ﷺ اسی حالت میں تشریف فرما رہے ۔ پھر حیا کا مجسمہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے پنڈلیاں مبارک ڈھانپ لیں۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی آقا! جب میرے ابا حضور تشریف لائے تو آپ نے اپنے بیٹھنے کی کیفیت نہ بدلی عمر آئے تو اس طرح بیٹھے رہے تو جب عثمان تشریف لائے تو آپ نے فوراً کپڑا سیدھا کر لیا یہ کیا وجہ تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! میں اس شخص سے کیوں نہ حیا کروں جس سے رب کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ (سبحان اللہ)

کیا بات ہے بارگاہ مصطفوی سے تربیت پانے والوں کی آپ ﷺ کے ہر یار کی طبیعت بھی مختلف انداز بھی مختلف، محبت رسول ﷺ کے جذبات بھی جدا جدا تھے آقا ﷺ کے ان پھولوں کی خوشبو جدا جدا تھی اور رنگ جدا جدا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے پیارے غلام عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا
نِعْمَ الرَّجُلُ عُثْمَانَ جَمَعَ اللّٰهُ بِهٖ نُوْرِیْ فَهُوَسَعِیْدٌ فِیْ حَیٰوتِهٖ وَشَهِیْدٌ فِیْ مَمَاتِهٖ۔ عثمان کتنا اچھا آدمی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ میرا نور جمع کر دیا ہے۔ وہ زندگی میں سعید ہیں اور بوقت وفات شہید ہونگے۔

حضرت عبداللہ بن رباح رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن ہم ان کے پاس بیٹھے تھے جب اہل فتنہ آپ کے دروازے پر جمع ہوئے تو آپ کے غلاموں نے مقابلہ کی غرض سے ہتھیار اٹھائے ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو غلام ہتھیار نہ اٹھائے وہ آزاد ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی جان کے ڈر سے باہر نکلے اور اللہ کی قضا پر راضی ہو گئے۔ اسی اثنا میں آپ سے عرض کیا گیا کہ امیر المؤمنین حسن رضی اللہ عنہ آئے ہیں آپ نے فرمایا کیوں؟ اتنے میں امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور سلام کیا اور حالات

دریافت کیے اور کہا اے امیر المؤمنین میں آپ کے حکم کے بغیر مسلمانوں پر تلوار نہیں اٹھا سکتا۔ آپ امام برحق اور امیر المؤمنین نبی کریم ﷺ کے خلیفہ ہیں۔ مجھے حکم دیجئے تا کہ اس قوم کا شر آپ سے دور کروں۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

يَا ابْنَ اَخِيْ اِرْجِعْ وَاَجْلِسْ فِيْ بَيْتِكَ حَتّٰى يَاتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ فَلَا حَاجَةَ اِلَى اِهْرَاقِ الدِّمَاءِ۔ اب میرے بھائی (علی) کے بیٹے تم واپس چلے جاؤ اور اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو پورا کرے کسی کا خون بہانے کی ضرورت نہیں۔ (حضرات القدس)

حضرت سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنے شہرہ آفاق تصنیف کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔

بلاؤں پر آپ کی یہ کمال درجہ کی تسلی و رضا ہے اور انتہا درجہ کی خلّت ہے جیسا کہ نمرود نے آگ سلگائی تھی اور حضرت ابراہیم کو منجنیق کے پلہ میں رکھا تھا۔

جبریل امین آئے اور کہا تھا اے ابراہیم! کیا تمہیں کچھ ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا۔ تم سے کوئی حاجت نہیں۔ جبریل نے کہا اللہ تعالیٰ سے طلب فرمایئے۔ آپ نے فرمایا حَسْبِيْ مِنْ سُؤَالِيْ عِلْمُهٗ بِحَالِيْ۔ اللہ تعالیٰ میری حالت کو خوب جانتا ہے وہی کافی ہے۔

پس عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسی حالت میں تھے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام منجنیق کے پلہ میں اور اہل فساد کا جمع آتش نمرود کے بجائے تھا اور حضرت حسن جبریل امین کی بجائے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے اسی بلا سے نجات تھی اور حضرت عثمان غنی کیلئے شہادت۔ نجات کا تعلق بقا سے ہے اور شہادت کا تعلق فنا سے۔ جان و مال کے صرف کرنے اور اپنے تمام امور میں تسلیم و رضا اور خلوص عبادت میں گروہ فقراء کی اقتداء امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے آپ یقیناً شریعت وطریقت کے امام برحق ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب محصور تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری دس خصلتیں اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہیں۔

☆ میں اسلام قبول کرنے والا چوتھا شخص ہوں۔
☆ رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے میرے نکاح میں آئیں
☆ میں گانا بجانے میں کبھی شریک نہیں ہوا۔
☆ میں نے کبھی کسی برائی اور بدی کی تمنا نہیں کی۔
☆ حضور اکرم ﷺ کی بیعت کرنے کے بعد میں نے کبھی اپنا ہاتھ شرمگاہ کو نہیں لگایا۔
☆ میں کبھی لہو ولعب میں شریک نہیں ہوا۔
☆ اسلام لانے کے بعد میں نے ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کیا۔
☆ زمانہ جاہلیت اور بعد میں، مَیں نے کبھی زنا نہیں کیا۔
☆ زمانہ جاہلیت اور بعد میں میں نے کبھی چوری نہیں کی۔
☆ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے میں نے قرآن حکیم جمع کیا۔

بالآخر یہ حلم وحیا جود وسخی کا مجسمہ باغیوں کے ہاتھوں ۳۵ ھجری ذی الحجہ ایام تشریق میں مرتبہ شہادت سے سرفراز ہو کر راہیِ جنت ہوا۔ اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

## شہادت عثمان غنی کے وقت حضرت علی کرم کی حالت:

ابن عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی تو حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھے جب آپ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ! میں اس واقعہ پر راضی ہوں اور نہ میں نے اس میں کسی طرح کی مدد کی۔

قیس بن عباد کہتے ہیں جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا

کہ آپ فرمارہے ہیں۔اے اللہ!تو خوب واقف ہے کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون سے بالکل بری ہوں بلکہ جس روز آپ کی شہادت ہوئی اس صدمہ سے میرے حواس مختل ہو گئے۔جب لوگ میرے پاس بیعت کیلئے آئے تو میں نے اس وقت بیعت لینا برا سمجھا اور میں نے ان سے کہا واللہ!مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس قوم سے بیعت لوں جس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔پھر اس صورت میں تو اور بھی شرم کا مقام ہے کہ عثمان غنی ابھی دفن نہیں ہوئے اور میں بیعت لوں یہ سن کر لوگ واپس چلے گئے لیکن وہ پھر آئے اور مجھ سے پھر بیعت کا سوال کیا تو پھر میں نے کہا الٰہی!میں اس افتاد سے ڈرتا ہوں جو حضرت عثمان پر پڑی ہے آخر کار جب میرا دل قابو میں آیا تو میں نے لوگوں سے بیعت لے لی۔مگر جب انہوں نے مجھے امیر المؤمنین کہہ کر پکارا تو ان کے اس خطاب سے میرے دل پر چوٹ لگی اور میں نے دعا کی کہ اے الٰہی!مجھے عثمان کا بدلہ لینے کا حوصلہ عطا فرما تاکہ عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے راضی ہو جائیں۔

(تاریخ الخلفا)

☆☆☆☆☆

# تاجدارولایت پروردۂ آغوش نبوت

## حضرت سیدنا مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم

محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ جس قدر فضائل ومناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان ہوئے ہیں اس قدر کسی کے بھی نہیں ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قرآن مجید کی آیت **اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً**۔ جولوگ اپنے مالوں کو رات اور دن ظاہری اور پوشیدہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق نازل ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار درھم تھے ایک درھم انہوں نے رات کو خرچ کیا ایک دن کو اور ایک پوشیدہ اور ایک ظاہرًا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت عین ایمان ہے اور آپ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا وہ بغض ولایت میں ہو یا سیاست کے بارے میں دونوں معاملات میں ایمان میں نقصان کا باعث ہے۔ لیکن بدقسمتی سے آج کے دور میں اُمت افراط وتفریط کا شکار ہوچکی ہے۔ اور درمیانی راہ جوسراسر خیر ہی خیر اور بھلائی ہی بھلائی ہے کو ترک کردیا۔

موجودہ حالات میں مسلمانوں میں سے دو فرقے ایسے ہیں جو ایک دوسرے کو مسلمان سمجھنے میں بھی تامل سے کام لیتے ہیں۔ ایک طبقہ تو وہ ہے جو حضرت علی کے فضائل میں حدوں کو پھلانگ رہا ہے اور دوسرا طبقہ صرف فرضی محبت کا قائل ہے اہتمام سے آپ کے ساتھ محبت کے جذبات کو یا تو شرک کہتا ہے یا شخصیت پرستی۔ حالانکہ دونوں خیال مذموم ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی منشاء اور رضا اس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چوتھے خلیفہ راشد مانا جائے اور اس بات پر ایمان رکھا جائے کہ اصحابہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم جنتی ہیں اصحاب رسول اللہ اور رسول ﷺ کے پیارے اور جانثار ہیں اور حضرت علی

رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ راشد اہل بیت نبوی کے ایک درخشندہ ستارے ہیں جن کی کرنیں آج بھی آسمان ولایت پر چمک کر غلامان مصطفوی کے قلب و باطن کو منور کر رہی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ وہ قرب نصیب ہوا جو کسی کو بھی نہ ملا۔ آنحضور ﷺ نے آپ کے چہرہ مبارک کے دیکھنے کو عبادت کا درجہ دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان فضائل ہیں جن کا انکار کرنا جہالت اور گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے اولیاء حق کو جب آپ ﷺ کے باب کرم پر دستک دینے کی ضرورت پیش آتی ہے تو سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کے سامنے سرنگوں کرنا پڑتا ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے الصواعق المحرقہ میں آپ کے بہت سے فضائل کو جمع کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑا تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تجھے مجھ سے وہ مقام حاصل ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھا ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جنگ خیبر کے روز فرمایا میں یہ جھنڈا کل اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا وہ اللہ اور رسول سے محبت کرنے والا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرنے والا ہوگا۔ رات بھر لوگ اس بات پر باتیں کرتے رہے اور ان میں سے ہر کوئی پُر اُمید تھا کہ صبح جھنڈا مجھے ملے گا۔ صبح ہوئی تو سب آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا علی کہاں ہیں؟ صحابہ نے عرض کی حضور ان کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا انہیں بلاؤ۔ حضرت علی حضور اکرم ﷺ کے بلاوے پر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ

نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور دُعا فرمائی تو حضرت علی کی آنکھوں کی تکلیف فوراً دور ہوگئی۔ گویا کہ ان کی آنکھوں میں کوئی تھی ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے علم اسلام حضرت علی کو عطا فرما دیا۔

ترمذی نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب لوگوں سے بڑھ کر آپ ﷺ کو محبوب تھیں اور حضرت علی مَردوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے۔

غدیر خم کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جسے میں محبوب ہوں اسے علی بھی محبوب ہیں۔ اے اللہ! جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا علی سید العرب ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کی آقا! کیا آپ سید العرب نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں تو سید العالمین ہوں اور علی سید العرب ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے درمیان مواخات (بھائی چارے) کا رشتہ قائم کیا تو حضرت علی نے اشک بار آنکھوں کے ساتھ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا حضور! آپ نے تمام صحابہ کی آپس میں مواخات قائم فرمائی لیکن میرے ساتھ کسی کی نہیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اَنْتَ اَخِیْ فِیْ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے تاکیداً مجھے فرمایا اے علی! مؤمن تجھ سے محبت کرے گا اور منافق بغض رکھے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں علی اسکا دروازہ ہے۔ دوسری روایت میں ہے میں شہر حکمت ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا۔

میں نے عرض کی حضور! آپ مجھے ان کے درمیان فیصلے کرنے بھیج رہے ہیں اور میں ایک نوجوان آدمی ہوں جو فیصلے کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت عطا فرما اور اسکی زبان کو ثبات عطا فرما۔ حضور ﷺ کی دعا اس قدر اثر انداز ہوئی کہ اللہ کی قسم مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلے کرتے ہوئے کبھی شک نہیں ہوا (جب بھی کوئی فیصلہ کرتا ہوں تو وہ فیصلہ درست اور صحیح ہوتا ہے)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا لوگ مختلف شجروں سے ہیں میں اور علی ایک ہی شجر سے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی! میرے اور تیرے سوا اس مسجد میں کسی کیلئے جنبی ہونے کی صورت میں گزرنا جائز نہیں۔

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم ﷺ جب جلال میں ہوتے تو حضرت علی کے سوا کسی کو حضور اکرم ﷺ سے کلام کرنے کی جراءت نہ ہوتی۔

ابن سعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے علی کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی سے کہا اے علی! تجھ میں حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کی ایک مثال ہے یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اتنا بغض رکھا کہ حضرت مریم پر بہتان باندھا اور نصاریٰ نے آپ سے یہاں تک محبت کی کہ وہ آپ کو وہ مقام دیا کہ جو آپ کا نہ تھا۔

حضرت علی نے فرمایا میرے بارے میں دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے ایک وہ جو حد سے بڑھ کر محبت کرنے والا ہے میری شان میں وہ بات کہتا ہے جو مجھ میں نہیں پائی جاتی۔ دوسرا وہ جو بغض رکھنے والا ہے۔ جسکو میری دشمنی مجھ پر بہتان لگانے پر آمادہ کرتی ہے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ، حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے علی! دو آدمی بڑے بد بخت ہیں ایک وہ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مار کر تیری ڈاڑھی کو خون آلود کرے گا۔

حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت علی سے اپنی لخت جگر فاطمہ کا نکاح کروں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد کو اس کے صلب میں رکھا اور میری اولاد کو علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا۔ (حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق سادات حضرت علی کی اولاد ہو کر بھی اولاد رسول ہی کہلاتی ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا علی گناہوں کی بخشش کا دروازہ ہے جو اس دروازے میں داخل ہو گیا وہ مؤمن ہوگا جو اس سے (دور) نکل جائے گا وہ کافر ہوگا۔

انہی سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا علی کا تعلق مجھ سے ایسا ہے جیسے میرے بدن سے سر کا۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا علی جنت میں یوں چمکے گا جس طرح دنیا والوں پر صبح کا ستارہ چمکتا ہے۔ (الصواعق المحرقہ)

جب حضرت علی کی گود میں آپ ﷺ نے اپنا سر انور رکھا اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور حضرت علی نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی اور جب رسول کریم ﷺ پر وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو سورج غروب ہو چکا تھا حضور ﷺ نے دعا فرمائی **اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ فِیْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ**۔ اے اللہ! بیشک علی تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا اس پر سورج لوٹا دے۔ (الصواعق المحرقہ)

حضرت اسماء صحابیہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا سورج غروب ہو چکا ہے اور غروب ہونے کے بعد پھر واپس آیا اور پہاڑوں پر دھوپ چمکی۔

قارئین محترم! اس معجزہ کو بعض کم فہم اور کند ذہن تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کی تردید میں کئی کئی گھنٹے تقریریں کرتے نہیں تھکتے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ایسے ناقدین جن کا کام ہی ذات مصطفیٰ ﷺ سے نقص تلاش کرنے ہوتے ہیں وہ عشاقان مصطفوی ﷺ کے دلوں سے آپ کے ساتھ والہانہ عقیدت اور دلی جذبات کو ختم کرنے کی سعی ناپاک کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کے اس معجزہ ردالشمس کے بارے میں یوں بھی کہتے ہیں کہ اگر یہ حضور اکرم ﷺ کا معجزہ ہوتا تو امام بخاری بھی اپنی صحیح میں درج نہ کرتے۔

قارئین محترم! یہ بات واضح طور پر یاد رہے کہ حضور اکرم ﷺ کے معجزات وکمالات امام بخاری کی صحیح تک مقید نہیں۔ (گو کہ آپ کی فقاہت ونقاہت مسلم ہے) حقیقت پسندی اور انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے فرمودات عالیہ اور آپ کے معجزات وکمالات جنہیں جلیل القدر ائمہ محدثین نے لیا ہو اور اپنی کتب

میں درج کیا ہوا نہیں بغیر کسی ردوقدح کے قبول کرنا چاہیئے۔ نہ کہ بات بات پہ تنقید اور عیوب ونقائص تلاش کرتے رہنا چاہیئے۔ اور یہ محبت کا تقاضا بھی نہیں کہ جو ذات مقدسہ اتنی پاور والی ہو کہ ایک رات میں جلوۂ حق کے بے نقاب دیدار کے مزے لوٹے اور واپس بھی آجائے۔ تو کیا وہ اللہ کی عطا کردہ قوت سے سورج کو واپس نہیں لاسکتا؟ یادرکھیں جس کے اشارے سے چاند دوٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اس کے اشارے سے سورج بھی واپس آسکتا ہے۔

یادرہے! ردالشمس والی حدیث کو جن جلیل القدر ائمہ نے صحیح کا درجہ دیا ان میں سے قاضی عیاض، امام طحاوی، محدث طبرانی، ابن مندہ، ابن شاہین، ملا علی قاری، امام سخاوی، تقی الدین سبکی، امام سیوطی، علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی، علامہ اسماعیل حقی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث، امام نووی شارح صحیح مسلم کے علاوہ اور بھی ائمہ علماء محققین شامل ہیں ام محدثین نے اس حدیث کی صحت وسند میں ذرا بھی شک نہیں کیا۔ بلکہ جن لوگوں نے اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کیا یا اسکی سند میں ضعف ثابت کیا ان کی تحقیقات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچیں۔

نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کی حضور! مجھے سردی لگ رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے کلمات نکلے جو حریم کبریا میں قبولیت کا درجہ پاکر واپس آئے آپ ﷺ کی زبان اقدس پہ دعا یہ کلمات جاری ہوئے۔ اے اللہ! علی سے سردی گرمی دور کردے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد نہ مجھے سردیوں میں سردی کا احساس ہوا نہ گرمیوں میں گرمی کا۔ جب موسم گرما آتا تو گرم لباس زیب تن کر لیتے جب موسم سرما آتا تو باریک لباس زیب تن کر لیتے۔ (سیرت حلبیہ)

کچھ خبر نہیں ان لوگوں کے عقیدہ کے بارے میں جو تاجدار کائنات ﷺ کو عام بشر کا درجہ دیتے ہوئے بھی نہیں شرماتے یہ تو صحابہ کرام سے پوچھیئے جن کا قبلہ وکعبہ یار کی گلیاں تھیں۔ جو کچھ مانگتے بارگاہ رسالت سے مانگتے تو مل جاتا۔ آج کل تو

جوں جوں علمی ترقی کی طرف گامزن ہیں توں توں ترقی یافتہ لوگ آپ ﷺ کے محبت وعقیدت کو فضول سمجھتے ہیں حتی کہ یہ بھی کہتے ہیں حضور ﷺ عام بندے کی حیثیت ہیں صرف آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی جس نے آپ کو ممتاز کر دیا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں حضور اکرم ﷺ کے قلبی لگاؤ کا مادہ تک نہیں ہوتا۔ یہ بد بخت لوگ نبی کریم ﷺ کو بھی پرائمری سکول کے ہیڈ ماسٹر کی حیثیت دیتے ہیں **(استغفر الله)**۔ جس کے پاس صرف رجسٹر داخل خارج ہوتا ہے۔ اور بس۔ کاش صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کی جھلک ہمیں بھی حاصل ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دنیا مردار ہے جو دنیا میں کچھ لینا چاہتا ہو وہ کتوں کے ساتھ خلط ملط ہو جانے پر صبر کرے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ سے حضرت علی کے بارے میں سنا آپ نے فرمایا اے علی! اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسا مزین کیا جس سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک بندوں کیلئے کوئی زینت نہیں۔ وہ زینت دنیا میں زھد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسا بنایا کہ تم کو دنیا میں کچھ نہیں ملے گا اور دنیا کو تم سے کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو مسکینوں کی محبت عطا کی ہے اور تمہاری امامت پر راضی ہونگے اور تم ان کی اتباع پر راضی ہو گے۔ اس شخص کیلئے خوشی ہو جو تم سے محبت رکھے اور تمہاری تصدیق کرے۔ اور ان لوگوں کیلئے ہلاکت ہو جو تم سے بغض رکھیں گے اور تمہاری تکذیب کریں گے۔ جو لوگ تم سے محبت کریں گے اور وہ تمہاری تصدیق کریں گے وہ تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے محلے کے رفیق ہونگے اور جو لوگ تم سے بغض رکھیں گے اور تمہاری تکذیب کریں گے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ قیامت کے دن ان کو کذابین کی صف میں اٹھائے۔ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا ایک وقت وہ تھا کہ جب میں بھوک اور پیاس کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا آج وہ وقت ہے کہ میں ایک دن میں چار ہزار دینار صدقہ

کرتا ہوں۔ (شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی ج سادس)

# غزوہ اُحد کا عاشق رسول ﷺ

انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ بالآخر وہ کونسی چیز تھی جو غلامان مصطفوی کے پائے ثبات میں لغزش نہ پیدا کرسکی۔ جب اہل ایمان ان کی داستانوں کو پڑھتے ہیں تو انسانی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو بے ساختہ زبان پر یہی الفاظ آتے ہیں کہ اس ساقی نے جام ہی ایسے پلائے تھے جن کے پینے سے ان کے شکم سیر ہی نہیں بلکہ معرفت الٰہی کے انوار سے معمور ہو گئے تھے۔ میدان کارزار ہو یا امن وامان کی بہار ہو ان وفاداروں نے اپنے آقا کے در کی نمک خواری کی تو نمک خوار ہونے کا حق ادا کر دیا۔ آقا ﷺ کے در کی غلامی کر لی تو کسی اور کی غلامی کو قبول نہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ کے در پر جبین نیاز خم کی تو کسی اور کی اطاعت کو قبول نہ کیا۔ بس یہ آقا ﷺ کے ٹکڑوں پر پلنے والے ایسے بانصیب تھے۔

کہ ان لوگوں نے زخم بھی کھائے، ٹھوکریں بھی کھائیں، غم والم کے پہاڑ بھی گرے لیکن انہیں حلقہ غلامیء رسول سے کوئی چیز باہر نہ لا سکی۔ آقا ﷺ نے ایسے جام پلائے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی انہیں گرا نہ سکی کیونکہ۔

نشہ پلا کے گرانا تو سبھی کو آتا ہے
مزا تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

اب جس غلام مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کیا جا رہا ہے اس وفادار کا نام تو طلحہ تھا لیکن اسے طلحۃ الخیر اور طلحۃ الفیاض بھی کہا جاتا ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ تجارت کی غرض سے ملک شام گئے ہوئے تھے اور جنگ بدر ان کی عدم موجودگی میں ہوئی اور حضور اکرم ﷺ نے مال غنیمت کا حصہ طلحہ کو عطا فرمایا۔ البتہ غزوہ اُحد اور اس کے بعد میں ہونے والی جنگوں میں انہوں نے حصہ لیا۔ میدان اُحد میں تو

انہوں نے عشق رسول ﷺ کے وہ جوہر دکھائے کہ تاریخ کے صفحات آج بھی ان کے جذبہ محبت رسول ﷺ کے شاھد و عادل ہیں۔ وہ وقت کیسا ہوگا؟ ذرا اپنے من میں ڈوب کر وجدان کی آنکھ کھول کر تصور میں میدان اُحد کو لائیں پھر اس وقت کے حق و باطل کے معرکہ کو سامنے رکھیں تو آپ کو طلحہ جیسا عاشق رسول زمانے کی خاک چھان مارنے اور تلاش کیے جانے کے باوجود نظر نہیں آئے گا۔ ہاں عاشق تو سبھی صحابہ رسول تھے مگر طلحہ کی کیفیت عشق و محبت کچھ عجیب سی محسوس ہوتی ہے۔

تو ذرا غور کیجئے! میدان اُحد کا عالم ہے صحابہ کی ہلچل مچی ہوئی ہے تیروں کی بارش ہو رہی ہے۔ سرور دنیا و دین ﷺ کی شہادت کی خبر مشہور ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کی صفوں میں بددلی کی فضا پھیل چکی ہے ہر کوئی پریشان ہے، حیران ہے، ہاں تو ایک ہستی ہے باوجود اس ماحول کے ثابت قدم ہے قدم لڑکھڑائے نہیں بلکہ جمے ہوئے ہیں اللہ اللہ آقائے دو جہاں ﷺ کی استقامت کیا تھی بلکہ ثابت قدمی کے پہاڑ ثابت ہوئے ایسے پریشان کن حالات میں کون کسی کی پرواہ کرتا ہے ہر کسی کو اپنی اپنی پڑی ہوئی ہے ہاں تو کچھ صحابہ کرام جن میں کچھ مہاجرین تھے اور کچھ انصار جو دیوانہ وار، پروانہ وار ذات مصطفیٰ ﷺ کے دفاع میں مصروف تھے۔ اس دوران کچھ مواقع ایسے بھی تھے کہ کفار نے حضور اکرم ﷺ پر بڑی شدت سے حملے کیے بلکہ ان کے عزائم نہایت خطرناک حصوں کو چھو رہے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا کوئی ہے جو ان کے حملوں کو روکے؟ بس یہ سننا تھا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ آگے بڑھنا کیا تھا کہ کافروں کے تیروں کے درمیان ڈھال بن گئے تاکہ کوئی تیر آقا ﷺ پر نہ لگے۔ ان کا ایمان کیسا تھا۔ محبت رسول اپنی انتہا کو چھو رہی تھی بس انہوں نے آقا ﷺ کی محبت کی خاطر اپنی جان کو یوں وار کر دیا کہ رحمت الٰہی بھی وارے وارے جا رہی ہوگی کہ چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہے۔ تلواروں کے حملے ہو رہے ہیں۔ پتھر برس رہے ہیں۔ مگر طلحہ رضی اللہ عنہ محبوب آقا ﷺ کی جان کو گزند

نہیں پہنچنے دیتے بلکہ اپنے ہاتھ اور بازو چھلنی کروا رہے ہیں ۔ تیروں ،تلواروں کے حملوں کو روک رہے ہیں ۔ سارا بدن خون میں نہایا ہوا ہے ۔ اللہ اکبر! دشمن نے تلوار سے آقا ﷺ پر زبردست وار کیا مگر طلحہ رضی اللہ عنہ نے روک کر اپنی انگلیاں کٹوالیں ۔ طلحہ زخموں سے چور چور ہیں مگر عشق رسول میں جوان تھے محبت رسول میں جوان تھے ولولہ جوان تھا یہاں تک کہ کچھ سرفروشان اسلام قریب بڑھے اور دشمنوں کو دور بھگایا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ شل ہو گیا سر پر زبردست چوٹ آئی مگر پرواہ نہ کی۔ دوران جنگ حضور ﷺ نے زرہیں پہن رکھیں تھیں اور بہت بھاری اور وزنی تھیں ۔ آپ ﷺ نے ایک پتھر پر چڑھنا چاہا تو ان زرہوں کا بوجھ آڑے آ گیا حضرت طلحہ کی قسمت پھر جاگی آگے بڑے اور آپ کے آگے بیٹھ گئے آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر بٹھالیا اور چٹان کے اوپر چڑھ گئے اسی وقت آپ ﷺ نے فرمایا طلحہ کیلئے جنت واجب ہوگئی۔ (سبحان الله)

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا جس نے چلتے پھرتے شیر کو دیکھنا ہو وہ طلحہ کو دیکھ لے ۔ سبحان اللہ! کوئی سوچے جس طلحہ کا جسم زخموں سے چور چور ہے روایات کے مطابق ستر سے زیادہ زخم تیروں تلواروں کے لگے ہوں ہاتھوں کی انگلیاں کٹ چکی ہوں ۔ بازوں چھلنی ہو چکے ہوں آخر طلحہ کے اندر کونسا جذبہ تھا جس نے کمر ہمت کو ٹوٹنے نہ دیا کہ آقا ﷺ کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے چٹان پر چڑھ گئے ۔ عقل تو کئی سوال کرتی ہے لیکن عشق کہتا ہے چپ ہو جا اتھے جانئیں بولن دی ۔ اگر طلحہ کی توجہ زخموں کی طرف ہوتی تو ایک قدم بھی نہ چلتا مگر اس کی نگاہ چہرہ والضحیٰ کی طرف تھی اسی لیے طلحہ نے اپنے امن سکوں کو سلام کر کے تن من آقا ﷺ پر وار کے جنت خرید لی۔ یوں کہیئے کہ طلحہ آگے آگے تھے جنت پیچھے دوڑتی آ رہی تھی ۔

غزوہ اُحد میں صفحہ تاریخ پر عشق کی وہ داستان رقم ہوئی جس نے طلحہ کو عشق کے میدان میں سب صحابہ سے ممتاز کر دیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تاریخ پڑھنے سے پتا چلتا ہے وہ طلحہ کا دن تھا جس نے اسے محترم و مکرم بنا دیا اسی لیے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمایا

کرتے تھے۔

اُحد کا دن، احد کا دن نہ تھا۔ حقیقت میں طلحہ کا دن تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے اے طلحہ اے احد والے۔ اے صاحب اُحد عشق ومحبت ایثار وقربانی کی عجیب داستان رقم کرنے والے طلحہ رضی اللہ عنہ کم وبیش ان کے بدن پر ستر سے زیادہ زخم ان کی انگلیاں بھی کٹ گئیں ایک روایت کے مطابق جب انگلیاں کٹیں تو اس پر انہوں نے کہا بہت اچھا ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

اگر تم بسم اللہ کہتے تو ابھی فرشتے تمہیں اس طرح اٹھا کر لے جاتے کہ یہ لوگ تمہیں آسمانوں کی بلندیوں میں گم ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے اور تم دنیا میں رہتے ہوئے اپنا محل دیکھ لیتے جو اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے لیے بنایا ہے۔

قیس بن ابو حازم سے مروی ہے کہ غزوہ احد میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جس ہاتھ سے رسول پاک ﷺ کی حفاظت فرما رہے تھے وہ زخمی ہو کر بے کار ہو گیا۔ مسلسل تیروں، تلواروں، برچھیوں کے حملوں سے نڈھال ہوئے تو بے ہوش ہو گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے دینے لگے جس سے انہیں ہوش آیا تو فوراً پہلے یہ سوال کیا اے بوبکر! حضور اکرم ﷺ کا کیا حال ہے؟ آپ نے جواب دیا آپ خیریت سے ہیں۔ مجھے تمہارے پاس حضور نے بھیجا ہے۔ حضرت طلحہ نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ ہر مصیبت کے بعد آسانی آتی ہے۔ آپ کی شہادت جنگ جمل میں ہوئی مروان نے آپ پر تیر مارا شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک 64 سال تھی۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔(سیرت حلبیہ)

# یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کو اکیلا دیکھ کر مشرق کی جانب سے پرندے کی طرح فضا میں اچھل اچھل کر ہوا کی تیزی کی رفتار سے آپ ﷺ کی جانب بڑھتا جارہا ہے اور آپ ﷺ کی حفاظت کیلئے آگے بڑھ رہا ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے اے اللہ خیر ہو۔وہ شخص کون تھا؟ وہ ابوعبیدہ ابن جراح تھا۔کہ کافر کے حملے سے کڑیاں رسول ﷺ کے رخسار مبارک میں پیوست ہو گئیں۔ابوعبیدہ آگے بڑھے اور اپنے دانتوں سے آپ کے رخسار مبارک سے خود کڑیاں نکالیں جس سے آپ کے سامنے والے دو دانت ٹوٹ گئے۔

ابوعبیدہ ابن الجراح کون تھے۔یہ وہ تھے جن کے بارے میں صادق امین ﷺ نے فرمایا اِنَّ لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَمِیْنًا وَاِنَّ اَمِیْنَنَا اَیَّتُھَاالْاُمَّۃُ اَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔(بخاری)
ہر اُمت کیلئے امین ہوتا ہے اے مرحومہ ہمارا امین ابوعبیدہ ابن الجراح ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کی نبی کریم ﷺ کے پاس اہل نجران کا ایک وفد آیا اور عرض کی یارسول اللہ! ہمارے پاس امین شخص بھیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس ایسا شخص بھیجوں گا جو امین ہے اور یقیناً امین ہے۔لوگ نگاہیں اٹھا کر دیکھنے لگے کہ کون خوش نصیب ہے جسے رحمت عالم ﷺ نے امین، کا لقب عطا فرمایا ہے پھر آپ ﷺ نے نے ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

آپ رضی اللہ عنہ ان جانثاروں میں شامل ہیں جنہیں سرور عالم ﷺ نے زندگی میں جنت کی خوشخبری عطا فرمائی تھی۔

**حضور اکرم ﷺ کی محبت اور عشق کثرت عبادت ریاضت ومجاهدات کا**

طلبگار نہیں بلکہ یہ دل کا معاملہ ہوتا ہے یہاں عقل کی ساری صلاحیتیں بے وقعت ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ عشق ایسی آگ ہے جو محبوب کے سوا سب کچھ فنا کر دیتی ہے۔ ادھر بھی یہی معاملہ نظر آتا ہے۔ کون نہیں جانتا ماں کی محبت بڑی چیز ہوتی ہے۔ لیکن صحابہ کرام کی سوانح حیات پڑھنے سے پتا چلتا ہے غلامان مصطفیٰ ﷺ نے عشق و محبت کے وہ لافانی جوہر دکھائے کہ بجا طور پر جن پر فخر کیا جا سکتا ہے۔

غزوہ بدر میں جب حق و باطل کا معرکہ اوّل ہو رہا تھا تو سبھی کو علم ہے ایک طرف تین سو تیرہ تھے اور دوسری طرف ایک ہزار تھے۔ ایک طرف تو لشکر و سپاہ تھے۔ دوسری طرف پیکرانِ توکل و استغناء تھے۔ ایک طرف ابلیسی قوت تھی۔ دوسری طرف ایمانی قوت، کفار و مشرکین کے لشکر میں آپس میں نسبی تعلق والے بھی آمنے سامنے تھے کسی کا چچا مد مقابل کسی کا ماموں مد مقابل۔ کسی کے باپ کے سامنے بیٹا۔ کسی کے بیٹے کے سامنے باپ تھا۔ ذرا غور کیجئے کہ ابوعبیدہ ابن الجراح کا ایمان کیا کہتا ہے کہ باپ بدنصیب ہے بیٹا خوش نصیب، باپ نامراد بیٹا بامراد باپ کافر ہے بیٹا مسلمان ابوعبیدہ لشکر اسلام کے سپاہی تھے باپ لشکر کفار میں شامل آخر باپ بیٹے کا آمنا سامنا ہوا۔ ہو سکتا ہے باپ کی نظروں نے محبت کی نگاہ سے بیٹے کو دیکھ لیا ہو۔ مگر جو سرور دنیا و دین ﷺ کے جمال کو اپنی آنکھوں میں سمو چکا تھا اس وقت اس کی آنکھوں کے سامنے باپ والد کی حیثیت سے نہیں کافر اور مشرک اور دشمن مصطفیٰ ﷺ کی حیثیت سے تھا۔ بیٹے نے نہ دیکھا میرا باپ ہے بلکہ دشمن مصطفیٰ سمجھ کر ایک وار میں باپ کا سر تن سے جدا کر دیا۔

ابوعبیدہ ابن الجراحؓ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے حضور اکرم ﷺ کے فیضان کے سچے امین تھے حضور اکرم ﷺ کا دنیا سے ظاہری وصال ہوا تو ابوعبیدہ پر کوہ گراں بن کے گرا مگر انہوں نے صبر و استقلال کو نہ چھوڑا بلکہ ثابت قدم رہے۔ آپ ؓ امت کے سچے امین، سچے خیر خواہ، اس لیے تو سبھی صحابہ کرام بلکہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کی قدر کرتے اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے۔ آقا ﷺ کے وصال کے بعد

جب تقیفہ بنی ساعدہ میں انصار صحابہ نے خلافت کی بات کی تو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔ گفت وشنید ہوئی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اے گروہ انصار! تم سب سے پہلے اسلام کی مدد کرنے والے ہو تم تفرقہ واختلاف کی بنیاد نہ رکھو۔

جب انصار ومہاجرین کی طرف تقریریں ہو گئیں۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے کہا تمہارے لیے دو آدمیوں کو پسند کرتا ہوں۔ ایک عمر فاروق اور دوسرے ابوعبیدہ ابن الجراح دونوں میں سے کسی ایک کی بیعت کر لو۔ لیکن ان بزرگوں نے بار خلافت اٹھانے سے انکار کر دیا تو دونوں ہستیوں نے آگے بڑھ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو قبول کیا۔

ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ سابقون اوّلون میں شامل، حضور ﷺ کے سچے عاشق پیکر علم وحلم، اخلاق عالیہ کے پیکر صاحب تدبیر وفراست تھے یہی وجہ تھی کہ آپ کو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں خصوصی تقرب حاصل تھا تمام صحابہ کرام دل وجان سے ان کی قدر کرتے تعظیم کرتے۔ (سیر الصحابہ رحمت دارین کے سوشیدائی)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

# یہ بڑے نصیب کی بات ہے

کیوں نہیں، واقعی بڑے نصیب کی بات ہے صحابہ کرام تو اور بھی بہت تھے لیکن کتنے خوش نصیب تھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنہیں حضور اکرم ﷺ مخاطب کر کے فرماتے۔

يَاسَعْدُ اِرْمِ فِدَاكَ اُمِّي وَاَبِيْ۔

اے سعد! تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

اللہ اکبر! یہ کتنا بڑا اعزاز ہے کہ کونین کا والی اپنے غلام کی غلامی پر ناز کر رہا

ہے اور اپنے غلام کیلئے محبت بھرے جملے ارشاد فرما رہا ہے۔ یقیناً حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قسمت پر بھی وجد طاری ہو چکا ہوگا اور مقدر مبارک باد دے رہی ہوں گی کہ اے سعد تمہیں مبارک ہو اللہ کا محبوب ﷺ تم پر اپنے ماں باپ فدا کر رہا ہے۔

یہ پیار سے بھرے جملے سعد بن ابی وقاص کیلئے آپ ﷺ نے کب ارشاد فرمائے؟ غزوہ اُحد کے روز جب معمولی سی خطا سے جنگ کا پانسہ پلٹا اور صف اسلام میں اضطراب اور کشمکش کا رنگ ذرا نمایاں ہوا تو سعد بن ابی وقاص ان خوش بخت افراد میں سے تھے جنہوں نے اوّل تا آخر صبر و استقامت کی زندہ جاوید مثال قائم کی۔ یہ ایک ماہر تیر انداز تھے اور اس وقت حضور اکرم ﷺ کے قریب کھڑے تھے اور آپ ﷺ اپنے ترکش سے تیر نکال کر دے رہے تھے اور فرما رہے تھے اے سعد تیرے چلاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار تیر چلایا تو اس طرح حضور اکرم ﷺ نے ایک ہزار مرتبہ فدائیت کا جملہ ارشاد فرمایا۔ کہ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہ جملہ کسی اور صحابی کیلئے نہ [1] ارشاد فرمایا یہ شرف صرف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔

ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے کہ حضور ﷺ نے مجھے آگے بٹھالیا۔ میں تیر چلاتا جاتا اور کہتا جاتا۔

اے اللہ! یہ تیر تیرا تیر ہے تو اس کو اپنے دشمن کے جسم میں پیوست کر دے۔ آنحضرت ﷺ ساتھ ہی فرماتے جاتے۔

---

[1] = لیکن بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کیلئے بھی یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا۔ بہر حال روایات میں تضاد کوئی نہیں، ہوسکتا ہے حضرت سعد کو پہلے فرمایا ہو حضرت زبیر کو بعد میں۔ واللہ و رسول اعلم

اے اللہ! سعد کی دعا قبول فرما۔ اے اللہ اسکی تیراندازی درست فرما اسکی دعا کو قبولیت کا درجہ عطا فرما۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ہیں آپ کا شمار سابقون الاوّلون کی صف میں ہوتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نانہالی رشتے سے حضور اکرم ﷺ کے ماموں لگتے تھے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ حضرت سعد کے والد ابووقاص مالک کی چچازاد بہن تھیں۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ تیسرے خوش نصیب مسلمان تھے۔ بہر حال آپ ابتدائی مسلمان میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ حمنہ کو اپنے مذھب کے ساتھ جنون کی حد تک لگاؤ تھا وہ کسی صورت بھی اپنے لخت جگر کو نئے مذہب اسلام میں داخل ہوتا دیکھنا کبھی گوارا نہیں کر سکتیں تھیں۔ آپ کی والدہ کو اپنے بیٹے کے قبول اسلام کا اس قدر رنج اور دکھ ہوا کہ گھر میں بھوک ہڑتال کر دی اور ان سے بولنا چالنا ترک کر دیا۔ اللہ اکبر! حضرت سعد کیلئے یہ بہت بڑا چیلنج تھا کیونکہ ماں نے کہا تھا۔ تو میرا بیٹا اس وقت ہے جب تو دین اسلام ترک کر کے آبائی دین میں نہیں آتا۔ ماں تین دن تک بھوکی پیاسی رہی نہ کچھ کھایا نہ پیا نہ بول نہ چال۔ ادھر سعد نے جو میخانہ محمدی سے مے پی تھی اس کا مزا ہی کچھ اور تھا اس مزے نے باقی سب مزوں اور ذائقوں کو بھلا ڈالا۔ حضرت سعد نے اپنی والدہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اے ماں! تو مجھے بے حد عزیز ہے۔ بڑی عزیز ہے مگر تمہارے دل میں ہزار جان ہو اور ہر جان باری باری نکل جائے تو مجھے پھر بھی اسلام سے برگشتہ نہیں کر سکتی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رحمت عالم ﷺ میں خصوصی تقرب حاصل تھا اور حضور اکرم ﷺ کو اس باوفا غلام سے پیار بھی بڑا تھا۔ جب کبھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ سے کچھ غیر حاضری ہو جاتی تو حضور اکرم ﷺ بڑے پیار بھرے انداز میں فرماتے۔

کیابات ہے؟ صبیح و ملیح فصیح نظر نہیں آ رہے۔

گویا کہ آنحضور ﷺ نے ان کو ان خطابات سے نوازا جو بجا طور حضرت سعد کیلئے باعث فخر ہیں۔ صبیح کے معنی خوبصورت، ملیح کے معنی بھی خوبصورت ہیں فرق یہ ہے کہ صبیح کے معنی حسن شیریں اور ملیح کے معنی حسن نمکین اور فصیح کے معنی عمدہ کلام کرنے والا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے یہ آیت پڑھی یَآیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا الخ۔ اے لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال اور طیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو کیونکہ تمہار کھلم کھلا دشمن ہے۔

یہ سنتے ہی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور بولے یا رسول اللہ!

میرے لیے دعا فرمائے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے

آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے جب بھی بندہ لقمہ حرام اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ دوسرے صحابہ کے مقابلے میں آپ کی دعا فوراً قبول کیوں ہو جاتی ہے تو انہوں نے کہا۔

میں نے زندگی بھر کوئی لقمہ یہ جانے بغیر اپنے منہ تک نہیں لے گیا یہ کہاں سے آیا اور کہاں سے نکلا۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کوفہ کے امیر تھے اور کوفہ والوں نے امیر المؤمنین کے پاس حضرت سعد کے بارے میں چغل خوری کی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک تحقیقاتی ٹیم کوفہ روانہ کی تا کہ ان کے بارے میں

شکایات کے بارے صحیح معلومات حاصل ہوں۔ تحقیقاتی ٹیم نے کوفہ پہنچ کر مختلف لوگوں سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے آراء لیں تو تقریباً ہر کسی نے آپ کی تعریف کی اور کلمات خیر سے ہی یاد کیا۔ صرف ایک شخص ملا جس کا نام ابوسعدہ تھا اس نے باقی لوگوں کی مخالفت میں اپنی رائے دی۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی برائیاں کی اور سعد نہ تو انصاف کرتے ہیں نہ مال کی تقسیم درست کرتے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو جب اس شخص کے خبث باطن کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف بددعا کی اور فرمایا

اے اللہ! اگر ابوسعدہ جھوٹا ہے تو اسکو لمبی عمر دے۔ اسے ہمیشہ فقر و فاقہ میں مبتلا رکھ اسکو اندھا کر کے فتنہ وفساد میں مبتلا کر دے۔

چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی۔ اور اسکی عمر لمبی ہوئی۔ فقر و فاقہ میں مبتلا ہو گیا کوفہ کی گلیوں بازاروں میں اندھا ہو کر ٹھوکریں کھاتا رہا۔ جب اس سے کوئی پوچھتا اے ابوسعدہ! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تو وہ کہتا مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی۔

(سیرت حلبیہ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بلند اخلاق، زہد و تقویٰ، پیکر شجاعت، حق گو اور بے باک تھے انہوں نے اس وقت اسلام قبول کیا جب اسلام قبول کرنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف تھا۔ مگر انہوں نے تمام مصائب و آلام کو برداشت کیا اور اطاعت رسول ﷺ کو ہی اپنی زندگی کا اوڑھنا، بچھونا بنایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

## غلام کی اقتداء میں امام الانبیاء

غلامان مصطفیٰ ﷺ نے سبق ہی ایسا پڑھا کہ غلامیء مصطفیٰ نے دنیا کی امامت کے قابل بنا دیا۔ ورنہ عرب کے ان چرواہوں کو جو مقام انسانیت سے ہی ناآشنا تھے کون پوچھتا تھا۔ لیکن وہ کتنے خوش نصیب تھے جنہیں غلامی مصطفیٰ ﷺ نے دنیا کی تاجداری کرنا سکھا دی۔ اے غلامان مصطفیٰ! تمہاری عظمت کو ہزاروں سلام، تم نے اپنی

آنکھوں سے جمال مصطفیٰ ﷺ کے پرنور نظاروں سے اپنے من کی بنجر زمین کو ایسا ہموار کیا اور محبت مصطفیٰ ﷺ کا ایسا بیج بویا اور ایسا پھل دیا کہ رہتی دنیا تک اسے دنیا کھاتی رہے گی۔ یہ پھل آپ ﷺ کا روحانی فیضان تھا جس نے ان اصحاب کی زندگیوں پر موت طاری نہ ہونے دی بلکہ موت کو بھی انکی ابدی حیات میں بدل ڈالا۔

تو پھر ملاحظہ فرمایئے اور سلام کیجئے حضرت عبدالرحمان بن عوف کے نصیب پر کہ جن کی امامت میں سید الکونین مقتدی بنے۔

غزوہ تبوک کا سفر ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اثنائے سفر نماز فجر کا وقت ہوگیا رحمت عالم ﷺ قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے اور دور تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کا معمول تھا میں بھی لوٹا لے کر حضور اکرم ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ اس دوران صبح کا اُجالا پھیل گیا یہاں تک کہ صحابہ کرام فکر مند ہو گئے کہیں سورج طلوع نہ ہوجائے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا اور آپ نے نماز پڑھانا شروع کی میں پانی کا لوٹا لیے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس روز آپ ﷺ نے رومی جبہ زیب تن کیا تھا جب حضور اکرم ﷺ استنجاء سے فارغ ہوئے تو میں وضو کرانے لگا آپ ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک دھویا پھر بازو دھونے کا ارادہ فرمایا لیکن اس جبہ کی آستین بہت تنگ تھی کوشش کے باوجود اوپر نہ چڑھ سکی تو آپ ﷺ نے نیچے سے اپنا بازو نکالا اور پھر دونوں بازو دھوئے۔ پھر جوتے اتارنے کیلئے میں جھکا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا انہیں رہنے دو میں نے پاک کر کے موزے پہنے ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے موزوں پر مسح کیا پھر ہم واپس آئے تو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نماز فجر کی ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔ صحابہ کو جب حضور اکرم ﷺ کی آمد کا علم ہوا تو تسبیح کہی تا کہ حضرت عبدالرحمان کو حضور ﷺ کی تشریف کا علم ہوجائے۔ نمازیوں میں ہلچل سی پیدا ہوئی اور حضرت عبدالرحمان نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ فرمایا لیکن انہوں نے سلام پھیرا تو آپ نے

باقی ایک رکعت کھڑے ہو کر ادا فرمائی۔

حضور اکرم ﷺ نے نماز مکمل فرما کر صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم نے بہت اچھا کیا کہ اپنی اپنی نماز مکمل کر لی۔ مجھے خوشی ہوئی تم نے بروقت نماز ادا کر لی۔ پھر ارشاد فرمایا کوئی نبی وفات نہیں پاتا جب تک اسکی اُمت کا ایک مرد صالح اسکی امامت نہ کرائے۔ (صحیح مسلم وضیاء النبی ج چہارم۔ص ۶۰۸)

حضور نبی کریم ﷺ کبھی باہر تشریف لے جاتے تو حضرت عبدالرحمان بن عوف بھی آپ کے ساتھ پیچھے پیچھے چل پڑتے۔ ایک مرتبہ آنخضرت ﷺ باہر نکلے تو حضرت عبدالرحمان بھی آپ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ دور ایک نخلستان میں پہنچ کر سر بسجود ہو گئے اور اتنی دیر تک سر بسجود رہے کہ گمان کیا کہیں روح مبارک پرواز تو نہیں کر گئی۔ گھبرا کر آپ ﷺ کے پاس آ گئے آنخضور ﷺ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور فرمایا جبریل امین میرے پاس آئے اور کہا یارسول اللہ! میں آپ کو بشارت نہ دوں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر درود بھیجوں گا۔ جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا یعنی سجدہ اظہار تشکر کیلئے طویل تھا۔ (سیر الصحابہ ج دوم)

آنخضور ﷺ کے وصال مبارک کے بعد لوگوں نے ان اصحاب کے پاس بیٹھنا خوش بختی جانا جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی غلامی کا شرف حاصل کیا۔

نوفل بن ایاس کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عبدالرحمان بن عوف کی صحبت کا شرف بھی ملتا رہا آپ کے دل میں حضور اکرم ﷺ کا عشق ومحبت کمال درجہ کا تھا ایک روز عبدالرحمان رضی اللہ عنہ ہمیں اپنے دولت کدہ پر ساتھ لے گئے اور اندر داخل ہو کر غسل کر کے باہر نکلے اس کے بعد کھانا آیا روٹی اور گوشت دیکھ کر بے اختیار رو پڑے۔ میں نے پوچھا اے بو محمد! کیا بات ہے۔ کہنے لگے حضور اکرم ﷺ نے وفات فرمائی لیکن عمر بھر آپ ﷺ اور آپ کے اہل خانہ نے پیٹ بھر کر کھانا تناول نہ فرمایا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بغیر اتنے دنوں تک دنیا میں رہنا اچھا نہیں۔ (سیر الصحابہ ج دوم)

حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ السابقون الاوّلون میں سے ہیں آپ کی زندگی بڑی اچھی گزری عفت و پاکبازی فطری طور آپ میں شامل تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی راہنمائی میں کاروان حق کے مرد بنے ابھی تک صرف چند نفوس ہی غلامی رسول کے حلقہ میں داخل ہوئے تھے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۞۞۞۞۞۞۞۞۞

# حواری رسول کا جذبہ محبت

مشہور محقق جناب طالب ہاشمی لکھتے ہیں کہ

بعثت (نبوی) کے ابتدائی زمانے کا ذکر ہے ایک دن مکہ میں ایک وحشت ناک خبر پھیل گئی۔ اس منحوس خبر نے پرستاران کو سخت اضطراب میں مبتلا کر دیا۔ ہر ایک کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ ابھی ابوطالب زندہ ہیں بنو ہاشم کی تلواریں کند نہیں ہو گئیں یہ خبر صحیح تھی یا محض افواہ تھی اس کے بارے میں کوئی بھی یقینی طور پر کچھ بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ محمد کو مشرکین نے گرفتار کر لیا ہے اور کچھ کا کہنا تھا کہ محمد ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ بنو ہاشم سخت غیظ و غضب میں تھے وہ اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ بنو اسد کے ایک نوعمر لڑکے کے کانوں میں اس خبر کی بھنک پڑ گئی۔ سولہ سال کی عمر کے اس کشیدہ قامت اور قوی الجثہ نوجوان کو رحمت عالم ﷺ سے والہانہ محبت تھی۔ وہ تھوڑی ہی دیر پہلے قیلولہ کرنے اپنے گھر آیا تھا۔ خبر سنتے ہی تڑپ کر اٹھا، کھونٹی سے تلوار اتار کر اس کا نیام زمین پر ٹیک دیا اور شمشیر بکف مکہ کی گلیوں میں کود گیا۔ اس کا رخ مکہ کے بلائی حصے میں واقع سرور عالم کے کاشانہء اقدس کی جانب تھا۔ اس وقت جوش غضب میں اس کا چہرہ تمتمار ہا تھا۔ جلد ہی حضور اکرم ﷺ کے کاشانہء اقدس پر پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر اس کی مسرت کی انتہاء نہ رہی کہ مہبط وحی رسالت خیر و عافیت کے ساتھ وہاں رونق افروز

ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے شمشیر بکف نوجوان کو دیکھ کر متبسم ہوئے اور فرمایا۔

''کیوں بھائی خیر تو ہے اسے وقت تم شمشیر برہنہ سونت کر کیسے آ گئے ہو؟''

تو نوجوان نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے سنا تھا آپ کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا ہے یا آپ شہید کر دیئے گئے ہیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا اچھا! اگر واقعی ایسا ہو جاتا تو تم کیا کرتے؟

نوجوان نے بے ساختہ عرض کیا یا رسول اللہ! میں اہل مکہ سے لڑتا اور مرتا۔

اس نوجوان کا جواب سن کر رحمت عالم ﷺ کے روئے انور پر بشاشت پھیل گئی۔ آپ نے اس نوجوان کے جذبہ فدائیت کی تحسین فرمائی اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ بلکہ اس کی تلوار کو بھی دعا دی۔ یہ پہلی تلوار تھی جو راہ حق اور رسول برحق کی حمایت میں بلند ہوئی، رسول اللہ ﷺ کے عاشق صادق یہ سیدنا حضرت زبیر بن العوام تھے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ان اصحاب میں سے تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کی زندگی میں ہی جنت کی خوشخبری عطا فرمائی تھی۔

بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے لب ہائے مبارک سے نکلتے ہوئے یہ الفاظ سنے، طلحہ اور زبیر جنت میں میرے پڑوسی ہونگے۔ (بحوالہ شرح سلام رضا)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ سے کئی نسبتیں حاصل تھیں۔

(۱) آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے اس طرح حضور اکرم ﷺ ان کے ماموں زاد بھائی تھے۔

(۲) ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت زبیر کی پھوپھی تھیں اس لحاظ سے حضور اکرم ﷺ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پھوپھا تھے۔

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت زبیر حضور نبی کریم ﷺ کے ہم

زلف تھے۔

(۴) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر رسول کریم ﷺ کے نسب سے ملتا ہے اس طرح وہ حضور اکرم ﷺ کے ہم جد ٹھہرے۔ (تیس پروانے شمع رسالت کے)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے سولہ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا اور حضرت صدیق اکبر کی وساطت سے راہ حق کے مسافر بنے۔

پہلے تو یہود بنی قریظہ اور مسلمانوں کے درمیان خیر سگالی کا معاہدہ تھا لیکن جنگ خندق کے موقع پر یہودیوں کی نیت بدل گئی اور وہ مسلمانوں کی پشت میں خنجر گھونپنے کے منصوبے بنانے لگے اہل حق کیلئے یہ بڑا نازک موقع تھا حضور اکرم ﷺ کو ان غداروں کے ناپاک عزائم کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جمع فرما کر پوچھا۔کون بنی قریظہ کی خبر لاتا ہے۔؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں جاتا ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے ہر مرتبہ حضرت زبیر نے ہی اپنے آپ کو پیش کیا۔ رحمت عالم ﷺ نے ان کے جذبہ جانثاری سے بہت خوش ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَاِنَّ حَوَارِيَّ زُبَيْرُ۔ (بخاری کتاب المناقب)

بے شک ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیر بن عوام ہے۔ حواری کا معنی ہے بے غرض ساتھی جو مدد کرنے میں مبالغہ کرنے والا ہو۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اعلیٰ اخلاق کے مالک جذبہ شہادت سے سرشار محبت رسول ﷺ اور ایثار و ہمدردی کے جذبات بہت ہی نمایاں تھے۔ آپ نے راہ حق میں کئی زخم کھائے جسم کا ظاہری و باطنی کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں زخموں کے نشان نہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بھی قصیدہ لکھا جس میں آپ کو نہایت بلیغ انداز میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

۞۞۞۞۞۞

# سعید الفطرت باپ کا سعید بیٹا

یہ اس دور کی بات ہے کہ ابھی جزیرہ نما عرب کفر و ظلمت جہالت کے کیچڑ میں لتھڑا ہوا تھا لیکن اس دور مین بھی ایسے لوگ کہیں نہ کہیں موجود تھے جن کا ضمیر زندہ تھا وہ فطری طور پر جاہلانہ رسوم و رواج کے قائل نہ تھے۔ جو توحید کے قائل تھے جن کا دین دین ابراہیمی تھا۔ ان سعید الفطرت لوگوں میں ایک شخصیت زید کے نام سے جانی پہچانی جاتی تھی۔ جو نہ بتوں کی پوجا کرتے تھے نہ بتوں کے نام کی نذر و نیاز دیتے نہ چڑھاوے چڑھاتے۔ بلکہ غیرت کا مادہ رگ و ریشہ میں حرکت کرتا تھا۔ بلکہ اپنے عقیدہ توحید کا اعلان یوں کرتے۔ ترجمہ

میں نے اس ذات اقدس کے حضور اپنا سر جھکایا جس کے آگے صاف اور شیریں پانی والے بادلوں نے اپنی گردنیں خم کر دیں۔

میں نے اپنا سر اس کے آگے جھکایا جس کے آگے بھاری چٹانوں کو اٹھانے والی زمین نے جھکایا۔ اس نے اس زمین کو بچھا دیا اور جب دیکھا کہ وہ پانی پر مضبوطی سے جم گئی تو اس پر پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے۔

زمانہ جاہلیت کی قبیح رسموں میں ایک یہ بھی تھی کہ لوگ اپنی بیٹیوں کو معاشرتی عزت کے منافی سمجھتے اور انہیں زندہ درگور کرنے کو ہی معاشرتی عزت تصور کرتے۔ زید کو اس قبیح رسم سے نفرت تھی انہیں جب علم ہوتا کہ فلاں شقی القلب انسان اپنی بیٹی کو زندہ درگور کرنے کے درپے ہے تو آپ اس بچی کو اپنی سرپرستی میں لے کر اس کی پرورش کرتے تو یوں کئی بچیوں کی پرورش کر کے جان بچائی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو کو بڑھاپے کے عالم میں دیوار کعبہ کے سہارے ٹیک لگا کے دیکھا اور کہہ رہے تھے لوگو! اللہ کی قسم اس وقت تم میں میرے سوا کوئی دین ابراہیمی پر قائل نہیں۔

مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ زید کے فرزند کے ساتھ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو عرض کی یا رسول اللہ! آپ کا زید کے بارے میں کیا خیال ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ زید بن عمرو کی مغفرت فرمائے ان پر رحم فرمائے ان کی وفات دین ابراہیمی پر ہوئی ایک روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا قیامت کے دن زید تنہا اُمتی کی حیثیت سے اُٹھیں گے۔

اس سعید الفطرت انسان کے جگر گوشے حضرت سعید نے اس وقت آنکھ کھولی جب گھر کا ماحول دین ابراہیمی پر ایمان کے نور سے جگمگا رہا تھا۔ جونہی سرور عالم ﷺ نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوکر السابقون الاوّلون کی صف میں شامل ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان افراد میں سے تھے جنہیں حضور اکرم ﷺ نے دنیا میں جنت کی خوشخبری عطا فرمائی تھی۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی اور آپ کے بہنوئی تھے۔ انہی حضرت سعید اور ان کی بیوی حضرت فاطمہ کا ایمان قبول کرنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول ایمان کا سبب بنا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت کا سمندر موجزن رہتا اسی لیے تو حضرت سعید صف قتال (جنگ) میں بھی سب سے آگے ہوتے اور جب نماز کا وقت آتا تو حضور اکرم ﷺ کے بالکل پیچھے کھڑے ہوئے۔ تاکہ تصور کعبہ سے معراج کی ابتداء تو جلوہ یار سے اس معراج کی تکمیل ہو۔

علامہ طالب ہاشمی نے لکھا ہے۔

حضرت سعید بن زید اپنے زہد و تقویٰ اور کثرت عبادت کی وجہ سے مستجاب الدعوات تھے جو دراصل یہی تو فیضان مصطفوی تھا جس نے ان فاکشیون کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دیا تھا۔

ایک مرتبہ ارزی بنت اویس نامی ایک عورت نے والی مدینہ مروان بن حکم کو شکایت کی کہ سعید بن زید نے میری کچھ زمین دبالی ہے۔ مروان نے ان کو طلب کیا اور پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

تم میری نسبت یہ گمان کرتے ہو کہ میں نے اس کی زمین کا حصہ دبالیا حالانکہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ایک بالشت بھر زمین پر ظلم سے قبضہ کرے گا تو قیامت کے دن اسکو ویسی سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

مروان نے ان سے قسم کھانے کیلئے کہا تو وہ اس زمین سے دستبردار ہو گئے لیکن آزردگی کے عالم میں منہ سے نکلا۔ اے الٰہی اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اسے اندھا کردے اور اسکو اسی کی زمین میں موت دے۔ اور باقی مسلمانوں پہ میرے حق کو واضح کردے۔

اللہ کی قدرت دیکھئے اس عورت کی آنکھیں جاتی رہیں اور اپنے گھر کے کنوئیں میں گر کر مرگئی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ سعید بن زید کا دامن عمل کبھی معصیت کی آلودگیوں سے داغدار نہیں ہوا۔ وہ ہمیشہ اتباع رسول ﷺ میں ہی کوشاں رہے۔ (خیر البشر کے چالیس جانثار)

# آزادی پر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو ترجیح

اولاد کی محبت بڑی چیز ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش (فتنہ) ہے۔ واقعی بہت بڑی آزمائش ہے انسان اولاد کی محبت کی خاطر ان کی پرورش کی خاطر دنیا کی خاک چھان مارتا ہے۔ کاروبار کرتا ہے۔ جائز و ناجائز استعمال کر کے دولت کے ڈھیر جمع کرتا ہے۔ جب کوئی پوچھے صاحب جی! اتنی دولت کیوں جمع کر رہے ہو تو جھٹ کہتے ہیں بھئی سب کچھ اولاد کی خاطر ہے۔ الغرض جائیداد اولاد کی خاطر، مال اولاد کی خاطر، کاروبار اولاد کی خاطر، پھر جس صاحب اولاد کو اولاد کی طرف سے کوئی رنج و غم پہنچے تو پریشانی کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اولاد اگر ماں باپ کو تنگ کرے تو والدین کا جینا حرام ہو جاتا ہے۔ اگر اولاد ختم ہو جائے تو یہ ایسا غم ہے جو والدین کو یکدم اوندھے منہ گرا دیتا ہے۔ بہر حال اولاد کا غم بڑا بھاری ہوتا ہے۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد حارثہ بنی قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو یمن کا نہایت معزز قبیلہ تھا۔ ان کی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ بنی معن جو قبیلہ طے کی ایک شاخ تھی سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ حضرت کو آٹھ سال کی عمر میں لیکر میکے گئیں راستے میں قین بن جسرّ کے لوگوں نے ان کے لخت جگر کو اغوا کر لیا۔ لخت جگر کا چھن جانا کیا تھا گویا کہ ان پر کوہ الم ٹوٹ پڑا دنیا کا اُجالا اندھیرے میں بدل گیا۔ ان ظالموں نے غلام بنا کر منڈی میں فروخت کر دیا حکیم بن حزام نے خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد کو دے دیا جن کی وساطت سے سرور عالم ﷺ کی غلامی میں آ گئے جس پر ان کی زندگی کا ستارا بلند ہوا۔

ان کے والد حارثہ بن شراحیل کو اپنے لخت جگر زید کے ساتھ بہت ہی زیادہ

محبت تھی۔ انہوں نے نورِ نظر کی تلاش میں قریہ قریہ گاؤں گاؤں کوچہ کوچہ چھان مارا۔ لیکن زید کا سراغ کہیں نہ ملا۔ ہر آنے جانے والے سے یہی سوال کرتا کہیں میرے زید کو کسی نے دیکھا؟ ہر کسی سے کہتا کہ میرے نورِ نظر کا پتا مجھے کوئی لا دے۔ وہ اپنے گم شدہ نورِ نظر کیلئے نوحہ کناں تھا۔

کہ میں زید کیلئے بہت رویا مگر کچھ پتا نہ چلا کہ کہاں ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مردہ۔

خدا کی قسم میں پوچھتا ہوں پھر بھی جانتا بھی نہیں کہ تجھے نرم زمین کی گہرائیاں کھا گئیں یا پہاڑ نگل گئے۔

کاش! میں جان لیتا تیرا واپس آنا ممکن ہے کہ نہیں، تیری واپسی پر میری دنیا آباد ہو گی کہ نہیں۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اسکو یاد دلاتا ہے اور جب غروب کا وقت ہوتا ہے تو بھی اسکی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

بادِ بہاری کے جھونکے اسکی جدائی کے فراق کو تازہ دم کر دیتے ہیں۔ آہ! مجھے اسکی جدائی پر کس قدر رنج و غم ہے۔

اے میرے نورِ نظر! اے میرے لختِ جگر! عنقریب میں تیری تلاش میں دنیا کا کونہ کونہ چھان ماروں گا اپنی زندگی میں تھکوں گا نہیں یہاں تک کہ اونٹ پھر پھر کر تھک جاتا ہے۔

یا پھر مجھ پر موت آ جائے کیونکہ یہاں ہر انسان فانی ہے اگرچہ اُمیدوں نے اسے دھوکہ دیا ہو میں قیس اور عمر کو وصیت کرتا ہوں پھر یزید کو اور اس کے بعد جبل کو کہ وہ (میرے مرنے کے بعد) زید کی تلاش جاری رکھیں۔

چنانچہ ایک سال بنو کلب کے کچھ لوگ حج کیلئے مکہ آئے تو ان کے پاس سے زید کا گذر ہوا تو بنو کلب کے لوگوں نے آناً فاناً انہیں پہچان لیا اور سمجھ گئے کہ یہ حارثہ کا منظورِ نظر اور لختِ جگر ہے جس کی تلاش میں اس نے زمانے کی خاک چھان ماری ہے۔ انہوں نے زید کو قریب بلایا اور نام پوچھا تو اب ان کا شک یقین میں بدل گیا کہ

یہی حارثہ کا جگر گوشہ ہے۔

انہوں نے زید کو ان کے والد کی حالت زار کے بارے مطلع کیا اور ساتھ چلنے کو کہا۔ مگر وہ زید جس کے دل میں محبت رسول ﷺ جم گئی تھی اور آپ ﷺ کی محبت اور شفقت و پیار نے اس مقام تک پہنچا دیا تھا جہاں ماں باپ کی محبت بھی گھٹنے ٹیک دیتی ہے۔ حضرت زید نے کہا میں جا نہیں سکتا اور میرے اہل خانہ کو میرا قصہ تمام عرض کرنا۔

میں گو کہ اپنے عزیز و اقارب سے دور ہوں مگر اپنے اہل خاندان سے محبت کرتا ہوں۔ میں خانہ کعبہ میں مشعر حرام کے قریب رہتا ہوں۔ تم اس غم کو دور کر دو جس نے تمہیں رنجور کر دیا ہے اور اونٹوں کی طرح چل کر دنیا کی خاک نہ چھانو۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں بنی سعد کے ایک معزز قبیلے کی پناہ میں ہوں جو نسل در نسل معزز چلا آ رہا ہے۔ جب بنو کلب جو حج کرنے مکہ آئے تھے جا کر ساری روداد سنائی اور حارثہ کو ان کے گم شدہ لخت جگر کے بارے میں مطلع کیا تو باپ کو سن کر فرط مسرت سے غش آ گیا جدائی کو یاد کر کے آنسوؤں کے دریا بہا دیئے اور اپنے بھائی کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ انہوں نے کئی دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے کیا اور رسول رحمت ﷺ کی بارگاہ میں جا کر بہت زیادہ روئے۔

امام حلبی نے اس واقع کی تفصیل میں لکھا ہے کہ

جب زید کے باپ اور چچا آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو آپ سے کہنے لگے اے عبدالمطلب کے بیٹے۔ اے ہاشم کے بیٹے، اے اپنی قوم کے سردار کے بیٹے! تم لوگ اللہ کے حرم کے لوگ اور اس کے پڑوسی ہو، تم وہ لوگ ہو جو بیکس قیدیوں کو چھڑاتے ہو اور بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہو۔ ہم آپ کے پاس اس بچے کے معاملے میں آئے ہیں جو آپ کے پاس ہے ہم پر احسان فرمایئے اور اس کا فدیہ قبول کرنے میں ہم پر نرمی فرمایئے۔ ہم اسکا فدیہ آپ کو دینے کو تیار ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے اس کی بات کو بڑے غور سے سنا اور زید کے والد حارثہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ تمہارا لخت جگر اور نور نظر کون ہے؟

اس نے کہا زید میرا لخت جگر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا میں ذاتی طور پر زید کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ دوں گا ،سوائے اس کے جو زید کی مرضی ہوگی اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں بغیر فدیہ لیے اسے تمہارے حوالے کر دوں گا اور اگر وہ میرے پاس رہنا چاہتا ہے تو اللہ کی قسم! میں ایسا شخص نہیں کہ ایک شخص میرے ساتھ رہنا چاہے اور میں اس کے بدلے رقم لے کر اسکو بیچ دوں۔

سرور سروراں حامی بیکساں ﷺ نے زید کو بلایا اور فرمایا۔

اے زید! کیا تم جانتے ہو یہ کون ہے۔

حضرت زید نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ میرے والد حارثہ اور ساتھ میرے چچا اور میرے بھائی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ آگے بڑھو اور ان سب کو سلام کرو۔

حضرت زید حکم پاتے ہی اٹھے اور ان سب سے ملے ان کا والد فرط جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکا اور لخت جگر کو سینے سے چمٹا کر بہت رویا۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت زید سے فرمایا اے زید تیرا باپ، چچا تمہیں لینے آئے ہیں۔

آپ نے فرمایا! اے زید تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو اور میرے ساتھ رہ کر میرے طرز عمل کو بھی ملاحظہ کر چکے ہو اب تمہیں اختیار ہے میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو تب بھی اختیار ہے اور اپنے والد کے ساتھ جانا چاہتے ہو تو پھر بھی تمہاری مرضی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی میرے آقا! میں آپ کی ذات اقدس پر اپنے باپ کو کس طرح ترجیح دے سکتا ہوں۔ واللہ! آپ مجھے اپنے قدموں سے جدا نہ

کیجیئے۔

حضرت زید کے والد حارثہ اوران کے چچا نے حضرت زید کے جوابی جملے کو سن کر بڑے حیران ہوئے اور ورطہء حیرت میں گم ہو گئے۔ کہ اتنے عرصے سے اس منظور نظر کی جدائی کے صدمے برداشت کر رہے تھے، اسکی تلاش میں دنیا جہان کی خاک چھان ماری، صعوبتیں برداشت کیں، زید سے کہنے لگے اے زید! بڑی عجیب بات ہے تم اپنے خاندان والدین کو چھوڑ کر غلامی اختیار کر رہے ہو۔

حضرت زید نے سن کر کہا جو مزا اور لطف ولذت مجھے غلامی مصطفیٰ ﷺ میں ملا ہے وہ ماں، باپ کی آغوش اور قربت میں نہیں مل سکتا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا جملہ جب حضور اکرم ﷺ نے سنا تو اس قدر مسرور ہوئے اسی وقت انہیں آزاد کر دیا اور پکڑ کر حرم کعبہ میں گئے اور قریش کے مجمع عام میں اعلان کیا۔

لوگو! گواہ ہو جاؤ زید آج سے میرا فرزند ہے میں اس کا وارث ہوں اور یہ میرا وارث ہے۔

حضرت زید کے والد اور قرابت داراوں نے جب حضور اکرم ﷺ کا پیار بھرا جملہ سنا تو خوش وخرم واپس عازم وطن ہوئے۔

رسول اکرم ﷺ کے اعلان کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کا انتساب حضور اکرم ﷺ کی طرف ہوا زید بن حارثہ کی بجائے زید بن محمد کہا جانے لگا۔ یہاں تک کہ قرآن مجید نے صرف اپنے نسبی آبا کی طرف انتساب کرنے کی ہدایت فرمائی اور حضرت زید بن حارثہ کہلائے۔

حضور اکرم ﷺ کے دست حق پرست پر ایمان لانے والے ہزاروں کی تعداد میں تھے مگر یہ شرف ماسوائے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے فقط آپ کو شرف حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام قرآن مجید میں لیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو دل و جان سے چاہتے تھے اور حقیقی بیٹے کی طرح محبت کرتے تھے اسی لیے حضرت زید رضی اللہ عنہ ''محبوب رسول اللہ'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اگر سوچا جائے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت زید بن حارثہ سے محبت اتنی کیوں کرتے تھے؟۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جس طرح کی محبت تھی وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ انہوں نے اپنے اعزہ اقرباء کی رفاقت کو ترک کر کے سرکار دو عالم ﷺ کی غلامی اور آپ کے در دولت کی پاسبانی کرنے کو ترجیح دی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر قربان ہونے کے وہ انمٹ نقوش چھوڑے کہ اس غلامی کی درد بھری اور محبت کی خوشبوؤں سے لبریز داستان کو تاریخ کے اوراق سے مٹایا نہیں جا سکتا۔

رسول اکرم ﷺ نے چونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے وارث ہونے کا اعلان فرمایا تھا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو رحمت بھری آغوش ملی تھی جس کی بنا پر اپنے والدین اور اہل وعیال کی بجائے رحمت مصطفیٰ ﷺ کے سائے تلے رہنے کو ترجیح دی تو آنحضرت ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب جحش رضی اللہ عنہا سے حضرت زید کا نکاح کر دیا اب حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید کے رہنے کیلئے ایک الگ مکان بنوایا جس میں حضرت زید رہنے لگے مگر حضرت زید کی حضرت زینب کے ساتھ بن نہ پائی، اَن بن ہو گئی یعنی میاں بیوی میں ناچاکی ہو گئی موافقت نہ پائی گئی ان کی آپس کی ناچاکی یہاں تک پہنچ گئی کہ حضرت زید اور حضرت زینب کی نااتفاقی بڑھتی گئی جب آپ کے تعلقات زیادہ خراب ہو گئے تو حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی۔ جب حضرت زینب کی عدت پوری ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح فرما لیا تو یوں حضرت زینب امہات المؤمنین کے زمرہ میں آ گئیں۔

اس نکاح پر یہود و منافقین و مشرکین نے شوشہ چھوڑا کہ دیکھو محمد تو بہو کے

ساتھ نکاح کو حرام کہتا ہے۔ مگر خود اس نے اپنی بہو ۱؎ کے ساتھ نکاح کر لیا ہے۔ بھلا ذات خداوندی کو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا کہ اس کے محبوب پر کوئی انگشت بازی کرے تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی۔ **مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ** (لاحزاب) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ اس کے بعد حضرت زید کو زید بن محمد کی بجائے زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❁❁❁❁❁❁❁

## خورشید اسلام اور محبت مسیح الاسلام

اس کے دل میں محبت الٰہی کا شعلہ موجود تھا اور عرب معاشرہ تھا، تو ضلالت وگمراہی کی دلدل میں پھنسا ہوا، مگر یہ عاشق فطری طور پر معبودان باطلہ کے سامنے سرنگوں ہونے سے بیزار تھا۔ بعثت نبوت سے قبل بھی یہ معمول رہا کہ جدھر عقل وشعور نے گواہی دی ادھر ہی رخ پھیر کر بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریزی کرتے رہے۔ دل کو سکون جو دینا تھا تو بس یوں ہی دل کو تسلی دے لیا کرتے۔ ہاں تو پھر جو نیکی کی راہ پر چلنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے انسان کی راہنمائی فرما دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کو بھٹکے ہوئے دیکھنا برداشت نہیں کرتا۔ ان کا دل اللہ کی یاد میں مچلتا اور تڑپتا رہتا تھا۔ آخر وہ وقت قریب آنا شروع ہو گیا جب نور ایمان نے ان کے دل کے دروازے کھٹکھٹانے تھے اور ان کے دل کو اپنا مسکن بنانا تھا تو انہیں اطلاع ملی کہ ایک شخص ہے جس نے نبوت کا اعلان کیا ہے چنانچہ انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ

بھائی! جاؤ ذرا مکے میں پتا چلا ہے کہ ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے جاؤ ذرا اسکی تعلیمات کا بچشم خود مطالعہ کرو کیسی راہ ہے جس کی ہدایت وہ دیتا ہے۔ ان کے بھائی نے انکار نہ کیا وہ مکہ گئے چند روز رہ کر حالات کا جائزہ لیا اور واپسی کا رخت سفر

---

۱؎ = کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید کو منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔

باندھا۔

گھر پہنچے تو بھائی سے کہا کہ میں نے جس انسان کو دیکھا ہے وہ نیکی کی راہ دکھلاتا ہے، برائی سے روکتا ہے، اخلاق رذیلہ کو ترک کر کے اخلاق حسنہ کی تلقین کرتا ہے۔ ہاں ایک بات میں نے دیکھی ہے کہ لوگ اسے ساحر، کاہن، شاعر کہتے ہیں حالانکہ وہ سچا ہے اور لوگ جھوٹے ہیں۔

جب یہ باتیں سنیں تو بھیجنے والے کے دل کی قلعی کھلنے لگی۔ شوق دیدار بڑھتا گیا بس یہی محسوس کیا اور سوچا کہ جس کے متعلق سن رہا ہوں اسکی تعلیمات میں اتنی مٹھاس ہے تو کیوں نہ اس ہستی کو آنکھوں سے دیکھ کر دل کی پیاس بجھائی جائے۔ چنانچہ راہ حق کا مسافر مختصر سا سامان لیے رخت سفر باندھتا ہے مکہ کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ ہاں اس نے اس ماہ مبین کو دیکھا نہیں تھا بس دن دیکھے ہی شوق دیدار انگڑائیاں لیتا رہا مقدر کروٹیں بدلتے رہے۔ یہ مسافر سیدھا حرم شریف میں پہنچا اور کسی سے عرب کے ماہی کے بارے میں پوچھنا بھی گوارا نہ کیا۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس اجنبی مسافر کو ساتھ لیا اور ایک طرف جا کر پوچھا بھئی! میں تمہیں کتنے دنوں سے یہاں فروکش دیکھ رہا ہوں تمہیں کس کی تلاش ہے؟ اسیر محبت رسول نے سفیر رسول سے کہا میرے ساتھ ایک عہد کرو اگر کسی کو بتاؤ گے نہیں تو تم میری منزل تک پہنچا دو گے۔ (کیونکہ میری منزل تو جلوہ جان جاناں کے دیدار سے قلب ونظر کو طہارت بخشتی ہے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں عہد کرتا ہوں کسی کو بتاؤں گا نہیں تم دل کی بات کرو۔ راہ حق کے متلاشی نے اپنا مدعا بیان کیا۔

مولا علی رضی اللہ عنہ نے کہا جس کی تلاش میں تم رخت سفر باندھ کر نکلے واقعی وہ سچا ھادی اور سچا رہنما اللہ کا رسول ہے۔

بس اس بات کا سننا ہی تھا تو بدن پر رقت طاری ہو گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ مجھے حضور اقدس ﷺ تک پہنچا دیجئے۔

شاہ مرداں شیر یزداں اس مسافر کو لے کر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے۔ تو جب اس شخص نے آفتاب نبوت ماہ تاباں مہر درخشاں سرور سروراں ﷺ کا نور علیٰ نور چہرہ مقدس دیکھا تو فی الفور دل نے آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دی۔ بے ساختہ رحمۃ للعالمین کی بارگاہ میں آنے کا مدعا بیان کیا اور عرض گزار ہوئے حضور مجھے اپنی دعوت کا مقصد بیان فرمائیں۔ سید المرسلین ﷺ نے کھول کر فصاحت و بلاغت کے ساتھ اس عاشق صادق پر اسلام کی دعوت پیش کی تو اس مسافر حق کا سننا کیا تھا جوں جوں پیکر نبوت ﷺ کی زبان اقدس سے توحید ربانی کے پیغام آفریں کو سنتے گئے تو دل کے اندر ایمان کی شمع روشن ہوتی گئی۔ داعی اِلیٰ الحق کے بارے میں شکوک وشبہات کے بادل چھٹتے گئے۔ بخت بیدار ہوتا گیا قسمت کا ستارا چمکتا گیا تو اسی وقت اسی لمحے داعی الی الحق ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کی اور بیعت کی۔

رسول کریم ﷺ نے دو نصیحتیں کیں۔

(۱) اللہ کی راہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔

(۲) حق بات کو بیان کریں خواہ کتنی کڑوی ہو۔

راہ حق کا یہ مسافر جسکی منزل مقصود کائنات ﷺ کا باب کرم تھا جسے چومنے کیلئے اپنے گھر سے عازم مکہ ہوا ابوذر کا نام جندب بن جنادہ غفار قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اسلام کا یہ پانچواں ستون تھا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور غفاری بھائی کو کچھ کھلایا جائے ،حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں ضرور کھلایا جائے۔

رسول اکرم ﷺ کی ہمرکابی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر کو اپنے ساتھ لے گئے اور طائف کے خشک انگور کھانے کیلئے پیش کیے تو یوں یہ پہلی خوراک تھی جو مکہ میں حضور کی معیت میں کھائی۔

سید المرسلین ﷺ نے فرمایا اے بوذر! تم اپنے قبیلے والوں کے پاس جاؤ اور

انہیں دعوت اسلام دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابھی تم اہل مکہ پر ایمان ظاہر نہ کرنا جب ہمارے فتح یاب ہونے کی خبر تمہیں ملے تو تم آ جانا۔ عرض کی آقا! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا میں کفار مکہ کی مجالس میں جا کر خدائے واحد کی پرستش اور بندگی اور آپ کی نبوت و رسالت کا اعلان کروں گا۔

چنانچہ یہ پیکر عشق رسول جسکے دل میں آتش عشق مصطفیٰ ﷺ ایک لمحہ کیلئے بھی ماند نہ پڑی بلکہ پہلے سے بھی اپنے عروج پر تھی اور جب جمال مصطفیٰ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ تو ایسا عاشق زار اپنے محبوب کے نغموں کو خلوتوں میں چھپ کر کس طرح گا سکتا تھا؟۔ یہ عاشق اہل مکہ کی مجلس کی جلوت میں جا کر اپنے محبوب کی حق و صداقت کی گواہی دیتا ہے۔ تو پھر کیا ہوا۔ جو وہی ہوا جو ہونا تھا بس جو کچھ کسی کے ہاتھ مٹی کی ڈھیلا، پتھر، ہڈی کا ٹکڑا، لات، گھونسا، تھپڑ مارتے رہے حتی کہ لہولہان کر دیا۔ اتنے میں حضور کے چچا عباس (جو اس وقت ایمان نہیں لائے) آتے دیکھا کہ ایک غریب الدیار مسافر کو مار پڑ رہی ہے تو آپ نے جو شیلے انداز میں کہا اے کمبختو! تمہیں پتا نہیں یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے۔ مسافر ہے۔ تمہیں خبر نہیں جب تم تجارت کی غرض سے ان کے علاقے سے گزرو گے تو تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ تب جا کر ابوذر کی خلاصی ہوئی۔

یہ عاشق صادق لہولہان، چہرہ زخمی ہے بدن سے خون کی ندیاں رواں ہیں مگر عشق مصطفیٰ ﷺ کا جنون ماند نہیں پڑا۔ محبوب کی محبت کا نغمہ ابھی تقاضا کر رہا ہے کہ اے عاشق صادق! ذرا اپنے محبوب کے ذکر کو دشمنوں کی مجلس میں جا کر پھر سنا تا کہ تیرے عشق کو تازگی ملے، یہ عاشق صادق پھر جاتا ہے اور کفار مکہ کی مجلس میں جا کر **اشهد ان لاالٰه اِلّا الله** کہتا۔ ہے تو پھر وہی سلوک ہوا جو عاشقوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ عشق ہڈی پسلی ٹوٹنے کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ جنوں حدوں کو توڑ چکا ہوتا ہے۔ یہ دہکتے ہوئے انگاروں کو اپنے بدن کی چربی سے بجھا بھی دے تو پھر بھی زبان و دل میں

محبوب حقیقی کا ذکر ہی نغمہ سرا ہوتا ہے۔ چنانچہ کافر پھر کود پڑے لات کھونسے مارے لہولہان کیا حضرت عباس بن عبدالمطلب پھر ان کے چھٹکارے کا سبب بن گئے اور انہوں نے لعن وطعن کی اور چھڑوایا۔

تو یوں یہ عشق مصطفیٰ ﷺ کا پیکر عشق کی وادی میں لہولہان ہوکر اپنے وطن کی طرف عازم ہوا۔ وطن پہنچ کر بھائی سے آپ کی بارگاہ میں جا کر قبول اسلام کی بات کہ میں تو نعمت اسلام سے بہرہ مند ہو گیا بھائی نے کہا میں تو پہلے ہی اسلام قبول کر چکا ہوں والدہ کے پاس گئے آمادہ تو اسلام پر پہلے ہی ہو چکی تھیں چنانچہ انہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ پھر اپنے قبیلے والوں کے پاس گئے تو کچھ قبیلہ والے اسی وقت نعمت اسلام سے بہرہ یاب ہوے۔ باقی لوگ اس وقت ایمان لائے جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے۔ (سیرت حلبیہ)

حضور اکرم ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔

**مَاظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَآءُ اَصْدَقُ مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ۔**

آسمان کسی ایسے انسان پر سایہ فگن نہیں ہوا زمین نے کسی ایسے انسان کو کندھوں پر نہیں اٹھایا جو ابوذر سے سچا ہوا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

# نعلین مصطفیٰ اُٹھانے والے مفسّر قرآن

وہ مفسر قرآن کیونکر کہلائے، وہ فقیہ الاسلام کیونکر کہلائے، سرور دنیا و دین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں قبولیت کا درجہ کس طرح پا گئے؟۔ دنیا آج بھی ان کے تبحر علمی کے سامنے ادب سے گردن کیوں جھکاتی ہے؟۔ ان کے بارے میں صحابہ بھی کہتے تھے ان سے بڑھکر کوئی صاحب تقویٰ نہیں کوئی مہمان نواز نہیں، کوئی حلیم الطبع نہیں، ان سے بڑھکر کوئی انسان دوست نہیں۔ اللہ اکبر! اس انسان کے سامنے علمی شان وشوکت والے پہاڑ جھک جاتے ہیں۔

کمالات کی اس قدر بلندیوں کو چھونے والا کون تھا یہ وہ انسان تھا جس نے ادب مصطفیٰ ﷺ میں ہی سب کچھ پایا۔

یہ سرکار دو عالم ﷺ کے نعلین پا اٹھانے والا پھر پہنانے والا۔

آقا ﷺ کا تکیہ مبارک اٹھانے والا۔

حضور اکرم ﷺ کا بستر مبارک بچھانے والا۔

آقا ﷺ کا بستر مبارک تہہ کرنے والا۔

آقا ﷺ کو مسواک مبارک لا کر پیش کرنے والا۔

حضور اکرم ﷺ کو وضو کروانے والا۔

آپ کے غسل کے وقت چادر سے پردہ کرنے والا۔

یہ وہ خوش بخت تھا جس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا۔

اے میرے صحابہ! تم اُمِ عبد کی پتلی ٹانگوں کو دیکھ کر ہنستے ہو۔ یہی ٹانگیں کل قیامت کے دن میزان عدل میں اُحد پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہونگی۔

یہ وہ تھا جس کے متعلق ابو موسیٰ اشعری نے کہا۔

لوگو! جب تک تم میں ابن مسعود جیسا تبحر عالم موجود ہو مجھ سے کوئی مسئلہ نہ پوچھا کرو۔

یہ وہ تھا جس کے متعلق ابو مسعود رضی اللہ نے کہا کہ میرے نزدیک حضور اکرم ﷺ کے بعد ابن مسعود سے بڑھ کر قرآن کا کوئی عالم نہیں۔

ذات مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ انہیں حد درجہ محبت تھی یہاں تک کہ ایک بار ایک حدیث مبارکہ بیان کرکے متبسم ہوئے کسی نے پوچھا جناب! آپ حدیث پاک بیان کرنے کے بعد مسکرائے کیوں ہیں۔ آپ نے فرمایا وجہ تو ایسی کوئی نہیں میں نے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کو اس موقع پر خود دیکھا کہ مسکرائے۔ (میں نے اپنے آقا کی ادا کو دیکھا ہے)

اللہ اکبر! حدیث پاک بیان کرتے وقت اس قدر احتیاط کرتے کہ جب قال قال رسول اللہ ﷺ کہتے تو بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی۔

ایک بزرگ نے یہاں تک بیان کیا کہ آپ نے ایک مرتبہ قال قال رسول اللہ بیان کیا تو آپ کے بدن پر کپکی کی کیفیت طاری ہوئی چہرہ مبارک پر پسینہ آ گیا۔ اور آنکھوں سے آنسو بھر آئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم کا شہرہ آج بھی بلندی کے ستاروں کو چھو رہا ہے یہ سب حضور اکرم ﷺ کے ادب کا ثمرہ تھا اس لیے کہ جب تک علم کے حصول کے ساتھ ادب کی تربیت نہ پائی جائے اس وقت تک علم روحانی ثمرات نہیں دیتا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے ادب واحترام، عقیدت ومحبت میں سب کچھ پالیا جو اور دوسروں میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ قرآن مجید کی ہر سورت کا مجھے علم ہے کہ وہ کب نازل ہوئی اور کس چیز کے متعلق نازل ہوئی۔ اور اگر یہ مجھے علم ہوتا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والا ہے اور اونٹوں پر سفر کر کے اس کے پاس جانا ممکن ہوتا تو میں اونٹوں پر سفر کر کے اس کے پاس چلا جاتا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سابقون الاولون میں سے ہیں۔ آپ اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں۔

میں عقبہ بن ابو معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دن نبی کریم ﷺ اور ان کے ہمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اے لڑکے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟

میں نے کہا۔ میں امین ہوں۔ (میں اپنے مالک کی اجازت کے بغیر دودھ کس طرح دے سکتا ہوں؟)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اچھا تم ایسی بکری لاؤ جو دودھ نہ دیتی ہو۔

میں نے کہا آپ ایسی بکری کو لے کر کیا کریں گے۔؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "تم لاؤ تو سہی"

چنانچہ میں نے ایک بکری پیش کی تو حضور اکرم ﷺ نے اس بکری کے تھنوں کو چھوا تو وہ جو دودھ سے خالی تھے بھر گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ دودھ دوہنے بیٹھ گئے تو اتنا دودھ نکلا کہ تینوں نے سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے بکری کے تھنوں سے کہا سکڑ جاؤ تو فوراً اپنی پہلی حالت پر لوٹ گئے۔

اس کے بعد میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں گیا اور عرض کی مجھے بھی اپنے حلقہ میں داخل فرمالیجئے آپ ﷺ نے فرمایا تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔ (کیونکہ حضور ﷺ نے ان کی دیانتداری ملاحظہ فرمائی تھی)۔ (سیرت حلبیہ)

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب اسلام کا نام لینا خود موت کو دعوت دینا تھا لیکن عبداللہ بن مسعود نے قبول اسلام کے بعد راہ حق پر استقامت کے وہ جوہر دکھائے جن کی مثل پیش کرنا ناممکن ہے۔ اللہ اکبر! کہ سرکار دوعالم ﷺ کا یہ دیوانہ جب کفار کی مجلس میں جا کر قرآن حکیم کی تلاوت کرتا ہے تو وہی ہوتا ہے جو حق کے متوالوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ کفار مشتعل ہو کر حضور اکرم ﷺ کے غلام پر ٹوٹ پڑتے ہیں مار مار کر لہولہان کرتے ہیں۔ میخانہ محمدی سے جو شراب طہور پی تھی مار کٹائی بھی وہ نشہ اتار نہ سکی بلکہ اوپر سے وہ مارتے جاتے۔ نیچے سے ابن مسعود قرآن کی تلاوت کرتے جاتے حتی کہ وہ مار مار کر تھک جاتے مگر مصطفیٰ کا غلام تلاوت قرآن کرتا نہ تھکتا۔

ابن مسعود کہتے ہیں اے مجھے مار مار کر تھک جانے والو! آج کے دن تم میری نظر میں بہت ذلیل ہو سنو! میں کل پھر تمہیں قرآن سناؤں گا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت کا سمندر تھا جس میں طغیانی آتی رہتی تھی۔ یہ اپنے آقا ﷺ کے عشق و محبت میں ہر وقت مست و بے خود

رہتے۔

غزوہ بدر کے روز جب معاذ و معوذ نے ابوجہل کو شدید زخمی کر دیا تو عبداللہ بن مسعود بھی اس خبیث کو تلاش کر رہے تھے جب تلاش کرتے کرتے اس تک پہنچے تو زمین پر ڈھیر تھا تو اسکی چھاتی پر سوار ہو گئے اور اسکی داڑھی پکڑ کر کہنے لگے اے اللہ کے دشمن! اللہ نے تجھے ذلیل کیا ہے۔

وہ بد بخت کہنے لگا کاش مجھے کسی "کمی" کے بیٹے نے قتل نہ کیا ہوتا۔ (کیونکہ مکہ والے زراعت پیشہ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بد بخت کا سر کاٹ ڈالا اور سرکار کے قدموں میں لا کر رکھ دیا آپ نے دیکھ کر فرمایا اس امت کا فرعون مر گیا۔

جامع ترمذی میں ہے کہ عبدالرحمان بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت حذیفہ کے پاس گئے اور عرض کیا ہمیں کسی ایسے بندے کا پتہ دیں جو اخلاق حسنہ میں حضور اکرم ﷺ سے مشابہت رکھتا ہو تا کہ ہم ان سے اکتساب فیض کریں۔ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

حضور اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ کے سب سے زیادہ پابند حضرت ابن مسعود ہیں اور جو اصحاب رسول میں اس وقت موجود ہیں انہیں (خود) علم ہے بارگاہ رسالت میں تقرب کے لحاظ سے ام عبد کا درجہ سب سے زیادہ ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے اخلاق مبارک کا پیکر جمیل تھے آپ علم و عرفان کے کوہ ہمالیہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ زمین پر قدم پھونک کر رکھتے کہیں میرا کوئی قدم رسول اکرم ﷺ کی اطاعت و اتباع سے باہر نہ ہو۔ ساری ساری رات قرآن کی تلاوت اور تسبیح و تحلیل میں گزر جاتی۔ اللہ کا خوف اور ڈر ہر وقت بدن پر طاری رہتا۔ آپ خود بھی عالم دین و مفتی تھے اور آپ اپنی اولاد کو بھی علوم دین کی تحصیل کی تلقین کرتے رہتے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

❁❁❁❁❁❁❁

# صاحب قرآن کے جسم اطہر کی نفاست کا اعجاز

معجزے انبیاء کو خدا نے دیئے　　　معجزہ بن کے آیا ہمارا نبی

حقیقت تو یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی شخصیت اس قدر دلربا اور رعنائیوں کا پیکر تھی کہ سرتابقدم سراپا اعجاز تھے۔ آپ کی شخصیت مبارکہ کے کن کن کمالات کا ذکر کیا جائے۔ آپ کے کس معجزے کا ذکر کیا جائے۔ ہاں ہم نے تو پڑھ کر ہی بتانا یا لکھنا ہے۔ تو وہ کس قدر خوش بخت لوگ تھے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے صاحب قرآن ﷺ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو ملاحظہ کیا جنہوں نے اپنے قلب ونظر میں ان کمالات ومعجزات اور دلآویز ہستی کو جگہ دی جن کے دل اور آنکھیں حسن مصطفیٰ ﷺ کی جلوہ گاہ تھیں۔ وہ فیضان نبوی کے کتنے سچے امین تھے جنہوں نے اپنے آقا ﷺ کی محبت کو دین ہمہ اوست جانا۔ جنہوں نے اپنے آقا ﷺ کی محبت کے تذکرے کرنے کو ایمان کی اساس جانا۔ ہاں تو ایسی محبت کا اظہار کرنا۔ یہ عقل کا معاملہ نہیں بلکہ دل کا معاملہ ہے۔ عقل تو ہاتھ پاؤں مار مار کر مرجاتی ہے پھر زندہ نہیں ہوتی لیکن عشق نہ مرتا ہے نہ مرنے دیتا ہے۔ بلکہ موت کو بھی حیات میں بدل دیتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی شخصیت مطہرہ ہر قسم کے عیوب ونقائص سے مبرا ومنزہ تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی بدنی طہارت ونفاست کو ان آنکھوں سے ملاحظہ کیا تو چپ نہ رہ سکے بلکہ بعد میں آنے والوں کے دلوں کو قرار محبوب کے جمال کے تذکروں سے دیتے گئے اور یہی ذکر محبوب کائنات اہل دل کے دلوں کی خوراک اور قلب وروح کی تسکین کا باعث بنا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باکمال ہستی ﷺ کے فیضان نظر سے آپ کے حسن وجمال کا عکس جمیل بنے تھے اس لیے تو اُن کی آنکھوں نے آپ کی شخصیت مطہرہ کے جمال ہی کو دیکھا اور جمال ہی نظر آیا۔ آپ کے جسم اقدس کی طہارت اور نفاست کو دیکھا تو بدن اقدس طاہر ومطہر ہی نظر آیا۔ اسی لیے تو دیکھنے والوں نے کہا کہ ہم نے

سرکار کے بدن اقدس پر کبھی غلیظ مکھی کو بیٹھتے نہیں دیکھا۔ بدن اقدس کا سایہ نہیں دیکھا۔ ہاں ہاں یہ بدن اقدس اس قدر لطیف اور نور علیٰ نور سایہ نہیں رکھتا مگر دو عالم اس سایہ عاطفت کے نیچے ہیں۔ اصحاب رسول ﷺ کا واضح عقیدہ تھا بدن مصطفیٰ ﷺ اس قدر نفیس ونفاست والا ہے طاہر ہے طہارت والا ہے اس بدن اقدس سے مس ہونے والا پانی پینے والا دوزخ کی آگ سے پاک ہو جاتا ہے۔ سلمیٰ زوجہ ابی رافع نے کہا میں نے سرور دنیا و دین ﷺ کے غسل مبارک والا پانی پی لیا آپ نے اسی وقت جہنم سے آزادی کا پروانہ جاری کرتے ہوئے فرمایا۔ حَرَّمَ اللّٰهُ بَدَنِكَ عَلَى النَّارَ۔ اللہ نے تیرے جسم پر دوزخ کی آگ حرام کردی۔ (طبرانی)

ہاں ہاں تو بدن اقدس سے مس ہونے والے پانی کی برکات کا عالم ہے۔ ذرا بدن اقدس سے نکلنے والے خون مبارک کی شان دیکھئے اور عشاق مصطفوی کا عقیدہ ملاحظہ کیجئے۔ شکر ہے اللہ کا آج کے دور کا کوئی خشک ذہن ملاں اس وقت موجود نہیں تھا اگر خون مبارک پینے کو دیکھ لیتا تو اس پر بھی کفر وشرک کے فتووں کی بھر مار کر دیتا ہے اگر کچھ بھی نہ کہتا تو شخصیت پرست ضرور کہتا لیکن وہ لوگ مصطفیٰ ﷺ کے قدموں پر دل ہی نہیں سب کچھ قربان کر چکے تھے۔

حضرت برہان الدین حلبی نے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ

غزوہ اُحد کے روز کفار میں سے ایک بدبخت نے سرکار دو عالم ﷺ کے چہرہ اقدس پر پتھر مارا جس کی وجہ سے آنحضور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ کے لب مبارک سے جاری ہونے کے خون کو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد گرامی مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے اپنا منہ سرکار کے منہ مبارک کے ساتھ لگا کر چوس لیا۔ جب خون مبارک چوس لیا تو سرکار نے نہ فرمایا اے مالک قے کرو یا کلی کرو، خون حرام ہے۔ آپ ﷺ جو بھی فتویٰ جاری فرماتے وہ حرف کُن تھا مگر آپ ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ مَسَّ دَمِیْ دَمَهٗ لَمْ تُصِبْهُ النَّارُ۔

جس کے خون میں میرا خون مل گیا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا۔

**مَنْ اَرَادَاَنْ یَنْظُرَاِلٰی رُجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا۔**

جس نے کسی جنتی کو دیکھنا ہو تو وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔

بڑی عجیب بات ہے سرکار کا خون مبارک پینے والا جنتی ہو گیا۔ کیا مالک بن سنان کو خبر نہ تھی حضور ﷺ بشر ہیں۔ میرا خون ان کا خون جیسا ہے؟ ہاں یہ عقیدہ آج کے کسی جاھل ملاں کا ہو سکتا ہے مگر مالک بن سنان یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔

آپ ﷺ کا خون مبارک عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی پی لیا تھا حالانکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا اے عبداللہ! یہ خون لے جاؤ اور اسے غائب کر دو۔

مقصود تو غائب کرنا تھا عبداللہ بن زبیر نے غائب زمین میں نہ کیا نہ کسی دیوار کے ساتھ پھینکا بلکہ پی لیا۔ آقا ﷺ نے پوچھا تم نے کہاں غائب کیا ہے؟ تو

عرض کی حضور میں جانتا ہوں کہ آپ کے خون مبارک کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی تو میں نے یہ جان کر پی لیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ! تجھے دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس ان کے سر پر پھیرا۔ عبداللہ کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جس روز سے آپ کے خون کو (جام شیریں اور روح افزا سمجھ کر) پی گئے اس دن سے وقت شہادت تک ان کے منہ سے کستوری کی خوشبو آتی رہی۔ (ضیاء النبی ۵۲)

ایک روایت میں اس طرح بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا شاید تم نے خون پی لیا ہے؟ عرض کیا جی ہاں پی لیا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا

تم (میدان جنگ میں) جن پر حملہ کرو گے ان کیلئے بھی تباہ کن ثابت ہو گے اور جو تم پر حملہ آور ہوں گے ان کیلئے بھی تباہ کن ثابت ہو گے۔ (سیرت حلبیہ)

یہ تو آپ ﷺ کے خون مبارک کا امتیاز تھا۔ اب ذرا آپ ﷺ کے بول

مبارک کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے۔

سب سے پہلی بات تو یہ سمجھ لیجئے کہ آپ ﷺ کا خون مبارک اور بول مبارک امت کے حق میں پاک ہے۔ نہ کی پلید ہے۔

راقم الحروف نے ایک بار خطبہ جمعہ میں آپ ﷺ کے بول مبارک اور خون مبارک کا بیان کیا تو ایک صاحب جو نئے نئے کویت سے واپس پلٹے تھے بعد از خطبہ جمعہ چونک اُٹھے اور کہنے لگے آپ نے حضور اکرم ﷺ کے پیشاب کو حلال کیا ہے بھلا انسان کا پیشاب پاک ہوسکتا ہے؟ اگر آپ کا پیشاب مبارک پاک تھا تو آپ استنجا کیوں کرتے تھے؟

میں نے کہا آپ ﷺ کا بول مبارک عام انسانوں جیسا نہیں تھا جو آپ سمجھ رہے ہیں بات تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کا بول مبارک امت کے حق میں پاک ہے اور اگر امت کے حق میں ناپاک ہوتا تو آپ ﷺ پی لینے والے کو منہ دھونے، قے کرنے کا حکم فرماتے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ حضور سے پوچھا یا رسول اللہ! جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہیں تو آپ کے باہر نکلنے کے بعد جو بھی بیت الخلاء میں داخل ہو تو آپ کے بدن سے خارج ہونے والا (فضلہ مبارک، بول مبارک) نظر نہیں آتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے عائشہ! **اَنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْاَرْضَ اَنْ تَبْتَلِعَ مَاخَرَجَ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ** ۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا ہے جو انبیاء کے اجسام سے خارج ہو اسکو نگل لیا کر۔ (خصائص الکبریٰ)

وہ صاحب سمجھ تو گئے کہنے لگے یہ مسئلہ آج تک کسی نے بیان نہیں کیا۔ آپ نے بیان کیا ہے۔ بہر حال گزارش یہی ہے کہ انسان جس قدر حضور اکرم ﷺ کی محبت میں راسخ ہوتا جائے گا دین اسلام کے معارف و مفاہیم سمجھ میں آتے جائیں گے

ضرورت تو اس امر کی ہے آپ ﷺ کی اطاعت میں محبت کا رنگ نمایاں ہو۔ جس اطاعت میں محبت اور جذبات عشق نہیں وہ اطاعت منافقت سے پاک نہیں ہوتی۔ بلکہ منافقت کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ اگرچہ نماز روزہ ہی کیوں نہ ہو۔

اُم ایمن حبشیہ برکہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ بے خبری کے عالم میں آنحضرت ﷺ کا بول مبارک پی لیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے نہ منہ دھونے کا حکم فرمایا نہ انہوں نے دھویا۔ اُم ایمن خود فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت ﷺ اُٹھے آپ ﷺ کے پلنگ کے نیچے پیالہ رکھا ہوا تھا آپ ﷺ نے اس میں پیشاب کی حاجت رفع فرمائی۔ اس کے بعد میں اٹھی مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی میں نے بے خبری کے عالم میں وہ برتن اٹھایا اور منہ کے ساتھ لگایا جو کچھ اس میں تھا میں نے پی لیا۔ (یعنی کوئی احساس نہ ہوا اس میں کیا ہے میں پانی سمجھا)

جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

جاؤ یہ برتن اٹھاؤ اور اس کو باہر ایک طرف انڈیل آؤ۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ کی قسم جو کچھ اس میں تھا میں نے رات کا پی لیا ہے میرے اس جواب پر آنحضرت ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا۔

اب تمہارے پیٹ پر آگ اثر نہیں کرے گی۔ دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اب تمہارا پیٹ کبھی نہیں بڑھے گا۔ (سیرت حلبیہ)

ایک اور روایت میں بھی ہے کہ

اُم المؤمنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت گزار ایک خادمہ جس کا نام برکہ بنت ثعلبہ ابن عمرو تھا۔ اس خاتون کا لقب اُم یوسف بھی تھا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کا بول مبارک پی لیا۔ تو آنحضرت ﷺ کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا

موت تک تجھے صحت وسلامتی مل گئی اور تو نے اپنے آپ کو دوزخ سے بچالیا۔
چنانچہ وہ مرض الموت تک بیمار نہ ہوئی۔(سیرت حلبیہ)
علامہ حلبی نے بڑی فیصلہ کن بات کہی ہے فرماتے ہیں۔
نبی کریم ﷺ کے فضلات پاک تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے پینے والے کو منہ دھونے کا حکم نہیں دیا نہ پینے والے نے خود اپنا منہ دھویا۔ کیونکہ آنحضور ﷺ کی طرف سے منہ دھونے کا حکم نہ دینے یا خون پینے کے وقت نہ روکنے سے اسکی تصدیق ہوتی ہے۔

## واللہ ورسولہ اعلم

# صاحب قرآن حضرت جابر کے گھر مہمان

علامہ طالب ھاشمی رحمت دارین کے سوشیدائی کے صفحہ ۲۶۹ پر رقم طراز ہیں۔

کہ غزوہ اُحد (شوال ۳ھ) کے چند دن بعد کا ذکر ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے ایک روز اپنے ایک مدنی جاں نثار سے فرمایا آج میں تمہارے گھر آؤں گا۔ یہ صاحب رسول ﷺ کا ارشاد سن کر اس قدر خوش ہوئے کہ قدم زمین پر نہ لگتے تھے دوڑے دوڑے گھر گئے اور نہایت اہتمام سے حضور اکرم ﷺ کی دعوت کا اعلان کیا پھر اپنی اہلیہ سے کہا:

دیکھو! رسول اللہ ﷺ ہمارے غریب خانہ پر تشریف لا رہے ہیں تم اپنے کام سے کام رکھنا اور بات چیت کر کے حضور اکرم ﷺ کو تکلیف نہ دینا۔

تھوڑی دیر بعد سرور عالم ﷺ تشریف لائے تو صاحب خانہ اور ان کی اہلیہ خورشید رسالت ﷺ کو اپنے جلوہ بار دیکھ کر فرط مسرت سے بیخود ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ کو دیکھ کر دیدہ و دل فرش راہ کر دیئے۔ بستر پہلے ہی بچھا رکھا تھا اور اس پر تکیہ بھی لگا دیا تھا حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ یارسول اللہ! کچھ دیر آرام فرمایئے آپ ﷺ مصروف خواب استراحت ہوئے تو ان صاحب نے اپنے غلام سے فرمایا جلدی سے بکری کے اس بچے کو ذبح کر کے پکا لو۔ ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ جاگتے ہی منہ ہاتھ دھو کر واپس روانہ ہو جائیں۔

حضور اکرم ﷺ بیدار ہو کر منہ ہاتھ دھونے سے فارغ ہوئے تو ان صاحب نے فوراً آپ کے سامنے دستر خوان بچھایا اور والہانہ ذوق وشوق کے ساتھ اپنے آقا ومولا کی خدمت اقدس میں گوشت خرما اور پانی پیش کیا۔ حضور اکرم ﷺ بہت مسرور ہوئے صاحب خانہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

شاید تم کو علم ہے میں گوشت رغبت سے کھاتا ہوں۔

انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔

صاحب خانہ کے اہل قبیلہ کو علم ہوا کہ ان کے محلے کے ایک گھر کو سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے قدوم مبارک سے مشرف فرمایا ہے تو وہ آپ کی زیارت کیلئے اُمڈ پڑے۔ لیکن اس خیال سے کہ قریب جانے سے حضور ﷺ ناگواری محسوس نہ فرمائیں دور ہی دور سے آپ کے دیدار سے مشرف ہو کر واپس چلے جاتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ چلنے لگے تو صاحب خانہ کی اہلیہ نے اندر سے پکار کر کہا۔

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے شوہر اور مجھ پر درود پڑھیئے۔ سرور عالم ﷺ نے بلا تامل صاحب خانہ اور ان کی اہلیہ پر درود پڑھا کہ اللہ تم اور تمہارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے اور پھر خوش خوش تشریف لے گئے۔

مدینہ منورہ کے یہ خوشبخت صاحب رسول جن پر خود صاحب قاب قوسین رحمت دو جہان ساقی کوثر ﷺ نے درود بھیجا، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری تھے اور اس سعادت میں شریک ان کی اہلیہ حضرت سہیلہ بنت مسعود تھیں۔

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری کا شمار اجل صحابہ کرام میں ہوتا ہے ان کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت وعقیدت کا انداز، مذکورہ واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ ان کے والد گرامی رضی اللہ عنہ بھی حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں خصوصی مقام رکھتے تھے ان کا نام عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھا، غزوہ اُحد میں ان کی شہادت واقع ہوئی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عبداللہ کی شہادت کے بعد خاصے پریشان رہا کرتے تھے ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ان کی پریشانی کا سبب پوچھا تو عرض کی یا رسول اللہ!

میرے ابا جان شہید ہو گئے ہیں اور ان کے سر پر بہت زیادہ قرض ہے اور بچے بھی ہیں میں اس صورت حال کی وجہ سے پریشان ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے سن کر ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کے ساتھ بلا واسطہ کلام کیا ہے اور بغیر کسی پردے

کے گفتگو فرمائی ہے۔ حالانکہ وہ رب کسی سے بے پردہ کلام نہیں کرتا لیکن اس نے تیرے والد کو اپنے سامنے بلا کر (جیسا اسکی شان کے لائق ہے) کلام فرمایا کہ اے میرے بندے جو تیری تمنا ہو بیان کر۔ تو انہوں نے عرض کی اے میرے اللہ! مجھے دنیا میں پھر بھیج تا کہ میں تیرے دشمنوں سے لڑوں اور پھر شہید ہو جاؤں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے! یہ میرا فیصلہ ہے کہ جو کوئی ایک مرتبہ دنیا سے یہاں آ جاتا ہے دوبارہ واپس نہیں بھیجا جائے گا۔

انہوں نے عرض کی اے اللہ! تو میرے پس ماندگان کو خبر کر دے میرے حال کی۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ (رحمت دارین کے سوشیدائی بحوالہ ترمذی)

حضرت جابر ؓ یہ واقعہ سن کر کیوں نہ مست ہوئے ہونگے۔ ان کی ڈبڈباتی آنکھیں اور رنجیدہ دل کیوں نہ گلاب کے پھول کی طرح کھلا ہوگا۔ ان کے والد بھی تو عشق رسول ﷺ کے پیکر تھے اسی محبت رسول پر شہادت کا رنگ چڑھانے کیلئے میدان میں نکلے ہونگے۔ یقناً حضرت جابر اپنے والد گرامی کے برزخی احوال کو سن کر خوش ہوئے ہونگے اور یقیناً ان کے دل نے گواہی دی ہوگی۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

قارئین کرام! ذرا ٹھہریئے حضرت جابر کی عقیدت اور محبت رسول کا ایک اور گلدستہ دیکھئے جس میں سوائے اپنے آقا و مولیٰ کی محبت کی خوشبو کے اور کچھ نہیں۔

کیا عجیب سماں ہوگا کیا عجیب گھڑی ہوگی، کیا عجیب وقت ہوگا، کس قدر فرحت و شادمانی بھرے لمحات ہونگے جس وقت آقا ﷺ اپنے کئی غلاموں کے ساتھ حضرت جابر کے گھر تشریف لے گئے ہونگے۔

خندق کی کھدائی کے دوران سخت پتھر آ گیا پتھریلی زمین آ گئی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس چٹان کو توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں مگر وہ نہ ٹوٹی، صحابہ

کرام حضور سید المرسلین ﷺ کی بارگاہ میں آ کر ملتجی ہوتے ہیں آقا! ایک سخت چٹان آ گئی ہے جو ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی اب کیا کیا جائے اللہ اکبر، سید کائنات ﷺ اپنے دست مبارک میں کدال لیتے ہیں اور سخت چٹان کو توڑنے چل پڑتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ضرب اور قوت کے سامنے چٹان کی کیا مجال ٹھہری رہے چنانچہ آپ ﷺ نے ایک جگہ پر ضرب لگائی تو وہ لوہے کی طرح سخت چٹان ریت کے ذروں کی طرح بہ گئی۔

ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کچھ پانی منگوایا اور اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا پھر آپ ﷺ نے اس پر کچھ پڑھا اس کے بعد وہ پانی پتھریلی زمین پر چھڑک دیا صحابہ کہتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے پانی پڑتے ہی وہ زمین ملائم ہو کر ریت کی طرح ہو گئی جسے کھودنے کیلئے کدال اور پھاوڑوں کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ جو چٹان ٹوٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی آنحضور ﷺ نے اس چٹان پر ایک ضرب لگائی تھی تو آگ کا شعلہ نکلا تو آپ نے فرمایا یمن فتح ہو گیا۔

دوسری ضرب لگائی تو پھر شعلہ نکلا تو فرمایا ملک شام اور مغرب تک مجھے غلبہ عطا کیا۔ تیسری ضرب لگائی تو فرمایا مشرق کو میرے لیے مفتوح و مغلوب بنا دیا۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس روز خندق کھودنے کا واقع پیش آیا میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ کا شکم اطہر بھوک کی وجہ سے ساتھ چپکا ہوا ہے۔ اور کمر پتلی ہو گئی ہے۔ اسی دوران ایک سخت چٹان آ گئی جس کو توڑنے کی صحابہ نے بہت کوشش کی مگر وہ نہ ٹوٹی۔ سب صحابہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں گئے اور عرض گزار ہو گئے حقیقت حال سنائی تو حضور نے فرمایا میں ابھی آ رہا ہوں پھر حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے شکم مبارک پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ ہم تین دن تک وہاں رہے۔ نہ کچھ کھایا، سبھی بھوکے تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے ہاتھ میں کدال لیا ایک

ضرب لگائی تو چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر ملک شام کی سمت گرا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے ملک شام کے خزانوں کی چابیاں عطا کر دی گئیں۔ دوسری ضرب لگائی تو تیسرا ٹکڑا ملک ایران کی سمت گرا تو حضور نے فرمایا مجھے کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں۔ تیسری بار جب ضرب لگائی تو اس چٹان کا بقیہ حصہ ملک یمن کی طرف گرا تو آپ نے فرمایا مجھے ملک یمن کی چابیاں عطا کر دی گئیں۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ جو صورت حال کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے تھے عرض گزار ہوئے۔

آقا! میں ذرا اپنے گھر تک ہو آؤں؟

آپ ﷺ نے اجازت عطا فرمائی۔ حضرت جابر نے گھر جا کر بیوی سے کہا اے اللہ کی بندی! میں نے اللہ کے محبوب کو سخت فاقہ کے عالم میں دیکھا ہے کیا تیرے پاس کوئی چیز کھانے کیلئے موجود ہے جو آقا ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی جائے بیوی بولی۔ سردار من سلامت! میرے گھر میں کچھ جو اور ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ ہے۔

جابر بکری کا بچہ ذبح کرتے ہیں۔ بیوی جو پیستی ہے۔ بالآخر وہ گوشت ہنڈیا میں ڈال کر پکایا جاتا ہے۔

جابر میدان جنگ میں کملی والے آقا کے پاس جانے لگتے ہیں تو بیوی کہتی ہے۔ صاحب جی! مجھے حضور کے اصحاب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔

جابر سیدھے سید کائنات ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں آقا! ہمارے پاس بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ اور ایک صاع جو تھے جو پیس کر گوندھے ہیں حضور! خود بھی تشریف لائیں اور اپنے ساتھ دس درویش بھی لے آئیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر! کھانا کتنا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ایک بکری کا بچہ اور ایک صاع جو، آپ نے فرمایا اچھا، تم جاؤ اور اپنی بیوی سے کہو کہ

میرے آنے تک ہنڈیا کو چولہے سے نہیں اتارنا، اور نہ روٹیاں تنور سے نکالنا۔

حضور اکرم ﷺ صحابہ میں عام اعلان کرتے ہیں کہ بھئی چلو جابر کے گھر دعوت ہے۔

سبحان اللہ! جابر کا دل تو دھڑک رہا ہوگا اور دل سے کہہ بھی رہے ہوں گے کہ لجپال آقا! آج لاج تیرے ہاتھ ہے۔ چنانچہ گھر دوڑے ہوئے جاتے ہیں بیوی سے کہتے ہیں، تیرا بھلا ہو حضور اکرم ﷺ تو سارے لشکر کو لے آئے ہیں اب کیا بنے گا۔

بیوی بڑی سعادت مند اور عقیدت والی تھی۔ اس نے کہا جابر! کیا تم نے حضور کو ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا؟ جابر کہتے ہیں ہاں میں نے ساری صورت حال بتلا دی ہے۔ بیوی نے کہا پھر فکر کرنے کی کیا ضرورت، اللہ جانے اور اللہ کا رسول جانے، حضور سرور عالم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے ہنڈیا میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور تنور میں بھی ڈالا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ ہنڈیا کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور روٹیاں پکانے والی عورت سے کہا تیرے ساتھ جابر کی بیوی مل کر روٹیاں پکائے پھر فرمایا میرے ساتھ ایک ہزار آدمی ہیں۔

فرمایا ہنڈیا کو چولہے سے نہیں اتارنا بلکہ وہیں سے چمچے کے ساتھ سالن نکالو۔ چناچہ دستر خوان بچھ گیا دس دس افراد کی ٹولی آتی گئی اور کھاتی گئی سارا دن وہی سالن وہی ایک صاع آٹے کی روٹیاں چلتی رہیں شام کے وقت جتنا سالن پکایا ہنڈیا میں باقی رہا۔ اور روٹیاں بھی باقی رہیں۔ اور ایک ہزار افراد کھا کر رخصت ہو گئے۔

(دلائل النبوت لابی نعیم ۔ ضیاء النبی)

حضور سرور عالم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا قبلہ محبت اور آپ کی ذات ان کیلئے ملجا و ماؤی تھی۔ حضور ﷺ کی ذات کی خاطر اپنی جان قربان کرنے سے بھی گریز نہ کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اس سچی محبت و غلامی کے صلہ میں

انسانیت میں سے بہت ہی ارفع واعلیٰ مقام عطا فرمایا۔ درحقیقت حضور اکرم ﷺ کے بعد انسانیت کا تاجدار کہلانے کے سب سے زیادہ حق دار ہی یہی لوگ تھے اور ہیں اور یہ اعزاز قیامت تک قائم و برقرار رہے گا۔ اور انہیں یہ مقام ومرتبہ کثرت عبادت کی بنا پر نہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ سے والہانہ عقیدت محبت کی وجہ سے ملا تھا۔

حضرت جابرؓ کے دونوں واقعات سے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ان کی سچی اور والہانہ عقیدت کا درس ملتا ہے جو آئندہ آنے والی نسل انسانیت کیلئے بجا طور ایک مستقل درمحبت ہے۔

میرے ہزار دل ہوں تصدق حضور پر
میری ہزار جان ہو قربان مصطفیٰ

❁❁❁❁❁

## عم صاحب قرآن امیر حمزہ کا ایمان

صاحب قرآن خواجہ کون ومکان ﷺ کوہ صفا کے پاس کھڑے ہیں۔ بدبخت ابوجہل جس کے سینے میں ہر وقت حضور ﷺ کی عداوت کی آگ کے شعلے بھڑکتے رہتے ہیں۔ رحمت عالم کو دیکھ کر اور بھڑکا حتی کہ گالی گلوچ کیا، مارا اور اتنا مارا کہ بدان اقدس سے خون نکلنے لگا۔ صبر ورضا کے اس کوہ ھمالیہ نے زبان کو ذرا بھی حرکت نہ دی اور اُف تک بھی نہ کی۔ عبداللہ بن جدعان کی باندی اس منظر کو دیکھ رہی تھی اور ابوجہل کی بک بک بھی سن رہی تھی۔ ادھر ابوجہل اپنا کام کر کے کھسک گیا اور اپنی کار شیطانی کابینہ میں جا کر اپنا کارنامہ بیان کرنے لگا۔

اسی وقت حضرت حمزہ عم رسول ﷺ حرم کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں تلوار کندھے کیساتھ لٹکی ہوئی ہے ان کی عادت تھی کہ جب بھی شکار کو جاتے پہلے کعبہ کا طواف کرتے۔ آپ حرم میں آرہے تھے کہ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی کا سامنا ہو گیا۔ حضرت حمزہ کو دیکھ کہنے لگی۔

اے ابوعمارہ! کیا آپ کو خبر نہیں کہ ابوالحکم عمر بن ھشام نے تمہارے بھتیجے کو گالیاں بکیں ہیں اور مارا پیٹا بھی ہے اس کے ظلم وستم کے باوجود تمہارے بھتیجے نے اُف تک نہیں کی۔

حمزہ کہتے ہیں۔اے ابن جدعان کی لونڈی! جو کچھ تم کہہ رہی ہو کیا یہ سچ ہے غلط تو نہیں؟۔کیا تم نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟۔

اللہ اللہ۔اس وقت حضرت حمزہ صاحب ایمان تو نہیں مگر عم صاحب قرآن ہونے کے ناطے میں خون نے جوش مارا۔تن میں آگ سی لگی ہوئی ہے۔غصے سے لال پیلے ہیں۔ابوجہل کی تلاش کرتے کرتے حرم کعبہ میں داخل ہوتے ہیں، کسی کے ساتھ کوئی کلام نہیں کرتے،صرف اس بدبخت کی تلاش میں ہیں جس نے ان کے بھتیجے کی توہین کی ہے۔

بوجہل بڑی چوہدراہٹ کے ساتھ اپنی مجلس میں جلوہ افروز ہے حضرت حمزہ نے سامنے دیکھا تو فوراً اسکی طرف جھپٹے پکڑ کر اس قدر مارا کہ سر پھاڑ دیا ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دور سے دیکھتے ہی قریب جا کر کمان خوب زور کے ساتھ اس کے سر میں ماری جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا۔

آپ نے اسے کہا بدبخت! کیا تو محمد کو گالیاں دیتا ہے؟۔تو میں بھی اس کا دین قبول کرتا ہوں جو تجھ سے ہوتا ہے کر لے۔

ابوجہل حضرت حمزہ کے سامنے منتیں واسطے کرنے لگا اور کہنے لگا کہ وہ تمہارا بھتیجا، ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے۔ہمارے باپ دادا کے راستے سے ہمیں ہٹاتا ہے۔

اس کی باتیں سن کر حضرت حمزہ نے کہا تم سے بڑھکر بیوقوف اور پاگل کون ہوگا کہ جو ایک اللہ کو چھوڑ کر کئی خداؤں کو پوجتا۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔محمد اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت حمزہ جوش انتقام میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان تو کر بیٹھے مگر جب واپس پلٹے گھر کی طرف تو دل میں خیال آیا اے حمزہ! تو نے سوچے سمجھے بغیر بھتیجے کے دین کو قبول کر لیا یہ تو نے جلد بازی میں بڑا غلط فیصلہ کر لیا ہے۔ الغرض اسی کشمکش اور اضطراری حالت میں رات گزارتے ہیں۔

صبح ہوئی تو حضور ﷺ کے پاس جا کر کہتے ہیں۔

اے بھتیجے! میں تو بڑی مشکل میں پھنس گیا ہوں ایسی بات پر قائم رہنا جس کی تہہ کو میں نہیں جانتا کہ یہ راستہ اچھا ہے یا برا۔

آنحضرت ﷺ اپنے چچا کی باتیں سن کر سمجھ گئے آپ نے وعظ و نصیحت فرمائی اللہ کے عذاب سے ڈرایا جنت کی خوشخبری سنائی۔

آپ ﷺ کی باتوں کا سننا تھا کہ حضرت حمزہ کے دل کی آنکھ کھلی، حجابات مرتفع ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو ایمان کے نور سے بھر دیا، فی الفور پکارے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سچے ہو۔ اے بھتیجے! اب تم نکل کر اپنے دین کا اعلان کرو۔

قاضی سلیمان منصور پوری نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف رحمۃ للعالمین کے صفحہ ۵۸ پر بڑی ایمان افروز بات لکھی ہے۔ یہ کہ

حضرت حمزہ قرابت کے جوش میں ابو جہل کے پاس پہنچے اس کے سر پر اس زور سے کمان ماری کہ وہ زخمی ہو گیا۔ حمزہ پھر نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور کہا بھتیجے! تم سن کر خوش ہو گے۔ میں نے ابو جہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا چچا! میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا ہاں یہ کہ تم مسلمان ہو جاؤ تو بڑی خوشی ہوگی۔ حمزہ رضی اللہ عنہ قریش میں بڑے معزز و مکرم تھے۔ بڑے طاقتور اور خودار انسان تھے۔ قریش نے دیکھا کہ محمد ﷺ کو اب قوت حاصل ہو گئی ہے تو انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ پر اذیتوں اور تکلیفوں کا سلسلہ بند کر دیا اب ان کی اذیتوں کا رخ عام مسلمانوں کی طرف ہو گیا۔ جو کوئی مسلمان ہو جاتا اسکو اسلام سے پھیرنے میں سر دھڑ کی بازی

لگاتے قید و بند میں رکھتے بھوکا پیاسا رکھتے۔ ان کی طرف سے تکلیفیں اس حد تک پہنچ جاتیں کہ مار مار کہ سیدھا بیٹھنے کے قابل بھی نہ چھوڑتے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے حقیقی چچا تھے آپ کی شہادت غزوہ اُحد کے موقع پر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا، شہید کرنے کے بعد آپ کی نعش مبارک کا مُثلہ کیا گیا۔ ابوسفیان (اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی بیوی ہندہ نے آپ کے اعضا آنکھ ناک کان کاٹ کر ہار بنایا اور گلے میں ڈالا اور شیر خدا رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر منہ میں ڈالا اور چبایا اور نگل نہ سکی اُگل دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو پتا چلا کہ ہندہ نے آپ کا کلیجہ چبایا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ کیا اس نے کھا بھی لیا ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں حضور! وہ نہیں کھا سکی۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کیلئے جہنم پر حرام کر رکھا ہے کہ حمزہ کے گوشت کا کوئی حصہ بھی چھوئے۔ ایک روایت میں ہے اگر ان کا ذرا سا گوشت بھی ہندہ کے پیٹ میں چلا جاتا تو ہندہ کو جہنم کی آگ نہ چھو سکتی کیونکہ حق تعالیٰ نے حمزہ کو یہ عزت عطا کی کہ ان کے جسم کا کوئی جز بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے چچا حمزہ کی لاش پر اتنا روئے کہ اس سے پہلے آپ کو اتنا روتے نہیں دیکھا گیا۔ آپ نے لاش کو قبلہ رو کر کے دیکھا پھر آپ جنازے کے پاس کھڑے ہو گئے اس قدر زار و قطار روئے کہ آپ پر غشی سی طاری ہونے لگی اس وقت آپ نے اپنے چچا کی لاش کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اے رسول خدا کے چچا، اے اللہ کے شیر، اے حمزہ، اے نیکیوں کے کرنے والے، اے حمزہ، اے برائیوں کو کھونے والے، اے رسول خدا کے محافظ، (سیرت حلبیہ)

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

# حضرت قتادہ کیلئے سرکار کی مسیحائی

اصحاب رسول ﷺ کا بڑا مستحکم اور پکا عقیدہ تھا کہ ؎

ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ

اسی لیے تو ہر غم اور دکھ کو اپنے آقا ﷺ کے حضور میں ہی بیان کرتے۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی کبھی کسی کا دل نہ توڑا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ ان لوگوں نے صرف اور صرف میری محبت اور اطاعت اور رضا کی خاطر اپنے اعزہ واقربا، والدین، اولاد و جائیدار کو چھوڑا ہے اور میری محبت کی خاطر اذیتیں برداشت کی ہیں بڑے دکھ سہے۔ ہر طرح کی دشمنی کو مول لیا ہے۔ اگر میں ان کے دکھ نہیں سنوں گا اگر میں ان کی مسیحائی ودادرسی نہیں کروں گا تو یہ ان کے ساتھ وفا نہیں ہوگی بلکہ جفا ہوگی، ان وفا کیشوں کے دل حضور ﷺ کے ساتھ قلبی محبت سے بھرے رہتے تھے ان کے دلوں میں محبت رسول کے سمندر ہر وقت ٹھاٹھیں مارتے رہتے ان کی طغیانیوں میں کبھی کمی واقع نہ ہوئی رحمت عالم ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے در سے دھتکارا نہیں بلکہ ہر کسی کے دکھوں کا مداوا کیا کبھی کسی کو مایوس نہ کیا بلکہ جو مریض آتا اپنے مرض کی دوا لے کے جاتا۔

دیکھئے قتادہ بن نعمان کا عقیدہ کہ انہیں یقین تھا مجھے آنکھ آقا ﷺ کی بارگاہ سے مل جائے گی۔ رب کریم کے محبوب کی بارگاہ سے ایسا نور ملے گا جس سے دونوں جہاں روشن ہونگے۔

قتادہ بن نعمان کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک کمان ہدیہ کی گئی جو اُحد کے روز آپ ﷺ نے مجھے عطا کردی۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کے آگے اسے اتنا چلایا کہ اس کے کنارے کھڑکھڑانے لگے اور میں آپ ﷺ کے سامنے ہو کر آپ کے رخ تاباں کو دشمنوں کے تیروں سے بچاتا تھا میرا چہرہ آپ کے چہرے کے سامنے تھا ایک تیر آیا جو سیدھا میری آنکھ میں لگا اس سے میری آنکھ باہر نکل گئی میں نے اسے ہاتھ کی ہتھیلی میں رکھ لیا۔ کفار پیچھے ہٹے میں اپنی آنکھ کا ڈھیلا اپنی ہتھیلی پر رکھ کر طبیب

اعظم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے جب میری آنکھ کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بھر آئے اور فرمایا۔

اے اللہ! قتادہ کو عافیت عطا فرما جسے اس نے اپنے چہرے کے ذریعے تیرے نبی کے چہرہ کو بچالیا۔ پس تو اس کی آنکھ کو بہت اچھا بنادے اور اس کی بینائی کو اور زیادہ کردے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم۔ سیرت حلبیہ)

زبان نبوت سے نکلے ہوئے الفاظ حریم کبریا میں قبولیت کا درجہ لے کر واپس لوٹے ذرا پوچھیے! حضرت قتادہ سے کہ آنحضور ﷺ کی بارگاہ سے کچھ ملا کہ نہیں ملا۔ قتادہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے آنکھ میں ڈھیلا رکھ کر اوپر لعاب دہن لگایا میری آنکھ کا نور بڑا تیز ہو گیا۔

حضرت قتادہ کی اولاد میں سے ایک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اپنا تعارف اس طرح کرایا۔

میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ اس کے رخسار پر بہنے لگی پھر حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک سے پہلے سے بھی بہتر انداز میں واپس آئی۔ (سیرت حلبیہ)

❁❁❁❁❁

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پر قربان گیا

❁❁❁❁❁

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ ﷺ نے دریا بہا دیئے ہیں

❁❁❁❁❁

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

## مجھے سجدہ کرنے سے غرض ہے جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

اطاعت و محبت رسول ماتھے پر سجدوں کے نشانات ڈالنے کا نام نہیں بلکہ محبت رسول تو دل کا معاملہ ہے۔ اگر اطاعت رسول صرف نماز، روزے کا نام ہوتا تو منافقین نماز روزے کے قائل ہی نہ تھے بلکہ ان اعمال کی ادائیگی بھی کرتے تھے مگر ان کی اطاعت رسول میں منافقت کا رنگ نمایاں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکی کسی عبادت کو قبول نہ کیا۔

سِیۡمَاهُمۡ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السَّجُوۡدِ کا مطلب یہ ہے کہ کثرت سجود کے باعث ان کے خانہء باطن میں اللہ تعالیٰ نے نور پیدا کر دیا ہے جس کی کرنیں ان کی جبینوں پر ظاہر ہوتی ہیں تو ان کی اس نورانیت سے پتا چلتا ہے کہ جس مؤمن کا چہرہ اتنا پُر نور ہے بے شک اس کا نبی و رسول بھی نور علی نور ہے جس کی اطاعت اور غلامی نے اس کے ظاہر و باطن پر اللہ کا رنگ چڑھا دیا ہے۔ کالے بھی عربی بھی عجمی بھی۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی آپ ﷺ کی غلامی کے فیضان سے محروم نہ رکھا بلکہ رضائے رسول ﷺ کے حصول کے بعد اپنی رضا کا اعلان ان کے حق میں یوں بھی کیا۔

تَرَاهُمۡ رُكَّعًا سُجَّدًا یبتغُوۡنَ فضلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانًا۔

انہیں رکوع و سجود کرتے دیکھئے یہ اللہ کی رضا و خوشنودی کے متلاشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے اپنی طرف سے رضا کا اعلان کیا ہے۔

ان اصحاب رسول ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایک ایسی عظیم الشان ہستی کا نام اوراق صفحات کی زینت بنا نظر آتا ہے۔ جو بظاہر ظاہری بصارت سے محروم تھے مگر ان کی بصیرت بڑی ارفع شان کی مالک تھی۔ جن کی پیشانی اللہ کی رضا اور خوشنودی اور سعادت مندی کے انوار سے چمکتی رہی۔ جن کا دل حضور اکرم ﷺ کی محبت سے پُر تھا۔

اُن صاحبان تقویٰ، محبان رسول ﷺ میں سے ایک ایسے شگفتہ پھول جن کا ایک سانس حضور ﷺ کی محبت و اطاعت و غلامی کے جذبات میں نکلتا۔ وہ خوش نصیب

ہستی حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ بظاہر تو نابینے تھے مگر ایک چشم بینا بھی رکھتے تھے اس کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کا امام مقرر کیا تھا۔ ان کی پیشانی نور سعادت کے انوار سے چمکتی تھی۔

جب رسول پاک ﷺ نے صحابہ کرام کا آپس میں رشتہ مواخات قائم فرمایا تو حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دینی بھائی بنایا تھا۔ جب اسلام اور کفر کا معرکہ اوّل پیش آیا تو انہوں نے بڑی جوانمردی کے ساتھ کفر کا مقابلہ کیا مگر اس کے بعد آنکھوں کی بینائی ختم ہونا شروع ہو گئی اس معذوری اور مجبوری کی بنا پر بعد کے کسی غزوے میں شریک نہ ہو سکے۔

صحیح بخاری وجلد اوّل میں ہے کہ

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر اور مسجد نبوی کے درمیان ایک ایسی نشیبی جگہ تھی جب بارش برستی تو سارا پانی وہاں جمع ہو جاتا، بینائی کی کمزوری کے باعث اس جگہ سے گزر کر مسجد میں شریک جماعت ہونا بڑا مشکل ہوتا تھا اس صورت حال کے پیش نظر اپنے گھر میں نماز ادا کر لیا کرتے، ایک دن حضور رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں جا کر عرض گزار ہوئے کہ۔

آقا! جب کبھی بارش ہوتی ہے تو میرے اور مسجد کے درمیان پانی کھڑا ہو جاتا ہے میری نظر کمزور پڑ گئی ہے اس مجبوری کی حالت میں نماز گھر میں ادا کر لیتا ہوں۔ اگر کسی دن آپ میرے ہاں تشریف لا کر ایک جگہ پر نماز پڑھا دیں تو میں اس جگہ کو اپنی جائے نماز بنا لوں گا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ اچھا میں آؤں گا۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا اے عتبان! تم کہاں نماز پڑھنا چاہتے ہو؟۔ وفا شعار غلام نے وہ جگہ بتا دی جہاں بارش کے ایام میں نماز

ادا کرتے تھے۔ حضور سید المرسلین ﷺ نے اس مقام پر دوسرے احباب کی امامت فرماتے ہوئے دو رکعت نفل ادا فرمائے اس کے بعد کچھ دیر تک حضور ﷺ وہیں جلوہ افروز رہے۔ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کیلئے گوشت پکوایا تو آپ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور صدیق اکبر نے بھی ساتھ کھانا تناول فرمایا۔ اور بعد میں حضور اکرم ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کو فیضان نبوی سے بہرہ یاب کا بے پناہ شوق تھا چونکہ ان کے مکان کاشانہ رسالت اور مسجد نبوی کے درمیان دو تین میل کے فاصلے پر تھا اور روزانہ آنے جانے میں دقت ہوتی اسی لیے انہوں نے اپنے مواخاتی بھائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ طے کیا کہ دونوں باری باری رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کریں گے چنانچہ ایک دن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دن بھر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر رہتے۔ اور احکام الٰہی اور ارشادات نبوی سے دامن بھرتے رہے، شام کو یہ تمام گہر ہائے مقدس حضرت عتبان رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیئے۔ اور دوسرے دن حضرت عتبان حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر رہتے اور اپنا دامن قرآن وحدیث کے گہر ہائے تابدار سے بھر کرلے جاتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچاتے۔ (رحمت دارین کے سوشیدائی)

❁❁❁❁❁

سب مشکلوں کا حل میں بتاتا ہوں دوستو!
مشکل کشا نظام ہے میرے حضور ﷺ کا
جس نے سنا وہ آپ کا گرویدہ ہو گیا
کیا پُر اثر کلام ہے میرے حضور ﷺ کا
پاؤں کے نیچے خلد، یہ ماں کا مقام ہے
کتنا حسین پیام ہے میرے حضور ﷺ کا

# میدان جہاد میں جذبہء ایمان کی آزمائش

شاعر مشرق نے سچ کہا ہے۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہء دامان اوست

عشق مصطفیٰ ﷺ جس کی زندگی کا سرمایہ بن جاتا ہے خشکی اور تری کی تمام وسعتیں اس کے دامان میں سما جاتی ہیں۔

طبع مسلم از محبت قاہر است
مسلم از عاشق نہ باشد کافر است
مؤمن از عزم وتوکل قاہر است
گر نہ دارد یہی دو جوہر کافر است

یعنی مؤمن کا جذبہ عقیدت محبت رسول سے غالب ہوتا ہے۔ اگر مسلمان پیکر عشق رسول نہ ہوتو منکر مقام رسول ہے۔ مؤمن عزم وتوکل سے غالب آتا ہے اگر یہ دونوں وصف نہ رکھے تو کافر ہے۔

درد دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما زنام مصطفیٰ است

مؤمن کے دل میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا عظیم مقام ہے اور ہماری عزت وآبرو نام مصطفیٰ سے ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ محبت وعشق والوں نے جریدہ عالم پر وہ نقوش ثبت کیے جو مٹائے بھی نہ مٹ نہ سکے۔ بلکہ محبت والوں کی داستانیں زمانے اور وقت کی اکائیاں بدلنے کے ساتھ ساتھ دل والوں کے دلوں میں مزید جڑیں پکڑتی جائیں گی جس سے قلب کی تطہیر ہوتی رہے گی اور روح کو جلا ملتی رہے گی۔

عشق والوں نے کہاں مار نہیں کھائی؟ یہ عشق ہی تو ہے جس نے میدان عمل

میں عقل والوں کو وہ جوہر دکھائے کہ عش عش کر اُٹھے۔

محبت کی انتہا کا نام عشق ہے اور عشق تو ایک آگ ہے جو محبوب کے سوا سب کچھ جلا کر رکھ دیتی ہے۔

شیخ زورق رحمۃ اللہ علیہ نے محبت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

محبت یہ ہے کہ محبوب کا جمال دل گہرائیوں میں گھر کر جائے یہاں تک کہ اس کے ماسوا کی طرف نظر التفات کی گنجائش تک نہ رہے۔ (مطالع المسرات)

عظیم نعت گو شاعر ظہوری نے کیا خوب کہا

ایہہ عشق ظہوری کئی واری مرنے توں پہلاں مارداے

دکھ سہہ کے وی محبوباں دے سوناز اٹھائے جاندے نیں

ایک ہستی جو ابو حذیفہ ﷺ کی کنیت سے مشہور تھی والد مشہور کافر عتبہ تھا۔ بیٹے نے اسلام قبول کر لیا لیکن اہل خاندان اُس مستی کو اتار نہ سکے جو چشمہ محمدی کی مے پینے سے چڑھی تھی۔ ہجرت نبوی کے بعد اسلام اور کفر کا معرکہ اوّل پیش آیا تو اس عاشق صادق نے محبت رسول کے وہ نقوش چھوڑے جسے تاریخ اسلام آج بھی دہرا رہی ہے۔

حضرت ضیاء الامت نے لکھا ہے کہ (اس عاشق صادق) ابو حذیفہ کو دو آزمائشوں سے گزرنا پڑا وہ دونوں آزمائشیں اتنی بھیانک اور سخت تھیں کہ ان سے پہاڑوں کو بھی آزمایا جاتا تو وہ ھول امتحان سے ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن یہ ان کے رب کریم کی توفیق اور ان کے ایمان کی بے پایاں قوت تھی جس کے باعث وہ ان دونوں امتحانوں میں سرخرو ہو کر نکلے۔

پہلی آزمائش کا انہیں اس وقت سامنا کرنا پڑا جب حضور اکرم ﷺ نے مقتول کفار کی لاشوں کو ایک پرانے گڑھے میں پھینکنے کا حکم دیا وہ لاشیں گھسیٹ کر لائی جا رہی تھیں اور اس گڑھے میں پھینکی جا رہی تھیں۔ اسی اثناء میں ان کے باپ عتبہ کی لاش لائی گئی جسکو حضرت حمزہ کی تلوار جوہر دار نے دولخت کر کے زمین پر پھینکا تھا اسے

بھی اس گڑھے میں لڑھکا دیا گیا۔ یہ منظر ابوحذیفہ ؓ کیلئے بڑا حوصلہ شکن اور صبر آزما تھا ان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا دوسرا جا رہا تھا، ان کی کیفیت کو حضور ﷺ ملاحظہ فرما رہے تھے ان کے دل میں غم واندوہ کا جو طوفان برپا تھا اس آگاہی پاتے ہی سرکار دو عالم ﷺ نے انہیں جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا۔

**يَااَبَا حُذَيْفَةَ لَعَلَّكَ قَدْ دَاخَلَكَ مِنْ شَأنِ اَبِيْكَ شَيْءٌ.**

اے ابوحذیفہ! اپنے باپ کا یہ حال دیکھ کر تمہارے دل میں کچھ خیال تو نہ پیدا ہوا۔ اس سراپا ادب و نیاز غلام نے عرض کی۔

یا رسول اللہ! مجھے اپنے باپ اور اس کے انجام کے بارے میں کوئی شک نہیں، لیکن میں اپنے باپ کو صاحب رائے حلیم اور اچھی صفات کا مالک خیال کرتا تھا۔ مجھے اُمید تھی کہ اس کی یہ خوبیاں اسے اسلام کی طرف سے آئیں گی جب میں نے اس کے انجام کو دیکھا اور حالت کفر میں اس کے مرنے کو دیکھا تو مجھے اس بات کا دکھ ہوا۔

حضور اکرم ﷺ نے ابوحذیفہ ؓ کا یہ جواب سن کر انہیں اپنی دعائے خیر سے نوازا۔ دوسری آزمائش جس سے انہیں دوچار ہونا پڑا اس سے بھی سنگین تھی جو اسی غزوہ کے دوران انہیں پیش آئی۔

جب میدان جنگ میں گھمسان کا رن پڑ رہا تھا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ بنو ھاشم کے جو افراد لشکر کفار کے ساتھ یہاں آئے ہیں وہ اپنی مرضی سے نہیں آئے بلکہ انہیں زبردستی سے لایا گیا اگر ان میں سے کوئی تمہارے سامنے آئے تو اسے بھی قتل نہ کیا جائے اور جو شخص ابن عباس بن عبدالمطلب کے مدمقابل آئے وہ انہیں بھی قتل نہ کرے کیونکہ انہیں بھی جبراً ساتھ لایا گیا۔

ابوحذیفہ جن کا باپ عتبہ، چچا شیبہ، بھائی ولید جو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے جب یہ ارشاد نبوی سنا تو اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکل گیا۔

ہم تو اپنے باپوں، بھائیوں، قریشی رشتہ داروں کو قتل کر دیں اور عباس کو کچھ نہ کہیں انہیں چھوڑ دیں یہ کیسے ممکن ہے؟ بخدا اگر میرا مقابلہ عباس سے ہوا تو میں اپنی تلوار ان کے منہ میں لگا دوں گا۔

ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات جب نبی کریم ﷺ نے سنی تو آپ نے حضرت عمر سے پوچھا اے ابو حفص! کیا اللہ کے رسول کے چچا (عباس) کے چہرہ پر تلوار سے ضرب لگائی جائے گی؟ حضرت عمر (جو پیکر جلالت تھے) نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت فرمائیے۔ میں ابو حذیفہ کی گردن اڑا دوں بخدا وہ منافق ہو گیا۔

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے تند جذبات کی رو میں بہتے ہوئے یہ جملہ نکل تو گیا لیکن ساری عمر اس پر پریشان رہے اور اظہار افسوس کرتے رہے کہا کرتے۔

کہ میں نے اس دن جو بات کہی تھی میں اس کے انجام سے اب تک لرزاں و ترساں ہوں اس کے اثر بد سے میرے چھٹکارے کی ایک ہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کا شرف عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تمنا کو پورا کیا۔ عقیدہ ختم نبوت کے باغی مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔ (ضیاء النبی ج سوم سیرت حلبیہ)

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ ان عشاق نبوی میں سے ہیں جنہوں نے میدان کا رزار میں عظیم جوہر دکھائے۔ جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی محبت و اطاعت کو باپ کی محبت، اعزہ و اقرباء کی محبت پر مقدم جانا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

# اظہار عقیدت کا عجیب انداز

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایمان کی حقیقت سے آگاہ تھے اور وہ جانتے تھے کہ ذات مصطفیٰ ﷺ دیں ہمہ اوست ہے اگر اس ذات اقدس کی چوکھٹ سے منہ موڑا تو ایمان کی حقیقت سے محرومی کا باعث ہی نہ ہو گا بلکہ دعویٰ ایمان تمام شرار بولہبی کا مصداق ہو گا۔ تو اس لیئے یہ لوگ حضور ﷺ کی اطاعت واتباع وغلامی کا دم بھرنے میں ہی اپنی عاقبت سمجھتے۔ یہاں جس بات کا بطور خاص جائزہ لینا ہے وہ یہ کہ اصحاب رسول کے ایمان میں پختگی کس عمل نے پیدا کی؟۔ تو اس کا جواب بڑا واضح ہے کہ صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کی اطاعت میں عقیدت کا رنگ پیدا کیا تھا۔ جس نے ان کے دعویٰ ایمان کو چار چاند لگا دیئے تھے اس اظہار عقیدت کو مشرکین اور منافقین دیکھتے اور اصحاب رسول کو "پاگل" ہونے کی سند عطا کر دیتے۔ اور وہ اس حقیقت سے نا آشنا رہے کہ ایمان میں پختگی اس صورت میں پیدا ہوتی ہے جب اطاعت اور اتباع کے اندر والہانہ عقیدت ہو۔

دنیا میں بڑے بڑے لیڈر آئے، بڑے بڑے دانشور آئے، بڑے بڑے ھادی وراہنما آئے، مگر ان کے متبعین میں عقیدت کا وہ رنگ نہ پایا گیا جو غلامان مصطفیٰ ﷺ میں تھا۔ یہ بات اپنے مقام پر بڑی واضح اور اٹل ہے کہ اصحاب رسول رضائے الٰہی اور منشاء خداوندی کو پانے کے مستحق اسی صورت میں ہوئے جب انکی محبت میں عقیدت کا والہانہ رنگ پایا گیا۔

مریدین کو اپنے مشائخ سے بھی بڑی محبت وعقیدت ہوتی ہے۔ لیکن کسی نے سنا نہیں کہ فلاں مرید نے اپنے پیر صاحب کے پاؤں کا دھوون پیا ہے یا چہرہ پر ملا ہے، یا کھنگار ہاتھ پر ملا ہے یا کسی کا تھوک چاٹا ہے؟ یہ سب باتیں تعجب خیز ہیں۔ اور اظہار عقیدت ومحبت کا عجیب انداز ہے۔ لیکن یہ شرف اصحاب رسول ﷺ کو ہی حاصل ہے کہ انہوں نے وہ کام کر دکھائے جنہوں نے دنیا والوں کو ورطہ حیرت میں گم کر دیا۔

آج کے دور کا کوئی پاگل ہو تو کہہ سکتا ہے کہ جی صحابہ کرام نے اندھادھند تقلید کی تھی یا شخصیت پرستی کی تھی۔

معترضین کو کیا خبر کہ ان لوگوں کو اس انداز محبت میں کیا سکون ملتا تھا یہ کوئی ان سے پوچھے۔ اب اگر کوئی ایسی محبت کی بات کرتا ہے تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ اندھادھند تقلید ہے یا شخصیت پرستی ہے۔ دراصل یہ تعظیم رسول تھی یا محبت رسول ﷺ کا اظہار تھا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی (جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے) کو آنحضرت ﷺ کے پاس بطور قاصد بھیجا تو عروہ بن مسعود صحابہ کرام کی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عقیدت اور وارفتگی کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔

جب حضور اکرم ﷺ کھنگار نکالتے تو وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر گرتا اسکو وہ چہرے پر مل لیتا یا جسم پر مل لیتا۔

جب آپ ﷺ صحابہ کو کوئی حکم کرتے تو تعمیل میں جلدی کرتے۔

جب آپ ﷺ وضو کرتے تو گرنے والے پانی کو لینے میں جھگڑتے۔

جب آپ ﷺ سے گفتگو کرتے تو اپنی آوازیں پست کرتے۔

آپ ﷺ کی تعظیم کرتے وقت نگاہیں اٹھا کر نہ دیکھتے۔

عروہ بن مسعود نے حضور اکرم ﷺ سے گفت وشنید کے بعد واپس مکہ جا کر قریش سے کہا اے میری قوم!

**وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيْ ۔ وَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا ۔**

اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے پاس گیا۔ میں قیصر و کسریٰ کے پاس گیا اور میں نجاشی کے دربار میں گیا اللہ کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی

اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جو محمد "ﷺ" کے ساتھی محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔

**وَاللّٰهِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ۔**

اللہ کی قسم! اگر وہ کھنگار پھینکیں تو وہ ان میں کسی نہ کسی کی ہتھیلی پر پڑتا ہے جسکو وہ اپنے چہرہ اور جلد پر ملتے ہیں۔

**وَاِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ۔** اور جب آپ ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل میں جلدی کرتے ہیں۔

**وَاِذَا تَوَضَّاَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْءِهٖ۔** اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو گرنے والے پانی کو پینے میں جھگڑتے ہیں۔

**وَاِذَا تَعَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ۔** اور جب وہ کلام کرتے ہیں تو ان کے پاس اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں۔

**وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا۔** اور آپ کی تعظیم کرتے ہوئے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں۔ (بخاری ج ا کتاب الشروط)

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا یہ اظہار عقیدت اہل دل کیلئے ان کی روحانی غذا ہے۔ اس والہانہ عقیدت کو معاندین خدا جانے کونسا نام دیں گے شخصیت پرستی کہیں گے یا اندھادھند تقلید۔

یہاں یہ بات خاص طور پر یاد رہے کہ وہ واعظین اور خطباء جو صرف الفاظ کے جادو پر لوگوں کو مست کرتے ہیں۔ صرف پیسے بٹورنے کیلئے ان کی تقریریں محبت کے جذبات سے خالی ہوتی ہیں ان کی تقریریں اور تبلیغیں امت کیلئے اصلاح کا باعث نہیں بلکہ مذہبی تخریب کاری کا کام دیتی ہیں۔ وعظ و نصیحت وہی ایمان اور روح کی بالیدگی کا باعث بنتی ہے جس میں حضور ختمی مرتبت ﷺ کے ساتھ وارفتگی اور تعلق عشق کا پہلو نمایاں ہوگا۔

عروہ بن مسعود کو ایمان کے قریب لانے والی یہی عقیدت تھی جس کا پیکر عملی طور پر اصحاب رسول کو پایا۔ اسی لیے تو انہوں نے جا کر مشرکین کو کہا کہ میں نے بڑے بڑے بادشاہ اور دربار دیکھے ہیں مگر سب کچھ ہونے کے باوجود ایسی عقیدت کہیں نہ دیکھی جس کا پیکر غلامان مصطفیٰ کو پایا۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام سے قبل اہل قبیلہ بہت احترام کرتے تھے۔ مگر قبول اسلام کے بعد وہی ہوا جو حق والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ کہ محبوب حقیقی کی خاطر تیر اور پتھر بھی کھانے پڑتے ہیں تو ان کے ساتھ بھی ویسا بھی ہوا کہ آپ اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر اذان فجر دے رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے اشتعال میں آ کر ایسا تیر مارا جو آپ کی رگ میں پیوست ہو گیا۔ آپ کے اہل خاندان ہتھیار نکال کر میدان میں آ گئے اور کہا جب تک ہم بدلہ نہ لیں گے اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ لیکن عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو اللہ کا خاص فضل واحسان ہے جس نے مجھے مرتبہ شہادت نصیب کیا۔ میں نے اپنا خون معاف کر دیا لہٰذا میرا بدلہ کسی سے نہ لو۔ میری صرف آرزو یہی ہے کہ مجھے ان شہدا کے درمیان دفن کیا جائے جو محاصرہ طائف کے دوران شہید ہوئے۔

حضور ﷺ نے حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ہم شبیہ مسیح علیہ السلام کا لقب دیا تھا

(رحمت دارین کے سوشیدائی)

مردِ خدا کا عشق عمل سے صاحب فروغ
عشق ہے اصلِ حیات موت ہے اس پر حرام
عقل ودل ونگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع دیں بت کدہ تصورات
عشق دم جبرئیل عشق دم مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

## غلامانِ محمد ﷺ جان دینے سے نہیں ڈرتے

غزوہ احد کے بعد ایک سانحہ پیش آیا جس پر غور کرنے سے ایک طرف تو مشرکین کی بدعہدی واضح ہوتی ہے تو دوسری طرف عشق ومحبت کے خون سے رنگین داستان عشق اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔

میری زندگی میری آبرو یہ متاع عشق رسول ہے
جو یہ درد ہے تو قرار جان جو یہ خار زخم ہے تو یہ پھول ہے

ہوا یوں کہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں یارسول اللہ! ہمارے قبیلہ والے لوگ اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں اگر آپ چند تعلیم یافتہ افراد کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تو مزید اسلامی تعلیمات سے روشناس ہو سکتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے قبیلہ والے دین اسلام کو قبول کریں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے کچھ افراد کو ان کے ہمراہ تبلیغ دین کیلئے روانہ کیا۔ مبلغین اسلام کا یہ مختصر گروہ جب مقام ''رجیع'' پر پہنچا تو عضل وقارہ کے افراد جنہوں نے ان مردان حق کو ہمراہ لیا تھا نے بستی بنوہذیل سے خفیہ بات چیت کی تھی اور کہا کہ اگر تم ہماری مدد کو آؤ تو ہم ان چند مسلمانوں کو مکہ لے جائیں گے اور وہاں منہ مانگی قیمت پر فروخت کر لیں گے۔ اس طرح جو دولت ہاتھ آئے گی اسکا ففٹی ففٹی کر لیں گے۔

یہ مردان حق ابھی اپنے خیمے میں بیٹھ کر تبلیغ دین کے بارے میں گفت وشنید کر رہے تھے کہ اچانک دو سو افراد بے نیام تلواروں کو لہراتے ہوئے سامنے آن کھڑے ہوئے اور ان پر ہلہ بول دیا۔ یہ مردان حق اپنے دفاع کیلئے ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے اور کافروں نے ان پر تیر برسانا شروع کر دیئے۔ راہ حق کے مسافروں نے ان بدعہدوں کے ساتھ بڑی مردانگی کے ساتھ مقابلہ کیا بالآخر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کے سوا سب نے جام شہادت نوش کیا حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو گرفتار کر لیا اور مکہ لا کر قریش کے ہاں فروخت کر دیا۔

زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف جو کہ غزوہ بدر میں مارا گیا کا بدلہ لینے کیلئے اس کے بیٹے صفوان نے پچاس اونٹوں کے بدلے میں خرید لیا۔ یہ واقعہ حرمت کے مہینوں میں پیش آیا تو صفوان نے حضرت زید کو اپنے غلام نسطاس کے سپرد کر دیا۔ اور کہا اشہر حرام گزرنے تک اسے اپنی قید میں رکھو۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا تو اس کے بیٹوں نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کیلئے انہیں خرید لیا۔ چنانچہ دونوں کو قید میں رکھا۔ ادھر کفار نے ان دونوں وفا کیشوں کو سولی پر چڑھانے کا سارا انتظام کر لیا تھا۔

جب اشہر حرام گزر گئے تو ان مردان حق کو سولی چڑھانے کیلئے لے جایا گیا۔

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سولی پر چڑھایا جانے لگا تو ابوسفیان نے یہ پیش کش کرتے ہوئے کہا اے زید!

تجھے اللہ کی قسم سچ سچ بتانا کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمہاری جگہ محمد (ﷺ) کی گردن ماردی جائے اور تم اپنے اہل وعیال کے پاس واپس چلے جاؤ۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی طعنہ زنی کو سن کر جذبات سے بھری ہوئی آواز میں فرمایا۔

اے ابوسفیان! اللہ کی قسم میں اپنی جان قربان کرنے کو عزیز سمجھتا ہوں مگر محمد ﷺ کے پاؤں میں ایک معمولی کانٹا چبھنا بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

جذبات محبت سے لبریز عزائم کو جب ابوسفیان نے سنا تو بولا۔

میں نے بڑے بڑے محبت کرنے والے دیکھے مگر محمد کے غلاموں کی محبت کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ حضرت خبیب کو سولی چڑھا دیا گیا اور ظالموں نے شہید کرنے کے بعد آپ کی لاش مبارک کو نیزوں سے چھلنی کر ڈالا۔

اس عاشق رسول نے صرف ایک نام کی خاطر اپنی جان جان آفرین کو دی مگر اللہ کے حضور جھکنے والی جبین کو باطل کے سامنے جھکانا گوارا نہ کیا۔

جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی کے قریب لے جایا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے اپنے رب کے حضور سجدہ ریزی کیلئے دو رکعت نفل نماز ادا کرنے کی مہلت دے دو۔ چنانچہ انہوں نے مہلت دے دی۔ آپ نے بڑے سکون کے ساتھ مگر مختصر نماز ادا کی۔ قراءت رکوع و سجود طوالت سے اس لیے ادا نہ کیے کہ کفار یہ نہ سمجھیں کہ یہ غلام مصطفیٰ موت سے ڈر رہا ہے۔ ان بد بختوں کو کیا خبر کہ غلامان محمد موت سے ڈرتے نہیں بلکہ انہیں خبر کیا تھی کہ یہ مصطفیٰ کریم کے غلام موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں بھی مسکرا کے کرتے ہیں۔

اللہ اللہ! یہ غلام مصطفیٰ پہلے تو اپنے رب کے حضور سجدہ ریزی کرتا ہے اب اپنے آقا و مولیٰ محبوب کبریا علیہ وسلم کے حضور میں سلام پیش کرتے ہوئے کہتا ہے اے اللہ! ہم نے تیرے مکرم رسول کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا ہے اب میرا اسلام میرے آقا کی بارگاہ میں پہنچا دے۔

ادھر آقا علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کے غلام بیٹھ کر فیضان مصطفوی سے فیضیاب ہو رہے ہیں تو اچانک حضور علیہ وسلم کی زبان مبارک پر آتا ہے۔

**عَلیک السلام یا خبیب علیک السلام یا خبیب**

**اے خبیب تجھ پر سلام اے خبیب تجھ پر سلام**

صحابہ کرام نے جب یہ کلمات سنے تو ورطہ حیرت میں گم ہو کر سوال کرتے ہیں حضور! آپ کیا ارشاد فرما رہے ہیں؟

آپ علیہ وسلم نے فرمایا خبیب کو دشمنان اسلام نے قتل کر دیا ہے۔ راہ حق کے اس بے یار و مددگار اور غریب الدیار مسافر کا سلام آقا علیہ وسلم تین سو میل کے فاصلے پر سماعت فرما رہے ہیں۔

دور و نزدیک سے سننے والے دو کان
کان لعل سماعت پہ لاکھوں سلام

ان بدبختوں نے حضرت خبیب کو شہید کرنے کے بعد کافی عرصہ تک آپ کی نعش مبارک کو لکڑی پر لٹکائے رکھا مگر عرصہ گزر جانے کے باوجود شہید عشق رسول کا وجود صحیح وسالم تھا کسی قسم کی کوئی بدبو یا تعفن کا نام ونشان تک نہ تھا۔

نبی کریم ﷺ نے عمرو بن امیہ الضمری کو بھیجا تاکہ وہ نعش کو اتار لائیں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت مقداد اور حضرت زبیر بن عوام کو مکے کی طرف لاش لینے روانہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت مقداد اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے لاش مبارک کو سولی سے اتارا اور گھوڑے پر رکھا۔ تو قریش نے تین سو افراد کو اسلحہ سے لیس کر کے تیز رفتار گھوڑوں پر روانہ کیا۔ ان حضرات نے دیکھا کہ کفار کے عزائم ناپاک ہیں اور وہ گرفتار کریں گے تو انہوں نے آپ کی لاش مبارک کو زمین پر رکھا تو اللہ کی قدرت سے زمین پھٹ گئی اور آپ کی لاش مبارک کو نگل گئی۔ پھر زمین برابر ہو گئی اور پھٹنے کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خبیب کو ''بلیع الارض'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (تیس پروانے شمع رسالت کے)

اس کے بعد ان شیروں نے کفار سے کہا ہم دو شیر ہیں جو اپنے جنگل میں جا رہے ہیں اگر تم سے ہو سکتا ہے تو راستہ روک کر دیکھو۔ ورنہ اپنا رستہ تبدیل کر لو۔ کفار نے ان کے پاس لاش نہ دیکھی اور واپس ہو لیے۔ جب یہ دونوں حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے تو سارا ماجرا آپ ﷺ کی بارگاہ میں سنایا اس وقت جبریل امین بھی آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے ان دونوں مجاھدوں کے اس کارنامہ پر فرشتوں کی جماعت کو بھی فخر ہے۔ یہ کون تھے جنہوں نے موت کو سامنے رقصاں دیکھ کر بھی آہ وفغاں نہ کی؟

یہ استقامت کے ترشے ہوئے پیکر تھے جنہوں نے موت کو خوش ہو کر قبول کیا اور حق کی راہ میں ذرا بھی نہ پھسلے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆☆☆☆

## جسد مصطفیٰ ﷺ کا بوسہ اور پیکر عشق مصطفیٰ ﷺ

میرا ایمان تو یہ گواہی دے رہا ہے کہ جس دل میں سرور عالم ﷺ کی محبت موجود ہے وہ دل زندہ ہے جو مرنے کے باوجود موت طاری ہونے نہیں دیتا۔ اصحاب رسول ﷺ نے زبان نبوت سے سنا تھا کہ لوگو!

**لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اَلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔** (متفق علیہ)

تم میں سے کوئی اس وقت صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے اپنے والد اپنے بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ بنا لے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق بھی نکتہ محبت پر ہوئی۔ کیونکہ حقیقت مطلقہ کو کوئی جانتا نہ تھا۔ تو اس حسن مطلق نے ذات مصطفیٰ ﷺ کو محبت کی وجہ سے کائنات پر ظہور اوّل بخشا تو اپنے حسن کی تجلیات کا ظہور بھی اوّل بھی ذات مصطفیٰ ﷺ کو ٹھہرایا اسی لیے اس ذات نے قرآن حکیم میں فرمایا۔ **قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَّبِّكُمْ۔** یقیناً تمہارے پاس اللہ کی برھان آ گئی ہے۔

اس مدلل برھان اور صاحب قرآن ﷺ کی اتباع کو اپنی محبت کی شرط اوّل قرار دیا۔ اقبال جو خودی کے سمندر کا غواص ہے کہتا ہے۔

روئے تو ایمان من قرآن من

پیارے تیرا رخ تاباں ہی میرا ایمان اور میرا قرآن ہے۔

اسی عاشق صادق نے کہا۔

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ

اس حقیقت کے مکمل پیکر تو وہ لوگ نظر آتے ہیں جنہوں نے حسن مصطفیٰ کی ضیاء پاشیوں سے اپنے من کی تطہیر کی ہے اور ذات مصطفیٰ ﷺ کو مرکز محبت سمجھا۔ اور آپ ﷺ کے ہر ہر عمل مبارک کو جس عقیدت کی نگاہ سے دیکھا، اور آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی زیارت کو متاع حقیقی سمجھا، اور آپ نسبت کو متاع ایمان اور جنت کا ٹکٹ سمجھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ بلکہ محبت عقیدت اور عقل کے درمیان ایک جنگ ہے تو جن کی محبت پر عقل غالب آجاتی ہے وہاں سے عشق اور وارفتگی ختم ہو جاتی ہے پھر آہستہ آہستہ محبوب کائنات ﷺ کی ہر ہر ادا کو عقل کے ترازو پر تولا، ناپا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ایمان سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے، آیئے ذرا محبت وعقیدت وارفتگی اور تعلق عشقی کو صحابہ کرام میں ملحوظ کرتے تاکہ عقیدہ عشق ومحبت کے فلسفہ کو سمجھنے میں مدد ملے۔

سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم ﷺ کے بڑے پیارے صحابی اور ہر دلعزیز انسان تھے آپ رضی اللہ عنہ قرآن حکیم کی تلاوت بڑے پیارے انداز میں کیا کرتے تھے اور طبعی طور پر مزاح کا رنگ کشت زعفران کا کام دکھاتا تھا۔

ایک مرتبہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بیٹھے تھے اور اپنی طبیعت کے مطابق دوسروں کو ہنسا رہے تھے اتنے میں رحمت عالم ﷺ نے ان کے پہلو میں اپنی مبارک انگلی ماری۔

عرض کرنے لگے یارسول اللہ! آپ کے انگل مارنے سے مجھے درد ہونے لگا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے بدلہ لے لو۔

عرض کرنے لگے آقا! آپ نے تو قمیص مبارک پہنی ہوئی ہے۔ اور میرے جسم پر تو کوئی قمیص نہیں تھی۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے شکم اطہر سے قمیص اٹھالی۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے بدلہ لینے کی بجائے پہلو مبارک کو چوم لیا اور کہنے لگے میرے ماں باپ آپ پر قربان! میرا مقصد تو آگے بڑھ کر بوسہ لینا تھا بدلہ نہیں

تھا۔(حیاۃ الصحابہ جلد دوم)

## امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں لکھا ھے کہ

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن بڑے شغف سے کیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں ایک رات سورۃ بقرہ پڑھ رہا تھا اور میرا گھوڑا بھی میرے پاس بندھا ہوا تھا وہ بدکنے لگا میں خاموش ہو گیا تو گھوڑا بھی رک گیا میں نے دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ میں پھر خاموش ہو گیا تو گھوڑا بھی خاموش ہو گیا میرا بیٹا یحییٰ بھی قریب سویا ہوا تھا۔ اس لیے مجھے خوف لاحق ہوا کہ کہیں اس کو نقصان نہ پہنچائے۔ تو میں نے اپنے بیٹے کو اپنے قریب کر لیا۔ اچانک میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اپنے اوپر ایک بادل کو دیکھا جس میں روشنی نمودار ہو رہی ہے۔ جب صبح کا اجالا نمودار ہوا تو میں نے سارا ماجرا حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابن حضیر! اسی طرح پڑھو اور ضرور پڑھو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں یحییٰ کو تکلیف نہ پہنچے کیونکہ یہ گھوڑے کے قریب تھا اس لیے میں نے یحییٰ کو اپنے قریب کر لیا۔ جب آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے ایک بادل نظر آیا جس میں گویا کہ چراغوں جیسی روشنی ہو رہی تھی۔ پھر جب دن نکل آیا تو وہ بادل غائب ہو گیا اور آسمان کی طرف چڑھ گیا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تم سمجھ سکے ہو کہ وہ کیا تھا؟

میں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ!

آپ ﷺ نے فرمایا وہ فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سننے آئے تھے اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو وہ بھی صبح تک سنتے رہتے حتیٰ کہ تم اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھ لیتے وہ کسی سے نہ چھپتے۔

سید المرسلین ﷺ جنگ بدر کی صفیں سیدھے کر رہے تھے اور آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ بعض روایات کے مطابق آپ کے دست

مبارک میں تیر تھا۔ حضرت سواد رضی اللہ عنہ صف سے کچھ آگے نکلے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو ٹھونکا اور فرمایا اے سواد! برابر ہو جاؤ۔ تو اس پر حضرت سواد نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے چھڑی چبھوئی ہے مجھے اس کا قصاص دیں۔ آپ ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے پیرہن مبارک اٹھایا اور فرمایا لو اپنا قصاص لے لو تو حضرت سواد آپ ﷺ کے شکم اطہر سے چمٹ گئے اور بوسے لینے لگے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا ہے۔

آپ نے عرض کی یارسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ جنگ کا موقع ہے اور یہ کہ میری آپ سے آخری ملاقات ہے میں نے چاہا کہ میرا جسم آپ کے جسم مبارک سے مس ہو جائے۔ آنحضور ﷺ اپنے غلام حضرت سواد کا جذبہ محبت ملاحظہ فرما کر مسرور ہوئے اور ان کیلئے دعائے خیر و برکت فرمائی۔ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں معذرت کرتے ہوئے اپنا قصاص معاف کر دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم آپ کے اس والہانہ جذبہ عشق و محبت کو دیکھ کر حیرت سے منہ تکتے رہ گئے۔

(سیرت ابن ھشام)

☆☆☆☆☆☆

## حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی ابوایوب انصاری کے گھر کے سامنے کیوں بیٹھی

علامہ حلبی نے سیرت حلبیہ میں بڑا ایمان افروز واقعہ لکھا ہے مگر راقم الحروف ''مجلّہ منہاج القرآن نومبر 1989 ''میں شائع ہونے والا مضمون من وعن پیش کرتا ہے جو کہ اپنی افادیت کے تحت بڑا پُر مغز اور دلچسپ بھی ہے۔

یہ یثرب کے کوچہ و بازار کا منظر ہے۔ عجیب دلکش سماں ہے ہزاروں افراد پر مشتمل ایک قافلہ دردمنداں رواں دواں ہے۔ ہر شخص نہایت احترام اور عقیدت کے

ساتھ سر جھکائے چل رہا ہے۔ لوگ یثرب کے درودیوار سے دیوانہ وار لپٹ رہے ہیں اوران کے ساتھ لگتے ہی بے اختیار انہیں چومنے لگتے ہیں کچھ افراد کی آنکھیں اشکبار ہیں اور بعض کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں دواں ہے ان سب کے آگے ایک شخص دیوانہ وار چل رہا ہے، وہ کبھی یثرب کی گلیوں اور کبھی مکانوں کی دیواروں کو بے اختیار چومنے لگ جاتا ہے اور کبھی حسرت سے تکنے لگتا ہے۔ یہ کوئی معمولی آدمی نہیں، شاہانہ لباس میں ملبوس ہے اور اپنے طور واطوار سے اس قافلہ عشاق کا قائد نظر آتا ہے۔ لیکن آج وہ شاہانہ جاہ وجلال طمطراق اور شان وشوکت کی بجائے عجز وانکسار کا پیکر اور والہانہ جذبات کا مظہر دکھائی دیتا ہے۔ وہ عجب وارفتگی اور شیفتگی کے عالم میں کچھ کہہ رہا ہے اسکی آواز اور لہجے میں نہایت دردمندی اور سوز وگداز موجود ہے۔ وہ نہایت احترام اور بے پناہ عقیدت کے ساتھ گویا ہے اس کے ہر لفظ کے ساتھ درد سوز اور آرزومندی کی بے پایاں خوشبو آرہی ہے۔ وہ کہہ رہا ہے۔

یثرب کی گلیو! گواہ رہنا کہ تبع الحمیر ی تمہارے آقا کا سچا غلام ہے۔ یثرب کے بازار اور اس کے مکانات کی پاکیزہ دیوارو! شاہد رہنا کہ میں تمہارے مولا کا نہایت ادنیٰ عقیدت مند اور نام لیوا ہوں، اے مقدس، محترم دروازہ! محتشم ومکرم دیوار! میں بوسے دیتا ہوں۔ تمہاری گلیوں کی خاک چوم رہا ہوں بلکہ اس خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

اے ارض یثرب! یہ آسمان صرف اس لیے سر بلند وسرفراز ہے کہ اس نے تیرے شہر کی چھت کو بوسہ دیا ہے یہ خاک اس لیے ارجمند ہے کہ یہ میرے آقا ومولیٰ کی بارگاہ بننے والی ہے۔ ہاں یہ وہ مقام ہے جہاں آفتاب سماوت طلوع ہونے والا ہے جس کی آمد سے دنیا بھر کی ظلمتیں چھٹ جائیں گی ہر طرف نور ہی نور ہوگا اور ساری کائنات ارضی وسعادتوں اور برکتوں سے معمور ہو جائے۔ اے ارض مقدس! یہاں بدر منیر طلوع ہوگا جسکی چاندنی سے ساری فضا پُر نور ہو جائے گی۔ اور دلوں کے

اندھیرے کافور ہو جائیں گے۔
یہ شخص اس وارفتگی اور دل بستگی کے ساتھ یثرب کے تمام گلیوں اور بازاروں کا گشت کرتا ہے اور تعظیم بجالاتا ہے۔ وہ یوں چل رہا ہے گویا کسی مقدس شئے کا طواف کرر ہا ہے وہ عربی کے دلآ ویز اشعار پڑھتا جارہا ہے معلوم ہوتا ہے وہ کسی کا ان دیکھے اور نامعلوم محبوب کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔

ترجمہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مجتبیٰ اللہ کے رسول برحق ہیں۔

اگر میری عمران تک پہنچی تو میں ضرور ان کا معین ومددگار رہوں

میں ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم دور کردوں گا۔ تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی سے پتا چلتا ہے کہ یثرب کے کوچہ وبازار میں وارفتگی کے عالم میں شعر پڑھنے والا اور شاہانہ لباس میں ملبوس شخص تبع اطمیر ی جس کا اصل نام حمیر بن وردع ہے اور تاریخ میں چاردانگ عالم میں اس کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ لیکن آج وہ یثرب کے کوچہ وبازار میں اپنے نادیدہ محبوب کی یاد میں دلفگار ہے۔ وہ پریشان حال پھر رہا ہے اور اس کی فوج کے تمام سپاہی، درباری، وزراء اور امراء بھی عجز وانکساری کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

## دوسرا منظر

ایک ہزار سال بعد اسی شہر کا نام اب مدینہ منورہ ہے جسے یثرب کہتے ہیں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک نورانی شخصیت شتر پر سوار داخل ہو رہی ہے۔ لوگ جوش وخروش سے اس پیکر نور اور دل آویز شخص کا استقبال کرر ہے ہیں۔ ہر شخص آگے بڑھکر ناقہ کی باگ پکڑنے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کرر ہا ہے اور ہر فرد عالم وارفتگی میں انکے آگے جھکتا جاتا ہے۔ معصوم بچیاں خوش الحانی سے گا رہی ہیں کہ آج وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے۔ شہر میں داخلے کے بعد ہر شخص کی خواہش اور کوشش ہے کہ یہ مہمان عزیز اس کے گھر رونق افروہوں۔ درد کے مارے لوگوں کا عجیب حال ہے۔ شہر کا عجیب وغریب سماں ہے۔ پورا شہر بقعۂ نور بنا ہوا ہے

لوگوں نے بڑھ چڑھ کر یہ کوشش کی کہ اونٹنی کی مہار پکڑ لیں اور مہمان گرامی کو اپنے گھر لے جائیں۔ مگر یہ برتر شخصیت، پیکر نور و نکہت، اچانک لب کشا ہوئی اس اونٹنی کو چھوڑ دو یہ اللہ کی جانب سے مامور ہے۔ یہ لفظ سنتے ہی سارے لوگ، پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور اونٹنی چلتے چلتے ایک مقام پر آ کر خود ہی رک جاتی ہے اور بیٹھ جاتی ہے لیکن اس ناقہ کے عظیم سوار جب نیچے نہیں اترتے تو اونٹنی پھر اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور تھوڑی دور جا کر ایک دروازے کے سامنے بیٹھ جاتی ہے لیکن شتر سوار پھر بھی نیچے نہیں اترتے تو ناقہ پھر کھڑی ہو جاتی ہے اور پھر پہلی ہی جگہ آ کر بیٹھ جاتی ہے اب کے بار وہ گردن زمین پر رکھ دیتی ہے۔ شہر مدینہ کے مہمان گرامی نیچے اترتے ہیں اور اپنا ساز و سامان نیچے لانے کا اشارہ کرتے ہیں۔ ایک غریب و مفلس مگر محبت کی دولت سے مالا شخص سامان اتارنے لگتا ہے تو کچھ لوگ جراءت کر کے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ حضور! سامان یہیں رہنے دیں اور آپ ہمارے گھر تشریف لے آئیں مہمان ذی وقار فرماتے ہیں۔ مرد اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے۔

پھر یہ مہمان گرامی اسی گھر میں تشریف لے جاتے ہیں جہاں اونٹنی بیٹھتی ہے۔ یہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر ہے۔ مہمان ذی وقار نے اپنے چاہنے والوں میں سے کسی کا دل نہ توڑا اور اپنے رب کے حکم کا انتظار کیا حتیٰ کہ اونٹنی خود بخود اپنی منزل پر جا کر بیٹھ گئی۔

ہر شخص حیران ہے کہ اونٹنی ایک غریب نجار کے گھر جا کر کیوں بیٹھی؟ اور مہمان پر وقار یہیں کیوں اتر گئے۔ نہ صرف کہ اس روز ہر شخص حیران تھا بلکہ پندرہ سو سال سے تاریخ کا ہر قاری ششدر رہے کہ آخر اس میں کیا مصلحت ہے اور کیا حکمت تھی کہ اونٹنی بڑے بڑے امراء کے دروازوں پر بیٹھی۔ باگ پکڑنے والوں کے اشاروں پر نہیں رکی اور جب بیٹھی تو ابوایوب انصاری کے دروازے کے سامنے۔

جسے چاہا اپنا بنا لیا جسے چاہا در پہ بلا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

تاریخ بتاتی ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال قبل کے یمن کا ایک بادشاہ جو اپنی عقل اور ذہانت کی وجہ سے صدیوں سے ممتاز جہاں رہا۔ محمد بن اسحاق اپنی کتاب مغازی میں لکھتے ہیں کہ "تبع" ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک تھا جنہوں نے کائنات ارض پر قبضہ جمار کھا تھا اس دور میں بھی اس کے پاس بہت بڑا لشکر تھا جس میں ایک لاکھ 33 ہزار سوار اور ایک لاکھ 13 ہزار پیدل سپاہی تھے۔ اس کے دربار میں دانش مند وزراء اور ارکان سلطنت پر موجود رہتے جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی یہ شہنشاہ ایک بار اپنے لشکر قاہرہ کے ساتھ گردونواح کے علاقوں کو فتح کرنے کیلئے یمن سے نکلا اور فتوحات کے خیمے گارڈتا ہوا جب مکہ مکرمہ کے پاس پہنچا تو اہل مکہ اس لشکر کی قوت سے مرعوب ہوئے نہ کسی فرد نے شان وشوکت سے استقبال کیا۔ اس صورت حال سے بادشاہ بہت غضبناک ہوا۔ وزراء میں سے کسی نے اسے بتایا کہ

یہ اہل عرب اپنی جہالت پر نازاں ہیں چونکہ اس شہر میں کعبۃ اللہ ہے جسے **ان طهروابیتی** کہا گیا ہے اس لیے وہ اس کا پاسبان ہونے کے ناطے میں کسی کو خاطر نہیں لاتے۔

بادشاہ نے غصے میں آکر اس شہر کو تباہ و برباد کرنے اور اس شہر کے باشندوں کو قتل عام کا حکم دے دیا، لیکن اس کے حکم کے جاری ہوتے ہی اسے ایک پُراسرار بیماری نے آن گھیرا اور اس کے ناک کان اور منہ سے خون بہنے لگا وہ سر کے درد سے بے حال ہو گیا۔ کئی طبیبوں نے علاج کیا لیکن طبیب کا علان کارگر ثابت نہ ہوا۔ حتیٰ کہ اس عجیب وغریب بیماری کے باعث وہ موت کے منہ سے جالگا۔ بادشاہ کی اس بے بسی اور بے چارگی کو دیکھ کر ایک صاحب بصیرت سامنے آئے اور اس نے کہا میں بادشاہ کا علاج کرتا ہوں بشرطیکہ جو بھی سوال کروں مجھے اس کے صحیح صحیح جواب دیا جائے۔ بادشاہ نے اس مرد دانا کی شرط مان لی اور الگ کمرے میں لے گیا۔ یہ مرد

دانا بادشاہ سے سوال کرتا گیا اور بادشاہ جواب دیتا گیا۔ جب بادشاہ نے کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے اور اہل مکہ کا قتل عام کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو اس دانائے راز نے کہا! کہ

بادشاہ سلامت! یہی تمہاری اصل بیماری ہے جس نے تمہیں کئی دنوں سے مبتلائے عذاب کر رکھا ہے اس خیال خام کو دل سے نکال دو کیونکہ اسکی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھایا ہوا ہے۔

بادشاہ نے دانائے راز کے کہنے پر اپنے مذموم ارادے کو ترک کر دیا۔ اور سچے دل سے توبہ کی۔ کہتے ہیں کہ وہ مرد حق پرست ابھی بادشاہ کے کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا کہ اس کی پُراسرار بیماری جاتی رہی اور بادشاہ تندرست ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور اہل مکہ کی ضیافت کی جس میں سبھی چھوٹے بڑے ادنیٰ واعلیٰ شریک ہوئے، ضیافت میں پانی کی بجائے شہد پیش کیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے نایاب قسم کے ریشم سے کعبہ کا غلاف تیار کیا مگر خواب میں اشارہ ہوا کہ یہ مناسب نہیں۔ پھر خوشبودار کپڑے سے غلاف بنوایا مگر پھر خواب میں وہی اشارہ ہوا۔ تیسرے روز بردیمانی اور حریر ملا کر سات پردوں والا غلاف تیار کرایا۔ اس کے بعد بادشاہ نے کعبہ سے تمام بتوں کو نکلوادیا اور اس کی خوب تزئین و آرائش کی۔ دروازہ مقفل کر کے چابی مجاور کے حوالے کر دی اور پھر اپنی مہم پر چل پڑا کئی علاقے فتح کر کے یثرب آ پہنچا۔ اہل یثرب مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے شہر کے دروازے مقفل کر کے قلعہ بند ہو گئے۔ کئی ماہ گزر گئے لیکن بادشاہ اپنے لشکر قاہرہ کے باوجود شہر کو فتح نہ کر سکا اور اہل یثرب کو مطیع نہ کر سکا۔ آخر کار اہل شہر کے حالات کی جستجو میں لگ گیا تاکہ کہیں کوئی کمزوری نظر آئے اس سے فائدہ اٹھا کر وہ شہر پر حملہ کر سکے۔ ہفتوں اور مہینوں کے گزرنے کے باوجود اسے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی اسے شب وخون مارنے کا موقع بھی نہ ملا۔ ایک روز اس نے علی الصبح اپنے لشکر کے خیموں کے باہر گٹھلیاں پڑی دیکھیں تو وہ بہت حیران ہوا۔ کیونکہ اس کے اپنے زادراہ میں کھجوروں

کے نام ونشان بھی نہیں تھا۔ اہل لشکر سے استفسار کیا تو سپاہیوں نے بتایا کہ رات کے آخری حصے میں یثرب شہر کی فصیل کے اوپر سے کھجوروں کی بھری ہوئی بوریاں پھینک دی جاتی ہیں جنہیں ہم کھا لیتے ہیں۔ بادشاہ تبع حمیری سن کر بڑا حیران ہوا۔ پریشان رہ گیا اور کہنے لگا۔

ہم تو مہینوں سے اس شہر کا محاصرہ کیئے ہوئے ہیں باہر کے تمام رستے بند کر کے نہ صرف انہیں بھوکے مارنے کی کوشش کی بلکہ اس کے مکینوں کو لوٹنا قتل کرنا اور تباہ وبرباد کرنا چاہتے ہیں، لیکن یہ عجیب لوگ ہیں جو حالت جنگ میں اپنے دشمنوں کے ساتھ دوستوں والا سلوک کرر ہے ہیں۔ بادشاہ گہری سوچ میں پڑ گیا مسئلہ حل نہیں ہو رہا تھا آخر اس نے وجہ دریافت کرنے کیلئے اپنی فوج کے اکابر کو یثرب کے اکابرین کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ بات یثرب کے مستند علماء اور احبار تک پہنچی تو انہوں نے کہا! یہ دور دراز علاقوں سے آ کر یہاں آباد ہوئے ہیں ہم میں سے کسی کا تعلق خیبر سے ہے اور کسی کا دوسری علاقے سے ہے کوئی شام سے آیا ہے کوئی مصر سے لیکن ہم یہودی ہیں ہم نے تورات اور زبور جیسی الہامی کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ یہاں نبی آخر الزمان آنے والے ہیں اور ہم یہاں آ کر انہیں کا انتظار کرر ہے ہیں۔ ہماری کتب اور صحائف سماوی کے مطابق پیغمبر آخر الزمان حلیم وکریم اور شفیق وانیس ہونے کے ساتھ ساتھ مہمان نواز بھی ہونگے اس لیے ہم بھی اپنے آپ کو ان جیسی صفات کریمہ سے متصف کرنے کی کوشش کرر ہے ہیں۔

تبع الحمیر ی اہل یثرب کی ان باتوں اور حسن سلوک سے بہت متاثر ہوا اس کے سینے میں سوز وگداز سے معمور دل پگھل گیا اور وہ بے اختیار رونے لگا۔ وہ اس بات سے اثر پذیر ہوا کہ وہ پیغمبر ابھی مبعوث بھی نہیں ہوئے لیکن ان کے اوصاف کریما پر لوگوں نے عمل شروع کر دیا ہے۔ وہ روتا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے کہ کاش! کہ وہ نبی کریم کے دور مسعود میں ہوتا، ان پر ایمان لاتا اور سرخرو ہوتا اور جب وہ اپنی قوم

کے مظالم سے تنگ آ کر یہاں تشریف لائے تو ان کی خدمت گزار ہوتا۔

نبی کریم ﷺ کے بارے میں دل آویز باتیں سن کر اس کا شوق دیدار بڑھ گیا۔ اس نے اہل یثرب سے اجازت مانگی کہ وہ اس شہر محبوب کی گلیوں بازاروں اور مکانوں کی زیارت کر سکے۔ اجازت ملنے پر وہ شہر میں داخل ہوا پورا لشکر اس کے ساتھ تھا۔ آج وہ فاتح نہیں مفتوح تھا۔ بادشاہ نہیں راہ گیر تھا وہ دل گرفتہ جلوس کے ساتھ یثرب کے بازاروں اور گلیوں میں گھومتا رہا۔ اس کے شوق فراواں اور ذوق بے پایاں کا یہ عالم تھا کہ درد سے لبریز اور سوز سے معموم اشعار پڑھنے لگا حتیٰ کہ مؤرخین بتاتے ہیں کہ اس کے لشکریوں نے یا محمد یا محمد کے نعرے لگائے اور حضور ﷺ کو یاد کر کے بے حد روئے اور آنسو بہائے۔

## میلاد النبی ﷺ کا پہلا جلوس:

یوں معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ عالم میں یہ عید میلاد النبی ﷺ کا یہ پہلا جلوس تھا۔ جو سرور کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل ایک ہزار سال قبل اسی شہر میں نکالا گیا جہاں ایک تشریف لانے والے تھے۔ اور وہ شہر دار الہجرت بننے والا تھا آقائے نامدار ﷺ کی ولادت یعنی آمد کی خوشی میں عظیم الشان جلوس تھا جسکی قیادت اس وقت بہت بڑا فرد کر رہا تھا اور اس کے اکابر سلطنت عمائدین اور لشکری عقیدت واحترام کے پھول نچھاور کرتے دست بستہ اور سر جھکائے اس کے ساتھ چل رہے تھے انسان اس واقعہ سے ششدر رہ جاتا ہے۔ کہ وہ کیسے مہمان محترم تھے جن کا جلوس ان کی آمد سے ایک ہزار قبل نکالا جا رہا ہے۔ جس میں گدا ادنیٰ و اعلیٰ امیر و غریب سبھی خلوص دل سے شریک تھے۔

تبع الحمیری نے اس کے بعد شہر کو صاف ستھرا کرایا۔ عالی شان اور خوبصورت عمارتیں تعمیر کرائیں اس کی خواہش تھی کہ وہ یہیں کا ہو رہے اور یہودی علماء کے ساتھ وہ بھی نبی آخر الزمان ﷺ کا انتظار کرے لیکن امور سلطنت نے یہ خواہش پوری نہ

ہونے دی، بعض روایات کے مطابق وہ کافی مدت یہاں مقیم رہا لیکن اسکی عدم موجودگی میں یمن میں بغاوت ہوگئی تو اسے بادل نخواستہ واپس کوچ کرنا پڑا اس نے اپنی خواہش کی تکمیل کیلئے چار سو علماء کو خوبصورت مکانات بنوا کر دیئے انہیں زندگی کی تمام سہولتیں فراہم کر کے دیں۔ ان علماء میں شامول نامی ایک عالم تھا جسے خوبصورت مکان بنوا کر دیا اور اسے اسکی گزر بسر کے باغات لگوا کر دیئے اس کے بعد اسے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک خط بھی دیا جس پر اپنی مہر لگا کر بادشاہ نے اسے صندوقچے میں مقفل کر دیا چابی شامول کے حوالے کر کے اسے سخت تاکید کی کہ اگر اسے نبی آخر الزمان ﷺ کا زمانہ اور دیدار پُرانوار نصیب ہوا تو یہ خط بصد احترام انہیں پیش کر دینا اور اگر تمہیں یہ سعادت نصیب نہ ہو تو اپنی اولاد کو تاکید کر دینا۔ حتیٰ کہ وہ روز سعید آجائے جب وہ پیغمبر سراپا نور اس دنیا جہاں میں تشریف لائیں۔ شاہ یمن تبع الحمیری نے اپنے خط میں لکھا۔

”یہ خط حضرت محمد ﷺ کی جانب ہے جو حضرت عبداللہ کے بیٹے خاتم النبین اور رسول رب العالمین ہیں۔ تبع بن وردع کی طرف سے امابعد اے محمد! (ﷺ) میں آپ پر اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے آپ پر نازل کی، میں آپ کے دین پر اور آپ کی سنت پر بھی ایمان لایا آپ کے رب پر ایمان لایا جو تمام جہانوں اور تمام چیزوں کا رب اور مالک ہے۔ میں ایمان لایا اور آپ کے رب کی طرف سے ایمان اور اسلام کو جو فضیلتیں نازل ہوئیں میں نے انہیں قبول کر لیا اگر میں نے آپ کو پایا تو میں نے نعمت حاصل کر لی اور اگر میں نہ پا سکا تو آپ میرے لیے قیامت کے دن شفاعت فرما دیجئے۔ اس لیے کہ میں آپ کی اولین امت میں سے ہوں۔ لِلّٰہ اس دن مجھے فراموش نہ کیجئے گا میں نے آپ کی اتباع کی آپ کی تشریف آوری اور آپ کی بعثت سے پہلے کی ہے میں آپ کی ملت اور آپ کے باپ ابراہیم کی ملت پر قائم ہوں۔

## ابوایوب انصاری کی سعادت:

کتب تاریخ میں درج ہے کہ یہ خط نسلاً بعد نسل حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ ابوایوب شامول کی اکیسویں پشت میں سے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سرور عالم ﷺ کی سواری ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب بیٹھ گئی۔ اور حضور پُرنور ابوایوب انصاری کے گھر ٹھہرے۔ وہ انصاری جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی حمایت و مدد کی تھی وہ تبع کے آباد کردہ چار سو علماء و حکماء کی اولاد میں سے تھے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ انصار کوئی معمولی لوگ نہ تھے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضور ﷺ جب مدینہ تشریف لا رہے تھے تو ابوایوب انصاری نے ایک معتبر شخص کے ذریعے وہ مکتوب گرامی حضور ﷺ کی خدمت میں روانہ کر دیا تا کہ وہ جلد از جلد مکتوب الیہ تک پہنچ جائے اور وہ اس بار امانت سے سبکدوش ہو سکیں جو صدیوں سے ان کے خاندان میں چلا آ رہا تھا۔ ہجرت کے دوران نبی کریم ﷺ ابھی قبیلہ بنی سلیم میں تھے کہ یہ قاصد پہنچ گیا آنحضرت ﷺ نے اس شخص کو دیکھتے ہی فرمایا۔ تو ابویعلیٰ ہے؟ کیا تبع کا خط تیرے ہی پاس ہے؟

یہ الفاظ سن کر وہ شخص حیران و ششدر رہ گیا کیونکہ وہ حضور ﷺ کو پہچانتا بھی نہ تھا اور نہ حضور ﷺ پہلے کبھی اس سے ملے تھے اس نے حیران ہو کر دریافت کیا۔ آپ کون ہیں؟ اور مجھے آپ کے چہرے پر جادو کے آثار بھی نظر نہیں آتے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

میں محمد بن عبداللہ ہوں اور صاحب کتاب ہوں اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ابویعلیٰ نے خط جیب سے نکالا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا حضور گرامی قدر جب اس خط کے مضمون سے مطلع ہوئے تو آپ نے زبان مبارک سے تین مرتبہ فرمایا۔ **مرحَبَایَااَخِیُ الصالح** اے صالح بھائی مرحبا۔

(مجلّہ منہاج القرآن نومبر 1988)

# بدنصیب باپ کا خوش نصیب بیٹا سحاب رحمت کے نیچے

قدرت کے فیصلے بڑے عجیب وغریب ہیں کیونکہ وہ قادر مطلق ہے۔ اس کے فیصلوں کے آگے کسی کو کوئی چون وچرا نہیں۔ ہدایت کی توفیق تو اس کے پاس ہے پھر بھی رحمت للعالمین کی نبوت کے منصب کا تقاضا تھا کہ پیغام حق میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا جائے اس لیے آپ ﷺ نتائج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے دن رات کو اعلائے کلمۃ الحق میں گزارے۔ آپ نے ہر طرح کے مصائب وآلام کو برداشت کیا! صرف ایک رب العالمین کے پیغام حق کی خاطر۔ پھر جن لوگوں کے دلوں پر جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے رہے اور وہ ایمان کے نور سے محروم رہے یہ نبوت کی کمزوری نہ تھی بلکہ **ختم اللہ علیٰ قلوبھم** کے عین مطابق تھا۔ حالانکہ وہ بدبخت کفار حضور اکرم ﷺ کے معجزات کو روز روشن کی طرح عیاں دیکھتے۔ آپ ﷺ کے کمالات ومعجزات کو واضح دیکھتے۔ آپ کی شخصیت مبارکہ کے اوصاف حمیدہ خصائل جلیلہ کو کھلی آنکھ ملاحظہ کرتے۔ آپ ﷺ کی صداقت وریاضت وامانت کا اعتراف بھی کرتے مگر پھر بھی وہ نابکار ایمان کے نور سے محروم رہے۔

ان بدبختوں میں (جو ایمان کے نور سے محروم رہے) ابوجہل عمر بن ھشام ان میں سر فہرست تھا۔ یہ تو بدبخت تھا، بدنصیب تھا، نامراد تھا لیکن بیٹے کے دل کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے بینا کر دیا ابتدائی زندگی تو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہی گزری مگر ایک وقت ایسا بھی آیا جب دل کی آنکھ کھلی اور نور مصطفیٰ ﷺ کا چانن دیکھا تو سحاب رحمت مصطفیٰ کے نیچے آ گیا اور غلامان مصطفیٰ ﷺ کی صف میں شامل ہوا۔

اس خوش نصیب کے دامان مصطفیٰ ﷺ میں آنے کا واقعہ یوں ہے کہ

جس وقت سے ابوجہل غزوہء بدر میں واصل جہنم ہوا اس وقت سے عکرمہ بن ابوجہل کے دل میں اسلام دشمنی کے شعلے بھڑکنے لگے۔ کیونکہ باپ بیٹے کا رشتہ ہی بڑا گہرا ہوتا ہے لیکن فتح مکہ کے روز لشکر اسلام سے شکست کھا کر ڈر کے مارے یمن کی

طرف بھاگ نکلے۔ ان کے فرار کے بعد ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث اسلام لے آئیں اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں جا کر عرض گزار ہوئیں کہ یارسول اللہ! عکرمہ ڈر اور خوف کے مارے فرار ہو گئے ہیں آپ انہیں امان دینے کا اعلان فرما دیں۔

اس پیکر عفوو کرم نے اس کی پچھلی گستاخیوں کو مد نظر نہ رکھتے ہوئے عکرمہ کیلئے امان کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ ام حکیم نے عکرمہ کے پاس جا کر کہا میں نے تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ سے امان حاصل کر لی ہے۔ لیکن عکرمہ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ دشمن رسول خدا کو امان مل جائے؟ کہ میری زندگی کا لمحہ لمحہ تو حضور اکرم ﷺ کے عداوت میں گزرا میں نے کوئی لمحہ خالی نہ جانے دیا جس میں رسول اللہ ﷺ کو اذیتیں نہ دی ہوں۔ میرے تو جرموں کی فہرست ہی بڑی لمبی اور طویل ہے۔ میرے لیے معافی کا اعلان ہونا یہ ناممکن سی بات ہے۔ ام حکیم نے کہا اے عکرمہ!

تیرے جرموں کی فہرست اپنی جگہ۔
تیرا رسول اللہ ﷺ مخالفت کرنا اپنی جگہ
تیرا ہر وقت حضور ﷺ کے خلاف ناپاک منصوبے بنانا اپنی جگہ
تیرے دل میں ہر وقت حضور اکرم ﷺ کو پریشان کرتے رہنا اپنی جگہ
تیری اور تیرے باپ کی عداوتیں، دشمنیاں، گالیاں، برا بھلا، ساحر، پاگل، مجنون کہنا اپنی جگہ۔ لیکن تو یہ بھی تو جان کہ جب سے کائنات کو عدم سے وجود بخشا ہے اس وقت سے آج تک چشم فلک نے محمد (ﷺ) جیسا کریم شفیق نہیں دیکھا، ساری کائنات محمد ﷺ جیسا کریم ورحیم جیسا پیش نہیں کر سکتی۔ اے عکرمہ! آج محمد رسول اللہ ﷺ نے تیرے جرموں کی لمبی اور طویل فہرست کو نہیں دیکھا بلکہ تیرے جرموں کو اس نے اپنے عفوو کرم کی چادر سے ڈھانپ دیا ہے۔ تجھے معاف کر دیا ہے۔ تجھے امان دے دی ہے۔

عکرمہ نے کہا بیگم! لگتا ہے کہ تو مجھے آج محمد سے قتل کروا دے گی۔ میرا ان

کے پاس لے جانا خطرے سے باہر نہیں۔ام حکیم نے کہا میں تجھے قتل نہیں کرواؤں گی تم بلاخوف وخطر میرے ساتھ چل کر تو دیکھو۔

بالآخر عکرمہ واپس، پلٹے اور بحری جہاز پر بیٹھے اور طغیانی کی وجہ سے جہاز ہچکولے کھانے لگا۔ ملاح مسافروں سے کہنے لگا اے کشتی کے سوارو! یہ جہاز اب سمندر کی طغیانی میں ڈانواں ڈول ہے اب کوئی طاقت اس بھنور سے نکال سکتی ہے تو فقط ایک رب کی ذات ہے جو اس کشتی کو پار لگا سکتی ہے اس رب کی طرف رجوع کرو اس وقت تمہارے لات ومنات کام نہیں آسکتے۔عکرمہ نے سوچا جو بت اور جھوٹے خدا مجھے اس مشکل سے نہیں نکال سکتے تو اس بھنور سے باہر خشکی میں کس طرح میری مشکل کشائی کر سکتے ہیں۔ پھر نذر مانی کہ الٰہی! میں اور میرے ساتھی جس مشکل میں پھنسے ہیں اگر تو حل کردے گا تو میں تیرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں جا کر ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا کیونکہ وہ معاف کرنے والے کریم ہیں۔ یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکل حل فرمادی اور صحیح وسالم وطن واپس پہنچے۔

اس وقت رسول اکرم ﷺ مکہ معظّمہ میں ہی جلوہ افروز تھے اور عکرمہ اپنی بیوی کے ہمراہ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ام حکیم حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں آقا! میں عکرمہ کو لے کر حاضر خدمت ہوئی ہوں۔اب ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔آپ ﷺ نے پوچھا کہاں ہے؟ اور آپ ﷺ فرط مسرت کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ **مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ** (اے پردیسی سوار خوش آمدید) آپ نے یہ محبت بھرا جملہ ارشاد فرما کر استقبال کیا۔عکرمہ نے بیوی کی طرف اشارہ کر کے حضور ﷺ سے پوچھا آقا، میں نے بیوی کی زبان سے سنا ہے آپ نے مجھے امان دے دی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تمہیں امان ہے۔

اللہ اللہ اس وقت کتنا عجیب سماں ہوگا کہ وہ شخص جسکی زندگی کا یک لمحہ حضور

اکرم ﷺ کے ساتھ زیادتیاں گزرا۔ مگر جب رحمۃ للعالمین کے کرم اور عفوودرگزر کو دیکھا تو فرط ندامت سے نگاہیں جھک گئیں اور اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرلیا اور کہا حضور! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے۔ لاشریک ہے۔ اور آپ اس کے عبد مکرم اور اس کے سچے رسول ہیں۔

سبحان اللہ! دریائے رحمت مصطفیٰ پھر جوش میں آیا ہے پیکر عفوودرگزر پھر سوال کرتے ہیں اے عکرمہ تم جو مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔

اس بندہ خدا نے کچھ اور نہ مانگا صرف یہ عرض کیا حضور!

میری صرف ایک ہی درخواست ہے اگر وہ منظور ہو گی وہی میرے لیے توشہ آخرت ہے۔ میں نے آپ سے بڑی عداوتیں کی ہیں دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے۔ حضور سیّد عالم ﷺ نے دعا فرمائی۔

اے اللہ! عکرمہ نے جس قدر بھی میرے ساتھ دشمنیاں کی ہیں اور جو مجھے اذیتیں پہنچائی ہیں اس سب کو بخش دے۔ (نسائی و موطاء امام مالک)

قارئین کرام! دیکھئے ابوجہل کی حرماں نصیبی اور عکرمہ کی خوش نصیبی کہ باپ تو ساری عمر بد بختیاں ہی کرتا رہا اور رسول اکرم ﷺ نے اس ابوجہل کو فرعون قرار دیا مگر بیٹا خوش بخت نکلا کہ نصیب جاگ اٹھا تو دل سے جہالت کے پردے اٹھ گئے اور اسلام قبول کرنے کے بعد زندگی کو حضور ﷺ کی غلامی میں گزارا۔

رسول مکرم ﷺ کی غلامی میں آنے کے بعد انہیں سرکار کی بارگاہ سے معافی نامہ مل گیا تو عکرمہ نے رحمت عالم ﷺ کی بارگاہ میں آکر شکایت کی آقا! لوگ مجھے عکرمہ بن ابوجہل کہہ کر پکارتے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس طرح پکارنے سے منع فرما دیا اور فرمایا مُردوں کو طعن و تشنیع کرکے زندوں کو اذیت نہ دو۔ فرمایا عکرمہ اب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں لہٰذا اب کوئی شخص انہیں مطعون نہ کرے۔ (ضیاء النبی)

کسی جنگ میں حضرت عکرمہ، حارث بن ھشام اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنھم شدید زخمی ہوئے اور زخموں کی وجہ سے زمین پر گر پڑے وقت تو نزع کا تھا حسن اخلاق کی روحانی تروتازگی موجودگی تھی اور روح بیدار تھی ایک شخص پانی لایا اور حضرت عکرمہ کو پلانا چاہا تو انہوں نے کہا میرا بھائی سہیل پیاسا ہے اسے پلاؤ۔ ان کے پاس لائے تو حارث بن ھشام نے العطش پکارا تو سہیل نے کہا میرے بھائی حارث کو پلاؤ جب ان کے پاس لائے تو جان اللہ کو دے چکے تھے جب واپس پلٹ کر دیکھا تو دوسرے دو بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے یہ تھا جذبہ ایثار قربانی جو ان وفاداروں نے حضور ﷺ کی بارگاہ سے سیکھا۔ (محسن اعداء)

☆☆☆☆☆☆

## دنیائے کفر کے تین جگر پارے سرکار کے قدموں میں

بعثت نبوی کا مقصد ہی یہ تھا کہ دنیا پر جو ضلالت و گمراہی کے بادل چھائے ہوئے اور مخلوق خداوندی کئی خداؤں کی جھوٹی خدائی کے فریب میں پھنسی ہوئی ان سے چھٹکارا حاصل کر کے صرف اللہ تعالیٰ کے بندے بن جائیں جسکی خدائی کا پرچم چارسو لہرا رہا ہے۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا ہی اعلان حق تھا جس نے کفر و طاغوت کے ایوانوں میں لرزہ پیدا کر دیا تھا۔ جس آوازۂ حق کے سامنے کفر و طاغوت کے بڑے بڑے برج الٹ گئے۔ ورنہ رسول کریم کی وہ تحریک انقلاب جس کے پاس مالی وسائل کی ظاہری طور بے حد کمی تھی اور کفر و طاعت کے جو مال وسائل سے بہت مضبوط و مستحکم تھے اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت در پردہ کارفرمانہ ہوتی تو یہ تحریک انقلاب آگے نہ بڑھتی۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا تھا کہ بعثت رسالت کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس دین کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر دیا جائے۔ تو رسول اکرم ﷺ نے ان تمام ظاہری سہاروں کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس تحریک اسلامی اور انقلاب کو اس

انداز کے ساتھ آگے بڑھایا کہ بہت ہی تھوڑے عرصے میں دین اسلام عرب تا عجم پھیل گیا۔ حالانکہ اس تحریک انقلاب کو روکنے کیلئے کفار مکہ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ بڑے بڑے منصوبے بنائے، بڑی بڑی چالاکیاں کیں، بڑی بڑی تدبیریں بنائیں بہت کچھ کیا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے باطل طاقتوں کے تمام منصوبوں اور غلط تدبیروں کو یوں خس وخاشاک کی طرح اڑا دیا کہ آج وہ قومیں اور لوگ صرف درس عبرت بن کر رہ گئیں۔ اور افق عالم پر اسلام کا پرچم لہرا رہا ہے۔

مکہ مکرمہ کے زعمائے قریش جو سرکار دو عالم ﷺ کے دشمن تھے وہ دو حال سے خالی نہ تھے یا تو وہ انکار رسالت کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے یعنی کسی نہ کسی مجاھد اسلام کی تلوار کا نشانہ بنے یا اللہ کی طرف سے کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا ہو گئے یا بالآخر گھٹنے ٹیک کر سرکار کے قدموں پر سر رکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اعدائے دین میں جن اکابرین کو دولت ایمان نصیب ہوئی ان میں حضرت خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ شامل ہیں۔

امام حلبی نے لکھا ہے۔

کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مجھے عزت خیر سے سرفراز کرنے کا ارادہ فرمایا تو اچانک میرے دل میں اسلام کی تڑپ پیدا فرما دی اور مجھے ہدایت کا رستہ نظر آنے لگا۔ میں نے اس وقت اپنے دل میں سوچا کہ ہر موقع پر حضور ﷺ کے مقابلے اور مخالفت کی صورت میں سامنے آیا اور ہر موقع پر مجھے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمیشہ ہی سے مجھے یہ احساس دیا کہ میں غلطی پر ہوں اور محمد ﷺ کا بول بالا ہو رہا ہے۔

جب آنحضرت ﷺ عمرہ قضا کیلئے مکہ تشریف لائے تو میں مکہ شہر سے بھاگ نکلا اور غائب ہو گیا تاکہ شوکت اسلام اور آپ ﷺ کے مکہ میں داخل ہونے کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکوں اور میرا بھائی ولید ابن ولید حضور ﷺ کے ہمراہ تھا

اس نے مکہ میں داخل ہو کر مجھے تلاش کیا جب تلاش و بسیار کے باوجود میں نہ ملا تو اس نے مجھے ایک خط لکھا یہ کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَمَّا بعد! میرے لیے سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ تم جیسا آدمی آج تک نعمت اسلام سے محروم ہے۔ مجھے تمہاری کم عقلی پر بڑا تعجب آ رہا ہے اسلام جیسی عظیم نعمت سے کوئی شخص ہی بے خبر ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہارے متعلق پوچھا ہے کہ خالد کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کے پاس لائے گا، اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس جیسا آدمی اسلام سے باخبر نہیں ہو سکتا ، اگر وہ اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو مسلمانوں کے ساتھ مل کر مشرکوں کے خلاف استعمال کرے تو اس کیلئے خیر ہی خیر ہے۔ اور ہم دوسروں کے مقابلے میں پہلے ان کو ہاتھوں میں لیں گے۔ اس لیے اے میرے بھائی! اب بھی موقع ہے جو تم کھو چکے ہوا سے پالو تم نے بڑے اچھے اچھے مواقع ضائع کر دیئے ہیں اب یہ موقع تم ضائع مت کرو۔

حضرت خالد کہتے ہیں جب میں نے یہ خط پڑھا تو اسلام کی محبت میرے دل میں کروٹیں لینے لگی اور نفرت محبت میں بدلنے لگی۔ اور جو کچھ سرکار نے میرے بارے میں فرمایا اس سے میرا دل محبت میں تڑپنے لگا۔ اسی رات میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک بہت ہی تنگ اور بنجر علاقے میں پایا، لیکن اچانک وہاں سے نکل کر ایک سرسبز علاقے اور وسیع علاقے میں پہنچ گیا۔

اس کے بعد ہم نے مدینہ منورروانگی کا فیصلہ کرلیا تو مجھے صفوان ملے میں نے ان سے کہا۔

اے ابوایوب! تم دیکھ رہے ہو محمد ﷺ عرب و عجم میں پھیلتے جا رہے ہیں۔ اس لیے کیوں نہ ہم ان کے پاس جا کر ان کی اطاعت قبول کر لیں۔ اس لیے کہ حقیقت میں ان کی سر بلندی خود ہماری سر بلندی ہوگی۔

صفوان نے یہ سن کر کہا

اگر میرے سوا ساری دنیا بھی ان کی اطاعت کرے تو بھی میں ان کی اطاعت قبول نہ کروں گا۔

اس کے جواب پر میں نے سوچا کہ یہ تو وہ شخص ہے جس کے باپ بھائی جنگ بدر میں مسلمانوں کے کام آئے اس لیے اس سے خیر کی توقع رکھنا بے سود ہے۔ اس کے بعد میری ملاقات عکرمہ بن ابو جہل سے ہوئی اس سے بھی بات کی لیکن اس نے بھی وہی جواب دیا جو صفوان بن امیہ نے دیا تھا۔ ہاں میں نے اسے یہ بات کہی کہ میرے بارے میں کسی کو نہ بتانا یہ بات راز میں رکھنا۔ تو اس نے وعدہ کرلیا۔

ان لوگوں سے باتیں کر کے میں واپس گھر لوٹا اپنی سواری پر پالان کسا اور اپنے دوست عثمان بن طلحہ کے بارے میں سوچا کہ اس کے پاس چلتا ہوں شاید کوئی مثبت جواب دے۔ پھر مجھے یاد آیا کہ یہ بھی وہ شخص ہے جس کی باپ چچا بھائی میدان اُحد میں مسلمانوں کی تلواروں کا نشانہ بنے تھے۔ یہ بات سوچ کر خاموش رہا پھر خیال آیا کہ بات کہنے میں کیا حرج ہے ضرور کہنی چاہیئے۔

اس کے بعد میں نے وہی بات کہی جو صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابو جہل سے کہی تو اس اس نے فوراً سن کر میرے ساتھ چلنے کا وعدہ کرلیا۔ پھر ہم نے باہم فیصلہ کیا صبح سویرے فلاں مقام پر جو بھی پہلے پہنچ جائے وہ دوسرے کا انتظار کرے۔

اگلے دن صبح ہم دونوں وہاں پہنچ گئے ایک دوسرے دے ملے جب ہم دونوں (خالد و عثمان) ھداۃ کے مقام پر پہنچے تو ہماری ملاقات عمرو بن العاص سے ہوئی۔ اس نے ہمیں دیکھ کر خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد عمرو بن العاص نے پوچھا کدھر تیاری کی ہے؟ ہم نے کہا ہم تو اسلام قبول کرنے جا رہے ہیں۔ اس پر عمرو نے کہا میں بھی اسی مقصد کیلئے نکلا ہوں۔

اس طرح ہم تینوں دوست اکٹھے نکلے یہاں تک کہ سفر کرتے کرتے مدینہ

منورہ میں داخل ہوئے اور اپنی سواریاں ''حرہ'' کے مقام ٹھہرائیں ،لباس صاف ستھرا پہن کر چل پڑے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو ہماری آمد کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔

مکے نے اپنے جگر پارے تمہارے راہ میں ڈالے ہیں۔

اتنے میں میرے بھائی ولید بن ولید مجھے ملے اور کہا جلدی کرو رسول اللہ ﷺ کو تمہارے آنے کی بڑی خوشی ہے اور تم لوگوں کا انتظار فرما رہے ہیں۔

چنانچہ ہم نے تیزی سے قدم اٹھائے اور سرکار کے قدموں میں چل پڑے رسول اللہ ﷺ مجھے دیکھ رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں یہاں تک کہ میں آپ کی بارگاہ میں پہنچا سلام کیا اور سرکار نے میرے سلام کا جواب دیا اس کے بعد میں نے عرض کیا۔

**اِنِّیْ اَشْھَدُاَنْ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ**

آنحضرت ﷺ نے فرمایا

**اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَاكَ قَدْكُنْتَ اَرٰی لَكَ عَقْلًا رَجَوْتُ اَنْ لَا یُسْلِمَكَ اِلَّااِلَی الْخَیْرِ** سب تعریفیں اس ذات کبریا کیلئے ہیں جس نے تجھے ھدایت دی میں دیکھ رہا تھا کہ تم ایک زیرک انسان ہو اور مجھے امید تھی کہ تم بھلائی کی طرف جھکو گے۔

پھر میں نے عرض کی آقا! میں نے متعدد مقامات پر آپ سے دشمنی کی۔ تنگ کیا۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری پچھلی خطائیں معاف فرمائے۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اسلام پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اس کے بعد عثمان بن طلحہ اور عمرو بن العاص آگے بڑھے اور اسلام قبول کیا اور سرکار کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا رہتا تھا۔ اس کا ثبوت یہ کہ حضرت خالد بن ولید نے اپنی ٹوپی میں حضور

ﷺ کے موئے مبارک رکھے تھے ایک جنگ کے دوران جبکہ آپ سپہ سالار تھے تو دوران جنگ آپ کی ٹوپی گر گئی آپ نے بڑی کوشش سے ٹوپی کو اٹھایا بعد میں بعض صحابہ نے سوال کیا کہ آپ کے ایسا کرنے سے کتنے افراد شہید ہو گئے ہیں آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت خالد نے فرمایا میں نے یہ صرف ایک ٹوپی کی خاطر نہیں کیا بلکہ اس میں سرور عالم ﷺ کے موئے مبارک ہیں کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کافر کے ہاتھ نہ جائے اور میں اس سے محروم ہو جاؤں۔ (الشفا)

☆☆☆

# عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ

داعی اسلام ﷺ نے ہجرت سے پہلے ایک مرتبہ عثمان بن طلحہ کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا اور بڑی سختی سے کہا۔

اے محمد! مجھے تمہاری حالت پر تعجب آرہا ہے کہ تم نے اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کی مخالفت میں ایک نیا دین گھڑ لیا ہے اور تم مجھ سے یہ توقع کرتے ہو کہ میں تمہاری متابعت کروں؟

لیکن تقدیر کے فیصلوں کے سامنے کون دم مارے ہر کسی کو سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے اور تقدیر کا فیصلہ تو یہ تھا کہ اے عثمان بن طلحہ! آج جس دین کی متابعت اور غلامی رسول کو تم باعث ننگ و عار محسوس کرتے ہو کل کو یہی غلامی تیرے لیے باعث صد افتخار ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۸ھ صلح حدیبیہ کے بعد جب خالد بن ولید کے ہمراہ عثمان بن طلحہ نے اسلام قبول کیا تو فتح مکہ کے وقت عثمان بن طلحہ حضور کی معیت میں مکہ میں داخل ہوئے۔

ہوا یوں کہ ایام جاہلیت میں دوشنبہ اور جمعرات کے روز کعبہ کا دروازہ کھولا جاتا تھا۔ اور لوگ کعبہ کے اندر داخل ہونے کا شرف حاصل کرتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ جب حضور نبی کریم ﷺ کعبہ کے دروازے سے داخل ہونے لگے تو عثمان نے حضور ﷺ کو اندر داخل ہونے سے روک دیا اور کسی طرح بھی اندر داخل ہونے کی

اجازت نہ دی۔

آپ ﷺ نے دامن صبر کو نہ چھوڑا اور فرمایا۔

اے عثمان! آج تم مجھے بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہونے سے روک رہے ہو کل کو وہ دن بھی آنے والا ہے جب کعبہ کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی میں جسے چاہوں گا دے دوں گا اور جسے چاہوں گا اندر داخل ہونے سے روک دوں گا۔ اس پر عثمان نے برجستہ کہا کیا قریشی اس دن ذلیل خوار ہوں گے؟ حضور ﷺ نے جواب دیا نہیں ذلیل نہیں ہونگے بلکہ وہ دن قریش کی عزت کا دن ہوگا۔ چنانچہ حضور ﷺ کی یہ پیشن گوئی فتح مکہ کے روز حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

فتح مکہ کے روز جب حضور ﷺ نے کعبہ کے اندر داخل ہونے کا قصد فرمایا تو عثمان بن طلحہ کو باب کعبہ کھولنے کا حکم فرمایا۔ عثمان بن طلحہ کعبہ کی کنجی لینے کی غرض سے اپنی ماں کے پاس گئے ماں غیر مسلم تھی اس نے کہا بیٹا! تو مجھ سے محمد کیلئے کعبہ کی کنجی مانگتا ہے میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتی۔ عثمان بن طلحہ نے ماں کو بہت سمجھایا اور کہا ماں! اب وہ پہلے والا معاملہ نہیں تم چابی مجھے دے دو۔ ماں نے کوئی نہ سنی اور انکار کر دیا۔ آخر تنگ آ کر کہنے لگے ماں! چابی دے دو ورنہ میری تلوار سیدھی تیری پیٹھ میں آئے گی۔ ماں نے خوف زدہ ہو کر چابی عثمان بن طلحہ کے حوالے کر دی چنانچہ آپ نے چابی لا کر حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ میں دے دی۔ اور آپ ﷺ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔

جب باہر تشریف لائے تو آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کلید کعبہ مجھے عنایت فرما دیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی درخواست کی۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کی اس درخواست پر کوئی توجہ نہ دی ادھر جب ان دو صاحبان نے چابی مانگی تو عثمان بن طلحہ نے سوچا کہ اب یہ کنجی ہمیں واپس نہیں مل سکتی۔ لیکن آپ ﷺ نے عثمان بن طلحہ کو مخاطب کر کے فرمایا اے عثمان! میں نے تمہیں کہا تھا کہ میں چابی جسے چاہوں گا دے دوں گا اس سے کوئی چھین نہ سکے گا۔

عثمان نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے مجھے فرمایا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عثمان! یہ لو کعبہ کی چابی اب تمہیں میں دے رہا ہوں اب ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی تم سے کوئی چھین نہ سکے اور یہ چابی تمہیں ہی نہیں دے رہا بلکہ آئندہ آنے والی تیری نسلوں کو بھی بخش رہا ہوں میری یہ عطا کی ہوئی چابی تم سے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔
(سیرت حلبیہ)

چنانچہ چودہ صدیاں بیت گئیں چابیاں کعبہ کی اب بھی عثمان بن طلحہ کی اولاد کے پاس ہیں۔ (ضیاء النبی)

☆☆☆

## عداوت کا سینہ محبت کا گنجینہ

شیبہ بن عثمان بن طلحہ اپنے ایمان لانے کا ایمان افروز واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ

جب فتح مکہ کا سال آیا اور رسول اللہ ﷺ مکہ میں فاتحانہ شان وشوکت کے ساتھ داخل ہوئے تو اس فتح کی فراغت کے بعد آنحضرت ﷺ وہاں سے بھی ہوازن کے مقابلے کیلئے روانہ ہوئے تو اس وقت میں نے کہا کہ میں بھی قریش کے ساتھ بنی ہوازن کے مقابلے کیلئے جاؤں گا۔ ممکن ہے دوران جنگ مسلمان اور کفار آپس میں گڈ مڈ ہو جائیں اور میرا داؤ چل جائے اور اپنی تلوار محمد ﷺ پر چلا کر کام ختم کردوں گا۔ اور اپنے وار میں کامیاب وکامران واپس لوٹوں، تو اس طرح تنہا اکیلا ہی قریش کا بدلہ چکا دوں گا۔

شیبہ بن عثمان کہتے ہیں میں اس طرح کہا کرتا تھا اگر عرب وعجم کا ہر ہر شخص محمد ﷺ کا کلمہ پڑھنے لگے گا تو میں اس وقت بھی ان کی پیروی نہیں کروں گا بلکہ ان کا بول بالا ان کے خلاف میری اسلام دشمنی میں اضافہ کرے گا۔ (سیرت حلبیہ)

مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جب جنگ حنین میں لوگ آپس میں گتھم

گتھا ہوئے اور نبی کریم ﷺ اپنی سواری سے نیچے اترے تو میں اپنی تلوار سونت کر آگے بڑھا اور آپ کو قتل کرنے کیلئے تلوار آگے بڑھائی کہ اچانک بجلی چمکی اور آگ کا ایک کوڑا میرے اوپر بلند ہوا قریب تھا کہ وہ مجھے جلا کر بھسم کر دے میں نے ڈرتے ہوئے تلوار پھینک کر اپنے ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا اور میری نیت اور ناپاک ارادے کو بھانپ کر فرمایا یاشیبہ اُدْنُ مِنّی اے شیبہ میرے قریب ہو جاؤ رحمت عالم ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا **اَللّٰهُمَّ اَعِذْهُ مِنَ الشَّيْطٰنِ** اے اللہ! اسے شیطان سے بچا۔

آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ میرے دل کی دنیا بدل گئی اور میرے سینے میں جو عداوت کی آگ کے بھانبڑ سلگ رہے تھے فوراً کافور ہو گئے۔ اس کریم آقا ﷺ نے آن واحد میں میرے دل کی دنیا ہی بدل ڈالی اور آپ ﷺ سے عداوت ایسی کافور ہوئی کہ اس وقت دنیا و مافیھا سے پیارا مجھے اللہ کا محبوب لگنے لگا۔ میرے دل کی کیفیت یہ تھی کہ اگر اس وقت میرا باپ بھی حضور ﷺ کے خلاف میرے مقابلے میں آ جاتا تو وہ بھی میری تلوار کی زد سے نہ بچتا۔ (سیرت حلبیہ)

پھر آنحضرت ﷺ دشمنان دین کو شکست دینے کے بعد اپنے لشکر گاہ میں واپس تشریف لائے اور اپنے خیمہ میں داخل ہوئے تو میرے دل میں آنحضرت ﷺ کا اشتیاق اور زیادہ بڑھنے لگا میں آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے خیمے کے اندر داخل ہوا۔ میرے دل میں آپ کی محبت اس قدر تھی کہ میرے سوا آپ کے خیمہ میں داخل نہ ہوا۔ میری یہی خواہش تھی کہ آپ کے چہرہ اقدس کے جمال تاباں سے اپنے دل کی پیاس بجھاتا جاؤں اور سرکار کو تکتا رہوں۔

اس کے بعد آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ارادہ فرمایا اس سے کہیں بہتر تھا جو تم نے دل میں سوچا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے میری تمام باتیں جنہیں میرے سوا کوئی اور

نہ جانتا تھا۔ میرے سامنے بیان فرما دیں۔ میں نے آپ کی تمام باتوں کو سنا اور سنتے ہی بے ساختہ کہہ اٹھا **اَشْھَدُاَنْ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ**۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

پھر میں نے کہا آقا! دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ میری پچھلی خطائیں معاف فرما دے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری خطاؤں کو معاف فرما دیا۔ (سیرت حلبیہ)

☆☆☆

## اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی

یہ کس کا عقیدہ تھا؟ یہ اس خوش نصیب کا عقیدہ تھا جس کے دل میں جب تک نور محمدی کی کرنیں جگمگائی نہیں تھیں اس وقت تو شہید کرنے کے در پے تھا جب نگاہ مصطفیٰ کا شکاری ہو گیا تو اسی وقت عداوت کی آگ میں سلگنے والا محبت و الفت کا گنجینہ بن گیا۔ یہ فضالہ بن عمیر تھا۔ جب اس کے دل میں نور مصطفیٰ ﷺ داخل ہوا تو دل کی دنیا ہی بدل گئی اوروں کی محبت فنا ہو گئی اور حضور ﷺ کی محبت دل میں سما گئی۔

شاید فضالہ بن عمیر کا یہی عقیدہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کو کسی چیز کا کچھ پتا نہیں۔ لیکن جب دل کی بات حضور ﷺ جان گئے تو فوراً دامن مصطفیٰ ﷺ کو پکڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

فضالہ بن عمیر کی بھی یہی کوشش تھی کہ اس شمع کو ہمیشہ کیلئے گل کر دیا جائے دن اسی منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے سوچتے رہے آخر دل میں ترکیب سوجھی کہ جب حضور ﷺ طواف کعبہ کر رہے ہوں گے تو میں اپنے کام کو انجام تک پہنچا دوں گا۔

آخر ایک دن رحمت عالم ﷺ طواف کعبہ کر رہے تھے۔ ادھر فضالہ بھی

انتظار میں تھا کہ کیا میرا داؤ چلتا ہے خنجر بغل میں چھپا ہوا ہے، زبان سے تو اللہ اللہ ہو رہا ہے۔ دل میں شمع حیات گیتی افروز کو گل کرنے کی سوجھ رہی ہے۔ جب بارادہ قتل آگے بڑھے تو نگاہ مصطفیٰ پڑ گئی آپ نے پوچھا تم فضالہ ہو؟ اس نے کہا ہاں میں فضالہ ہوں۔ فرمایا ابھی تمہارا دل و دماغ کس منصوبہ کو انجام تک پہنچانے کی سوچ رہا ہے؟۔ عرض کیا نہیں نہیں میں تو اللہ اللہ کر رہا ہوں۔

یہ بناوٹی جواب سن کر فضالہ خاموش ہو گیا۔ اللہ! یہ محبوب کریم تو دلوں کے ارادوں سے بھی واقف ہے۔ اس کی خاموشی پر حضور مسکرا پڑے اور اس کے سینے پر ہاتھ رکھا تو اس کی برکت نفرتیں، کدورتیں محبت میں بدل گئیں دل کو سکون و سرور ملا۔ فضالہ کا اپنا بیان ہے کہ ابھی سرکار نے ہاتھ نہیں اٹھایا کہ جو سینہ عداوت کی بھٹی میں سلگ رہا ہے محبت کا گنجینہ بن گیا، پہلے کیا تھا؟ آپ سے بڑھ کر میرے دل کے اندر کسی کی نفرت نہ تھی اب نگاہ مصطفیٰ پڑنے سے نفرت محبت میں بدل گئی، اب دنیا و جہاں سے سرکار سے بڑھ کر مجھے کوئی عزیز نہ تھا۔ میں نے بغیر کسی تامل کے حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ حرم مبارک سے جب واپس اپنے گھر کی طرف پلٹا تو راستہ میں مجھے وہ عورت ملی جس سے میری گپ شپ ہوا کرتی تھی میں خاموشی سے اس کے پاس سے گزرا تو اس نے مجھے آواز دی فضالہ! آؤ ذرا گپ شپ ہو جائے۔ میں نے کہا اب نہیں۔ (میں تیرے پاس اس وقت آتا تھا جب میں نے قرب مصطفیٰ ﷺ نہیں پایا تھا اب اس قرب نے مجھے وہ لذت دی ہے کہ باقی سب لذتیں بھول گیا ہوں) فضالہ کہتے ہیں اسی وقت میری زبان پر یہ اشعار جاری ہو گئے۔

قَالَتْ هَلُمَّ اِلَى الْحَدِيْثِ فَقُلْتُ
لَايَأْبَى عَلَيْكِ اللّٰهُ وَالْاِسْلَامُ
لَوْ مَارَاَيْتِ مُحَمَّدًا وَقَبِيْلَهٗ
بِالْفَتْحِ يَوْمَ تُكَسَّرُ الْاَصْنَامُ

لَوْرَاَيْتِ دِيْنَ اللّٰهِ اَضْحٰى بَيْنَنَا
وَالشِّرْكُ يَغْشٰى وَجْهَهُ الْاَظْلَامُ

اس عورت نے کہا اے فضالہ! آؤذرا باتیں تو کرلیں۔ میں نے کہا اب ہر گز نہیں اللہ تعالیٰ اور میرا دین اسلام اس کام سے منع کرتا ہے۔

کاش! تُو محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو فتح مکہ کے دن دیکھتی جس دن بت توڑے جارہے تھے، تو تجھے نظر آتا کہ ہمارے درمیان دین الٰہی روشن ہوا اور شرک تاریکیوں میں روپوش ہو گیا۔ (سیرت ابن ہشام)

☆☆☆☆☆

# اذان کا مضحکہ اڑانے والا غلامیِ رسول میں

آواز تو ایک جادو ہے یہ دل پر اثر کیے بغیر رہ نہیں سکتی۔ اور بھی ازراہ تمسخر اذان کی نقل اتار رہا تھا، اسے خبر نہ تھی کہ یہی نقل اتارنا میرے لئے غلامی رسول کا باعث ہوگا۔ تو وہ اذان پڑھتا رہا جس طرح بھی آتی تھی اور تقدیر سر پر مسکرا رہی تھی تو جب اس نے اذان پڑھ لی تو سرکار کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ سرکار نے فرمایا سبھی میرے پاس آ جاؤ۔ بلاوے کو سن کر وہ حیران و پریشان ہو گئے خدا خیر کرے کہیں مسلمانوں کی تلوار کا نشانہ ہم نہ بن جائیں۔ جب سبھی نوجوان سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے پوچھا بھئی تم میں سے کون اذان کی نقل اتار رہا تھا؟ سب خاموش ہو گئے آخر سب نے اشارہ ایک خوبصورت نوجوان کی طرف کیا جسکی آواز میں بڑی سُر اور لَے تھی۔ رحمۃ للعالمین نے فرمایا اے نوجوان ذرا اذان ہمیں بھی سناؤ تاکہ ہم بھی سنیں۔ وہ حکم سن کر خاموش ہو گیا دوسروں کے چہروں کی طرف تکنے لگا۔ آخر حضور ﷺ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ پہلے حضور اکرم ﷺ نے اس نوجوان کو اذان کے کلمات سکھائے تو اس نے زبان اقدس سے جیسے کلمات سنے تھے دہرادیئے۔ جوں جوں آوازِ حق اور نغمۂ لاہوتی کے الفاظ ادئیگی زبان سے ہوتی گئی

دل سے نفرتوں کا زنگ اترنا شروع ہو گیا۔ ادھر اذان ختم ہوئی تو ساتھ ہی دل کی دنیا بدل گئی اور عرض کی آقا! ذرا مجھے بھی اسلام میں داخل کر کے اپنی غلامی کا شرف عطا کیجئے۔ قبول اسلام کے بعد اسی وقت سرکار دوعالم ﷺ نے ایک تھیلی چاندی کی عطا فرمائی پھر آپ نے چہرے سینے ناف تک اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی۔ (شرح صحیح مسلم)

اللہ تیرے اندر برکت عطا فرمائے اور تجھ پر برکت نازل فرمائے۔

اذا کا مضحکہ اڑاتے ہوئے دامن رسول کے ساتھ چمٹنے والے یہ حضرات ابو محذورہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے ساتھ یہ پیش آنے والا مذکورہ واقع غزوہ حنین سے واپسی کا ہے، آپ ﷺ کی غلامی کے بعد حرم کعبہ کے مؤذن مقرر ہوئے۔ (سیر الصحابہ)

ابو محذورہ کی خوش الحانی اس قدر مشہور ہوئی کہ شعرا آپ کی خوش الحانی کی قسم کھایا کرتے تھے۔ ایک شاعر نے آپ کی خوش الحانی کی قسم یوں کھائی۔

(ترجمہ) منور کعبہ کے رب اور محمد ﷺ کی تلاوت کردہ سورتوں اور ابو محذورہ کے نغمات کی قسم میں یہ کام ضرور کروں گا۔ (ایضاً)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت کا سمندر موجزن تھا۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے حصے میں بالوں کا گچھا تھا۔

اِذَاقَعَد وَاَرْ سَلَهَا اَصَابَتِ الْاَرْضَ فَقِيْلَ لَهٗ اَلَّا تحْلِقُهَا فَقَالَ لَمْ اَكُنْ بِالَّذِیْ اَحْلِقُهَا وَقَدْمَسَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ۔ (شفا شریف)

جب وہ بیٹھتے اور اس گچھے کو چھوڑتے تو وہ زمین سے جا لگتا انہیں کہا گیا تم ان کو منڈواتے کیوں نہیں تو انہوں نے کہا میں یہ ہرگز نہی منڈواؤں گا کیونکہ انہیں حضور اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبا ک لگایا ہے۔

خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اکاڑوی نے لکھا ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانتے تھے کہ جس چیز کو دست اقدس یا جسم شریف

لگ گیا اس میں برکت ضرور آ گئی پھر کوئی اس برکت کو قبر میں لے جاتا اور کوئی مسلمانوں کی خیر خواہی کے لحاظ سے اس عالم میں چھوڑ جاتا۔ اگر ابو محذورہ رضی اللہ عنہ وہ متبرک بال کٹوا دیتے تو دست بدست تقسیم ہو جاتے اور وہ تبرک ان کے پاس نہ رہتا اس لیے انہوں نے کٹوانا تو درکنار مانگ بھی کبھی نہ نکالی کہ کہیں اس حالت میں جو دست مبارک کے لگنے کے وقت تھی فرق نہ آئے۔ سبحان اللہ کیا احتیاط اور کیا عقیدہ ہے۔ دراصل یہ سارے کرشمے عشق ومحبت کے ہیں ان مقدس حضرات کو حضور ﷺ کے ساتھ عشق تھا جو ہر وقت ایک نئی شکل میں ظہور کرتا تھا۔ (ذکر جمیل ص ۴۲۵)

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو کسی آج کے دور کے خشک ذہن رکھنے والے ملاں سے واسطہ نہ پڑا۔ اگر کسی عقل کے مفتی کے ساتھ ٹاکرا ہو جاتا تو کہتا ابو محذورہ! تم نے ان بالوں کو محض نسبت رسول جان کر شخصیت پرستی کا درس دیا۔ ہاں ہاں ابو محذورہ کے عقیدہ سے جو بات نکل کر سامنے آئی وہ یہ کہ اتباع کی گاڑی اس وقت قبولیت کی سڑک پر چڑھی جب اس اتباع میں محبت وعشق کا پٹرول ہو۔ اگر محبت اور عشق ہو تو وہ اتباع اور اطاعت رسول ناقص ہو کر بھی درجہ کمال کو پا جائے گی۔ ورنہ وہ اتباع ناقص ہی رہے گی۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا۔

زرسم وراہ شریعت زکردہ ام تحقیق
جزایں کہ منکر عشق است کافر وزندیق

یعنی میں نے شریعت کے احکام کی تحقیق کی ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ منکر عشق کافر وزندیق ہے۔ حقیقت یہ ہے جو لوگ حضور ﷺ کی سنت مطہرہ کی اطاعت واتباع محبت وعشق کے رنگ میں کرتے ہیں ان کا ایمان پختہ ہوتا ہے اور وہ یقین کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ ان کی زندگی کا ایک قدم بھی اٹھتا ہے تو حضور ﷺ کی محبت کی خوشبوئیں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اور جن کے دعوائے اطاعت میں صرف نمود ہوتی ہے وہ عبادت گزار ہو کر بھی ایمان کی حقیقی روح سے محروم ہوتے ہیں

علامہ نے کیا خوب کہا

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی　　　نہ ہو تو مرد مسلمان بھی کافر و زندیق

یہی وجہ ہے کہ جب سے مسلمانوں نے سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت کو ترک کر دیا اس وقت سے مسلمان ہر سطح پر ناکام ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ یہ ہی بڑا المیہ ہے۔

مقام خویش اگر خواہی دریں دیر　　　بحق دل بندہ وراہ مصطفیٰ رو

اگر تو اس دنیا میں کوئی مقام چاہتا ہے تو اپنا دل اللہ کے ساتھ لگا اور سرکار کا رستہ اختیار کر۔

الوفاء میں ہے کہ ابن منکدر مسجد نبوی کے صحن میں ایک جگہ پر لیٹتے اور لوٹتے، کسی نے ان سے خاص وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے سرکار دو عالم ﷺ کو خواب میں اس جگہ پر دیکھا ہے۔

خدایا آرزو میری یہی ہے
میرا نور بصیرت عام کر دے

# پیکر عشق رسول کی روح کا استقبال

اس عاشق کا ایمان اور یقین اس درجہ کا تھا شاید کوئی اس مقام کو پا سکا ہو۔ یوں تو ہر صحابی ؓ کے دل میں رحمت دو عالم ﷺ کی محبت اور بڑی قدر تھی لیکن اس عاشق کا مقام ہی نرالا تھا۔

یہ عاشق کہا کرتا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خاص فضل سے نوازا ہے ایک یہ کہ میں رسول اکرم ﷺ کے ہر فرمان کو منجانب اللہ تصور کرتا ہوں۔

نماز ادا کرتے ہوئے دل میں کبھی وسوسے نہیں آئے۔

جب کسی کے نماز جنازہ میں شریک ہوتا ہوں تو میرا دھیان نکیرین کی طرف ہوتا ہے۔

یہ خوش نصیب اور سچے عاشق رسول حضرت سعد بن معاذ ؓ تھے۔

ایمان لانے کے بعد اتنا زیادہ عرصہ تو صحبت مصطفیٰ ﷺ سے فیض رسانی کا موقع نہیں ملا لیکن قلیل پانچ سال کے عرصہ میں محبت اور شرف صحابیت کے اس درجہ پر پہنچ گئے آپ کی زندگی کا ہر ہر پہلو مینارہ نور بن گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے جذبہ محبت رسول اور یقین کی منزل کو پا لینے میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو بھی ان پر رشک آتا تھا۔

آپ ؓ کا تعلق مدینہ منورہ کے قبیلہ اوس کی شاخ بنو عبدالاشہل سے تھا بلکہ آپ اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔

جب آفتاب رسالت طلوع ہوا جب اس کی کرنوں نے چاروں اطراف کو اپنی نورانی کرنوں سے منور کیا لیکن ابھی سعد بن معاذ کا خانہ باطن نور ایمان سے منور نہ ہوا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے ایک شاگرد یثرب تبلیغ دین کیلئے بھیجا ہے جو ان کے خالہ زاد بھائی اسعد بن زرارہ کے ہاں رہائش پذیر ہے اور پرانے دین کو چھوڑ کر نئے دین کی دعوت دے رہا ہے۔ بھلا وہ اس بات کو کیونکر برداشت کر سکتے تھے کہ جس دین کو ہم صدیوں سے ہم اور ہمارے آباؤ اجداد پوجتے چلے آرہے اسے کیوں ترک کر

دیا جائے یہ تو بڑی اچھنبے کی بات ہے۔ سعد بن معاذ نے جب ساری سٹوری سنی تو خون کھول اٹھا لیکن سعد نے اپنے خالہ زاد اسعد زرارہ کی وجہ سے معاملہ رفع دفع کر دیا۔

رحمت عالم ﷺ نے جس اپنے تلمیذ ارشد کو تعلیم کیلئے بھیجا تھا وہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔ ہوا یوں کہ ایک دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسعد بن زرارہ قبیلہ بنو عبدالاشہل کے ایک باغ میں لوگوں کو دعوت دے رہے تھے تو کسی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو رپورٹ کر دی کہ مصعب عمیر اور اسعد بن زرارہ فلاح جگہ بیٹھ کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں چنانچہ آپ اپنے قریب عزیز اسید بن حضیر کو بلا کر کہا!

حضرت اسید بن حضیر سے بڑے جوشیلے اور بہادر انسان تھے آپ نے ہتھیار اٹھایا اور سیدھے اس جگہ پہنچ گئے جہاں تبلیغ اسلام ہو رہی تھی۔ جب اسعد بن زرارہ نے اسید بن حضیر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو مصعب کے کان میں کہا یہ عبدالاشہل کے سرداروں میں سے ہیں اگر یہ ایمان لے آئیں تو سارا قبیلہ کفر وشرک کے کیچڑ سے نکل آئے گا۔ اس لیے آپ کوشش کریں کسی نہ کسی صورت میں یہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ قریب پہنچ گئے تو انہیں مخاطب کر کے کہا!

آئندہ سے تم نے ہمارے گھروں کی طرف نہیں آنا اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان کی بھڑک دار آواز کو بڑے تحمل سے سنا اور کہا میرے بھائی! آپ ہمارے پاس بیٹھیں تو سہی۔ اگر سودا منظور ہوا تو لے لینا ورنہ ہمارے اور بہت گاہک ہیں۔

حضرت مصعب کی بات کا سعد بن معاذ کے دل پر اثر ہوا آرام سے بیٹھ گئے اور کہا کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ تو حضرت مصعب نے اسلام کی حقانیت بیان کی اور قرآن حکیم کی ایات کی تلاوت کی تو ان کے دل میں اتر گئی۔ کہنے لگے کتنا اچھا دین

ہے اور کتنا پیارا کلام ہے۔ اے میرے بھائی مجھے بھی اپنے دین میں شامل کرلو۔
حضرت سعد بن معاذ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ کے اسلام لانے سے سارے قبیلہ میں خبر پھیل گئی جب آپ گھر گئے تو آپ کا چہرہ دیکھ کر گھر والے بھانپ گئے کہ یہ چہرہ پہلے والا نہیں بلکہ رنگ بدلا ہوا ہے۔ حضرت سعد نے پوچھا میرا خاندان میں کیا مقام ہے سب نے کہا آپ قبیلہ کے سردار ہیں باعزت ہیں۔ تو آپ نے فرمایا میں اس وقت خاندان میں سے کسی کے ساتھ کوئی کلام نہیں کرونگا جب تک تم لوگ ایمان نہیں لاؤ گے چنانچہ آپ کی بات کا اس قبیلہ پر بڑا اثر ہوا کہ شام ہونے سے پہلے پہلے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

غزوہ خندق میں ابن عرقہ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنے تیر کا نشانہ بناتے ہوئے کہا "اسے سنبھال میں ابن عرقہ ہوں"

جب آنحضرت ﷺ نے اس کے اس جملہ کو سماعت فرمایا۔ **عَرَّقَ اللّٰهُ وَجْهَكَ فِى النَّارِ**۔ اللہ تیرے چہرے کو جہنم میں شرابور کرے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی

اے اللہ! اگر ہمارے اور قریش کے درمیان جنگ باقی ہے تو مجھے اس کا گواہ بنا اور مجھے اس وقت تک نہ اٹھا جب تک میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔

ابن عرقہ کا تیر حضرت سعد کے ایسے لگا کہ آپ کی رگ اکہل کٹ گئی۔ رگ اکہل بازو میں ہوتی ہے اور تمام رگیں اس سے نکل کر سارے بدن میں پھیلتی ہیں۔

جنگ کے ختم ہونے کے بعد انہیں مدینہ طیبہ لایا گیا اور حضور ﷺ کے حکم سے ان کا خیمہ مسجد نبوی میں لگایا گیا اور رفیدہ بنت اسلمیہ جو اس وقت کی طبیبہ تھیں مرہم پٹی کیلئے مقرر کیا گیا اور حضور ﷺ خود بھی ان کی عیادت کو تشریف لے جایا کرتے اور زخم کی دیکھ بھال بھی کرتے۔ حضرت سعد کا خون بہنا بند تو ہو گیا تھا لیکن ایک دن خون کا پرنالہ ایسا جاری ہوا کہ حضرت سعد کے بچنے کی کوئی اُمید باقی نہ رہی۔

حضور اکرم ﷺ کو اطلاع کی گئی تو آپ ﷺ فوراً تشریف لے گئے آپ نے آپ کے سر کو اپنی گود میں لیا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ!

سعد نے تیری راہ میں بڑی تکلیف اٹھائی ہے۔ اس نے تیرے رسول کی تصدیق کی، اسلام کے حقوق کی پاسبانی کی، اے اللہ! اس کی روح کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کر جیسا تو اپنے دوستوں کی روحوں کیساتھ کرتا ہے۔

اللہ اللہ! حضرت سعد کے آخری سانس پر جب آنکھ ذرا کھلتی ہے تو سیدھی چہرہ رسول پر پڑتی ہے اور کہتے ہیں السلام علیک یارسول اللہ اب اس عاشق صادق نے حیات فانی کا لباس اتار کر ابدی حیات کا لباس پہن لیا

**اِنَّ لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ**

حضور اکرم ﷺ نے ان کی پیاری نعش مبارک کو ان کے گھر منتقل کر دیا جہاں ان کے غم پر ہر آنکھ فرط غم میں اشکوں کے دریا بہا رہی تھی۔ غسل دیا اور کفن پہنایا۔

قبیلہ قریش کا یہ صدیق اکبر اس کا جنازہ اٹھنا کیا ایک کہرام بپا تھا اللہ اللہ آج اس عاشق صادق کے جنازے میں والی دو جہاں بھی شریک ابوبکر وعمر بھی ہیں اور عثمان وعلی بھی شامل ہیں۔ میت کاندھوں پہ اٹھائی ہے ایک طرف سے آواز ہے حضور! میت کا وزن کوئی نہیں۔ آقا ﷺ فرماتے ہیں۔ وزن کیوں ہو اس کے جنازہ کو فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے۔

ادھر قبرستان میں ابوسعید خدری قبر کھود رہے ہیں تو فرماتے ہیں جس قبر میں سعد نے جانا ہے وہ مٹی بھی خوشبو سے مہک رہی ہے۔

تدفین سے فراغت کے بعد رحمت عالم ﷺ کی آنکھوں کو پرنم دیکھا اور بعد میں مسکراتے دیکھ کر کسی نے پوچھا حضور کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا۔

هذا الذی تحرك له العرش ۔ یہ وہ خوش نصیب ہے جس کی روح جب پرواز کر گئی تو اس کی روح کے استقبال میں عرش پر وجد طاری ہو گیا۔ وفتحت له

ابواب السماء اس کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔ **وَشهدهٗ سَبْعون اَلْفًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ** اورستر ہزار فرشتہ نے اس کے جنازہ میں شرکت کی۔ (رواہ النسائی، مشکوٰۃ)

ہاں ہاں تو جس عاشق رسول کی روح کے آسمانوں اور عرش نے استقبال کیا تو جب اس کا جسد مبارک بقیع میں گیا ہوگا بقیع کا ذرہ ذرہ استقبال کو آیا ہوگا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

# صفوان بن امیہ سے حسن سلوک

اسلام تو امن وسلامتی والا دین ہے اس نے عمر کی کوئی حد متعین نہیں کی کہ اس عمر میں کوئی اسلام میں داخل ہوتو تب مسلمان ہوگا ورنہ نہیں، ایسی بات نہیں بلکہ دین اسلام دین فطرت ہے اور اگر کوئی اپنی حرماں نصیبی کی وجہ سے فطرت سے دور رہتا ہے تو اسلام اس پر کوئی جبر بھی نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے سامنے حق کو واضح کرتے رہنا چاہیئے ۔یہی دین اسلام کا تقاضا ہے۔

اگر کوئی اسلام کے قریب نہیں آتا تو اس پر بھی سختی کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ نرمی اور حسن سلوک کا ہی درس دیا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کرنا اس کے قبول اسلام کا باعث بنے۔ یہی چیز تھی رسول اکرم ﷺ جس کے داعی بنا کر تشریف لائے۔اسکی زندہ مثال ہمارے سامنے ہے۔

تاریخ گواہ ہے حضور ﷺ کو مکی اور مدنی زندگی میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا یہ حضور اکرم ﷺ کا ہی کمال تھا کہ آپ تمام مراحل میں بڑی حکیمانہ بصیرت کے ساتھ ان مشکلات سے نکل گئے اور پھر وہ دن بھی آیا جب چار دانگ عالم میں اخلاقیات مصطفوی ﷺ اور تعلیمات نبوی کی خوشبوئیں بکھر گئیں۔تو وہ لوگ جو ایک وقت میں مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کے جبر وتشدد کرتے تھے اور ظلم وستم کی عجیب داستانین جریدہ عالم پر نقش کر رہے تھے اس دن اسلام اور بانی اسلام کے سامنے ہتھیار ڈال کر اپنی جان کی فکر کر رہے تھے لیکن رحمت عالم ﷺ نے ان پر تلوار عام نہ چلائی بلکہ حسن سلوک کا ایسا لافانی اور لازوال مظاہرہ کیا کہ تاریخ عالم میں اسکی مثال تلاش کرنا مشکل ہے۔

صفوان بن امیہ ان لوگوں میں سے تھا جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ وقت کی ایک ایک اکائی رحمت عالم ﷺ کے ساتھ عداوت اور دشمنی میں گزرتی۔

جب مکہ فتح ہوا تو صفوان بن امیہ اپنی جان بچانے کی غرض سے بھاگ نکلا۔ عمیر بن وہب جو صفوان کے قریشی رشتہ دار تھے نے دامن اسلام میں آ جانے کے بعد عرض کی حضور! صفوان بن امیہ اپنی جان بچانے کیلئے وطن چھوڑ کر بھاگ رہا ہے آپ اس کی امان کیلئے اعلان فرما دیں۔ آپ ﷺ وہ ہستی ہیں کہ جن کے حسن سلوک کی تجلیات سے سبھی فیضیاب ہو رہے تھے آپ نے اسکی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے امان دے دی۔

صفوان کیلئے یہ خبر تو مژدہ جانفزا تھا لیکن اسے اپنے کرتوتوں کی بھی خبر تھی کہ ھادی عالم ﷺ کے ساتھ میں نے کیا کیا بدتمیزیاں کی ہیں۔ عمیر بن وہب یہ خوشخبری لے کر صفوان کے پاس پہنچے تو وہ مانتا نہیں تھا کہ میرے جیسے بدنصیب کیلئے رسول اکرم ﷺ نے امان کا اعلان کر دیا ہو۔ عمیر نے کہا اے صفوان! تم مانتے کیوں نہیں تجھے رحمۃ للعالمین ﷺ کے عفو و درگزر کا علم نہیں؟ تجھے حضور ﷺ کے حسن سلوک کی کچھ خبر نہیں؟ آپ ظلم کرنے والوں سے بدلہ ظلم کے ساتھ بلکہ اس پر کرم کی چادر تان کر ابر رحمت بن جاتے ہیں تم مان لو اور یقین کر لو حضرت نے تیرے لئے عفو عام کا اعلان کر دیا ہو۔ وہ نہ مانا اور کہا کہاں میں اور کہاں محمد ﷺ میری زندگی کا تو ایک ایک سانس عداوت کی آگ میں سلگتے نکلتا تھا میں کس طرح مان لوں کہ محمد ﷺ نے مجھے معاف فرما دیا ہے۔ تم مجھے کوئی نشانی لا کر دو تا کہ میرے لیے قلبی تسکین کا باعث ہو۔

چنانچہ عمیر بن وہب مکہ آئے اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آ کر عرض کی آقا! صفوان نہیں مانتا کہ آپ نے اسے معاف فرما دیا ہے آپ مہربانی فرما کر کوئی نشانی عطا فرمائیے تا کہ اسکی تسکین کا باعث ہو۔ پیکر حلم و کرم ﷺ نے اپنی چادر مبارک عطا فرمائی۔ اور فرمایا یہ میری چادر لے جاؤ۔

جب عمیر رضی اللہ عنہ نے صفوان کے سامنے آپ کی چادر مبارک کی تو تب جا کر یقین آیا کہ میرے لیے آقا ﷺ نے امان کا اعلان کر دیا ہے۔

صفوان حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے عرض کی عمیر کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے امان دے دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایاہاں میں نے تجھے امان دی ہے۔

صفوان اس وقت تک قبول اسلام کے مسئلہ پر متردد رہے اس لیے دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوئے اور کفروشرک کے باوجود غزوہ طائف حنین میں رکاب ہمایوں کے ہمراہ تھے۔

آپ ﷺ نے حنین کے مال غنیمت میں سو اونٹ صفوان کو عطا فرمائے آپ نے ان کے ساتھ اور بھی بہت احسان کیے حتی کہ اسلام کی محبت آہستہ آہستہ دل میں گھر کر گئی اور فتح مکہ کے تین چار مہینوں کے بعد مدینہ منورہ جا کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔(مدارج النبوت)

۞۞۞۞

# وَالْعَفْوُ عِنْدَرَسُوْلِ اللّٰہِ مَاْمُوْلُ

فَقَدْ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ مُعْتَذِرًاوَالْعَفْوُ عِنْدَرَسُوْلِ اللّٰہِ مَاْمُوْلُ

میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عذرخواہ ہو کر پہنچا اور معاونی و درگزر رسول اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہو۔

لَقَدْاَقُوْمُ مَقَامًا لَوْ یَقُوْمُ بِہٖ اَرٰی وَاَسْمَعُ مَالَوْ یَسْمَعُ الْفِیْلُ

میں اس مقام پر کھڑا تھا اگر ہاتھی بھی وہاں کھڑا ہوتا تو وہ دیکھتا اور سنتا جو میں دیکھتا اور سن رہا تھا۔

لَظَلَّ یَرْعَدُاِلَّااَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ مِنَ الرَّسُوْلِ بِاِذْنِ اللّٰہِ تَنْوِیْلُ

اگر باذن اللہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جودوسخا نہ ہوئی تو یقیناً میں کانپنے لگتا۔

حَتّٰی وَضَعْتُ یَمِیْنِیْ لَااُنَازِعُہٗ فِیْ کَفِّ ذِیْ نَقَمَاتٍ قِیْلُہُ الْقِیْلُ

حتی کہ بغیر کسی مناقشے کے نہ اپنا دائیاں ہاتھ اس ہاتھ میں دے دیا جو کیے کی سزا بھی دے سکتا تھا اور جس کا قول، قولِ فیصل تھا۔

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

بے شک رسول اللہ ﷺ وہ نور ہیں جس سے نور حاصل کیا جاتا ہے وہ اللہ کی تلوار وں میں ایک کھینچی ہوئی تلوار ہیں۔

دریائے رحمت مصطفیٰ کو کرم کی جس صورت میں بہتا ہوا جس نے دیکھ لیا اس نے اسی صورت کی بات کردی۔ مذکورہ بالا قصیدہ میں کعب بن زہیر نے اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ یہ کعب بن زہیر کون تھے آیئے اوراق تاریخ کو دیکھتے ہیں۔

کعب بن زہیر اور بجیر بن زہیر عرب کے نامور شعراء میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔ کعب زہیر تو دین مصطفیٰ ﷺ کی مذمت اور فخر بنی آدم ﷺ کی توہین کرنے میں دن رات صرف کردیتا اور اس کی اسلام دشمنی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ ان کا کام یہی تھا کہ حضور ﷺ کی مخالفت کرنے کیلئے اپنے اشعار کا سہارا لیتے اور اپنی شاعری کے ذریعے مخالفین رسالت کے جذبات کو ابھارتے جس سے دشمنان کی اسلام دشمنی بڑھ جاتی۔

رسول اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے روز کعب بن زہیر کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا تو کعب خوف کے مارے روپوش ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد جب مدینہ منورہ میں نزول اجلال فرمایا تو کعب نے بھگوڑا اور فرار ہونے کی پریشانیوں سے تنگ آ کر اسلام کو قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی، اور چوری چھپے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور اپنے بھائی بجیر سے اپنی دلی خواہش کا اظہار کیا ان کے بھائی نے مشورہ دیا کہ تم ذاتی طور پر ابھی مدینہ منورہ نہ جاؤ بلکہ یہیں ٹھہرے رہو میں بچشم خود جا کر حالات کا جائزہ لوں گا اور تمہیں آگاہ کردوں گا، کیونکہ ہوسکتا ہے تم باہر نکلو تو تمہیں کوئی قتل نہ کردے۔ میں سرور انبیاء کے مزاج و اخلاق کو ملاحظہ کر کے تمہیں مطلع کردوں گا۔

بجیر بن زہیر جب آستانہ نبوی ﷺ پر حاضر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے بہت متاثر ہوئے تو اس نے آپ کے حسن سلوک اور حسن اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ کعب کا باپ زہیر اہل کتاب کے پاس آیا جاتا کرتا تھا۔ اور اس نے یہودی علماء سے سنا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا وقت قریب ہے۔ اور اس نے ایک خواب بھی دیکھا کہ ایک بڑی لمبی رسی آسمان سے نیچے لٹک رہی ہے۔ اس نے خواب میں ہی اس رسی کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر ہاتھ رسی تک نہ پہنچا۔ تو اس خواب کے بعد اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ تم اگر نبی آخر الزمان ﷺ کو اپنے زمانہ میں پاؤ تو ان پر ایمان لانا۔

جب بجیر ایمان کی لذت اور حلاوت سے بہرہ اندوز ہوئے تو اپنے باپ کی وصیت بھی یاد آئی۔ تو انہوں نے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو خط لکھا جس میں اس خواب کا بھی ذکر کیا اور ساتھ لکھا مجھے تو نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کا سالوں سے انتظار تھا میں تو ایمان لے آیا ہوں اور تمہیں چاہیئے کہ فوراً ایمان لے آؤ اور لذت وحلاوت ایمانی سے لطف اندوز ہو جاؤ۔ اور ساتھ یہ بھی لکھا کہ محمد ﷺ بڑے رحیم وکریم اور معذرت قبول کرنے والی ہستی ہیں۔ اور اظہار ندامت پر بخشش کا پروانہ جاری کر دینے والے ہیں۔

جب کعب بن زہیر کو یہ خط ملا تو اسی وقت غائبانہ طور پر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور حضور ﷺ کی زیارت اور دید کا شوق پیدا ہو گیا۔ اور یہ شوق اس قدر جوان ہوا کہ ایک لمحہ بھی گزارنا بڑا مشکل ہو چکا تھا۔

کعب بن زہیر کے دوستوں کے ایمان لانے کا پتا چلا تو کہنے لگے اے کعب! تم نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو موت کی وادی میں کیوں دھکیلا ہے۔ تم جاتے ہی مارے جاؤ گے لہٰذا تم یہاں سے مدینہ جانے والی غلطی ہرگز نہ کرنا۔

کعب بن زہیر کے دل میں حضور اکرم ﷺ کے عشق اور محبت کی جڑیں قرار پکڑ چکی تھیں تو اس نے کسی کی بات پر کوئی کان نہ دھرا۔ اور کہا کہ مجھے محمد ﷺ کی طرف سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

کعب بن زہیر حضور اکرم ﷺ کی محبت میں ایسے سرشار ہو چکے تھے کہ جدائی کا ایک ایک لمحہ شاق گزر رہا تھا۔ اسی حالت فراق میں یہ قصیدہ ۱؎ لکھا۔

آپ یہ قصدہ لکھ کر دیار حبیب کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر ایک دوست کے ہاں ٹھہرے۔ تو وہ دوست مسجد نبوی میں اپنے ساتھ لے گیا۔ کعب بن زہیر نے فجر کی نماز حضور اکرم ﷺ کے پیچھے ادا کی۔ بعد از نماز دوست نے کہا یہ ہیں اللہ کے رسول جاؤ ان سے امان طلب کرو۔ کعب اٹھا اور سرکار کے قدموں میں جا کر بیٹھ گیا اور عرض کی یا رسول اللہ! کعب بن زہیر آیا ہے تا کہ حضور اکرم ﷺ سے امان طلب کرے اگر میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو سکتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں میں اسکی توبہ قبول کروں گا۔

کعب نے عرض کی حضور! میں ہی وہ کعب ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم ہی وہ کعب ہو؟ اتنے میں ایک انصاری نے کہا آقا! مجھے حکم فرمائیے میں اس کی گردن اڑادوں، آپ نے فرمایا نہیں اب یہ تائب ہو کر آیا ہے۔

اس کے بعد کعب بن زہیر نے آپ کی مدح سرائی میں لکھا جانے والا قصیدہ سنایا جو حضور اکرم ﷺ نے بہت پسند فرمایا اور آپ نے خوش ہو کر اپنی طرف سے ایک چادر بطور تحفہ عطا کی۔ (اصابه مدارج النبوة)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ چادر کعب بن زہیر سے خریدنا چاہی بلکہ آپ نے دس ہزار کی کثیر رقم بھی دینی چاہی لیکن آپ نے اس پیش کش کی کوئی پرواہ نہ کی، بعد از ان کے وارثوں نے بیس ہزار کی یہ چادر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بیچ دی۔

(ایضاً)

☆☆☆☆☆☆☆

---

۱؎ فَقَدْ اَتَیْتُ رسول اللّٰه معتذرًا۔ الخ

# عبداللہ بن زبعریٰ بارگاہ رسالت میں

رحمت عالم ﷺ سے عداوت اور دشمنی کی آگ میں جلنے والا یہ شخص مالدار اور مکہ مکرمہ کا قادر الکلام شاعر تھا۔ اس کی زبان اور مال دین اسلام اور رحمت دارین ﷺ کی دشمنی کیلئے وقف تھا۔ جنگ بدر میں جو لوگ مارے گئے تھے ان کا مرثیہ اس نے کہا تھا کیونکہ یہ قادر الکلام شاعر تھا اسکی شاعری میں بڑی بلاغت پائی جاتی تھی تو مسلمانوں کی طرف سے طوطیءِ اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں بھرپور جواب دیا۔

فتح مکہ کے روز جب قریش کی سرداری کے برج الٹ گئے اور ان کی قوت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کو اشتہاری مجرم قرار دیا ان میں عبداللہ بن زبعریٰ بھی تھے یہ بھاگ کر نجران چلے گئے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف کچھ اشعار لکھ کر بھیجے جن کے پڑھنے سے اس کے دل میں نرمی پیدا ہو گئی اور ان اشعار کو پڑھتے ہی مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور سید المرسلین ﷺ نے جب دور سے آتے دیکھا تو فرمایا! وہ عبداللہ بن زبعریٰ آرہا ہے اسکی پیشانی پر اسلام کا نور چمک رہا ہے۔ جب رحمۃ للعالمین ﷺ کی خدمت میں حاضری کیلئے قریب ہوئے تو اس شمع کو پروانوں اور دیوانوں کے جھرمٹ میں دیکھا تو یوں لگا جیسے ستاروں کے درمیان چودھویں رات کا چاند ہے۔ قریب جا کر کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ **اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** میں گواہی دیتا ہوں اس معبود برحق کی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اس کے عبد مکرم اور رسول ہیں۔

یا رسول اللہ! میں بڑا قصوروار ہوں آپ کے ساتھ بڑی زیادتیاں کی ہیں۔ بے ادبیاں کی ہیں میں نے ہر مقام پر آپ کے خلاف لشکر کشی کی ہے۔ جب آپ نے مکہ پر پرچم اسلام بلند کیا تو میں بھاگ کر نجران چلا گیا اور سوچا کہ کسی قیمت پر اسلام قبول نہیں کروں گا۔ لیکن میرے رب تعالیٰ نے مجھ پر کرم فرمایا اور مجھے مائل بہ اسلام

کیااور میرے دل میں آپ کی محبت کی شمع روشن کی یارسول اللہ! فرط ندامت میرا سر جھک گیا ہے۔ آقا! اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے اس کی درد بھری باتیں سن کر اس اخلاق کریمانہ کا عظیم مظاہرہ فرمایا جس کا پیکر بنا کر آپ کو مبعوث فرمایا گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تجھے اسلام کی راہ دکھائی، اسلام گزشتہ تمام گناہوں کی تلافی کر دیتا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بن زبعریٰ بڑے خوش ہوئے اور آپ کی بارگاہ میں یہ عزم مصمم کر لیا کہ اب میری تمام تر توانائیاں مال و دولت اور شاعری خدمت اسلام کیلئے وقف ہے۔ اب وہی زبان جو قبول اسلام سے قبل اہل ایمان کے دلوں پر ہجو کے تیر چلایا کرتی تھی حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول ﷺ کی گل افشانیاں کرنے لگی۔

جب زبعریٰ نے اسلام اور مکارم نبوی کے موضوع پر اپنی پہلی نظم پیش کی تو حضور اکرم ﷺ بڑے خوش ہوئے اور انہیں ایک حُلّہ عطا فرمایا۔

(الاصابہ، مدارج النبوۃ)

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
مجھے بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

☆☆☆☆

## کاتب وحی کی خیانتیں اور حضور ﷺ کا درگزر

عبداللہ بن ابی سرح نے ایسا جرم کیا جو ناقابل تلافی تھا۔ یہ شخص پہلے مسلمان ہو گیا اور آنحضرت ﷺ نے اسے کاتب وحی مقرر فرمایا تھا۔ آپ ﷺ پر جو وحی نازل ہوتی آپ اسے لکھوا دیتے۔ مگر یہ شخص وحی لکھتے وقت جب آپ اسے **سمیعًا بصیرًا** لکھواتے تو اپنی طرف سے علیمًا حکیما لکھ دیتا۔ جب آپ ﷺ

**علیمًا حکیما** لکھواتے تو اپنی طرف سے غفور اُ رحیما لکھ دیتا۔ یہ شخص اس قسم کی خیانتیں کیا کرتا تھا۔

جب آنحضور ﷺ پر سورہ مؤمنون کی آیات ۱۲ تا ۱۴ نازل ہوئیں تو اس نے **ثم اَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ** کے بعد اپنی طرف **فَتَبَارَكَ اللهُ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ** لکھ دیا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا یوں ہی لکھو اسی طرح نازل ہوئی ہیں۔

یہ سن کر عبداللہ بن ابی سرح نے لوگوں سے کہا کہ محمد ﷺ اگر نبی ہیں جن پر وحی نازل ہوئی ہے تو میں بھی نبی ہوں مجھ پر بھی وحی نازل ہوتی ہے۔

جب اسکی خباثت کا پول کھل گیا تو مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا اور قریش سے جا کر کہا میں جس طرح چاہتا محمد ﷺ کے الفاظ بدل دیتا ہوں۔ جب وہ مجھے بولتے ہیں **عَزِیْزٌ حکیمٌ** تو میں اپنی طرف سے **علیمٌ حکیم** لکھ دیتا۔ اور وہ کہتے سب ٹھیک ہے اور جو کچھ میں کہتا اسی کو ٹھیک کہہ دیتے۔

فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے اس کا خون حلال فرما دیا یعنی قتل کا حکم دیا تو بھاگ کر اپنے رضاعی بھائی عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا اے میرے رضاعی بھائی حضور اکرم ﷺ نے مجھے قتل کرنے کا حکم فرما دیا ہے اس سے پہلے کہ میری گردن اڑا دیں تم مجھے امان دلوا دو۔ آخر عثمان غنی رضی اللہ عنہ اسے اپنے ساتھ لے کر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں گئے تو آپ سے اسے معافی کی درخواست کی۔ پھر بار بار عرض کرنے پر حضور اکرم ﷺ نے اسے معاف فرما دیا اور اسلام کی بیعت لے لی۔ (سیرت حلبیہ)

عبداللہ بن ابی سرح بیعت کے بعد اپنے کیئے پر ندامت کی وجہ سے شرما گئے۔ ایک بار عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آقا! عبداللہ بن سرح آپ کے پاس آنے سے شرماتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اسلام گزشتہ غلطیوں اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ کو مطلع کر دیا تو اسکے بعد جب کوئی جماعت حضور اکرم ﷺ کے پاس آتی تو عبداللہ بن ابی سرح اس جماعت کے ہمراہ حضور کے پاس آتے۔ (سیرت حلبیہ)

# علاج کرنے کیلئے آنے والا خود شفایاب ہو گیا

اس نے یہ سمجھا کہ جو اپنے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کرتا ہے شاید اس کا ذہنی توازن درست نہیں۔ شاید اسے جنوں وغیرہ کا سایہ ہو گا۔ آخر اپنے اجداد کی مخالفت کرنا یہ بھی کوئی دانشمندی تو نہیں۔ وہ پچھلے پاگل تو نہیں تھے یقیناً اسے کوئی نہ کوئی سایہ ضرور ہے جس نے پرانے دین کی مخالفت پر اکسایا ہے اور وہ ایسے آسیب زدہ مریضوں کو دم کیا کرتا تھا۔ اور حضور اکرم ﷺ کے بارے میں پاگلوں نے کہا کہ یہاں ایک شخص ہے محمد بن عبداللہ وہ بہکی بہکی سی باتیں کرتا ہے اور اسے غشی کے دورے بھی پڑتے ہیں۔ (استغفر اللہ) اور ہر وقت اپنے پرانے اور آباؤ اجداد والے دین کے خلاف پراپیگنڈہ کرتا رہتا ہے۔ اس نے اپنی تبلیغ کے اثر سے بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا ہے باپ کو بیٹے سے جدا کر دیا ہے۔ خدارا تم ایک روحانی طبیب ہو اس کے دماغ کا کوئی علاج کرو۔ ساری قوم پہ تیرا احسان ہو گا تم مہربانی کرو اور جاؤ کچھ کرو۔

ضماد ازدی کہتے ہیں کہ ان کافروں کی باتوں نے میرے دل پر بہت اثر کیا اور میں نے عزم مصمم کر لیا کہ اگر وہ نوجوان میرے سامنے آ گیا تو بچ کہ نہیں جائے گا بلکہ میں اس کا علاج کر کے چھوڑوں گا۔ چنانچہ میں کفار کی مجلس سے اٹھ کر تلاش کرنے نکلا لیکن محمد ﷺ نہ ملے، دوسرے دن میں نے مقام ابراہیم کے سامنے نماز پڑھتے دیکھا۔ میں بیٹھ گیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں آپ کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا اے فرزند عبدالمطلب! آپ میری طرف توجہ کریں میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا میں ریح کا علاج کرتا ہوں۔ اگر آپ کی مرضی ہے تو خدمت کیلئے حاضر ہوں اور ریح کوئی بڑی بیماری بھی نہیں میں نے آپ سے بھی گئے گزرے مریضوں کا علاج کیا ہے۔ میں نے تمہاری قوم کی تمہارے بارے میں ساری باتیں سنی ہیں انہوں نے کہا ہے کہ تم ان کے خداؤں کی توہین کرتے ہو ان کے پرانے دین کی مخالفت کر کے ایک نئے دین کی دعوت دیتے ہو۔ اور میرے

نزدیک تو ایسی باتیں وہی کرسکتا ہے جس کا ذہنی توازن بگڑا ہوا ہو۔

آپ نے اپنی گفتگو کا آغاز اس خطبہ سے کیا۔

الحمد لِله احمدُهٗ واستعِینُهٗ واُؤمِنُ بِهٖ واتوكل عليه من يهده الله فلا مضللهٗ ومن يضلله فلاها دى لهٗ واشهد ان لااِله الله الله وحدهٗ لاشريك لهٗ واشهدان محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ۔

ضماد کہتے ہیں فصاحت و بلاغت بھرا ایسا دلنشین کلام سننے کا مجھے پہلی بار اتفاق ہوا۔ چنانچہ میں اس پاکیزہ کلام کو سن کر بے خود سا ہو گیا۔ میں نے کہا اے حسین کلام کے موتی بکھیرنے والے! ذرا دوسری بار مجھے یہ کلام سنائیے۔ چنانچہ آپ نے دوسری بار کلام سنایا تو میرے دل کی کیفیت اور زیادہ بدل گئی۔ پھر آپ نے تیسری بار کلام سنایا تو میں نے سوچا میں نے کاہنوں کا کلام سنا، جادوگروں کا کلام سنا، شعروشاعری بھی سنی لیکن میں نے ایسا وجد آفرین کلام نہیں سنا۔ میں نے بے خود ہو کر ہاتھ آگے بڑھائے اور عرض کیا مجھے حلقہ بگوش اسلام فرما کر اپنی غلامی کا شرف بخشیے، میں نے اس کے بعد آپ ہی کے پاس کچھ دیر سکونت اختیار کی اور آپ سے کلام الٰہی کی چند سورتیں حفظ کیں اور اپنی قوم کی طرف روانہ ہو گیا۔

(دلائل النبوة لابی نعیم ،ضیاء النبی)

☆☆☆☆☆☆

## قبول اسلام کے بعد ثمامہ بن آثال کا عقیدہ

شقاوت کو سعادت میں بدلنا یہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ واختیار میں ہے جن لوگوں کے دلوں میں ایمان کا نور لکھا جا چکا تھا انہوں نے نور ایمان سے اپنے خانہ باطن کو جلا بخشی اور جو ازلی شقی تھے وہ عداوت کی آگ میں جلتے رہے اور ان کا نام بھی آج بھی دوسروں کیلئے درس عبرت ہے۔

ثمامہ بن آثال بھی ان لوگوں میں سے تھا جو ہر وقت حضور ﷺ کی دشمنی

کی در پے رہتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے پروگرام میں یہ بات شامل تھی کہ حضور اکرم ﷺ کو کسی نہ کسی طریقے سے شہید کر دیا جائے۔

لیکن ؎ نور خدا کفر کی حرکت پہ ہے خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اللہ تعالیٰ کا تو یہ فرمان تھا۔

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوكَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔

یہ ان کافروں کی پسند و ناپسند کا مسئلہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ یہی چراغ جلے گا تو روشنی ہوگی۔

غور فرمایئے! کہ قریش مکہ کے باہمی معاہدہ کے نتیجے میں مسلمان تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ مکہ میں غلہ یمامہ سے آتا تھا اور کفار مکہ کے ایماء پر اہل یمامہ نے غلہ شعب ابی طالب کے محصورین کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور رئیس یمامہ ثمامہ بن آثال نے ایسا کام کیا کہ یمامہ کے غلہ کا ایک دانہ بھی شعب ابی طالب کے محصورین تک بھی نہ پہنچ سکتا تھا۔ معاملہ صرف یہاں تک ہی نہ رکا بلکہ ثمامہ بن آثال حضور اکرم ﷺ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اور حضور اکرم ﷺ کو جب اس کے عزائم کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ثمامہ بن آثال کو میرے قابو میں دے دے۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد ۶ ھجری میں سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا اور اتفاق یہ کہ لشکر والے ثمامہ بن آثال کو گرفتار کر کے لوٹے اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اسے مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دو۔

آپ ﷺ کے حکم کی بجا آوری کی گئی اور انہوں نے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

ایک دن حضور ﷺ پاس سے گزرے اور فرمایا!

اے ثمامہ! تم کیا چاہتے ہو؟

ثمامہ نے کہا! اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی کو قتل کریں گے اور اگر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے۔ اگر زرفدیہ دے کر میری رہائی ممکن ہے تو میں اس کیلئے بھی تیار ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اسکی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ خاموشی سے واپس تشریف لے گئے۔ دوسرے دن جب آپ ﷺ پھر قریب سے گزرے تو اس نے پھر وہی سوال دہرائے مگر آپ پھر خاموش رہے۔ تیسرے دن ثمامہ نے آپ سے پھر یہی سوال دہرائے تو آپ ﷺ نے اس کی رہائی کا حکم صادر فرمادیا۔

ثمامہ بن آثال آخر سمجھدار تھا اسے اپنی اسلام دشمنی یاد تھی مگر آپ نے اس کے ظلم وزیادتی کو نہ دیکھا بلکہ اس کے ظلم کو کرم کی چادر سے ڈھانپ دیا۔ ثمامہ آپ کے حسن سلوک سے متاثر ہوئے اسی وقت غسل کیا اور بارگاہ رسالت ﷺ میں آکر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اور عرض کی یارسول اللہ!

اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرہ سے زیادہ مغضوب نہ تھا اب وہی چہرہ سب چہروں سے بڑھ کر زیادہ حسین نظر آرہا ہے۔

اللہ کی قسم! آج سے پہلے مجھ سے بڑھ کر آپ کا دشمن کوئی نہ تھا مگر اب آپ سے بڑھکر میرا کوئی محبوب نہیں۔

اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے بڑھ کر مجھے کوئی شہر برا نہ لگتا تھا اب آپ کا شہر مجھے بڑا ہی پیارا لگتا ہے۔

ثمامہ بن آثال کا ایمان لانا کفار کے گھروں میں صف ماتم بچھنے کے مترادف تھا۔ جب قبول اسلام کے بعد مکے گئے تو لوگوں نے کہا ثمامہ! تم پاگل ہو گئے ہو کہ محمد کا دین قبول کر کے آگئے ہو۔ ثمامہ بن آثال نے کہا!

اللہ کی قسم! اب حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر میں تمہیں ایک دانہ بھی غلہ کا نہ دوں گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ میں قحط پڑ گیا لوگوں کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ چنانچہ قریش نے ایک وفد حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا کہ بچے، بوڑھے، جوان ایک ایک دانہ کو ترس رہے ہیں آپ یہ بندش ختم کرادیں آپ نے اسی وقت ثمامہ بن آثال کو پیغام بھیجا کہ اب مکہ والوں پر رحم کرو اور پابندی ہٹالو۔ ثمامہ بن آثال نے تعمیل کی پھر مکہ والوں کو غلہ کی ترسیل شروع کی۔ (مسلم)

❁❁❁❁❁❁❁

## وہ کانوں میں روئی ٹھونس کے آیا
## قربِ مصطفیٰ ملا تو دل کی دنیا بدل گئی

ان بدبختوں کا تو کام ہی یہی تھا کہ باہر سے آنے والا جو بھی آتا اسکی پوری پوری نگرانی کرتے اسے پٹیاں پڑھاتے واللہ! محمد کے قریب نہ جانا، جادوگر ہے۔ وہ ساحر ہے۔ وہ کاہن ہے نہ اسکی بات سننا نہ اسکی مجلس کے قریب بھی پھٹکنا۔ حتی کہ شہر مکہ میں داخل ہونے والے ہر شخص کو پہلے ان بدبختوں سے پالا پڑتا، جسے گمراہ کرنے کی ہر طرح کی سعی ناتمام کرتے۔

یہ شہر مکہ میں داخل ہونے والا کوئی معمولی انسان نہ تھا بلکہ ایک عقل مند ،معاملہ فہم، اور قادر الکلام شاعر بھی تھا جس کی شاعری کے سامنے بڑے بڑے شاعر بھی بیٹھے سر نہ اٹھاتے تھے۔

جب قریش مکہ کو علم ہوا کہ طفیل دوسی عمرہ کی غرض سے مکہ آیا ہے تو انہوں نے بڑی خاطر مدارت اور آؤ بھگت کی، اور اسے حضور ﷺ سے دور رکھنے کیلئے ان لوگوں نے بڑے پاپڑ بیلے چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے خلاف اس شخص کو بڑا ابھڑکایا کہنے لگے۔

اے طفیل! دیکھو! تم ہمارے شہر میں آئے ہو ہمارے ہاں ایک ایسا شخص ہے جس نے ہمیں بڑی مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے ہمارے دن رات کے سکون کو خاک میں ملا دیا ہے، ہماری ملی وحدت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے۔ ہمارے حالات کو اس نے اس قدر خراب کر دیا ہے اسکی گفتگو میں اس قدر جادو ہے اس نے بیٹے کو باپ اور بھائی کو بھائی سے حتیٰ کہ خاوند کو بیوی سے جدا کر دیا ہے۔

طفیل دوسی کہتے لوگ بار بار مجھے یہی مشورہ دیتے اس کے قریب نہ جانا۔ حتیٰ کہ یہ نصیحتیں میرے دل میں بیٹھ گئیں اور میں نے عزم مصمم کر لیا اس شخص کے پاس نہ بیٹھوں گا نہ کلام سنوں گا۔ چنانچہ جب میں حرم کعبہ میں داخل ہونے لگا تو میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری کے عالم میں محمد ﷺ کی آواز میرے کانوں میں پڑ جائے۔

چنانچہ میں ایک روز حرم شریف میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ محمد ﷺ کعبہ کے قریب نماز ادا کر رہے ہیں۔ تو میں قریب جا کر کھڑا ہوا تو آپ کی زبان اطہر سے جاری شدہ تلاوت قرآن کی آواز میرے کانوں کے پردوں سے پار گزر گئی جہاں تک میرے کانوں میں روئی تھی مگر روئی اس تلاوت کی آواز کو نہ روک سکی۔ جب میں نے غور سے اس کلام کو سنا تو میرے ضمیر نے اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہا کہ اے طفیل! تو اچھا بھلا شاعر ہے عقل بھی رکھتا ہے۔ بھلا اتنا اچھا اور دلنشین فصاحت و بلاغت بھرا کلام سننے سے مجھے کون روک سکتا ہے۔ وہ روئی اس آواز کو پار ہونے سے نہ روک سکی تو میں نے کانوں سے نکال کر پھینک دی۔ کلام کا سننا کیا تھا کہ دل کی وادیوں میں اثر کر گیا۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے نماز ختم کی تو اپنے گھر تشریف لے گئے اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب حضور اکرم ﷺ اندر داخل ہونے لگے تو میں نے آپ کو روک لیا اور قدموں میں بیٹھ گیا عرض کی کہ آپ کی قوم نے تو

مجھے آپ کے قریب آنے اور باتیں سننے سے روک دیا تھا اور میں نے اس ڈر کی وجہ سے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تھی لیکن آپ کی زبان اقدس سے نکلنے والے پیارے کلمات روئی کی دیواروں کو چیر کر دل کے خانہ باطن میں اثر کر گئے
۔

میں تو آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ مجھے اپنے دین کی دعوت کے بارے میں بتائیں۔ جب حضور ﷺ نے مجھے اسلام کی حقانیت کے بارے میں بتایا اور پھر قرآن کریم پڑھ کر سنایا۔ تو میں نے آپ کی اس قدر پیاری تلاوت اور فصاحت و بلاغت بھرے کلام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور عرض کیا حضور!

اس گنہگار کو اپنی غلامی میں قبول فرمالیجئے۔

پھر میں نے عرض کی آقا! میں اپنی قوم کا ایک سردار ہوں اور میری بات سبھی لوگ مانتے ہیں۔ اب میں قوم میں واپس جا رہا ہوں اور میں اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کروں گا آپ میرے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: **اللّٰھُم اجعل لہ ایۃ۔** اے اللہ! اس کیلئے کوئی نشانی عطا فرمایا۔

اس کے بعد میں وہاں سے روانہ ہو گیا جب میں اپنی بستی کے قریب پہنچا تو مجھے وہاں پانی کے چشمے کے قریب ٹھہرے ہوئے قافلے نظر آنے لگے۔ اچانک سرکار کی دعا کے مطابق میری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور سا پیدا ہو گیا اور یہ ایک اندھیری رات تھی۔ میں نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔

اے اللہ! اس روشنی کو میرے چہرے کے علاوہ کہیں اور جگہ ظاہر فرمادے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری قوم کہے کہ اس کی شکل بگڑ گئی ہے۔

وہ نور اسی وقت میری چھڑی کے ایک سرے میں ظاہر ہوا۔ اب کوئی دور سے اسے دیکھتا تو دیکھنے والوں کو نورانی قندیل نظر آتی۔ (حضرت طفیل کو اسی لیئے

ذی النور کا لقب ملا۔)

طفیل کہتے ہیں اس کے بعد میں اپنے گھر پہنچا تو میرے والد میرے پاس آئے میں نے ان سے کہا آپ میرے پاس مت آیئے! اب میرا آپ سے کوئی واسطہ نہیں۔

باپ نے کہا کیوں؟ کیا ہوا ہے؟

میں نے کہا! اب میں نے دین محمدی قبول کر لیا ہے اور میں مسلمان ہو چکا ہوں۔

باپ نے کہا بیٹے! جو تمہارا دین ہے وہی میرا دین ہے۔

میں نے کہا! پہلے آپ غسل کیجئے اور کپڑے پاک کیجئے اور پھر میرے پاس آیئے چنانچہ میں نے اپنے باپ پر اسلام پیش کیا تو مسلمان ہو گئے۔

اس کے بعد میری بیوی میرے پاس آئی تو میں نے اسے بھی یہی کہنا اس نے بھی غسل کیا کپڑے پاک کیے اور پھر میرے پاس آ کر مسلمان ہو گئی۔

اس کے بعد قبیلہ ''دوس'' کو دعوت دی تو لوگ میرے ساتھ بگڑ کر میرے پیچھے پڑ گئے میں حضور اکرم ﷺ کے پاس دوڑا آپ سے عرض کیا! آپ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرمائیں اپنی قوم میں واپس گیا تو میں اپنے قبیلہ والوں کو دین اسلام کی تبلیغ کر رہا تھا کہ حضور نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی یہاں تک کہ غزوہ بدر غزوہ اُحد غزوہ خندق پیش آیا تو میں اپنی قوم کے ستر، اسی گھرانوں پر مشتمل افراد کو لے کر حضور ﷺ کی زیارت کیلئے روانہ ہوا۔

حضور ﷺ اس وقت غزوہ خیبر کے مقام پر غزوہ میں تھے چنانچہ ہم سرکار کی بارگاہ میں پہنچے تو آپ نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہمارے لیے بھی مال غنیمت کا حصہ نکالا، حالانکہ ہم جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے۔(سیرت حلبیہ)

# کیا اذان تھی اذانِ بلالی

بلال حبشی کے نزدیک تو گناہ نہیں تھا بلکہ عین ثواب تھا مگر امیہ بن خلف کے نزدیک عین گناہ تھا اس لیے کہتا تھا محمد ﷺ کا کلمہ چھوڑ دے اس نئے دین کی پیروی ترک کر دے مگر بلال نے ایک مرتبہ اس جان جاناں کا جلوہ کر لیا تھا۔ وہ اس نشہ محبت و عشق میں مخمور ہو چکا تھا وہ نشہ اترنے والا نہ تھا اس لیے بلال نے کہا اے امیہ! اگر تمہارے نزدیک یہ نشہ حرام ہے تو میں ہر سزا ملنے کے باوجود یہ نہیں چھوڑوں گا بلکہ یہ شوق گناہ بڑھتا جائے گا۔

یہ حقیقت ہے اور یہ سچ ہے کہ بلال حبشی نے کہاں کہاں داستان عشق رقم نہیں کی؟ ایک اللہ کی بندگی واطاعت کا دم بھرنے والے بلال نے اتنی تکلیفیں برداشت کیں اللہ اللہ اس پیکر عشق رسول ﷺ کے گلے میں رسی ڈال کر آوارہ لڑکوں نے پتھریلے راستوں پر گھسیٹا، پیکر عشق رسول ﷺ کو عین دو پہر کے وقت جب سورج کی تمازت اپنی جوانی پہ ہوتی ہے اگر اس کے سامنے بوٹی بھی رکھی جائے تو بھون جاتی ہے زمین پر لٹایا جاتا اور بھاری پتھر سینہ پر رکھا جاتا اور کہا جاتا بلال! اپنے آپ پر اتنے ظلم نہ کرواؤ، کچھ تو رحم کرو محمد ﷺ کا کلمہ چھوڑ دو۔

پیکر عشق رسول اللہ ﷺ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جاتا اور کہا جاتا بلال محمد ﷺ کا دین ترک کرو، مگر یہ پیکر عشق رسول اپنی زبان پر یہی کلمات نکالتا۔

اَحَدٌ اَحَدٌ اَنَا لَا اُشْرِكُ بِاللّٰهِ ۔ وہ ایک ہے ایک ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اَنَا كَافِرٌ بِاللَّاتِ وَالعُزّٰى میں لات اور عزیٰ کو نہیں مانتا۔ (سیرت حلبیہ)

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ امیہ بن خلف پہلے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سارا دن اور رات بھوکا پیاسا رکھتا پھر جب عین دو پہر کا وقت ہوتا سورج آگ برسانے لگتا تو بلال کو گھر سے نکال کر گرم اور تپتی ہوئی ریت پر چت لٹا دیتا۔

اس وقت ریت اتنی شدید گرم ہوتی کہ اگر اس پر گوشت کا ٹکڑا رکھ دیا جاتا تو وہ بھی بھون جاتا اور پھر ایک بھاری پتھر منگواتا اور ان کے سینے پر رکھتا تاکہ وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکیں پھر کہتا تیرا دم نہ نکل جائے یہیں رکھوں گا اگر چھٹکارا چاہتا ہے تو لات وعزیٰ کی پرستش کر۔ مگر توحید حقیقی کے جام پینے والے بلال کی زبان پر ایک ہی کلمہ ہوتا۔ احد احد

الغرض امیہ بن خلف کا ہر طرح کا جور وظلم بلال حبشی کے دل ودماغ سے نشہء عشق محمد ﷺ اتارنے میں ناکام رہا۔ اللہ اللہ امیہ بن خلف کی خباثتوں نے بلال حبشی کے جسم کے انگ انگ پر زور چلالیا مگر اس کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ کالے رنگ والا، موٹے ہونٹوں والا دبلا پتلا اور لمبا بدن رکھنے والا بلال اپنا دل کسی کو دے بیٹھا ہے۔ اسے کیا خبر تھی کہ عشق کی مستی کیا ہوتی ہے۔ دنیا میں ہزاروں آئے جنہوں نے عشق ومحبت کا دعوٰی کیا لیکن کسی کا عشق اور محبت رسول کا دعوٰی بلال کے عشق ومحبت رسول کے ہم پلہ نہ ہوا نہ ہوسکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بلال حبشی رضی اللہ عنہ مکہ میں ہی پیدا ہوئے اور عبداللہ بن جدعان تیمی کے غلام تھے۔ بلال ان سو غلاموں میں سے ایک تھے جو عبداللہ بن جدعان کی ملکیت میں تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا تو سوائے حضرت بلال کے تمام غلاموں کو مکہ سے باہر بھیج دیا کہیں یہ غلام مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور بلال حبشی کو اس لیے نہ بھیجا کہ وہ عبداللہ بن جدعان کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ (سیرت حلبیہ)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بلال مکہ کے گردونواح میں عبداللہ بن جدعان کی بکریاں چراتے تھے جب انہیں اسلام کے دعوت پہنچی تو انہوں نے بلا جھجک قبول کرلیا لیکن اپنے ایمان کو ظاہر نہ کیا ایک روز طواف کعبہ کرنے گئے اور اس کے ارد گرد بت رکھے تھے آپ نے نفرت کے ساتھ ان پر تھوک دیا اور

زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔

**خَابَ وَخَبرَ مَنْ عَبَدَ کُنَّ** ۔ وہ نامراد اور گھاٹے میں گیا جس نے تمہاری پرستش کی۔ قریش بلال کی اس حرکت کو دیکھ کر برداشت نہ کر سکے تو انہوں نے عبداللہ بن جدعان سے لیکر امیہ بن خلف ظالم کے حوالے کیا تا کہ انہیں اسلام سے برگشتہ کرنے کیلئے اپنی کوششوں کو بروئے کار لائے۔ اور مجبور ہو کر بلال اسلام ترک کرے۔ تو وہ اس غریب الدیار مسکین پر مظالم پہ مظالم ڈھاتا رہا اور اپنے دل کی بھڑاس نکالتا، ایک روز رحمت عالم ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا جہاں اسے عذاب دیا جارہا تھا، تو یہ عاشق رسول نیم مدحوشی کے عالم میں اَحَدُ اَحَدُ کے آواز دے رہا تھا رحمت عالم ﷺ نے اس پیکر عشق کی آواز سن کر فرمایا

جس وحدہٗ لاشریک کے نعرے لگا رہے ہو اس عذاب سے تمہیں ضرور چھٹکارا دے گا۔

امام حلبی نے اپنی سیرت میں یہاں بڑا پیارا جملہ ارشاد فرمایا۔

غرض احد احد کا کلمہ دہرا کر حضرت بلال اس عذاب کی تلخی میں ایمان کی مٹھاس اور شرینی شامل کر لیتے۔ (سیرت حلبیہ)

امام حلبی مزید فرماتے ہیں۔

جب بلال رضی اللہ عنہ کو اذیتیں دی جارہی تھیں اور وہ احد احد کا ورد کر رہے تھے تو ورقہ بن نوفل ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے دیکھ کر فرمایا۔

ہاں بلال! خدا کی قسم وہ ایک ہی ہے۔

اس کے بعد ورقہ امیہ ابن خلف کے پاس آئے اور کہا

اللہ کی قسم! اگر تم اس بلال کو اسی طرح اذیتیں دے دے کر مار ڈالو گے تو میں اس کی قبر کو زیارت گاہ بناؤں گا۔ کیونکہ وہ جنتیوں میں سے ہے۔ (سیرت حلبیہ)

امام حلبی نے سچ کہا کہ بلال ان اذیتوں اور تکلیفوں میں مٹھاس پا رہا تھا۔

بلال حبشی رضی اللہ عنہ تو ان تلخیوں اور اذیتوں کا ذائقہ چکھ چکے تھے اسی لیے تو انہیں موت کی تلخی میں بھی دیدار حبیب کی مٹھاس موجود دکھائی دیتی تھی۔

امام حلبی فرماتے ہیں کہ جب بلال رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو آپ کی زوجہ محترمہ نے سرہانے بیٹھ کر آہ وبکا کیا اور شدت غم سے ہائے میرا رنج وغم منہ سے نکل گیا۔ اس نزع کے عالم میں بھی بلال رہ نہ سکے گویا ہوئے

تم روتی ہو! حالانکہ میرے لیے کیا خوشی کے لمحات ہیں کل ہماری اپنے پیاروں سے ملاقات ہوگی یعنی حضور اکرم ﷺ سے اور آپ کے اصحاب سے۔

ایک روز حسب معمول امیہ بن خلف اپنی ناخلفی کا اظہار بلال پر تکلیفوں اور اذیتوں سے کر رہا تھا۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پاس سے گزر ہوا۔ آپ اس غریب الدیار کو دیکھ کر رہ نہ سکے دل بھر آیا تو آپ نے فرمایا۔

اے اُمیّہ! تم اس مسکین کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے نہیں تم کب تک اس بے کس پر ستم پہاڑ ڈھاتے رہو گے۔

امیّہ نے کہا! تم نے ہی تو اسے خراب کیا ہے اگر تمہیں اس پر زیادہ ہی رحم آتا ہے تو اسے چھڑا کر آزاد کیوں نہیں کرا لیتے؟

آپ نے فرمایا! میرے پاس ایک حبشی غلام ہے جو طاقتور اور مضبوط بدن والا اور تیرا ہم مذہب ہے وہ مجھ سے لے لو اور یہ غریب اور کمزور بدن والا مجھے دے دو۔

امیّہ نے کہا مجھے سودا منظور ہے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک طاقتور غلام اسے دے دیا اور حضرت بلال کو لے لیا۔ اور سید المرسلین ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔

جب مشرکین کو پتا چلا کہ ابوبکر نے بلال کو خرید لیا ہے اور پھر آزاد بھی کر دیا ہے تو انہوں نے کہا ضرور بلال کا ابوبکر پر کوئی احسان ہوگا، احسان کا بدلہ چکانے کیلئے خرید کر آزاد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس غلط فہمی کو دور کر دیا۔

**وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى۔**

اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں۔ جس کا اسے بدلہ دینا ہو سوائے اس کے وہ صرف اپنے رب کی رضا کا طلبگار رہے۔ (سورۃ الاعلیٰ)

حضور ﷺ نے دنیا پر آ کر مساوات کا وہ درس دیا کہ آپ کی غلامی سے فیضیاب ہونے والے کالے، گورے، عجمی، عربی، امیر و غریب سبھی تھے۔ لیکن بلال کا نصیب دیکھئے کہ رنگ کالا ہے موٹے موٹے ہونٹ دبلا پتلا بدن جس کو کوئی کوئی دیکھنا بھی نہیں چاہتا لیکن مصطفوی رنگ میں ایسے رنگے گئے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی انہیں یا سیدی اے میرے آقا کہہ کر مخاطب فرماتے۔ یہ حضور ﷺ کی قربت کا فیضان تھا کہ جو بلال ابھی کچھ عرصہ قبل مکہ کے بازاروں میں گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹا جا رہا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر وہی بلال کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر صدائے حق بلند کر رہا ہے۔

فتح مکہ کے روز تطہیر کعبہ کے بعد آپ ﷺ نے اس عاشق صادق سے فرمایا اے بلال! کعبے کی چھت پر چڑھ کر کھڑے ہو کر توحید کی صدائے حق بلند کرو۔

حضرت بلال نے حکم کی تعمیل کی جب وہ اپنی دلکش آواز سے **اَشْھَدُ اَنْ لَااِلٰہَ اللّٰہ** اور **اشھدُ اَنَّ محمدًا رسول اللّٰہ** پکار رہے تھے تو زمین و آسمان پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے موقع کی مناسبت سے اذان کے بارے میں یوں اظہار فرمایا۔

یہ وقت بھی اپنے اندر نہایت نعمت اور بزرگی رکھتا تھا جس کے دامن اجلال تک ادراک کی رسائی ناممکن ہے۔ اس وقت کی عظمت کو حاملان عرش سے پوچھنا چاہیئے کہ حضرت بلال آواز کہاں تک پہنچتی تھی بلکہ اس سے بھی گزر گئی تھی۔ خداوند! اس وقت کے طفیل ہمیں دین اسلام پر ثابت رکھ اور کلمہ اسلام کو بلند فرما۔

(بحوالہ خیر البشر کے چالیس جانثار)

امام حلبی نے فرمایا جب بلال نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی تو کفار

مکہ کو یہ واقعہ بہت ہی ناگوار گزرا۔

جب اذان دے رہے تو حرث ابن ہشام نے کہا۔

کیا محمد ﷺ کو اس کالے کوّے کے سوا دوسرا کوئی مؤذن نہ ملا۔

ایک اور قریشی نے اپنی بھڑاس یوں نکالی۔

خدا کی قسم! یہ بہت بڑا انقلاب ہے کہ آج بنی جمح کا غلام کعبہ کی چھت پر چڑھ کر ہینک رہا ہے۔ (استغفر اللہ)

عتاب ابن اسید نے کہا! اللہ نے اسید کو عزت دی کہ اسید نے بلال کو اذان دیتے نہیں سنا۔ (مر چکا تھا)

ابوسفیان اس وقت مسلمان ہو چکے تھے۔ کہنے لگے

میں کچھ نہیں بولوں گا اگر میں نے ایک لفظ بھی کہا تو یہ کنکریاں خود جا کر محمد ﷺ کو باخبر کر دیں گی۔

ابھی یہ لوگ باتیں کرر ہے تھے کہ حضور ﷺ کعبہ سے باہر تشریف لائے اور ان لوگوں کے پاس آ کر فرمایا۔ ابھی تم لوگوں نے جو باتیں کہی ہیں مجھے ان سب کا علم ہو چکا ہے پھر آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا! اے ابن فلاں تم نے یہ کہا۔ اے ابن فلاں تم نے یہ کہا۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی آواز بڑی مسحور کن اور پیاری تھی جو اذان سنتا اسکے دل میں اتر جاتی۔ دراصل یہ حضور ﷺ کی صحبت کاملہ کا فیضان تھا جس نے بلال کو باکمال بنا دیا تھا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں اپنے انداز میں یوں اذان بلالی کی روحانی حلاوت اور کمال کا ذکر کیا ہے۔

جاں کمال است وندائے اوکمال مصطفیٰ گویاں ارحنایابلال

ترجمہ۔ (جو) جان کامل ہے (وہ خود بھی) اور اس کی آواز (بھی) عین کمال ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں اے بلال! (اذان کے ساتھ) ہم کو راحت پہنچاؤ۔

یہ حدیث پاک کے کلمات ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال ہم کو راحت پہنچاؤ۔ مولانا روم نے ان کلمات کی اور ایک اور توجیہ بیان فرمائی۔ یعنی آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا ہمیں اذان سناؤ تا کہ میں اپنے محبوب کا نام وہ بھی ایک عارف کی زبان سے سن کر راحت میسر ہو۔ آثار روحانیہ ایسی محمود چیز ہے کہ حضرت بلال پر جو یہ آثار غالب تھے اور اس غلبہ کی وجہ سے گویا وہ روح مجرد بن گئے تو ان کی ندا گویا ندائے روح بن گئی تھی حتی کہ خود سرور کائنات ﷺ اس سے لذت گیر ہوئے تھے۔ یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ اس سے حضرت بلال کی آپ ﷺ پر افضلیت لازم آئے گی۔ کیونکہ یہ دولت کمال بھی انہیں آنحضرت ﷺ کی صحبت کی بدولت نصیب ہوئی تھی۔ آگے فرماتے ہیں۔

اے بلال! افراز بانگ سلسلت زاں دمے کاندم دمیدم در دلت

اے بلال! اپنی پیاری آواز بلند کرو (جو) اس فیض سے (پیدا ہوئی ہے) جو میں نے تمہارے دل میں القا کیا ہے۔

یہ بیت کلمہ ارحنا کی تفسیر ہے۔ یعنی حضرت بلال کے روحانی کمالات اور ان کی لاثانی تاثیر آپ ﷺ کے افاضات میں سے تھی۔

سعدی نے کہا۔

جمال ہم نشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت بلال کی لذت بھری آواز آپ ﷺ کے فیض سے تھی تو آپ کے اس کو سن کر لذت گیر ہونے کا معنی کیا ہے؟ اس کے جواب یہ ہیں کہ کسی کی بات کو بمقابلہ اپنی زبان سے ادا کرنے کے دوسرے کی زبان سے سننے میں ایک خاص لطف آتا ہے۔ (مثنوی مفتاح العلوم دفتر اوّل حصہ سوم)

حضور ﷺ کی محبت کا حضرت بلال کے دل میں ہونا اور اس کیفیت کا پایا جانا یہ کس کے علم میں نہیں وہی بے خبر ہو سکتا ہے جس نے محبت کا مزہ نہ ہی چکھا ہو ورنہ محبت

کا باب اس وقت تک کمال کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اس میں روحِ بلالی نہ ہو۔

بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا دل حضور اکرم ﷺ کے عشق میں لبالب بھرا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور مدنی تاجدار ﷺ نے ظاہری طور پر دنیا سے پردہ فرمایا بلال کی دنیا ہی اجڑ گئی اور وصالِ محبوب ﷺ کے وقت رو رو کر پکار رہے تھے آقا!

ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہیں تو ہو

آقا ﷺ کا دنیا سے جانا کیا تھا یہ کوہ الم کا پہاڑ تھا جو بلال پہ ٹوٹ پڑا تھا۔ جس کی زیارت کر کے اپنے دل کو سکون بخشتے اپنے قلب و نظر کی تطہیر کرتے وہ آقا ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے یہ آقا کی رخصتی کیا تھی بلکہ عشق والوں کا امتحان تھا۔ اور بلال تو اس وادی عشق میں یوں کامران و کامیاب رخصت ہوئے کہ آخری وقت (موت) کو بھی مسکرا کے قبول کیا کہ اس موت کو بھی دیدار محبوب کا واسطہ سمجھا۔

حضور رسالت مآب ﷺ کے وصال مبارک کے بعد سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض گزار ہوئے اے خلیفۃ الرسول میں نے اپنے آقائے نعمت تاجدار دوعالم ﷺ سے سنا ہے کہ مؤمن کیلئے سب سے بڑا افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ میرا دل یہ کہتا ہے کہ فرمان رسول ﷺ کو عملی جامہ پہناؤں اور میدان جہاد کا رخ کروں۔

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس عاشق صادق کو روکنے کیلئے بہت ٹال مٹول کیا کہ کسی نہ کسی طریقہ سے بلال مدینہ منورہ میں ہی رہیں لیکن بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے مسلسل اصرار کیا جس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی تو ملک شام جانے والے لشکر میں شامل ہو کر روانہ ہو گئے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب بیت المقدس فتح ہوا یعنی خلیفۃ المسلمین نے عیسائیوں سے معاہدہ صلح مرتب کرایا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے بہت ہی فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ اس موقع پر حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت بلال سے مخاطب ہوئے فرمایا اے ہمارے سردار! آج اسلام کے قبلہ اوّل پر پرچم توحید لہرا رہا ہے اس باعظمت موقع پر آپ اذان دیں تو ہم آپ کے شکر گزار ہونگے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

اے امیر المؤمنین! میں عہد کر چکا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کیلئے بھی اذان نہیں دوں گا لیکن آج آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر اذان کیلئے کھڑے ہوئے۔ جب ان کے منہ سے اللہ اکبر اللہ اکبر کے الفاظ نکلے تو صحابہ کرام کے قلب وجگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے انہیں رحمت عالم ﷺ کا سماں یاد آ گیا جب **اشهد ان محمد ال رسول الله** پر پہنچے تو صحابہ کرام روتے روتے نڈھال ہو گئے۔ فاروق اعظم کو فراق رسول نے تڑپا دیا۔ روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی حضرت ابوعبیدہ، اور حضرت معاذ بن جبل کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہوئے تو بڑی مشکل سے ان عاشقان رسول ﷺ کو قرار آیا۔ (خیر البشر کے چالیس جانثار)

اس سے بھی رقت آمیز منظر اس وقت رونما ہوا جب بلال حبشی رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے کہ لوگو! تم نے کہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دو یہ کہہ کر اب مدینہ میں میرا رہنا دشوار ہے ملک شام شہر حلب میں چلے گئے چھ ماہ بعد آپ ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی تو فرمایا۔

اے بلال! تو نے ہمیں ملنا چھوڑ دیا کیا ہماری ملاقات کو جی نہیں چاہتا؟

خواب سے بیدار ہوتے ہی اونٹنی پر سوار ہو ک **لبیک یاسید ی یارسول الله** کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے مسجد نبوی میں پہنچے آپ ﷺ کو ڈھونڈنا شروع کیا کبھی مسجد میں تلاش کرتے اور کبھی حجروں میں جب کہیں نہ پایا تو آپ ﷺ کی قبر انور

پر سر رکھ کر رونا شروع کیا۔ اور عرض کی آقا! آپ نے فرمایا تھا آکر مل جاؤ غلام حلب سے آیا ہے یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے اور مزار پر انوار کے پاس گرے پڑے رہے کافی دیر کے بعد ہوش آیا اتنے میں سارے مدینہ میں اطلاع ہو گئی مؤذن رسول بلال آئے ہیں۔ مدینہ کے بچے بوڑھے جوان مرد عورتیں سبھی اکٹھے ہو گئے۔ اور عرض کی اے بلال! آج ہمیں وہ اذان سناؤ جو رسول اللہ ﷺ کو سنایا کرتے تھے۔ آپ نہ مانے اور کہا جب اذان پڑھتا تھا تو **اشهد ان محمدا رسول الله** کہتے وقت سامنے اپنے آقا کو پاتا تھا اور زیارت سے مشرف ہوتا تھا اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا تھا۔ اب کسے دیکھوں۔

بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے عرض کی جائے۔ جب وہ بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کیلئے کہیں تو وہ انکار نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ حسنین کریمین کو بلایا گیا تو امام حسین نے بلال کو فرمایا بلال! آج ہمیں وہی اذان سناؤ جو ہمارے نانا جان کو سنایا کرتے تھے۔ بلال کو انکار کا یارا نہ رہا لہٰذا اسی مقام پر کھڑے ہو کر اذان پڑھنا شروع کی۔

جب آپ نے بآواز بلند اذان کے ابتدائی کلمات کہے تو اہل مدینہ سسکیاں لے لے کر رونے لگے آپ جوں جوں آگے بڑھتے گئے جذبات میں شدت آتی گئی۔ جب **اشهد ان محمدا رسول الله** کے کلمات پر پہنچے تمام لوگ حتی کہ پردہ نشین عورتیں بھی گھروں سے باہر نکل آئیں یوں تصور کرنے لگے جیسے رسول اللہ ﷺ خود باہر تشریف لائے ہیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد اس دن سے بڑھ کر اتنی رقت کبھی طاری نہ ہوئی تھی۔ (مجلہ منہاج القرآن نومبر 1987ء)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حریم رسول ﷺ میں جو قرب خاص ملا اس کے بارے غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکتہ بیان فرمایا۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ معراج سے واپس

تشریف لائے تو حضرت بلال کو بلایا اور فرمایا بلال! تو وہ عمل بتا جو تو کرتا ہے میں نے جنت میں اپنے آگے تیرے چلنے کی آواز سنی ہے؟ یہاں لوگوں نے کہا اگر حضور اکرم ﷺ کو علم ہوتا تو آپ ﷺ حضرت بلال سے کیوں پوچھتے۔ ارے یہ بات نہ تھی کیوں کہ بلال ایسا کوئی عمل نہیں کرتے تھے جس کا علم حضور ﷺ کو نہ ہو۔ تو عمل کرنے والا جنت میں کیسے جا سکتا ہے۔ دراصل بات یہ تھی کہ بلال تم خود اپنے منہ سے کہو تا کہ اس اہمیت والے عمل کا پتا چلے اور لوگوں کو شوق پیدا ہو۔ یہ ایک نفسیاتی بات ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میرے آقا! میں تحیۃ الوضو بھی پڑھتا ہوں اور تحیۃ المسجد بھی پڑھتا ہوں۔ اب یہاں میں ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو کیا حضرت بلال ساتھ گئے تھے۔ یقناً نہیں گئے اور جب گئے نہیں تو وہاں تھے بھی نہیں اور جب تھے بھی نہیں تو چلے بھی نہیں۔ اور جب چلے بھی نہیں تو چلنے کی آواز پیدا نہیں ہوئی اور جب آواز پیدا نہیں ہوئی تو حضور ﷺ نے کیا سنا؟ تو یہ کیا بات ہوئی۔

بعض لوگ کہتے ہیں بلال زمین پر چل رہے تھے تو حضور ﷺ نے وہاں ان کی آواز سن لی۔ اگر یہ بات ہے تو پھر بھی تمہارے لیے مصیبت ہے تم تو کہتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو یارسول اللہ مت کہو۔ کیونکہ آپ دور سے سنتے نہیں۔ تو بھائی جو جنت میں رہ کر یہاں کی آواز سن لے تو وہ یارسول اللہ کی آواز کیسے نہیں سنیں گے۔ مگر یہاں تو زمین پر چلنے کی بات نہیں۔

حضور ﷺ فرما رہے ہیں میں نے تیرے چلنے کی آواز اپنے کانوں سے سن رہا ہوں۔ بات تو جنت میں چلنے کی ہے اور حضرت بلال حضور ﷺ کے ساتھ گئے نہیں تو یہ کیا ہو گیا؟

اب میرے ذوق کی بات ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے۔ بات یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جنت میں کوئی نبی داخل نہ ہو گا جب تک حضور ﷺ داخل نہ ہو

جائیں ۔ اور کسی نبی کی امت داخل نہ ہوگی جب تک حضور ﷺ کی امت داخل نہ ہوگی۔ حضور ﷺ کی حدیث سے **اَنَااَوَّلُ مَنْ یَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّه** سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والا میں ہوں۔ اور حضور ﷺ بڑی شان سے جنت میں جائیں گے۔ حضور ﷺ اونٹی پر سوار ہوں گے اور اسکی مہار بلال کے ہاتھ میں ہوگی اب ایمان سے کہنا کہ جس کے ہاتھ میں مہار ہوگی وہ پہلے آگے ہوگا کہ نہیں؟ یقیناً وہ آگے ہوگا۔ شاید آپ دل میں سوچیں کہ ہم تو سنتے تھے کہ حضور ﷺ سے پہلے تو نبی بھی نہیں جائیں گے یہاں تو بلال پہلے چلے گئے۔ تو سنیئے! بلال پہلے نہیں گئے یہ تو مہار کی برکت ہے۔ مہار چھوڑ دیں پھر دیکھیں بلال کیسے جنت میں جاتے ہیں۔ حقیقت میں تو حضور ہی پہلے جا رہے ہیں ورنہ بلال تو حضور کے ساتھ لگ کر جا رہے ہیں۔ حضور ﷺ ناقہ سواری پر سوار ہوں گے۔ حضرت بلال کے ہاتھ میں مہار ہوگی بلال آگے آگے چلتے ہوں گے جب جنت میں چلیں گے تو آواز پیدا ہوگی تو جو آواز لاکھوں برس بعد میں پیدا ہوگی حضور ﷺ نے وہ پہلے سن لی۔ سبحان اللہ! میرے آقا کی قوت سمع پر لاکھوں سلام۔ (مقالات کاظمی حصہ سوم ص ۲۶۳، ۲۶۴)

دُور ونزدیك سے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

❁❁❁❁

باب جہنم میں دھکیل رہا ہے سرکار ﷺ دامن پکڑ کر بچار ہے ہیں

بلا شبہ حضور اکرم ﷺ کی حیات وتعلیمات انسانیت کی بقا کی ضامن ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات مطہرہ ایک عالمگیر ھادی ومرشد کی حیثیت کی سی ہے جو اس حقیقت کو ماننے سے گریزاں ہے وہ آپ کی تعلیمات سے بغاوت کر رہا ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ ایک مکمل درس ھدایت ہے اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا۔

میری اور تمہاری مثال یہ ہے کہ میں تمہارے ازار بند سے پکڑ کر تمہیں آگ میں گرنے سے بچا رہا ہوں اور تمہیں بار بار کہہ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ، میری طرف آؤ، لیکن تم اپنی مرضی کرتے ہو اور آگ میں ہی گرتے ہو۔ (مشکوۃ کتاب الایمان)

آج امت مسلمہ میں جو مایوسی اور بے چینی پائی جارہی ہے اسکی بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم نے ہر سطح پر تعلیمات مصطفوی ﷺ کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ مسلمان عالمی سطح پر ذلیل وخوار ہورہے ہیں۔ بلکہ ہم تباہ برباد ہورہے ہیں۔ اس بات میں کسی کو بھی کوئی شک نہیں ہر طرف مسلمانوں کی تباہی وبربادی کا رونا رویا جارہا ہے۔ ہر کوئی دوسرے کو کہتا ہے کہ ٹھیک ہو جاؤ اپنی راہیں صحیح صحیح متعین کرو۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی صحیح راہ پر چلنا نہیں چاہتا۔ پیسے اور جھوٹی نمود ونمائش کی دوڑ نے انسان کو اس قدر گمراہ اور بے دین کر دیا ہے بلکہ ان تعلیمات کو جو آج سے کئی سو سال پہلے رسول اللہ ﷺ نے عطا کیں انہیں ملاں ازم کہا جارہا ہے اور لوگوں کو عملی طور ایسی تربیت دی جارہی ہے جس سے دین اسلام سے سے روگردانی اور بیزاری کے جذبات جنم لیں۔ ہمارا وطن عزیز جو ایک مملکت خداداد ہے جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تحریک پاکستان کے وقت جس کا نعرہ ہی یہی تھا کہ **"پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ"**

آج ہمارے ملک پاکستان کے کلیدی عہدوں پر فائز بعض بد بخت اور غنڈے کہتے ہیں کہ پاکستان قرآن کی تلاوتوں کیلئے نہیں بنا تھا۔ آج انہیں وڈیروں سرمایہ داروں رسہ گیروں بے حیالوگوں کی لڑکیاں نیم عریاں لباس میں بازاروں میں

سرعام پھرتی ہیں تو۔ دوسرے لوگوں کی لڑکیاں بھی دیکھا دیکھی رنگ سے رنگ پکڑتی ہیں۔ بڑے کالجوں اور سکولوں میں ہی نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے سکولوں اور کالجز میں بھی بے حیائی کا دھندہ بڑے عروج پر دکھائی دے رہا ہے۔ بڑے بڑے لوگ حرام خوری کا ایسا طریقہ اور ایسا پریکٹیکل سمجھا رہے ہیں کہ چھوٹے طبقے کے لوگ حرام کمائی اور حرام کھانے پر مجبور ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو آج سے چودہ سو سال قبل حرام قرار دیا ہے۔ آج کے بڑے بڑے سرمایہ دار ان تعلیمات کو ملاازم کہہ کر حلال کرنے کے فتوے جاری کر رہے ہیں تو یوں ہر سطح پر اسلام کی تعلیمات کو بڑی بے دردی کے ساتھ خس وخاشاک کی طرح ہوا میں اڑایا جا رہا ہے۔ صرف ظاہری طور پر مذہب اسلام کا نام باقی رہ گیا عملی طور پر مذہب اسلام سے بغاوت ہو رہی ہے۔ ابھی حال ہی میں روزنامہ خبریں پر ایک جلی عنوان سے خبر پڑھی تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کہ

''اسلام آباد ائیر پورٹ پر پی آئی اے کے افسر سے خنزیر کا گوشت برآمد'' یہ ہے ہمارے افسران بالا کا حال، جنہیں حلال وحرام کی تمیز ہی نہیں رہی۔

بہر حال بات کچھ طول ہی پکڑ گئی نوک قلم پر آئے الفاظ سپرد قرطاس ہو گئے اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی آلائشوں کی آمیزش سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

ملاحظہ فرمایئے آج سے چودہ صدیاں قبل حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا ایمان اور عقیدہ کیا تھا۔

ان کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہوا کہ انہوں نے خواب میں جہنم کو دیکھا جسکی آگ خوفناک انداز میں بھڑک رہی ہے اور یہ کہ وہ خود اس کے کنارے پر کھڑے ہوئے ہیں اور ان کا باپ انہیں اس جہنم میں دھکیل رہا ہے۔ مگر رسول ﷺ ان کا دامن پکڑ کر انہیں دوزخ میں گرنے سے بچا رہے ہیں۔ اسی وقت گھبراہٹ میں ان کی آنکھ کھلی۔ انہوں نے فوراً کہا ''میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خواب سچا ہے''

ساتھ ہی ان کو یقین ہو گیا کہ جہنم سے ان کو رسول ﷺ ہی نجات دلا سکتے ہیں۔ یہ فوراً ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اپنا خواب بیان کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اس خواب میں تمہاری بھلائی اور خیر پوشیدہ ہے حضور اکرم ﷺ موجود ہیں ان کی پیروی کرو۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فوراً آنحضرت ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ سے پوچھا اے محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ کس بات کی دعوت دے رہے ہیں؟۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

میں اس بات کی دعوت دیتا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کا کوئی ہمسر نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور یہ کہ تم جن پتھروں کی عبادت کرتے ہو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، آپ ﷺ کی زبان سے یہ باتیں سنیں تو فوراً حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے۔ (سیرت حلبیہ)

امام حلبی نے الوفا کے حوالے سے ایک اور ایمان افروز واقعہ لکھا ہے جو حضرت خالد کے قبول اسلام کا سبب بنا۔ وہ یہ کہ

آنحضرت ﷺ کے ظہور سے کچھ دن پہلے سے ایک رات حضرت خالد سو رہے تھے وہ کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے ایک خواب دیکھا کہ سارے مکہ میں بہت اندھیرا چھایا ہوا ہے یہاں تک کہ ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا۔ اچانک اسی دوران زمزم کے کنویں کے پاس سے ایک نور ظاہر ہوا جو آسمان کی طرف بلند ہونا شروع ہو گیا۔ اس نور سے بیت اللہ جگمگا اٹھا۔ اس کے بعد یہ نور سارے مکے میں پھیل گیا۔ پھر اس نور کا رخ یثرب کی طرف ہوا جس سے پورا شہر بقعہ نور بن گیا۔ یہاں تک کہ باغوں پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں مجھے نظر آنے لگیں۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو میں نے یہ خواب اپنے بھائی عمرو بن سعید کو سنایا اور یہ میرے بھائی بڑے زیرک اور عقل مند تھے۔ انہوں نے کہا یہ معاملہ عبدالمطلب کے خاندان میں ہونے والا ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ انہوں نے اپنے باپ اسماعیل کے زمانے کا کنواں زمزم تلاش کر لیا ہے۔

اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیک وسلم کا ظہور ہوا تو خالد بن سعید نے سارا خواب حضور نبی کریم ﷺ کو سنایا۔ آپ ﷺ فرمایا۔

اے خالد اللہ کی قسم! وہ نور میں ہی ہوں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے قبول کر کے غلامی مصطفیٰ کو گلے لگایا۔ (سیرت حلبیہ)

جب حضرت خالد کے والد کو اپنے لخت جگر کے اسلام قبول کرنے کا پتہ چلا تو انہوں نے بیٹے پر بہت ظلم کیے حتیٰ کہ خالد کے سر میں ہنٹر مار مار کر زخمی کر دیا اور اس نے کہا۔

تو نے محمد کی پیروی کی ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ محمد اپنے اجداد کے دین کے خلاف چل رہا ہے اور وہ برملا اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں کو بُرا بھلا کہتا ہے۔

حضرت خالد نے کہا خدا کی قسم میں نے محمد ﷺ کے دین کو قبول کر لیا ہے۔

اس پر والد اور برہم ہوا اور کہا او کمینے یہاں سے نکل جا جہاں جی چاہتا ہے چلے جاؤ میں تیرا کھانا پینا بند کر دوں گا۔

حضرت خالد نے کہا تم باپ ہو کر میرا کھانا پینا بند کرو گے تو اللہ تعالیٰ مجھے روٹی دینے والا ہے میں اس سے زندگی گزار لوں گا۔

حضرت خالد گھر سے نکل کر حضور اکرم ﷺ کے پاس چلے گئے اور ہر وقت سرکار کی بارگاہ میں رہتے اپنے باپ سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ جب مکہ والوں کے مظالم انتہا کو پہنچے تو حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو دوسری مرتبہ ہجرت کا حکم فرمایا تو حضرت خالد نے بھی ہجرت کی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت خالد کا باپ سعید بن عاص بیمار ہو گیا اس وقت اس نے عہد کیا کہ اللہ نے مجھے اس بیماری سے نجات دی تو مکے میں کبھی محمد کے رب کی عبادت نہیں ہونے دوں گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا۔ اے اللہ! اسے کبھی اس مرض سے صحت نہ دینا۔ چنانچہ سعید اسی مرض سے مر گیا۔ (سیرت حلبیہ)

❁❁❁❁

## عمار بن یاسر اور صہیب رومی بارگاہ رسالت میں

بعثت نبوت کے ابتدائی زمانے میں اسلام لانے والوں میں حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ بھی تھے ان کا باپ کسرائے فارس کا گورنر تھا اچانک ایک مرتبہ قیصر روم کی فوجوں نے اس علاقہ پر حملہ کر دیا اسی لڑائی میں حضرت صہیب گرفتار کر لیے گئے اور غلام بنا لیے گئے۔

اس وقت ان کی عمر بہت کم تھی یہ روم میں پلے بڑھے یہاں تک کہ وہیں جوان ہوئے اس کے بعد عرب کی ایک جماعت نے انہیں خرید لیا۔ اور فروخت کرنے کیلئے مکہ کے عکاظ کے میلے میں لائے اور وہاں مکے کے آدمی عبداللہ بن جدعان نے خرید لیا۔

اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ایک روز حضرت صہیب حضور اکرم ﷺ کے گھر کے پاس سے گزرے وہاں انہوں نے عمار بن یاسر کو دیکھا تو حضرت عمار نے پوچھا کدھر جا رہے ہو۔ صہیب نے کہا محمدؐ کے پاس جا رہا ہوں۔

صہیب نے کہا! میں بھی محمد ﷺ کے پاس جا رہا ہوں تا کہ ان کے پاس جا کر ان کی باتیں سنوں وہ کیا کہتے ہیں۔

عمار نے کہا میں بھی اسی ارادہ سے نکلا ہوں اس کے بعد یہ دونوں آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ جب یہ بیٹھ گئے تو آپ نے ان دونوں پر اسلام پیش کیا اور قرآن کی آیتیں جو اس وقت نازل ہو چکی تھیں

سنائیں اور اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد اس دن شام تک یہ دونوں حضور اکرم ﷺ کے پاس رہے۔ شام کو دونوں چپکے سے وہاں سے نکلے حضرت عمار سیدھے اپنے گھر پہنچے تو ان کے والدین نے اس سے پوچھا کہ دن بھر کے کہاں تھے؟ تو انہوں نے فوراً ابتلایا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے ان دونوں پر اسلام کو پیش کیا اور قرآن پاک کا وہ حصہ جو انہوں نے یاد کر لیا تھا سنا دیا۔ چنانچہ ان دونوں کو یہ بہت پسند آیا اور دونوں فوراً بیٹے کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو طیب المطیب یعنی پاک باز اور پاک کرنے والے کہا کرتے تھے۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں حسن مزاح بھی کشت زعفران تھی۔ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے اور کھجوریں کھا رہے تھے اتنے میں دور دراز سے لمبا سفر طے کرتے ہوئے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی آن پہنچے اور آپ کی آنکھ کو تکلیف تھی جس کی وجہ سے آنکھ پر پٹی باندھی ہوئی تھی اور آتے ہی کھجوروں پر جھپٹ پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعجب کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی حضور! دیکھئے کس قدر عجیب بات ہے ایک طرف تو تکلیف کی وجہ سے آنکھ پر پٹی باندھی ہوئی ہے اور دوسری طرف کھجوروں پر جھپٹ پڑے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے تعجب کرتے ہوئے حضرت صہیب سے فرمایا

صہیب! تمہاری آنکھ بھی دکھتی ہے اور کھجوریں بھی کھا رہے ہو؟

عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنی تندرست آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں

اس حاضر جوابی پر حضور اکرم ﷺ بے اختیار ہنس پڑے حتیٰ کہ دندان مبارک کا نور ظاہر ہوا۔ (سیر الصحابہ)

جب کھجوریں خوب کھالیں بھوک ماند پڑی تو حضور اکرم ﷺ کی طرف مخاطب ہو کر عرض کرنے لگے۔

حضور! آپ نے میرا خیال نہ فرمایا قریش نے مجھے اکیلا ہی روک رکھا تھا بالآخر اپنی ساری دولت وثروت دے کر جان چھڑائی اور آپ کے حضور حاضر ہوا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابو یحییٰ! تمہاری تجارت بڑی نفع بخش رہی۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

**وَمِنَ النَّاسِ يَشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۔(البقرہ)**

اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں اللہ کی رضا کی خاطر اپنا آپ بیچ دیتے ہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے بڑی اچھی طرح مستفیض ہوئے اس لیے آپ کی طبیعت میں حسن اخلاق فضل وکمال نرم مزاج ،حس ومزاج کا رنگ جھلکتا نظر آتا اور مہمان نوازی ،غربا پروری میں بھی خاص مقام رکھتے تھے اور اخراجات میں دست کشادگی کے مالک تھے۔

شاید اسی چیز کو ملاحظہ فرما کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے صہیب! مجھے یہ تمہاری کچھ باتیں ناپسند ہیں۔

اوّل یہ کہ تم نے اپنی کنیت ابو یحییٰ رکھی ہے۔ جو کہ ایک نبی کا نام ہے اور تمہاری کوئی اولاد بھی نہیں۔

دوم یہ کہ تم فضول خرچ بہت ہو۔ سوم یہ کہ تم اپنے آپ کو عربی کہتے ہو جبکہ عجمی ہو۔

حضرت صہیب نے ان سوالوں کے جوابات یہ دیئے۔

اے عمر! میں نے اپنے کنیت ابو یحییٰ خود تجویز نہیں کی بلکہ حضور اکرم ﷺ کی تجویز کردہ ہے۔ رہی بات اسراف کی تو میرے اس عمل کی بنیاد حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے۔

''لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے۔'' رہی بات عجمی ہونے کی تو واقعہ یہ ہے کہ فی الواقع میں عربی ہوں رومی پکڑ کر لے گئے تھے اور میں نے وہیں پرورش پائی اس لیے میری زبان پر عجمی زبان غالب

ہے۔ (سیر الصحابہ)

حضور اکرم ﷺ نے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کو نعم العبد کا لقب عطا فرمایا تھا۔

گر تو گردد حریم کائنات

از تو خواہم یک نگاہِ التفات

آقا! ساری کائنات ادب سے آپ کا طواف کرتی ہے میں آپ سے ایک نگاہ التفات چاہتا ہوں۔

❁❁❁❁

# عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اس پر حرام

سید المرسلین ﷺ کی صحبت کاملہ کے امین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی معمولی مقام حاصل نہ تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے سچے نام لیوا تھے اور محض نام لیوا ہی نہ تھے بلکہ وہ غلامان مصطفیٰ آپ کے عشق میں اس قدر پختہ اور منجھے ہوئے کہ آپ کے پسینہ مبارک پر اپنا خوب بہانے کیلئے ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ ان وفا کیشوں کے جذبہ وفا میں بڑے بڑے طوفان بھی کمی نہ کر سکے بلکہ وقت بدلنے کے ساتھ ساتھ ان کے دلوں میں جذبہ محبت رسول بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہ قوم موسیٰ نہیں تھے جو کہتے کہ اے موسیٰ! تم جاؤ اور تمہارا خدا جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھ کر مزے اڑائیں گے۔ نہیں نہیں بلکہ انہوں نے دامن مصطفیٰ کو اس مضبوطی کے ساتھ تھاما کہ آقا کے اشارہ ابرو پر کشتیاں جلا کر میدان عمل میں کود پڑتے۔

ان کے دلوں میں حضور اکرم ﷺ کی غلامی کا جذبہ بڑا ہی عجیب و غریب تھا آج ہم بھی ان جیسا ایمان رکھنے کے دعوے کرتے وقت آسمان کی سیڑھی پر چڑھ جاتے اور جب بنظر غائر ان کے ایمان کے ساتھ اپنے ایمان کا موازنہ کرتے ہیں تو نگاہیں فرط ندامت سے جھک جاتی ہیں۔ ان کے عشق رسول، اطاعت رسول، اتباع

رسول، اعمال خیر میں سبقت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی عملی تفسیر کی بلندیوں کو دیکھتے ہیں تو فی الفور سورہ ملک کی آیت یاد آتی ہے۔

**ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّوَهُوَ حَسِيْرٌ۔**

(ہاں) بار بار آنکھ اٹھا کر دیکھ (ہر بار) تیری نگاہ ناکام تھک کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔

آج جب ہم ان اصحاب رسول کے ایمان کے ارتقاع کو دیکھتے ہیں تو بارگاہ رسالت میں فیضاب ہونے والا ہر ستارہ اطاعت واتباع رسول کی بلندیوں پر چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔

راقم الحروف سے ایک مرتبہ ایک بدعقیدہ نے کہا اگر انسان کوشش کرے تو اللہ کی عبادت کر کے صدیق وعمر رضی اللہ عنہما کا مقام پا سکتا ہے۔ (استغفر اللہ)

میں نے کہا ظالم! الفاظ بولتے وقت تو خیال کیا کرو کیا کہنا ہے۔ اس نے کہا جی ہمارے امیر صاحب نے ہمیں تبلیغ کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔ کہ انسان عبادت الٰہی کی وجہ سے کہیں کا کہیں حتیٰ کہ صحابہ کرام کے مقام کو پا سکتا ہے۔

قارئین محترم! یہاں یہ بات واضح طور پر یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول کو بلند مقام کثرت عبادت کی وجہ سے نہیں بلکہ صحبت مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے عطا فرمایا۔ یعنی جس خوش بخت انسان نے بہ حالت ایمان اپنی آنکھوں سے حضور اکرم ﷺ کو دیکھ لیا تو بعد میں آنے والے اولیا، اغیاث واقطاب اس خوش نصیب کے قدموں کی دھول کو بھی نہیں پا سکتے چہ جائیکہ کوئی بد بخت یہ کہے کہ عبادت کر کے انسان صحابہ کے مقام کو پالیتا ہے۔ آپ ذرا موازنہ کریں آج کے ملاؤں (جو حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کرتے ہیں) کے جذبہ محبت رسول کا، کہ وہ کہاں اور مقام صحابہ کہاں۔ جتنی بار ان کے مقام کی مماثلت کرنے کا دعویٰ کریں گے اتنی مرتبہ آنکھیں شرم کے مارے جھک جائیں گی۔

صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بیٹھ کر ایمان و معرفت کے جام پی رہے ہیں ناگاہ گفتگو کرتے ہوئے کچھ صحابہ کرام کی آوازیں کچھ بلند ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ کی ان کی ادا پسند نہ آئی فی الفور آیت پاک نازل فرمائی۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (الحجرات۔2)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کیا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

صحابہ کرام جانتے تھے کہ ایمان کی حقیقت اور حقیقی روح کیا ہے۔ ایمان کس طرح ملتا ہے اور ایمان کی حقیقی حلاوت اور مٹھاس کس طرح پائی جاتی ہے۔ وہ رمز شناس تھے اس لیے کہ وہ جانتے تھے۔

کاروان شوق را او منزلت است ماہمہ یک مشت خاکیم او دل است

یعنی آپ کاروان شوق کی منزل ہیں، ہم سب مشت خاک ہیں اور آپ دل ہیں۔

دین او آئین او تفسیر کل در جبین او خطِ تقدیر کل

سرکار کا دین اور آئین ہر چیز کی تفسیر ہے آپ کی جبین اقدس میں پوری تقدیر کی یکسر ہے۔

لیکن کیا کیا جائے آج کے جدید تہذیب یافتہ عقل کے اندھوں کے فہم وادراک پر جو صرف عمل کی بات کرتے ہیں اسکی حقیقی روح سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔ ایک حدیث پاک پر میرے ساتھ ایک عقل کا اندھا الجھ پڑا کہنے لگا جی ہم صرف بخاری کی حدیث مانتے ہیں جو بخاری کے علاوہ احادیث ہیں ہم انکو حدیث نہیں مانتے۔

میں نے کہا بے وقوف انسان! ایمان یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ہر حکم پاک کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے وہ حدیث پاک بخاری کی ہو یا کسی اور کتاب کی۔ اور یہ کہ حدیث تمہارے فہم و شعور کی محتاج نہیں کہ جسے تم لوگ حدیث کہو گے وہی حدیث ہو گی اور جس کو نہ مانو گے وہ حدیث پاک ہی نہیں ہو گی، یہ تو سراسر جہالت پر مبنی عقیدہ ہے۔ اور پھر یہ کہ حدیث قرآن کی تشریح کرتی ہے۔ قرآن اور حدیث میں فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن کے الفاظ اور معانی منجاب اللہ ہیں اور حدیث کے الفاظ سرکار کے ہیں اور معانی و مفاہیم اللہ کی طرف سے ہیں کیونکہ آپ ﷺ اپنی خواہش کچھ نہ فرماتے جو بھی فرماتے وحی الٰہی ہوتی۔

بہر حال ہمیں ایمان کی حقیقت کو سمجھنا چاہیئے۔

جب مذکورہ بالا آیت پاک نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سرکار کی بارگاہ میں آہستہ کلام کرنے کو اپنا معمول بنالیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی سرکار! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ پر یہ قرآن اتارا ہے میں آخری دم تک آپ سے آہستہ بات کروں گا۔

مدینہ منورہ کے باہر سے جب کوئی وفد سرکار کی بارگاہ میں آرہا ہوتا تو صدیق اکبر ان کی طرف ایک آدمی بھیجتے جو ان کو آداب بارگاہ رسالت کی تلقین کرتا۔ سرکار دو عالم ﷺ کے غلاموں میں ایک منفرد مقام کے حامل صحابی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جنکی آواز قدرتی طور پر اونچی تھی جب مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو گویا ان پر قیامت ٹوٹ پڑی گھر گئے اور مکان کے دروازے کو بند کر کے تالا لگا کر زاروزار رونا شروع کیا۔ مرشد کریم نے جب ایک دو روز نہ پایا تو ان کے بارے میں دریافت کیا۔ عرض کیا گیا انہیں تو دن رات صرف رونے سے کام ہے دروازہ بند کر رکھا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے بلایا اور ان سے رونے کی وجہ دریافت کی۔ غلام اطاعت شعار نے عرض کیا یا رسول! میری آواز اونچی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ یہ آیت میرے حق

میں نازل ہوئی ہے میری تو عمر بھر کی کمائی غارت ہوگئی دلنواز آقا نے تسلی دیتے ہوئے یہ مژدہ جانفزا سنایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ

۱۔ تم قابل تعریف زندگی بسر کرو۔

۲۔ شہید کیئے جاؤ۔

۳۔ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔

عرض کیا رَضِیتُ میں (آپ کی عطاؤں پر) راضی ہوں۔

جب مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے مقام پر گھمسان کا رن پڑا تو مسلمانوں کے قدم ڈگمگانے لگے حضرت ثابت اور حضرت سالم نے آپس میں کہا کہ عہد رسالت میں تو ہم کفار سے اس طرح نہیں لڑا کرتے تھے۔ دونوں نے اپنے لیے گڑھا کھودا اور اس میں جم کر دشمنوں پر تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی حتی کہ دونوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اس روز حضرت ثابت نے ایک نفیس اور عمدہ زرہ پہنی تھی ایک شخص آپ کی نعش کے پاس سے گزرا تو اس نے زرہ اتار لی اور جا کر چھپا دی۔ اسی شب حضرت ثابت بن قیس نے ایک شخص کو خواب میں فرمایا کہ میں تجھے ایک وصیت کرتا ہوں۔ خبردار! یہ خیال نہ کرنا کہ یہ محض ایک خواب ہے اور اسکی کوئی اہمیت نہیں۔ سنو! کل جب میں مقتول ہوا تو ایک آدمی میرے پاس سے گزرا اور میری زرہ اتاری۔ اسکی رہائش پڑاؤ کے آخری کنارے پر ہے۔ اسکی نشانی یہ ہے کہ اس شخص نے میری زرہ پر ایک دیگچہ الٹا رکھا دیا ہے۔ اس کے اوپر اونٹ کا کجاوہ ہے تم صبح حضرت خالد کے پاس جاؤ اور کہو کہ میری زرہ اس سے لے لیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب تم مدینہ طیبہ پہنچو تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کرنا کہ ثابت پر اتنا قرض ہے وہ ادا کریں۔ اور میرے فلاں فلاں غلام کو آزاد کر دیں۔

جب وہ شخص بیدار ہوا تو حضرت خالد کے پاس گیا اور اپنا خواب سنایا۔

حضرت خالد نے وہ زرہ وہاں سے تلاش کر لی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت ثابت کی وصیت کو عملی جامہ پہنایا۔ (ضیاء القرآن ج ۴ بحوالہ کتاب الروح)

مرد خدا کا عشق عمل سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام

سبحان اللہ! یہ ہے صلہ جو اللہ تعالیٰ نے ان نفوس قدسیہ کو عطا کیا جنہوں نے بارگاہ رسالت ﷺ کے ادب کو عملی جامہ پہنایا اور ذات مصطفیٰ ﷺ کو دلوں کا قبلہ بنایا تو ان پر موت طاری نہ ہونے دیں بلکہ ان کی موت کو ان کیلئے ابدی حیات میں بدل دیا۔

حقیقت میں ایمان کے حقیقی گوہر بھی ان لوگوں نے ہی پائے جنہوں نے اپنی عبادات میں حضور اکرم ﷺ کی محبت کا رنگ پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے باطن کی یوں تطہیر کی کہ ہر طرح کی آلائش سے پاک کر دیا۔

آج ہماری قوم کی حرماں نصیبی یہ کہ امت محمدیہ ارسطو وافلاطون کے فلسفوں میں کھو گئی اور ذات مصطفیٰ ﷺ کو اپنا آئیڈیل بنانے کی بجائے ان لوگوں کو نمونہ تقلید بنا رہی ہے جو دین مبین کے ازلی وابدی دشمن ہیں اور مسلمان اس طرح ان لوگوں کی غلامی کر رہے ہیں اور یہ کہ فکری اعتبار سے پس ماندگی کا شکار ہو چکے ہیں اور آہستہ آہستہ اسلامی روح سے دوری، بیزاری اختیار کر رہے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا جس طرح ان کے اکابرین واسلاف طاہرہ نے اپنے دلوں کا قبلہ ذات مصطفوی کو بنایا اور اپنا جینا مرنا، اپنا تن من سرکار کے نام پر قربان کر دیا جس طرح ان لوگوں نے یہ مقام پا کر عزت اور بقا پائی یہ بھی بقا پا جاتے۔ مگر ہوتا یہ جا رہا ہے کہ کلمہ گو لوگوں نے ہی خود ساختہ اصول اپنا کر حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کو متنازعہ فیہ بنا دیا ہے تو یوں سرکار کا کلمہ پڑھنے والے ہی اپنے عالمگیر ھادی راہنما کے بارے میں تشکیک کا شکار ہو چکے ہیں کتنی بڑی بد قسمتی ہے کہ نام لیوا ہی اپنے آقا کے ادب واحترام، درود وسلام کے بارے میں جھگڑتے ہیں یہی باتیں ہیں جو ایمان کی حقیقی روح سے محرومی کا باعث بنی ہے۔

دیکھئے ثابت بن قیس بحیثیت خطیب رسول میدان خطابت میں باطل کے مقابل خطبات کے جوہر دکھاتے ہیں۔ ہوا یوں کہ بنی تمیم کا وفد حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بڑا بن ٹھن کے آیا اس وفد میں تقریباً ۸۰ اسی افراد شامل تھے جن میں عطارد ابن حاجب، زبرقان ابن بدر، اقرع بن حابس، قیس ابن حرث، نعیم بن سعد، عمرو بن اقتم، اور ریاح ابن حرث قابل ذکر ہیں۔

بنو تمیم کے یہ لوگ پہلے تو مسجد نبوی میں گئے جہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ ظہر کی اذان دے رہے تھے جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف نہ لائے تو یہ لوگ آپ ﷺ کے آستانہ مبارک کے دروازے پر گئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آپ ﷺ کو آوازیں دینا شروع کیں۔

محمد! باہر آؤ اور ہماری بات سنو۔

بلاشبہ ان لوگوں کا انداز ٹھیک نہیں تھا باوجود اس کے آنخضرت ﷺ جب باہر تشریف لائے تو بڑی کشادہ دلی سے انہیں ملے۔

ان سے ملاقات کے بعد آپ ﷺ مصلیٰ امامت پر تشریف لے گئے تاکہ جماعت کرائی جائے مگر ان لوگوں نے روک لیا اور کہا بالآخر آپ ان کی بات سننے کیلئے رک گئے رئیس وفد اقرع بن حابس نے کہا ہم اپنے شاعر اور خطیب لے آئے ہیں تاکہ آپ سے شعر و شاعری اور خطابت میں مقابلہ کریں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہم فخر و غرور میں مقابلے کیلئے اور شاعری کیلئے مبعوث نہیں ہوئے مگر تم لوگ اس کام کیلئے تیار ہو کر آئے ہو تو پھر ٹھیک ہے۔

ان کے چیلنج کو آنخضرت ﷺ نے جب قبول فرمایا تو ان لوگوں نے خطابت کے جوہر دکھلانے کیلئے عطارد بن حاجب کو میدان میں بھیجا۔ کہا کہ

اے عطارد! جاؤ تم خطابت کے فن سے اپنی اور قوم کی عظمت بیان کرو۔

چنانچہ وہ شخص آگے بڑھا اور خطیبانہ کلام کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

تمام تعریفیں اسی ذات کیلئے ہیں جس نے ہمیں مخلوق میں بہترین بنایا اور ہمیں مال ودولت کی فروانی دی جس سے ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں لہٰذا ہم زمین پر رہنے والوں میں سے سب سے زیادہ معزز ومکرم لوگ ہیں ہم تعداد کے لحاظ سے بھی زیادہ ہیں اور ہتھیاروں کی قوت سے بھی لیس ہیں۔ جس انسان کو ہم پر برتری کا دعویٰ ہے تو وہ ہمارے سامنے آئے۔ ہمارے کلام سے بہتر کلام ہمارے حالات سے اچھے حالات پیش کر کے دکھلائے۔

عطارد بن حاجب جب اپنا کلام ختم کر چکا تو رسول اکرم ﷺ نے اپنے تربیت یافتہ اور روحانی فیضان سے مالا مال اور انداز کلام وتکلم سے آراستہ خطیب الاسلام حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو میدان میں بلایا۔ تو حضرت ثابت بن قیس نے اسکے جواب میں جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ یہ ہے۔

تمام حمد وثنا کے لائق وہی ذات ہے جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا جس میں اسی کا حکم چلتا ہے، جس کا علم کرسی لا متناہی وسعتوں پر چھایا ہوا ہے جس کے فضل وکرم کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ پھر اس نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں شاہانہ حیثیت دی اور اپنی مخلوق میں سے بہترین ہستی کو اپنا رسول مبعوث کیا جو نسب کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ اور معزز ہے۔ دل کے اعتبار سے سچا ہے۔ شرافت کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ پھر اس ذات نے اپنے رسول پر اپنی کتاب نازل فرمائی۔ اس عالی شان رسول کو مخلوق کا سردار بنایا اس طرح وہ سارے جہانوں میں اللہ کا بہترین عبد مکرم ہوا پھر اس پیغمبر عظیم نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی اور ان کی دعوت پر مہاجرین نے لبیک کہا اور ایمان لائے یہ مہاجرین آپ ﷺ کی قوم کے لوگ اور آپ کے عزیز رشتہ دار ہیں جو اپنی شرافت ونجابت کے اعتبار سے سب سے زیادہ معزز لوگ ہیں۔ جن کے چہرے سب سے زیادہ پرکشش اور جن کی گفتگو سب سے زیادہ شیریں ہے۔ پھر ان لوگوں کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی دعوت اور اللہ تعالیٰ کے

دین کو قبول کرنے والے ہم لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے انصار و مددگار ہیں جو لوگوں سے جنگ کرتے ہیں تا کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں۔ پس جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اس کا خون اور اس کا مال محفوظ ہو جاتا ہے اور جو شخص کفر کے اندھیروں میں گم رہتا ہے۔ اس سے ہم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور اس کا قتل ہمارے لیے ایک آسان بات ہے۔ ان کلمات پر اپنی تقریر کا اختتام کرتا ہوں اور تمام مؤمنین ومؤمنات کیلئے بخشش کا طلبگار ہوں۔ اس کے بعد شعروشاعری کا مقابلہ شروع ہوا۔ بنو تمیم کی طرف سے زبرقان بن بدر اور حضور اکرم ﷺ کی طرف سے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حصہ لیا۔

جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو اقرع بن حابس جو بنو تمیم کے خود بڑے منجھے ہوئے فصیح البیان شاعر اور خطیب تھے قبائل عرب جن کی عقل ودانش اور صاحب رائے ہونے کا کھلے لفظوں اعتراف کرتے تھے۔ کھڑے ہوئے اور کہا۔

اے ثابت بن قیس خطیب رسول! اللہ کی قسم! تم ہمارے خطیب سے بہتر خطیب۔

اور اے حسان! تم ہمارے شاعر سے بہترین شاعر ہو۔

پھر اقرع بن حابس حضور اکرم ﷺ کی طرف بڑھے اور کہا یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ آپ اس کے رسول ہیں۔ چنانچہ اقرع بن حابس اسی وقت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

(سیرت حلبیہ)

# غلام صاحب قرآن فن قراءت کا امام

حضور سرورِ سروراں والی دو جہاں ﷺ کے قدوم میمنت لزوم کو بوسے دینے کے بعد یثرب سرزمین مدینہ نورِ محمدی سے جگمگا اٹھی۔

اے شہر مدینہ کی ہواؤ! تم کتنی سعید ہو کہ تمہیں رخسار مصطفیٰ ﷺ چومنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

اے فضائے مدینہ! تو کتنی مبارک ہے کہ تجھے حضور ﷺ کے پاکیزہ سانسوں نے پُر بہار بنا دیا ہے۔

اے سرزمین مدینہ! تو کتنی مقدر والی ہے کہ تیرے شہر کے ذروں پر سرکار کے قدم مبارک لگے۔

ہاں ہاں شہر مدینہ کی صرف ایک ہی چیز سعادت افروز نہیں بلکہ ہر چیز وہ ہے جسے سرکار سے نسبت ہے بڑی پیاری ہے۔

آج بھی اس شہر منور کی فضائیں ہوائیں گلی کوچے سرکار کی خوشبو سے مہک مہک رہی ہیں۔

ہاں تو پھر مدنی سرکار کی بارگاہ سے فیضیاب ہونے والے بھی بڑے مقدر کے حامل ہیں ہر کسی غلام نے اپنے دامن کو انوار محمدی سے بھرا۔

صاحب قرآن ﷺ کے حال واحوال کا پتا خود قرآن دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ کی کتاب قرآن ہی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یقیناً آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو عین تفسیر قرآن سمجھا۔ اسی لیے تو قرآن سے محبت کرتے تھے اور حضور ﷺ سے محبت کی علامت قرآن سے پیار و محبت ہے اور قرآن سے پیار و محبت کرنا محبت رسول ﷺ کی علامت ہے۔

وہ انسان جو قرآن سے محبت کرتا تھا وہ کوئی معمولی انسان نہ تھا بلکہ حضور ﷺ نے اپنے فیضان صحبت سے فن قراءت کا امام بنایا۔ ذرا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سے پوچھیے کہ اماں جان! آپ نے آقا ﷺ کے غلام کی زبان سے قرآن کی تلاوت سنی تو آپ کے اور آپ کے سرتاج ﷺ کے کیا تاثرات تھے؟

آپ فرماتی ہیں میں کسی کام سے گھر سے باہر گئی تو ذرا دیر ہوگئی جب گھر پہنچی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عائشہ! آج اتنی دیر کیوں لگائی؟

عرض کی حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان میں آ رہی تھی تو ایک گھر سے تلاوت قرآن کی آواز میرے کانوں میں پڑی۔ جب میں نے اس زبان سے تلاوت سنی تو میں رک گئی۔ جس زبان سے تلاوت کی آواز آ رہی تھی وہ تلاوت کرنے والا بڑی محبت اور خوش لحنی سے قرآن پڑھ رہا تھا۔ اسکی زبان پر تاثیر انداز پرسوز بس یونہی محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی قرآن کا نزول ہوا ہے میں بس اسی کی سماعت کرتے ہوئے رک گئی؟

رحمت عالم ﷺ نے سوال کیا عائشہ! تم نے اس قاری کو کس حال میں چھوڑا ہے۔

عرض کی حضور! میرے آتے ہوئے بھی وہ قاری قرآن اس کی تلاوت میں مشغول تھا۔ اللہ اللہ! اب محبوب کبریا ﷺ کا شوق سماعت قرآن بڑھا تو آپ نے اپنی کملی کو اپنے کندھے پر رکھا اور گھر سے باہر تشریف لائے تو اس خوش نصیب قاری قرآن کی طرف چل پڑے۔

جب آپ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا اپنے پیارے کانوں سے اسکی زبان سے قرآن کی قراءت سنی تو آپ ﷺ پر استغراق کی کیفیت طاری ہوگئی۔ روح مبارک مسرور ہوئی چہرہ اقدس مسرت وانبساط سے کھل گیا۔ زبان بے ساختہ گویا ہوئی۔

تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے جس نے تجھ جیسے (خوش نصیب) کو میری امت میں پیدا کیا۔ (سیر الصحابہ)

یہ خوش نصیب انسان قاری ءقرآن کون تھا؟ یہ ابوعبداللہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو ممتاز صحابہ میں سے انفرادی مقام حاصل ہوا آپ رضی اللہ عنہ

قرآن کے حافظ بہترین قاری تبحر عالم دین اور فن قراءت کے امام حتیٰ کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے قرآن سیکھنا ہو وہ عبداللہ بن مسعود، سالم، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے سیکھے۔ (سیر الصحابہ)

سبحان اللہ! وہ انسان کس قدر خوش نصیب ہے جسے حامل قرآن نے اپنے فیضان کرم سے اس قابل بنایا کہ وہ معلم قرآن بھی ہو۔ تبحر عالم دین بھی ہو۔ آپ ﷺ کا ہی فیضان تھا کہ آپ کو صحابہ رسول ﷺ بھی بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ جو کوئی قرآن حکیم سے اپنے آپ کو ایسا واسطہ کرتا ہے کہ اس کی زندگی کا اوڑھنا، بچھونا قرآن کی عین تفسیر ہو جاتا کیونکہ قرآن حکیم کا فیضان ہی اسے اپنے روحانی برکات سے مالا و مال کر دے گا۔

ہاں تو آج کل جو چیز دیکھنے میں آئی وہ یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والے بہت زیادہ ہیں مگر اس کو پڑھنے، سمجھنے کا حق ادا کرنے والے کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ بدقسمتی تو یہاں تک کہ آج کل قرآن کو سمجھنے پر توجہ بہت کم دی جا رہی ہے اور ان لوگوں کے تو وارے ہی بڑے نیارے ہیں جو حفظ قرآن کی آڑ میں اسے بطور کاروبار استعمال کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہم نے اس بات کا مشاہدہ بھی کیا ہے بعض حفاظ کرام ایسے ترنم کے ساتھ پڑھتے کہ اپنی مسحور کن آواز کے جادو سے لوگوں کو اپنے قریب لاتے ہیں الفاظ کی حرکات کو جان بوجھ کر لمبا کرتے ہیں۔ جو کہ سراسر زیادتی ہے۔ پھر ظلم کی بات تو یہاں تک ماہ رمضان المبارک میں محافل شبینہ اور نماز تراویح میں جو قرآن مجید کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں وہ بہت ہی قابل افسوس رویہ ہے۔ لوگ بھی اس قدر کم علم اور کم فہم ہوتے ہیں کہ سب سے زیادہ خوش اس حافظ قرآن پر ہوتے ہیں جو تیز رفتاری سے پڑھتا ہے اور حافظ صاحب کی بھی کوشش ہوتی ہے کہ کسی نمازی کی ناراضگی کی وجہ سے میرا سیزن خراب نہ ہو جائے۔

اے آج کے مسلمان! افسوس کہ آج ہم نے قرآن کی روحانی برکات سے

یوں منہ موڑ لیا کہ اسکو سمجھنے اور سمجھ کر پڑھنے کی توفیق بھی سلب ہو چکی ہے۔

قرآن کا جو انسان مطلوب ہے وہ یہی کہ جس طرح صاحب قرآن ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کو قرآن کی تشریح و تفسیر کے طور پر ایک نمونہ پیش کیا ہم مکمل طور پر آپ کی اتباع کریں۔ **اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ** کا یہی فلسفہ ہے کہ قرآن عزیز کو صرف نیکیوں کے حصول کیلئے صرف تلاوت ہی نہ کیا جائے بلکہ تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے معانی و مفاہیم پر بھی غور و خوض کیا جائے۔

تلاوت قرآن کو اچھی آواز کے ساتھ مزین کیا جائے ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے۔ بلکہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآن مجید کو اچھی آواز سے نہیں تلاوت کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابن ماجہ) اور جسکی آواز لہجہ لحن اچھا نہ ہوا سے ٹھیک کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک لوگوں میں اچھی آواز سے پڑھنے والا وہ ہے کہ اگر تم اس کو پڑھتے ہوئے سنو تو گمان کرو کہ وہ اللہ سے ڈر رہا ہے۔ (ابن ماجہ)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چونکہ بلا واسطہ حضور ﷺ کی بارگاہ سے تعلیم بھی پائی اور پھر عملی طور پر تربیت بھی حاصل کی اور اس کے بعد ایمانداری کے ساتھ اپنی زندگیوں کو اس تربیت کے مطابق ڈھالا تو یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں اس اطاعت و اتباع کی وجہ سے آسمان ہدایت کے تابندہ ستارے قرار دیا۔

حضرت ابو عبداللہ سالم رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی کی تمام جنگوں میں حصہ لیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لڑی جانے والی جنگ یمامہ میں مہاجرین کا علم ان کے ہاتھ میں تھا ایک شخص نے نکتہ چینی کی اور کہا ہمیں تمہاری طرف سے یہ خطرہ ہے اس لیے ہم تمہارے علاوہ کسی اور علمبردار بنائیں گے اس کے اس نکتہ پر حضرت سالم نے جواب دیا اگر میں تمہیں بزدلی دکھاؤں تو میں سب سے زیادہ بد بخت حامل

قرآن ہوں۔ یہ جملہ کہنے کے بعد نہایت جوش کے ساتھ حملہ آوار ہوئے اور دوران جنگ اپنے آپ کو بہترین بہادر حامل قرآن ثابت کیا جس ہاتھ میں علم تھا وہ قلم ہوا تو علم کو دوسرے ہاتھ میں تھاما وہ بھی شہید ہوا تو بازوؤں کے ساتھ سینے سے چمٹا لیا مگر علم اسلام کو زمین پر نہ گرنے دیا۔ (سیر الصحابہ)

جناب طالب ہاشمی لکھتے ہیں۔

(حضرت سالم رضی اللہ عنہ) قیام مکہ کے دوران بھی انہوں نے فیضان نبوی سے بہرہ یاب ہونے کا کوئی موقع، ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ چنانچہ علوم دینی میں بھی انہیں تبحر حاصل ہو گیا تھا وہ اپنے فضل وکمال، حفظ قرآن، حسن قراءت کی بدولت تمام صحابہ کرام میں بڑی عزت سے دیکھے جاتے تھے۔ سرور عالم ﷺ نے قبا میں نزول اجلال فرمایا تو اس سے پہلے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو مہاجرین وانصار کی امامت کا شرف حاصل ہوا۔ حضور اکرم ﷺ قبا سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو حضرت سالم رضی اللہ عنہ مسجد قبا میں مستقل امامت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور بے شمار دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو لحن داؤدی عطا فرمایا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لوح بھی تو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
شوق نہ ہو اگر تیرا میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

# تلمیذ الرحمٰن کا تلمیذ ارشد (ابی بن کعب)

یہ تلمیذ خاص کوئی معمولی انسان نہ تھا بلکہ علم و فضل میں خاص مقام رکھنے والا اور قرآن کا عالم جس کے قاری قرآن ہونے پر رسول اکرم ﷺ کو ناز تھا۔ اور علوم اسلامیہ کے علاوہ دوسرے مذاہب پر بھی گہری نظر رکھنے والا انسان تھا۔

اللہ اللہ! اس ہستی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے اس طریقہ سے خوشہ چینی کی کہ کسی دوسرے کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کرنے کے محتاج ہی نہ رہے۔ اس ہستی نے ہر طرف سے بے نیاز ہو کر رحمۃ للعالمین کی بارگاہ سے گوہر خرمن اکٹھے کیئے۔ اس ہستی نے قرآن، تفسیر، شان نزول ناسخ و منسوخ حدیث و فقہ میں بڑے کمالات دکھائے۔ بلکہ سب سے پہلے جس ہستی کو نائب وحی ہونے کا حاصل ہے وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ذات ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کا ایک ایک حرف دہن رسول ﷺ سے سیکھا۔ نبی محترم ﷺ کی بارگاہ میں صحابہ اس طرح بیٹھتے کہ جس طرح سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں ذرا سی حرکت کی تو اڑ جائیں۔ صحابہ کرام کے دلوں میں حضور اکرم ﷺ کی بڑی قدر تھی اتنے باادب تھے کہ اگر کسی کو کوئی مسئلہ درپیش بھی ہوتا تو ادب کی وجہ سے خاموش رہتے بلکہ شرم کے مارے کئی کئی دن خاموش رہتے۔ لیکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت ﷺ میں جو قرب خاص حاصل تھا اس کی وجہ سے بلا کسی ہچکچاہٹ کے حضور اکرم ﷺ سے مسائل پوچھ لیا کرتے۔

کوئی یہ نہ خیال کرے کہ آپ حضور اکرم ﷺ کے سامنے زیادہ باتیں کرتے تھے نہیں نہیں بلکہ یہ بھی پیکر شرم و حیا تھے۔ دیکھئے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے نزدیک بارگاہ کا ادب کیا مقام رکھتا ہے۔

کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی تو قراءت میں حضور اکرم ﷺ نے ایک نہ پڑھی۔ ابی بن کعب نماز کی رکعت میں شامل ہوئے کیونکہ آپ رہ گئے تھے اس لیے

تکبیر اولیٰ میں شریک نہ ہو سکے رسول اکرم ﷺ نے اختتام نماز کے بعد پوچھا کسی نے میری قراءت پر خیال کیا؟ آپ ﷺ کے سوال پر سب خاموش رہے تو حضرت ابی بن کعب ؓ نے عرض کی آقا! آپ نے فلاں آیت نہیں پڑھی چھوڑ دی ہے۔ کیا منسوخ ہوگئی ہے؟۔ یا بھول گئے ہیں؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں میں پڑھنا بھول گیا۔ میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا کسی اور نے اس طرف دھیان نہ کیا ہوگا۔ (سیر الصحابہ)

حضرت ابی بن کعب ؓ ان خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جن پر مصطفوی کرم خوب کھل کر برسا۔ انہیں حضور اکرم ﷺ کے فیضان کرم اس مقام تک پہنچایا کہ آپ کے فن قراءت کے خود صاحب قرآن ﷺ معترف تھے۔ آپ کی زبان اقدس سے اس قاری قرآن کے حق میں یہ جملہ نکلا کہ سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔

آپ ﷺ کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ نے یہ جملہ کئی بار دہرایا۔ ایک مرتبہ مسجد نبوی کے منبر رسول پر کھڑے ہو کر کہا کہ سب سے بڑے قاری ابی ابن کعب ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ جس کو قرآن سیکھنے کا شوق ہو وہ ابی بن کعب کے پاس آئے۔

آپ ؓ جس پائے کے قاری قرآن تھے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ خود نبی مکرم ﷺ اپنے اس تلمذ ارشد کے ساتھ قرآن کا دور فرمایا کرتے تھے۔ جس سال آپ ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو آپ ﷺ نے اپنے وفا شعار غلام کو قرآن سنایا اور فرمایا کہ مجھے جبریل امین نے کہا ہے کہ ابی کو قرآن سنائیے۔

آپ ﷺ پر جب بھی کوئی آیت مبارکہ نازل ہوتی تو حضور اکرم ﷺ حضرت ابی کو سناتے یا آپ ﷺ اپنی زبان اقدس سے بولتے جاتے اور اور حضرت ابی بن کعب لکھتے جاتے۔ جب جبریل امین وحی لانے کے بعد واپس چلے گئے تو حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ میں تجھے قرآن سنایا کروں (تاکہ تجھے یاد ہو جائے) تو اس وفادار غلام نے عرض کی آقا!

کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔

تو اس عاشق رسول قاری قرآن پر یہ بات سن کر کیفیت اور رقت طاری ہوگئی۔ کہ رب ذوالجلال نے میرا نام لیا ہے۔ کہاں وہ اور کہاں میں (سیر الصحابہ)

اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے مجتہدانہ بصیرت عطا فرمائی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر پیچیدہ مقدمات و مسائل میں حضرت ابی بن کعب کی طرف رجوع فرماتے اور انہیں سید المسلمین اور سید القراء کے معزز القاب سے نوازتے۔ (خیر البشر کے چالیس جانثار)

امام ابو نعیم فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مؤمن میں چار صفتیں ضرور ہونی چاہیں۔

(۱) اگر کوئی مصیبت آئے تو صبر کرے۔

(۲) اگر کوئی نعمت عطا ہو تو شکر کرے۔

(۳) اگر کوئی فیصلہ دے تو انصاف کرے۔

(۴) جب گفتگو کرے تو ہمیشہ سچ بولے۔ اور جو کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کوئی چیز ترک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے بہتر چیز عطا فرماتا ہے اور اس جگہ سے عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا۔ اور جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کی قدر نہیں کرتا اور اسے استعمال کرتا ہے جو کہ شرعًا اس کیلئے جائز نہیں تو اللہ تعالیٰ کی ضرور اس کے بدلے میں ایسے طریقے سے سزا دیتا ہے جو اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی شخصیت علم اور عمل دونوں کی جامع تھی ہر کام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ عبادات میں خاص شوق رکھتے۔ نماز نہایت ہی خشوع و خضوع سے ادا کرتے۔ اکثر شب بیدار رہتے۔ قرآن

کی تلاوت کے دوران آنکھیں پرنم ہو جایا کرتیں عموماً تیسری رات تک قرآن مجید ختم کر لیتے۔ رات کے ایک حصہ میں درود وسلام میں مشغول رہتے۔

(تلخیص از چالیس جانثار خیر البشر کے)

حضور اکرم ﷺ سے محبت وارفتگی حد کمال کو پہنچی ہوئی تھی چنانچہ آپ ہی سے مروی ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی آقا! میں آپ پر کثرت سے درود پاک پڑھتا ہوں تو کتنا پڑھوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا! تو جتنا چاہتا ہے پڑھ لے۔

میں نے عرض کی (ذاتی امور میں سے) چوتھا حصہ درود پڑھ لیا کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا تو جتنا چاہے پڑھ لیا کر اگر اس سے زیادہ پڑھے تو یہ تیرے لیے بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر پڑھنے میں بہتری ہے تو میں نصف درود شریف پڑھ لیا کروں گا۔

آپ نے فرمایا: تیری مرضی اور اگر اس سے بھی زیادہ کرتے تو تیرے لیے بہتر ہے۔

میں نے عرض کی آقا: دو تہائی پڑھ لیا کروں؟

فرمایا: تیری مرضی اور اگر اس سے بھی زیادہ پڑھے گا تو تیرے لیے بہتر ہو گا

میں نے عرض کی حضور! اگر میں سارا (وقت) درود شریف پڑھ لیا کروں تو؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اگر تو ایسا کرے گا تو تیرے سارے کام سنور جائیں گے اور تیرے سارے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی محبت صحابہ کے دلوں میں کس طرح جاگزیں تھی اور کس طرح وفور محبت وعقیدت سے آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتے تھے۔

یہ بھی حضور ﷺ کا اعجاز ہے کہ اتنا عرصہ گزر گیا رحمۃ للعالمین ﷺ کو دنیا سے ظاہری طور پر پردہ فرمائے ہوئے باوجود اس کے آپ غلام جس طریقے سے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں ہدیہ درود وسلام بھیجتے ہیں یقیناً پڑھنے والے کے درجات کی بلندی اور صغیرہ، کبیرہ خطاؤں کی معافی کا باعث ہوتا ہے۔ اور جو لوگ ہر وقت آقا ﷺ کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام کے تحفے ارسال کرتے ہیں وہ خوش قسمت ہیں۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی اور کار آمد وظیفہ ثابت کیونکر ہو سکتا ہے۔

## فیض چشم حضور! کیا کہنا

ان کی ذہنی فکری صلاحیتوں کو بیدار کرنے میں حضور نبی کریم ﷺ کی خصوصی نظرِ کرم کا بڑا اثر تھا۔ ورنہ وہ لوگ جن کی بود وباش طرز معاشرت دید کے قابل نہ تھی بھلا اس منصب جلیلہ پر متمکن کے اہل ہو سکتے تھے؟ یہ تو حضور اکرم ﷺ کا فیض عام تھا جس نے گنواروں کو اپنی صحبت کاملہ کے فیض سے بادشاہی کے گُر بتا دیئے۔

بھلا وہ وقت عجیب نہ ہوگا جب داعی حق پیدل سواری کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور سواری پر سوار بڑی بڑی آنکھوں والا چہرہ کا رنگ سفید لمبا قد رکھنے والا معاذ بن جبل جو فرائض منصبی لے کر یمن کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔

ہاں بڑا عجیب وقت ہوگا کیونکہ یہ تو ناممکن سی بات ہے کہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی یہ گوارا کرے کہ حضور پیدل چل رہے ہوں اور غلام سوار ہو؟ بات تو ناممکن سی ہے کیوں ان غلاموں کے دلوں میں حضور اکرم ﷺ کی محبت بڑے جوبن پر ہوتی تھی۔ مگر اس وقت تک معاذ بن جبل سواری پر سوار تھے اور سرور عالم ﷺ ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور ہدایات جاری فرما رہے ہیں۔

اے معاذ! تو نے چشم حضور سے فیض پایا، تعلیمات نبوی کو اپنی حقیقی متاع سمجھا۔ اور حضور اکرم ﷺ کو تیری خداداد صلاحیتوں پر فخر تھا اس لیے تجھے والی یمن بنا کر رخصت کرنے رہے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کو علم تو تھا ہی کہ میرا غلام معاذ بڑی صلاحیتوں کا حامل ہے مگر امتحان بھی تو لینا مقصود تھا آنے والی نسل آدمیت کیلئے ایک نمونہ تو عطا کرنا تھا۔ اس لیے پوچھا تمہیں یمن کا گورنر بنا کر بھیجا جا رہا ہے اچھا یہ تو بتاؤ وہاں فرائض منصبی ادا کرتے وقت کوئی فیصلہ کرنا درپیش ہوا تو فیصلہ کس طرح کرو گے؟

عرض کی آقا! اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو اس کے حل کیلئے قرآن سے رجوع کروں گا۔

فرمایا: اگر قرآن میں تجھے نہ ملے تو پھر؟

عرض کی آپ کی سنت مطہرہ سے

فرمایا: اگر تم اس میں بھی اس کا حل نہ پاؤ تو پھر؟

عرض کی پھر میں اپنی طرف اجتھاد کروں گا۔

اس جواب پر حضور اکرم ﷺ بے حد مسرور ہوئے اور فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ کے غلام کو اس چیز کی توفیق عطا کی جسکو اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

رحمت عالم ﷺ نے اپنے وفادار غلام کی عقل و دانش کو پرکھ لیا تو ایک فرمان اہل یمن کی طرف لکھوایا جس کی عبارت کچھ یوں تھی۔

ترجمہ۔ ''میں اپنے لوگوں میں بہترین انسان کو تمہارے لیے بھیجتا ہوں میں تم پر معاذ بن جبل کو امیر بناتا ہوں۔ ان کو راضی رکھنا ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے ناخوش جائیں۔''

ھدایات جاری ہو گئیں۔ معاذ بن جبل یمن کی تیاری کیلئے سواری لائے سرکار کی خدمت میں حاضر ہو گئے دوسرے اصحاب بھی ساتھ تھے۔ معاذ بن جبل اونٹ پر سوار ہیں سرکار مدینہ ﷺ پیدل اونٹ کے ساتھ ساتھ۔ باہم گفتگو کا سلسلہ رواں ہے ایک پیار و محبت بھرا جملہ سرکار نے ارشاد فرمایا اے معاذ! تم پر قرض بہت ہے اگر تمہیں کوئی تحفہ دے تو قبول کر لینا۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ اللہ اکبر! آقا

کو غلام کی مالی مشکلات کا کس قدر فکر ہے۔اب الوداعی لمحات قریب آرہے ہیں اب ایک بات سرکار نے غلام کے ساتھ کی تو معاذ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں ہوا زاروزار روئے وہ بات کیا تھی جو سرکار نے ارشاد فرمائی؟

سرکار نے فرمایا اے معاذ! یہ میری اور تیری آخری ملاقات ہے، ہوسکتا ہے اب تم مجھے نہ مل سکو اور میرے بجائے تمہیں میری قبر ہی ملے۔

غلام کا آقا کی زبان اقدس سے اس بات کا سننا اس وفادار پر کوئی قیامت سے کم نہ تھا۔لیکن رسول اللہ ﷺ جو فرض منصبی عطا فرما کر بھیج رہے تھے وہ بھی اہم تھا ورنہ بھلا یہ جدائی برداشت کر سکتے تھے۔ان کا تو ایمان تھا کہ ؎

میری ہزار جان تصدق حضور پر
چھوٹے نہ میرے سے ہاتھ دامان مصطفیٰ

بالآخر رسول اللہ ﷺ نے کچھ ھدایات جاری فرمائیں اور رخصت فرمایا اور دعا دی۔

جاؤ! اللہ تمہیں ہر آفت سے محفوظ رکھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہو کر عازم یمن ہوئے جب یمن پہنچے تو صبح کا اجالا نمودار تھا یہ کسی دنیادار کا قاصد نہ تھا بلکہ محبوب رب العالمین کا قاصد تھا یہ دنیا کے حصول کیلئے یمن نہ آیا اللہ کے دین اور نظام مصطفیٰ ﷺ کو عملی طور پر نافذ کرنے کیلئے آیا۔خدم، حشم، خیل وسپاہ سے ایک چیز بھی ساتھ نہ تھی صرف اور صرف ایمان کا نور سینے میں موجود تھا جس سے ظاہری طور پر چہرہ پر رونق اور نور علیٰ نور تھا۔غرض کہ رسول اللہ ﷺ کا غلام ملک یمن میں اس شان و شوکت کے ساتھ پہنچا کہ کفر و طاغوت کے ایوان لرز اٹھے۔(سیر الصحابہ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بڑے ہی خوش قسمت تھے۔اس لیے کہ حضور ﷺ کو بھی ان سے بڑی محبت تھی۔ایک بار حضور اکرم ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے

معاذ! مجھے تم سے بہت محبت ہے۔ اللہ اکبر۔ اس وفا شعار غلام نے عرض کی آقا! میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے بھی آپ سے بہت زیادہ محبت ہے۔

اس کے بعد سرکار نے فرمایا اے معاذ! میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں وہ یہ کہ تمام نمازوں کے بعد یہ دُعا ضرور پڑھنا۔ رَبِّ اَعِنّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ (اے اللہ! اپنا ذکر شکر اور اپنی عبادت اچھی طرح کرنے کی میری مدد فرما۔

حضرت معاذ بن جبل پر شفقت نبوی کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ خود کوئی سوال نہ کرتے تو حضور ﷺ ان کی پشت پر آہستہ سے ٹھوکر مار کر فرمایا جانتے ہو بندوں پر حق تعالیٰ کا کیا حق ہے۔

عرض کی واللہ ورسولہٗ اعلم اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔

فرمایا۔ کہ بندے اسکی بندگی وعبادت کریں اور شرک سے اجتناب کریں۔

حضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو دس باتوں کی وصیت کی تھی۔

(۱) شرک نہ کرنا خواہ تمہیں کوئی قتل کرنے کے درپے ہو۔

(۲) والدین کو تکلیف نہ پہنچانا خواہ تمہیں تمہارے بال بچوں سے الگ کردیں

(۳) فرض نماز کبھی نہ چھوڑنا، جو جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے وہ خدا کی ذمہ داری سے نکل جاتا ہے۔

(۴) شراب نہ پینا کیونکہ یہ تمام فواحش کی جڑ ہے۔

(۵) معصیت میں مبتلا نہ ہونا کیونکہ معصیت کرنے والے پر خدا کا غصہ حلال ہوتا ہے۔

(۶) میدان جنگ سے نہ بھاگنا اگرچہ لشکر برخاک وخون غلطیدن ہو۔

(۷) موت عام ہے (بیماری آئے) تو ثابت قدم رہنا۔

(۸) اپنی اولاد سے حسن سلوک کرنا۔

(۹) انہیں ہمیشہ ادب کی تعلیم دینا۔

(۱۰) انہیں خدا سے خوف دلانا۔

حضرت معاذ بن جبل کو اخلاقی تعلیم یوں دی کہ ہر برائی کے پیچھے نیکی کر لیا کرو۔ کیونکہ نیکی گناہوں کو مٹا دے گی اور لوگوں کے سامنے اچھے اخلاق ظاہر کرو۔ پھر فرمایا۔ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کے اور رب کے درمیان کوئی حجاب حائل نہیں۔ (سیر الصحابہ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ علم و فضل میں یکتا تھے احادیث مبارکہ کو سمجھنے میں بڑی فقاہت، ثقاہت رکھتے تھے۔ وہ ایک متبحر عالم ہی نہ تھے بلکہ ایک مجاہد بھی تھے غزوہ بدر سے لیکر تبوک تک تمام معرکوں میں حضرت معاذ نے دادِ شجاعت پائی۔

آپ یمن ہی میں تھے کہ رسول اکرم ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ وہ محبّ محبوب کبریا ﷺ جو ایک جدائی لمحہ بھی جدائی برداشت کرنا کوہ گراں سمجھتا تھا اب وصال محبوب ﷺ سے دنیا سے جی بھر گیا جب سرکار کے وصال کی خبر سنی تو امارت کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو کر مدینہ منورہ آ گئے اہل یمن نے جو کچھ بھی دیا تھا سارا کچھ خلیفۃ الرسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ تو انہوں نے فرمایا چونکہ آپ کو رسول اللہ ﷺ نے تحفہ لینے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اس لیے میں کچھ نہیں لوں گا بلکہ میں یہ سب کچھ تمہیں ہبہ کرتا ہوں۔

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر انمول کر دیا

☆☆☆☆☆☆

## رحمۃ للعلمین کی صحبت سے فیضیاب ہونیوالا محدّث کبیر

انسان کے تحت الشعور میں جب یہ بات آتی ہے کہ بارگاہ ایک ہے لیکن مانگنے والے کئی ہیں اور سبھی منگتے ایک جیسے نہیں ان کی طلب بھی ایک جیسی

نہیں بلکہ جو کچھ بھی کوئی مانگتا ہے اور جس چیز کا سوال کرتا ہے وہی مل جاتی ہے۔ یہ ایسے کیوں ہے اور کس طرح ہے۔ حالانکہ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ دیکھو جی حضور اکرم ﷺ کے پاس کیا ہے جو کسی کو دینا ہے آپ کے پاس تو تھا ہی کچھ نہیں آپ تو خود رب سے مانگتے تھے لہٰذا ہمیں بھی اسی سے مانگنا چاہیئے جو سبھی کو دیتا ہے۔

میرا تو خیال ہے جو لوگ ایسی بات کر کے لوگوں کو ایمان اور اس کے روحانی ثمرات سے محروم رکھنا چاہتے ہیں وہ رسول ﷺ کی عطاؤں اور عنایات جلیلہ سے بغاوت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا۔

اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ۔ بے شک ہم نے آپ کو کثرت عطا کی۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا. اور تجھے سکھا دیا جو تو نہ جانتا تھا تجھ پر تیرے رب کا بڑا فضل ہے۔

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ حضور ﷺ کے پاس معاذ اللہ کچھ نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے عطا کیا فرمایا؟ پھر جو صحابہ کرام نے مانگا تو حضور نے کیا عطا کیا۔ تو پتا چلا یہ سب باتیں گمراہ کن لچر بازیاں ہیں جن کا مقصد صرف سرکار دو عالم ﷺ کی محبت اور عقیدت و وارفتگی کی کیفیات کو دل سے ختم کرنے کا شیطانی منصوبہ ہے افسوس کی بات تو یہ کہ ہمارے بعض مسلمان شیطان کے دھوکہ میں آ کر ایمان کی روحانی حلاوت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ صحابہ کرام ہی نہیں بلکہ جو بھی کسی نے مقام و مرتبہ علم میں جو کچھ بھی پایا ہے یہ سب سرکار کے نعلین پاک کی دھول کی مرہون منت ہے۔

جب حضور اکرم ﷺ کسی کو کچھ نہیں دے سکتے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

نے علم کی نعمت دارین کس کے توسط سے پائی ؟ تو آیئے حضرت ابو ہریرہ سے پوچھ لیجئے کہ کیا حضور ﷺ کسی کو کچھ نہ دے سکتے تھے؟

راقم الحروف کا خیال ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کی روح مبارکہ یہ کہے گی کہ پاگل! جو کچھ بھی کسی نے پایا یا حاصل کیا یہ اس بارگاہ مصطفیٰ کی عطاؤں کی بارش ہے۔ جہاں سے مانگنے والا کبھی خالی دامن واپس نہ گیا بلکہ جھولیاں بھر کے گیا اسے کسی اور سے مانگنے کی حاجت نہیں رہی۔

لا و رب العرش جس کو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

دیکھیئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ کہ حضور اکرم ﷺ سے علم مانگا تو آپ ﷺ نے کس طرح عطا فرمایا۔

عرض کی میرے آقا! میں جو کچھ سنتا ہوں تو بھول جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اے ابو ہریرہ اپنی چادر بچھاؤ (پھیلاؤ) انہوں نے چادر پھیلائی تو آپ نے دونوں ہاتھوں کی لپ بنائی اور اسے چادر میں ڈال دیا۔ اور فرمایا ابو ہریرہ! اس کو لپیٹ لو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے چادر لپیٹ لی پھر اس کے بعد کوئی بات نہیں بھولی۔ (بخاری کتاب العلم)

اب غور کیجئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیا کہتے ہیں۔

میں نے حضور اکرم ﷺ سے علم کے دو برتن حاصل کیے ایک تو میں نے تم کو تقسیم کر دیا ہے اور دوسری کو اگر میں ظاہر کروں تو تم میرا حلق کاٹ دو۔ (مظہری، ج اوّل)

اب دیکھیئے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو علم و فضل میں کمال پایا اور محدث کبیر بنے یہ کس کے در کی خیرات تھی؟۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی عطا کی بارش تھی جسے ابو ہریرہ نے اپنے سینے میں محفوظ کیا۔

اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے زیادہ

حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ کو یاد کرنے والے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔

صاحب سیر الصحابہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جو علم کے اساطین سمجھے جاتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بالاتفاق صحابہ کرام کی جماعت میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے اگرچہ عبداللہ بن عمر اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما بھی حفاظ میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کثرت روایت میں ان پر بھی فوقیت حاصل تھی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ علم کا ظرف ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خیبر میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے انہیں صرف چار سال تک صحبت نبوی ملی۔ بظاہر تو یہ مدت کم ہے کیونکہ ان کی طرف سے ۵۳۷۶ احادیث مروی ہیں جن میں ۳۲۵ متفق علیہ ۷۹ بخاری میں اور ۳۹ مسلم میں منفرد ہیں۔ اس لحاظ سے مدت تو بہت کم باقی صحابہ سے۔ کیونکہ کچھ تو وہ تھے جو السابقون الاوّلون میں شمار ہوتے ہیں لیکن ان سے مرویات بہت کم ہیں۔ حالانکہ خلفاء راشدین کا مقام حضرت ابو ہریرہ سے بہت بلند ہے۔ لیکن ان سے روایات ان کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔

دراصل یہ اپنا اپنا مقام ہوتا ہے۔ ہر پھول کی خوشبو الگ ہوتی۔ حضرت ابو ہریرہ کی خوشبو علوم وفنون کے روحانی ظاہری ثمرات سے مملو تھی کیونکہ انہیں صحبت مصطفیٰ میں چار سال ملنے کے باوجود جو سال مل گئے انہیں غنیمت جانا تو انہوں نے کوئی لمحہ ضائع نہ کیا بلکہ سفر وحضر خلوت وجلوت میں ایک لمحہ بھی حضور اکرم ﷺ سے جدا نہ ہوئے۔ ان کی زندگی کے اس مختصر دورانیے نے ان کی زندگی کے اندر وہ انقلاب پیدا کر دیا کہ تعلیمات نبوی کا اثر اور رنگ چڑھ گیا کہ آپ سرکار دو عالم ﷺ کے اسوہ حسنہ کا مکمل نمونہ بن گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ عالم وفاضل عابد وزاہد شب زندہ دار انسان تھے اور گھر والوں پر شب بیداری کا اہتمام کرواتے۔ ہر مہینہ کے شروع میں تین روزے رکھتے

اگر کسی مجبوری کی وجہ سے رہ جاتے تو ماہ کے آخر میں پورے کرتے۔ اللہ کی عبادت کو پوری شرائط کے ساتھ ادا کرتے۔ نعیم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد کی چھت پر وضو کرتے، میں نے دیکھا کہ ہاتھ اٹھا کا شانوں تک دھوتے اور مجھ سے کہنے لگے وہ اعضا جو وضو میں دھوئے جاتے ہیں وہ قیامت کے دن چمکیں گے اور جہاں تک ہو سکے اس چمک کو بڑھاؤ۔

حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ باقی مہاجرین وانصار اپنے کاموں میں مصروف رہتے لیکن یہ حضور اکرم ﷺ سے ایک لمحہ بھی جدا نہ ہوتے اور دیدار مصطفیٰ سے اپنے دل کو منور کرتے اور حضور اکرم ﷺ کے جمال جہاں آراء کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک سمجھتے۔ ایک بار فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ کا دیدار فرحت میری زندگی کا سرمایہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (سیر الصحابہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو آل رسول ﷺ سے بھی بڑی محبت وعقیدت تھی۔

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ملے تو فرمایا آپ اپنے شکم اطہر کا وہ حصہ دکھایئے جو حضور اکرم ﷺ کا بوسہ گاہ تھا۔ چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے شکم مبارک سے کپڑا اٹھایا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بوسہ دیا۔ (سیر الصحابہ)

اولاد کیلئے سب سے بڑے محسن والدین ہوتے ہیں کیونکہ والدین کو جن مشکلات سے گزر کر اولاد کی پرورش کرنی پڑتی ہے وہ صرف والدین کو علم ہوتا ہے اولاد اس سے بے خبر ہوتی ہے۔ بالخصوص جو حقوق اسلام نے والدین کو دیے ہیں اور اولاد پر والدین کی خدمت وتابع داری کی تلقین کی ہے دنیا کا کوئی مذہب اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔

ماں کافرہ تھی حضرت ابوہریرہ کو ماں کے بارے میں بڑی فکر رہتی تھی چنانچہ آپ اکثر اوقات ماں پر اسلام پیش کرتے رہتے۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے ماں کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں ایسی

بات کہی جو مجھے بڑی ناگوار گزری اور میں روتے ہوئے حضور کی بارگاہ میں گیا۔

میں نے عرض کی آقا! میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں تو وہ انکار کرتی ہے۔ آج میں نے اسکو دعوت دی تو اس نے آپ کے متعلق ایسا کلمہ کہا جو مجھے ناگوار گزرا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیئے اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔ میں حضور اکرم ﷺ کی دعا لے کر خوشی خوشی روانہ ہوا۔ جب میں گھر کے دروازے پر پہنچا تو دروازہ بند تھا ماں نے قدموں کی آہٹ سن کر کہا اے ابو ہریرہ! ذرا ٹھہرو۔ پھر میں نے پانی گرنے کی آواز سنی میری ماں نے غسل کیا، قمیص پہنی اور جلدی سے بغیر دوپٹہ کے باہر آئیں۔ پھر دروازہ کھولا اور کہا اے ابو ہریرہ میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے عبد مکرم اور اس کے رسول ہیں۔ پھر میں خوشی کے آنسو بہاتا ہوا حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا اور عرض کی آقا! آپ کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا قبول فرمالی اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دی۔ آپ نے شکر ادا کیا اور کلمات خیر سے نوازا۔ میں نے عرض کی آقا! دعا کیجیئے اللہ تعالیٰ میری اور میری ماں کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے۔ اور ہمارے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے۔

آپ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! اپنے اس بندے اور اسکی ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دے اور مؤمنوں کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دے۔

اس کے بعد ایسا کوئی مؤمن نہ ہوا جو میرا ذکر سن کر یا مجھے دیکھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔ (رواہ مسلم ج دوم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ دوس سے تھا۔ روایات میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کا اصل نام عبدالرحمٰن یا عبداللہ تھا۔ بہر حال آپ کے نام کے بارے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے آپ کی کنیت اس قدر مشہور ہوئی کہ لوگوں میں اصل نام

کے بارے میں اختلاف پڑ گیا۔ ان کی کنیت ابو ہریرہ اس لیے پڑی کہ بلی کو اپنی بُغل میں دیا تھا رسول اللہ ﷺ نے بلی دیکھ کر فرمایا۔

(اے ابو ہریرہ) یعنی اے بلی والے۔ آپ کی وفات سن ۵۷ ہجری میں ہوئی۔

رضی اللہ عنہم

# جو کچھ بھی مانگنا ہے درِ مصطفیٰ سے مانگ

عقیدہ جس قدر مضبوط اور مستحکم ہوگا اعمال کی عمارت اسی قدر مضبوط اور قوی تر ہوگی، کیونکہ عقیدہ اصل ہے اعمال اسکی فرع ہیں۔ اہل سنۃ والجماعۃ کا بڑا راسخ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی عنایات جلیلہ کا سلسلہ نہ کبھی رکا ہے نہ رکے گا۔ حضور اکرم ﷺ پہلے بھی اللہ کے فضل سے عطا فرماتے تھے اب بھی اللہ کے فضل سے عطا فرماتے ہیں۔، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہر چیز کا مالک ومختار بنایا۔ یہ آپ ﷺ کی زبان اطہر کا اعجاز ہے کہ جسکو آپ جنتی کہہ دیں وہ جنتی ہو جاتا ہے اور جسکو جہنمی کہہ دیں وہ بلا روک ٹوک کے جہنمی ہو جاتا ہے۔

یاد رہے! حضور اکرم ﷺ کو معطی جاننا یہ عقیدہ توحید کے منافی ہرگز نہیں۔ جو لوگ ایسا عقیدہ رکھنے والوں پر کفر وشرک کے فتوے لگاتے ہیں حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں۔ نہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کسی کو کچھ نہیں دے سکتے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔

**مَاۤ اٰتٰكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَنَهٰكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا ۔**

جو کچھ رسول اللہ ﷺ تمہیں دیتے ہیں لے لو۔ اور جس سے روکتے ہیں باز رہو۔

حالانکہ حضور ﷺ فرما رہے ہیں ۔ **اُعۡطِيۡتُ مَفَاتِيۡحَ خَزَائِنِ**

**اَلْاَرْضِ** ۔ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔

حضور اکرم ﷺ فرمارہے ہیں۔ **اِنَّمَا اَنَا قَاسِمُ وَاللّٰهُ يُعْطِىْ** ۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں اللہ مجھے عطا کرتا ہے۔

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ حضور فرمارہے ہیں **يُعْطِىْ** وہ عطا کرتا ہے۔ اورعطا کرتا رہے گا۔ کیونکہ **يُعْطِىْ** فعل مضارع کا صیغہ ہے اور فعل مضارع میں حال اور استقبال( مستقبل )دونوں زمانے پائے جاتے ہیں۔

اب اس حدیث پاک سے جو اطلاق عام واضح ہورہا ہے وہ یہ کہ جب تک میں تقسیم کرتا رہوں گا رب تعالیٰ مجھے عطا فرماتا رہے گا۔

اللہ کی نعمتوں کی بارش کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ پر نہ کبھی رکا ہے نہ رکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ **وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌلَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى** ۔ تیری آنے والی ہر گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہوگی۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ کیا جب کسی نے حضور کی بارگاہ میں آکر دامن پھیلایا تو کیا کبھی آپ نے کسی کو کچھ دینے سے انکار کیا؟ نہیں نہیں آپ کی ذات مقدسہ **وَاَمَّاالسَّائِلُ فَلَا تَنْهَرْ** کی عین تفسیر تھی۔ یہ تو آپ ﷺ کا طرۂ امتیاز تھا کہ ساری حیات طیبہ سادگی کے تمام پہلوؤں واضح ہیں کہ کسی کو کوئی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ جو سخی و داتا خود تو بھوکا ہے مگر اوروں کی بھوک مٹا رہا ہے۔

خود تو پیاسا ہے اوروں کی پیاس بجھا رہا ہے۔

اس پیکر کی سخاوت اور مالک کونین کے خوان کرم پر ہزاروں پلتے ہیں مگر خود اپنے گھر کئی کئی دن تک چولہا نہیں جلتا۔

حضور اکرم ﷺ تو خود فرماتے رہے ہیں۔

**اِعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ** (بخاری ص ۱۰۲۷ ج دوم)

لوگو! جان لو بے شک زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

یہ تو زمین کی بات تھی اب ذرا جنت کی بات بھی ملاحظہ فرمائیں۔ کہ حضور

اکرم ﷺ جنت بھی عطا فرماتے ہیں۔

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے ہاں ایک رات گزاری (جب سحری کا وقت آیا) تو میں وضو کیلئے پانی اور دوسری ضروریات لے کر حاضر ہوا (تو میری یہ خدمت آقا ﷺ کو بڑی پسند آئی اور رحمت مصطفیٰ ﷺ کا دریائے کرم جوش میں آیا) اور فرمایا مانگ جو مانگنا ہے۔

میں نے عرض کی میرے غمگسار آقا! میں جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اور بھی جو کچھ مانگنا ہے مانگ۔ مگر ربیعہ جنت میں رفاقت پا چکے تھے تو گویا یہ عرض کیا۔

اُٹھتے نہیں ہاتھ اب اس التجا کے بعد

چنانچہ آپ نے فرمایا کثرت سجود سے میری مدد کر۔ (یعنی کثرت سجود سے میرے قریب آجا) حضور اکرم ﷺ کا علم کہ میری امتی بڑے بھولے بھالے ہیں اگر فرما دیتے جا تجھے مل گئی کسی نماز اور دیگر عبادات کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو اس طرح اعمال خیر کا تسلسل ٹوٹ جاتا۔ اور اگر جنت نہ دے سکتے ہوتے تو فرما دیتے بھئی جنت کے علاوہ کچھ اور مانگ لو یہ میں نہیں دے سکتا۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزوں کو سامنے رکھا جنت کی رفاقت بھی عطا کر دی اور عبادات کی اہمیت بھی بیان فرما دی۔

یاد رہے! کہ جو لوگ حضور اکرم ﷺ کی عطاؤں کے منکر ہیں اور بعد از وصال مانگنے کو حرام کہتے ہیں ان کی عقل پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ کی وفات ایسی نہیں تھی جس طرح عام ہوتی ہے بلکہ اصلاً آپ کی موت ابدی حیات میں بدل چکی ہے آپ ﷺ پر موت کا ثابت کرنا حرام ہے اسی بات پر اجماع امت ہے۔

دیکھئے حضرت شاہ ولی اللہ کیا فرماتے ہیں۔

میں نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے روضہ اقدس پر جا کر عرض کی ہمیں بھی ان علوم میں سے کچھ عنایت فرمائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں

میری طرف کمال التفات فرمائیں حتی کہ میں نے خیال کیا کہ آپ کی عنایت کی چادر نے مجھے لپیٹ لیا اور گھیر لیا ہے پھر مجھے خوب ڈھانپ لیا اور مجھ پر ایک بہت بڑی اجمالی مدد فرمائی ۔ اور مجھے بتلا دیا کہ کس طرح اپنی حاجتوں میں آپ سے مدد کی درخواست کروں ۔ اور آپ کس طرح اس شخص کا جواب دیتے ہیں جو آپ پر درود شریف بھیجے اور جو شخص آپ کی مدح تعریف کرتا ہے آپ کس طرح اس سے خوش ہوتے ہیں ۔ (فیوض الحرمین)

حضور اکرم ﷺ کے درِ دولت سے جو کچھ کسی نے مانگا اس نے پایا۔

امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نے الامن والعلیٰ میں تحریر فرمایا۔

حضور اکرم ﷺ ہوازن کی غنیمتیں حنین میں تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی آقا! آپ نے میرے ساتھ کچھ وعدہ فرمایا تھا۔

آپ نے فرمایا! صَدَقْتَ فَاحْتَكِمْ مَّاشِئْتَ ۔ تو نے سچ کہا ۔ اچھا جو جی چاہے حکم کر دے۔

اس نے عرض کی حضور! اسی ۸۰ دنبے اور ان کا چرواہا غلام عطا ہو۔

سرکار ﷺ نے فرمایا! تجھے عطا ہوا اور جو کچھ تو نے مانگا ہے بہت تھوڑا کچھ مانگا ہے ۔۔ بے شک موسیٰ علیہ السلام کو جس بڑھیا نے انہیں یوسف علیہ السلام کا تابوت بتایا تھا تجھ سے زیادہ دانشمند تھی ۔ جبکہ اسے موسیٰ علیہ السلام نے اختیار دیا تھا جو چاہے مانگ لے ۔ اس بڑھیا نے کہا مجھے صرف میری جوانی لوٹا دیں اور آپ کے ساتھ میں جنت میں جاؤں ۔ چنانچہ وہ ضعیف عورت فوراً جوان ہو گئی اسکا حسن و جمال دوبارہ واپس آ گیا ۔ (الامن العلیٰ ص ۱۹۷)

علامہ علی بن برہان الدین نے سیرۃ حلبیہ بڑی ایمان افروز تفصیل لکھی ہے ۔ فرماتے ہیں۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ

علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو بیت المقدس ساتھ لے جاتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت جس میں آپ مدفون ہیں بھی ساتھ لے جائیں انہیں مصر میں نہ چھوڑیں اور بیت المقدس کی سرزمین میں دفن کریں تا کہ ان کی وصیت پوری ہو جائے۔ جب حکم مل گیا تو موسیٰ علیہ السلام حضرت یوسف کی قبر کی تحقیق کرنے لگے کہ کہاں ہے چنانچہ ایک بڑھیا کے پاس گئے جسکی عمر نوسو سال تھی۔ اس بڑھیا سے کہا اے خاتون!

کیا تم یوسف علیہ السلام کی قبر کے بارے میں جانتی ہو۔

اس نے کہا ہاں! مگر ایک شرط ہے وہ یہ کہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں 17, سترہ سال کی ہو جاؤں اور جتنی میری عمر ہو چکی ہے اتنی اور بڑھ جائے۔ (ایک روایت میں ہے اس عورت نے کہا) کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ اس درجے میں رہوں جہاں آپ رہیں) موسیٰ علیہ السلام نے کہا تجھے جنت مل گئی اب اس پر اکتفا کر، وہ نہ مانی تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی موسیٰ! جو مانگتی ہے دے دو)

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی اور اسی وقت جوان ہو گئی۔ چنانچہ وہ عورت مزید نوسو سال تک زندہ رہی اور اٹھارہ سو سال کی عمر میں ہو کر فوت ہوئی۔

غرض اس بڑھیا نے حضرت موسیٰ کو حضرت یوسف کی قبر دکھلائی۔ یہ قبر دریائے نیل کے بیچ میں تھی اس کے اوپر سے پانی گزرتا تھا اور وہ پانی سارے مصر کے لوگ پیتے تھے اور سب کو اس سے برکت حاصل ہوتی تھی۔ (سیرت حلبیہ ج اوّل)

اس سے معلوم ہوا انبیاء کے وسیلہ سے یا نبیوں سے مانگنا یہ کوئی نئی اختراع نہیں نہ یہ عقیدہ توحید کے منافی ہے۔ دیکھئے موسیٰ علیہ السلام نے عورت کو جنت دی، جوانی بھی دی اور جنت میں اپنی رفاقت بھی دی۔

## نگاہِ مصطفیٰ ﷺ نے سُراقہ کی کایا پلٹ دی

قریش مکہ نے اعلان کر دیا کہ جو شخص محمد ﷺ یا ابوبکر کو قتل یا گرفتار کر کے

لائے گا اسے سو اونٹنیاں انعام کے طور پر دی جائیں گی۔

سُراقہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کفارقریش کے قاصد آئے اور کہا کہ جو شخص محمد یا ابو بکر کو قتل کر کے یا گرفتار کر کے لائے تو اسے بطور انعام سو اونٹیاں ملیں گی۔ میں اپنی قوم کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا قدید کی ایک بستی میں جو رابغ کے ایک مقام پر ہے ایک شخص سامنے آیا اور کہا!

اے سراقہ! میں نے کچھ لوگوں کو ساحل کے قریب سے گزرتے دیکھا ہے میرا تو خیال ہے کہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی ہیں۔

سراقہ کہتے ہیں اس کی باتوں سے میں سمجھ گیا کہ وہی ہیں جن کے بارے میں قریشیوں نے اعلان کیا ہے لالچ وحرص نے میری مت ماری تھی آخر سو اونٹ انعام تھا کوئی معمولی بات تو نہ تھی۔ دوسری بات یہ کہ غرب وافلاس انسان سے سبھی کچھ کروالیتی ہے۔ چلو اس انعام سے میری مالی حالت تو مستحکم ہو جائے گی)

میں نے اس شخص کو اشارہ کیا کہ چپ کر جاؤ وہ چپ کر گیا۔ میں نے آئیں بائیں شائیں کر کے مجلس والوں کو ٹال دیا کہ وہ تو فلاں فلاں لوگ ہیں جو اپنی گمشدہ کوئی چیز تلاش کر رہے ہیں۔ (یعنی مقصد یہ تھا کہ کوئی اور جا کر تلاش کر کے انعام نہ پالے) میں تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھا اور اس معاملہ میں کسے کے ساتھ کوئی بات چیت

نہ کی۔ پھر میں اٹھ کر اپنے گھر آیا اور اپنی باندی سے کہا کہ میری گھوڑی نکال کر چکے سے وادی کے درمیان فلاں جگہ پہنچا دے اور میرا انتظار کر میں تھوڑی دیر بعد آ جاؤں گا۔ اس کے بعد میں نے اپنا نیزہ نکالا اور اسے لیکر گھر کے عقبی دروازے سے باہر نکل گیا، میرا گھوڑا وہاں موجود تھا چنانچہ میں اس پر سوار ہو کر اسی طرف روانہ ہو گیا، انعام کے لالچ میں میں بڑی رفتار کے ساتھ جا رہا تھا چنانچہ گھوڑی کو ٹھوکر لگی اور ناک کے بل زمین پر گر پڑی، میں فوراً اٹھا اور اپنا ترکش نکال کر فال کے تیرے نکالے یہ دو تیر ہوتے تھے جن سے عرب فال نکالتے تھے۔ اتفاق سے وہ تیر نکلا جو مجھے پسند نہیں تھا۔ اس پر لکھا تھا جن کا تم پیچھا کر رہے ہو تم انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اس کے باوجود مجھے انعام کی حرص نے بڑا بدحواس کر دیا تھا۔ میں نے اس تیر کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ آگے بڑھتا گیا حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ کے قافلے کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ آپ ﷺ کے تلاوت قرآن کرنے کی آواز آنے لگی لیکن میں اپنے کام مست بڑے پُرسکون انداز سے آگے بڑھتا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک بار بھی میری طرف مڑ کر نہیں دیکھا۔ اور ابوبکر صدیق بار بار پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھتے۔ جب میں آپ کے اور قریب ہوا تو میری سواری کی ٹانگیں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئیں میں گر گیا میں نے بڑا سواری کو ڈانٹا، میں بڑا حیران تھا کہ زمین بھی سخت ہے میں نے بڑی کوشش کی مگر اس کی ٹانگیں نہ نکلیں، میں نے پھر فال کا تیر نکالا لیکن اس وقت بھی وہی تیر نکلا جس پر لکھا ہے تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں نے یقین کر لیا کہ میں اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میں نے عرض کی۔

اے محمد ﷺ دعا کیجئے کہ میری سواری کو اس مصیبت سے چھٹکارا مل جائے میں واپس چلا جاؤں گا اور اگر کوئی دوسرا بھی آپ کا پیچھا کر رہا ہوگا تو میں اسے روک دوں گا۔

سراقہ کہتے ہیں کہ میری سواری کو چھٹکارا مل گیا اٹھنے کے بعد میں اس پر سوار

ہوااور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے عرض کی۔

حضور! آپ کی قوم نے آپ کو قتل کرنے یا گرفتار کرنے والے کو سو اونٹ انعام دینے کا اعلان کیا ہے، سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے پھر ان حضرات کو زادراہ اور کھانے کی پیش کش کی مگر انہوں نے قبول نہ کی اور فرمایا کہ ہمارے راز کو فاش نہ کرنا۔

سراقہ نے چھٹکارا ملنے کے بعد پھر دوبارہ پیچھا کیا چنانچہ سراقہ جس سواری پر سوار تھا اب اسکی ٹانگیں پہلے سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ زمین میں دھنس گئیں، اب سراقہ نے کہا

اے محمد ﷺ! اب میں سمجھ گیا ہوں کہ یہ آپ کی بدعا کا مجھ پر اثر ہے، سراقہ نے کہا اے محمد! میں لات عزیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب آپ اگر مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا دے دیں تو آپ کا ہمدرد ثابت ہوں گا۔

آنحضرت ﷺ نے زمین کو حکم فرمایا اے زمین! اسکو چھوڑ دے۔ آپ کا فرمانا کہ زمین نے فوراً چھوڑ دیا۔

امام حلبی فرماتے ہیں کہ

سراقہ بن مالک نے انعام کے لالچ میں سات مرتبہ وعدہ خلافی کی اب چھٹکارا دے دیں اب پیچھا نہیں کروں گا، مگر اپنے وعدے سے پھر جاتا اور سواری زمین میں دھنس جاتی۔

بالآخر حضور اکرم ﷺ سے معافی مانگی اور مکے کی طرف روانہ ہوئے۔ سراقہ کہتے ہیں جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضور اکرم ﷺ نے بڑی حیران کن بات کی فرمایا۔

اے سراقہ! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے۔

میں نے پوچھا کیا کسریٰ ابن ہرمز کے؟

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

سراقہ کہتے ہیں میں واپس مکہ آ گیا اور لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ محمد ﷺ مجھے کہیں نہیں ملے۔ ابوجہل نے میری بات پر یقین نہ کیا اور بار بار کہتا تم سچ سچ بتاؤ معاملہ کیا ہوا ہے۔ بالآخر میں نے سارا واقعہ بتا دیا۔ اور کہا۔ اے ابوالحکم! خدا کی قسم اگر اس وقت میری سواری کے ساتھ پیش آنے والا معاملہ دیکھ لیتا جب اس کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں تو تُو بغیر کسی شک کے یہ بات جان لیتا کہ محمد ﷺ واضح نشانیوں کے ساتھ آنے والے پیغمبر ہیں لہٰذا ان کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟۔

سراقہ کہتے ہیں میں نے اس بات (کسریٰ کے کنگن) کا کسی سے کوئی تذکرہ نہ کیا۔ حتی کہ حضور اکرم ﷺ آٹھ ہجری کو فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کو بتوں سے پاک کیا۔ اس کے بعد حنین اور طائف کے لوگوں سے فارغ ہوئے تو اب مجھے خیال آیا چاروں طرف محمد ﷺ کا دین پھیلتا جا رہا ہے کیوں نہ ان کا دین قبول کر لیا جائے اور اب مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔ چنانچہ میں نے وہ گرامی نامہ جو میں نے امان نامہ کی صورت میں لکھوایا تھا ساتھ لے کر گیا اس وقت حضور ﷺ جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما تھے۔ میں اپنی سواری پر سوار ہو کر انصار کے سواروں کے درمیان سے گزرا تو انہوں نے مجھے روکنے کی بہت کوشش کی مگر میں آہستہ آہستہ حضور ﷺ سے تک پہنچ گیا اس وقت آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار تھے۔ میں نے وہ امان نامہ ہاتھ میں لیا پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ ہے وہ امان نامہ اور میں ہوں سراقہ، آپ نے فرمایا یہ وعدہ پورا کرنے اور خوشخبری دینے کا دن ہے، قریب آؤ۔ میں قریب گیا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب کسریٰ کی فارس کے مسلمانوں کے ہاتھوں شکست ہوئی اور اس کے کنگن اس کا تاج اس کا پٹکا اور اسکی مسند حضرت عمر کے پاس لائی گئی اسی وقت حضرت عمر نے سراقہ بن مالک کو بلایا اور ان سے فرمایا اپنے ہاتھ بڑھاؤ اور یہ کنگن پہن لو۔ (سیرت حلبیہ)

معروف سیرت نگا اور مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ اللہ الازہری لکھتے ہیں
جب کسریٰ فارس کے کنگن اور دوسرا سامان حضرت عمر کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے یہ زیورات کسریٰ سے چھین لیے۔ جو یہ گمان کرتا تھا کہ وہ لوگوں کا رب ہے اور بنو حدلج کے ایک بدو کو پہنائے۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ زیورات سراقہ کو اس لیے پہنائے تھے کہ سراقہ جب مسلمان ہوا تھا تو حضور اکرم ﷺ نے اس کو یہ خوشخبری دی تھی۔ اور اسکو بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ فارس کا ملک ان کیلئے فتح کرے گا اور کسریٰ کے زیورات اور تاج انہیں بطور غنیمت ملیں گے۔

آگے لکھتے ہیں کہ

اگر چہ سراقہ ایک بدو تھا جسے پیشاب کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلام کی برکت سے اسلام قبول کرنے والوں کو عزتیں عطا فرماتا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ اور حضور کی امت پر اپنی نعمتوں اور فضل و کرم کے مینہ برساتا ہے۔
(ضیاء النبی ج سوم)

۞۞۞

# حضور ﷺ کے علم غیب پر حضرت عباس کا ایمان

راقم الحروف سے ایک شخص کہنے لگا کہ غیب کی کنجیاں صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں کسی اور کو نہیں دیتا۔ میں نے کہا ہم اس بات کے انکاری نہیں کہ غیب کی کنجیاں اس کے پاس ہیں، سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے "غیب" کو تالا میں بند کر کے رکھنا تھا تو کنجیاں کیوں بنائی تھیں کنجی تالے کو کھولنے کیلئے ہوتی ہے اور جس تالے کو کھولنا نہ ہو اس کی کنجیاں بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

یہ ہمارا عقیدہ بڑا پختہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عالم الغیب ذاتی طور ہے اس نے کسی

سے لیا نہیں اور جو علم غیب انبیاء بالخصوص حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ہے وہ اللہ کی عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو حضور ﷺ کی شان اقدس بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ میرا حبیب تو غیب کی خبریں دینے میں بھی بخل کنجوسی نہیں کرتا یہ تو اس معاملہ میں بھی سخی ہے۔ فرمایا۔
وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔ اور وہ غیب کی خبر بتانے میں بخل نہیں کرتا۔

**وَمَا كَانَ اللهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔**

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ کسی کو غیب پر آشکار کرے لیکن رسولوں میں سے جس کو چن لیتا ہے۔ اسکو غیب عطا فرماتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ علم غیب اس کو ملا جس کے ساتھ راضی ہوا تو اللہ تعالیٰ ناراض کسی نبی کے ساتھ نہ ہوا بلکہ جس رسول و نبی کو چاہا عطا کر دیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب عطا کیا؟۔

ہاں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو علم غیب عطا کیا اگر عطا نہ کیا ہوتا تو ہماری سمجھ میں یہ بات آ جاتی کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ معاذ اللہ ناراض ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنے محبوب کریم ﷺ کی رضا کو دیکھتا ہے اور اس نے آپ کی ذات اقدس کو اپنی صفات جلیلہ و عظیمہ کا مکمل آئینہ دار بنایا۔

اس عقیدہ کے ہم قائل نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا علم مبارک اللہ کے علم کے مقابلے میں مساوی ہے۔ نہیں نہیں حضور ﷺ کا علم مبارک علم الٰہی کے مقابلے میں محدود ہے اور مخلوق کے مقابلے میں حضور اکرم ﷺ کا علم مبارک لامحدود ہے نہ کہ خالق کے مقابلے میں۔

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی نے کیا عجیب نکتہ بیان فرمایا۔ فرماتے ہیں۔

**عِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ اور دوسری آیت مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ**

وَالْاَرْضِ میں ایک نکتہ ہے فرماتے ہیں

ساتوں آسمان ساتوں زمین دنیا ہے ان سے ماوریٰ سدرۃ المنتہیٰ، عرش وکرسی دار آخرت ہے۔ دار دنیا، دار شہادت ہے۔ دار آخرت غیب، غیب کی کنجیوں کو مفاتیح اور شہادت کی کنجیوں کو مقالید کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے اسم مبارک محمد میں مفاتیح کا پہلا حرف م اور آخر حرف ح اور مقالید کا پہلا حرف م اور آخری حرف د ہے۔ ان کو مرکب کرنے سے محمد بنا ہے، اس سے یا تو اس طرف اشارہ ہے کہ غیب وشہادت کی کجیاں سب کی سب حضور اکرم ﷺ کے پاس ہیں کوئی اور شئے ان کے حکم سے باہر نہیں۔

یا اشارہ اس طرف ہے مَفَاتِیْح ومقالید جس سے ان کا قفل کھولا گیا اور میدان ظہور میں لایا گیا، وہ ذات محمد ﷺ ہے اگر حضور ﷺ تشریف نہ لاتے تو سب اسی طرح مقفل حجرہ علام یا خفا میں رہتے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ نہ ہوں تو کچھ بھی نہ ہو

جان ہے وہ جہاں کی، جان ہے تو جہان ہے

(تحفظ عقائد اہل سنت ص ۴۷۶)

اگر یہاں اخبار عن الغیب جن کا تعلق حضور ﷺ کے ساتھ ہے کا ذکر کیا جائے تو کام لمبا ہو جائے گا آیئے ذرا عم رسول حضرت عباس کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں۔

سید المرسلین ﷺ کے چچا عباس جنگ بدر میں کفار مکہ کی طرف سے شریک جنگ تھے اور جنگی قیدیوں کو حضور اکرم ﷺ نے فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فدیہ کیلئے کہا گیا تو کہنے لگے مَاعِنْدِی بِہٖ میرے پاس تو ہے نہیں جسے فدیہ دوں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اَیْنَ الْمَالُ الَّذِیْ دَفَنْتَہٗ اَنْتَ وَاُمُّ الْفَضْلِ. وہ مال کہاں گیا جو تو نے اور

(میری چچی) ام الفضل نے زمین میں دفن کیا تھا۔

اور تم نے ام الفضل کو یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں جنگ میں مارا جاؤں۔ تو یہ مال بیٹوں فضل اور قثم کر دے دینا۔

یہ بات سن کر حضرت عباس کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اُٹھ گئے اور عرض کرنے لگے اب مجھے یقین ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ جو بات میں نے بڑی راز داری سے رات کی تاریکی میں اپنی بیوی سے کہی تھی وہ مدینہ میں بیٹھے آپ نے سن لی اور دیکھا بھی، حضرت عباس نے یہ کہا۔

**واللّٰہ! اِنّی لَا عَلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔ وَاللّٰہِ! اِنَّ ھٰذَا شَیْئٌ مَاعَلِمَهٗ اَحَدٌ غَیْرِیْ وَغَیْرُ اُمِّ فَضْلٍ ۔**

اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ بخدا جس بات کا ذکر آپ نے کیا میرے سوا اور ام فضل کے علاوہ کسی کو خبر نہ تھی (سیرت حلبیہ ج دوم، ضیاء النبی)

محدث ابو نعیم فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کی والدہ بیٹھی تھیں تو پاس سے حضور اکرم ﷺ گزرے آپ نے فرمایا کہ تیرے شکم میں بیٹا ہے یہ دنیا پہ آئے تو اسے میرے پاس لے کر آنا۔ جب میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو میں لے کر حضور اکرم ﷺ کے پاس گئی حضور اکرم ﷺ نے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی اور اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور گھٹی دی۔ اور اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا **اِذْھَبِیْ بِاَبِ الْخُلَفَاءِ** اب خلفا کے باپ کو لے جاؤ۔

آپ کہتی ہیں کہ میں نے یہ بات اپنے شوہر عباس کو بتائی جو حضور نے بیان فرمائی تھی۔ حضرت عباس بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور اس عرض کی کہ مجھے ام الفضل نے یہ بات کہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک تمہارا بیٹا کئی خلیفوں کا باپ ہوگا۔ ان کی نسل میں جو خلفا پیدا ہوئے تھے ان میں سے چند کے نام بھی بتائے سفاح، مہدی وغیرہ۔ (ضیاء النبی ج ۵)

حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا۔

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَ اَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ ۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ)

میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے ۔

یہاں پہ نکتہ قابل غور ہے کہ اَرٰی فعل مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ اور اَسمع بھی فعل مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ فعل مضارع میں حال اور مستقبل دونوں زمانے پائے جاتے ہیں جب اس اصول کو مدنظر رکھتے ہیں تو حدیث کا ترجمہ یوں بنتا ہے اِنّی اَرٰی مَالَاتَرَوْنَ ۔ بے شک جو کچھ میں دیکھتا ہوں اور دیکھتا رہوں گا تم نہ دیکھ سکتے ہو اور نہ دیکھ سکو گے۔ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْن اور جو کچھ میں سنتا ہوں اور سنوں گا تم نہ سنتے ہو نہ سنو گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا ۔ وَاللّٰهِ مَایَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَاخُشُوْعُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِیْ ۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

کیا تم میرا منہ صرف قبلہ کی طرف ہی دیکھتے ہو۔ اللہ کی قسم! مجھ پر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے نہ خشوع۔ اور بے شک (جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں اسی طرح) میں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ حَتّٰی رَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا. (مسلم شریف ص ۳۹۰)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ لیا ہے یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق کو بھی دیکھا اور مغارب کو بھی دیکھا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

وَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْهِ مِنْ مَقَامِیْ هٰذَا ۔

بے شک تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے میں اس کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے تھے تو فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُم حَفِظَ ذٰلِكَ مِن حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔

آپ ﷺ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش کی خبر دی یہاں تک کہ جنتی اپنے مقام پر پہنچ گئے اور جہنمی اپنے مقام پر۔ پس اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔ (بخاری)

## حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غسیل الملائکہ

باپ تو ابو عامر فاسق کے نام سے مشہور ہوا بیٹا شہید ہوا تو ملائکہ نے آسمانوں پر غسل دیا۔ یہ بھی قسمت کی بات ہے اَللّٰهُ يَجْتَبِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے۔ دلوں کو اپنی طرف پھیرنا یہ تو رب العالمین کا کام ہے، حنظلہ کا باپ بھی مشہور فاسق اور سسر مشہور منافق عبداللہ بن ابی تھا۔ اللہ تعالیٰ کا حسن انتخاب دیکھئے کہ عزت کا تاج کس طرح سر پر سجاتا ہے۔

حنظلہ رضی اللہ عنہ کا باپ ابو عامر یہ وہ شخص جس نے میدان اُحد میں جگہ جگہ گڑھے کھدوائے تا کہ مسلمان بے خبری کے عالم میں ان میں گر پڑیں۔ اس کی بدبختیوں کی وجہ سے ایک بار حضرت حنظلہ نے حضور ﷺ سے اجازت مانگی کہ میں اپنے باپ ابو عامر کی گردن اڑا دوں تو حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا۔

دوران جنگ حضرت حنظلہ اپنی تلوار لہراتے ہوئے لشکر قریش کے سردار ابوسفیان کے پاس پہنچ گئے اور ابوسفیان گھوڑے پر تھا۔ حضرت حنظلہ فوراً اس کی طرف جھپٹے تلوار کا وار کیا تو تلوار گھوڑے کو لگی جس کے نتیجے میں گھوڑے نے ابوسفیان کو نیچے گرادیا۔ ابوسفیان نیچے گرتے ہی چلانے لگا۔ ادھر حضرت حنظلہ نے ابوسفیان پر تلوار چلانے کا ارادہ ہی کیا شداد بن اسود کی نظر حنظلہ کے تلوار لہرانے پر پڑی تو اس نے جلدی سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ان کی شہادت کا ذکر رحمۃ للعلمین ﷺ

کی بارگاہ میں ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا

میں فرشتوں کو دیکھ رہا ہوں وہ آسمان اور زمین کے درمیان چاندی کے برتنوں میں صاف وشفاف پانی لیے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔ (سیرت حلبیہ ج دوم)

حضرت ابواسید الساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت حنظلہ کی نعش کے قریب گیا تو دیکھا ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے میں الٹے پاؤں حضور کے پاس گیا یہ ماجرا عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا حنظلہ کی اہلیہ سے پوچھنا چاہیئے کہ بات کیا تھی۔ حضرت ابواسید کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے اور اس شہید اسلام کی عفت شعار بیوہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا جب حنظلہ میدان جہاد کی طرف گئے تو گزشتہ رات کی شب زفاف تھی ان پر غسل واجب تھا مگر اعلان جہاد سنتے ہی لبیک لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوئے تعمیل ارشاد میں اتنی تاخیر بھی گوارا نہ کی کہ غسل جنابت ہی کر سکیں۔ (ضیاء النبی ج سوم)

جس رات حضرت حنظلہ نے اپنی بیوی حضرت جمیلہ سے ہم بستری کی تو انہوں نے دن کے وقت اپنی قوم کی چار عورتوں کو گواہ بنایا کہ حنظلہ میرے ساتھ ہم بستری کر چکے ہیں۔ ایسا ان کو اس لیے کرنا پڑا کہ ان کے حمل میں لوگوں کو شبہات نہ پڑیں۔ حضرت جمیلہ خود کہتی ہیں ایسا اس لیے کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا آسمان میں ایک دروازہ کھلا جس میں وہ داخل ہو گئے ہیں اور دروازہ بند ہو گیا ہے چنانچہ میں سمجھ گئی حنظلہ کا وقت آ چکا ہے اور میں اسی رات حاملہ ہو گئی تھی اسی حمل سے عبداللہ بن حنظلہ پیدا ہوئے تھے یہی وہ عبداللہ بن حنظلہ تھے۔ جن کو مدینہ والوں نے اس وقت اپنا امیر بنایا تھا جب انہوں نے یزید بن معاویہ کو برطرف کر دیا تھا یہ واقعہ جنگ حرہ کا سبب بنا۔ (سیرت حلبیہ ج دوم)

## مجھے ستون سے وہی کھولیں جن کا مجرم ہوں

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا شمار حضور اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کرام میں ہوتا ہے ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے انہیں بنو قریظہ سے معاملات طے کرنے اور ان کے حالات کا جائزہ لینے کیلئے بھیجا۔ بنو قریظہ نے کہا تھا کہ ابولبابہ کا ہر فیصلہ انہیں منظور نہیں ہوگا۔ بنو قریظہ اور ابولبابہ کے دیرینہ مراسم چلے آرہے تھے بنو قریظہ کو معلوم تھا کہ ابولبابہ حضور اکرم ﷺ کے مقربین میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے معاملہ میں حضور اکرم ﷺ سے سفارش کرنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا درخواست تو کردوں گا مگر نتیجہ یہ ہوگا (اپنے حلق کی طرف اشارہ جس کا مطلب قتل تھا) سیدنا ابولبابہ سے یہ غلطی سرزد ہونے کے فوراً بعد ندامت محسوس ہوئی۔ یہ غلطی محض اس لیے سرزد ہوئی کہ بنو قریظہ کے بچے بوڑھے، جوان نہایت عجز وانکساری، آہ وزاری سے درخواست کر رہے تھے۔ یہاں سے ابولبابہ سیدھے چلے گئے آنحضرت ﷺ کے پاس نہ آئے یہ سیدھے مسجد نبوی پہنچے جہاں انہوں نے مسجد میں اپنے آپ کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا، گرمی شدید تھی دس دن تک یا اس سے زیادہ دن تک آپ اس حالت میں رہے گریہ وزاری کی وجہ سے بینائی بھی کمزور پڑ گئی بدن میں کمزوری آ گئی انہوں نے قسم کھائی کہ اللہ کی قسم! جب تک حضور اکرم ﷺ مجھے اپنے ہاتھوں سے نہیں کھولیں گے اس وقت تک نہ اپنے آپ کو کھولوں گا اور نہ کچھ کھاؤں گا یہاں تک کہ

مرجاؤں گا نہ اس شہر کو دیکھوں گا جس میں میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتے تو میں ان کے حق میں استغفار کرتا اب چونکہ انہوں نے خود اپنے آپ کو باندھا لہٰذا اب جب تک حکم خداوندی نازل نہیں ہوتا میں اس وقت تک کھول نہیں سکتا۔

جب حضرت ابولبابہ کی توبہ قبولیت کا وقت آیا تو حضور اکرم ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ پاک میں تھے۔ جب قبولیت توبہ کا حکم نازل ہوا تو لوگ کھولنے کیلئے دوڑے تو آپ نے فرمایا میرے قریب کوئی نہ آئے مجھے وہی کھولیں جن کا میں مجرم ہوں۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے صبح صبح آنحضرت ﷺ کو مسکراتے دیکھا میں نے عرض کی یارسول اللہ! کیوں ہنس رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔

میں نے عرض کی یارسول اللہ! ابولبابہ کو میں خوشخبری سنادوں؟

آپ نے فرمایا اگر چاہو تو سنادو۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا دروازے پر کھڑی ہو گئیں اور کہا اے ابولبابہ! تمہیں خوشخبری ہو تمہاری توبہ قبول ہوگئی۔

یہ سنتے ہی لوگ ان کی زنجیریں کھولنے کو دوڑے مگر انہوں نے کہا مجھے ہرگز کوئی نہ کھولے مجھے رسول اللہ ﷺ خود اپنے دست مبارک سے کھولیں گے۔

اسی موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

**یاایھاالذین امنوا لا تخونوا اللہ والرّسول الخ۔** (سیرت حلبیہ)

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو

ستون کے ساتھ سات، دس یا پندرہ دن باندھے رکھا صرف نمازوں کے اوقات میں انکی بیوی یا بیٹی آتی یا قضائے حاجت کے وقت انہیں کھولتی، بعد میں پھر باندھ دیتی۔

ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے قبولیت توبہ کے بعد سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا آقا! جس علاقے میں یہ گناہ مجھ سے سرزد ہوا میں اس علاقہ کو ہی چھوڑ دوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں سارا گھر بار راہ حق میں صدقہ کرتا ہوں یا مجھے آپ ہمیشہ اپنے قدموں میں رہنے دیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا صرف ایک تہائی مال کا صدقہ کر دو۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد ساری زندگی بڑی احتیاط سے گزاری حتیٰ کہ روایت حدیث میں بھی بہت احتیاط کی مبادا ایسا لفظ یا جملہ منہ سے نہ نکلے جو آپ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمایا۔

ان کی ساری زندگی حضور اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی میں گزری۔ حتیٰ کہ معمولی معمولی بات میں بھی آپ ﷺ کی اتباع کرتے۔

# نبی غیب دان کا ارشاد!

# کہ تم زندہ رہو گے مگر نابینا ہو جاؤ گے

ان کا دل غیرت ایمانی سے مالا مال اور ساری زندگی اسلام کی روحانی تربیت کی مظہر اتم تھی۔ حضور اکرم ﷺ کی محبت وعقیدت دل میں یوں جاگزیں تھی کہ

ایک غزوہ میں جو نہایت تنگی اور عسرت کے دور میں پیش آیا۔ یہ اپنے چچا کے ساتھ اس میں شریک تھے راس المنافقین جس کی خباثتوں کا پردہ وقتاً فوقتاً چاک ہوتا رہتا تھا اپنے ہم پیالہ لوگوں سے کہہ رہا تھا مہاجرین کی امداد بالکل بند کر دو یہ لوگ خود بخود تنگ آ کر مدینہ سے واپس چلے جائیں گے۔ اور میں یہاں سے چل کر ذلیل لوگوں کو شہر بدر کر دوں گا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو یہ جملے ناگوار گزرے حالانکہ عبداللہ بن ابی ان کا ہم قبیلہ تھا مگر انہوں نے اپنے چچا کو یہ بات بتادی بالآخر ان کی غیرت ایمانی نے اس واقعہ کو حضور اکرم ﷺ تک پہنچادیا۔ آپ ﷺ نے حضرت زید کو بلایا اور دریافت فرمایا تو انہوں نے وہی باتیں بتائیں جو اپنے چچا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے کہی تھیں۔ اس نوجوان نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ عبداللہ بن ابی نے یہ باتیں کہیں ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے اس کے بعد عبداللہ بن ابی کو بلایا اور پوچھا تو وہ ایسا بد بخت نکلا کہ صاف مُکر گیا اور قسمیں کھا کر کہنے لگا میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی یہ لڑکا جھوٹ بولتا ہے۔

اس پر تمام انصار زید بن ارقم کو ملامت کرنے لگے تم نے حضور اکرم ﷺ سے جھوٹ بولا ہے ان کے چچا بھی انصار کے ساتھ ہو گئے کہ تم نے خواہ مخواہ حضور اکرم ﷺ کو تکلیف دی ہے۔ یہ نوجوان دل آزردہ، آنکھیں نالیدہ، قدم لرزیدہ اپنے مقام پر چلے گئے بس پریشانی کے عالم میں نیند سی آ گئی ابھی جاگے نہیں تھے کہ غیرت الہیہ نے جوش یارا اور محبوب دوعالم ﷺ پر سورۃ المنافقون کی آیات نازل کیں اور منافقین کی خباثتوں کا پردہ چاک کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس نوجوان کو اسی وقت بلایا اور ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات بینات پڑھیں اور ان کا کان پکڑ کر کہا لڑکے کا کان سچا تھا۔ (خیر البشر کے چالیس جانثار)

حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ علم و فضل میں بھی یہ طولیٰ رکھتے تھے ان کی زندگی کا بیشتر حصہ حضور اکرم ﷺ کے در اقدس کی خوشہ چینی کرتے گزرا، یہی وجہ ہے کہ ان کے علمی کمال کی وجہ سے جلیل القدر صحابہ کرام بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

رحمت عالم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد زندگی علم و فضل کے گہر ہائے نایاب لٹاتے گزری۔

جب حق اور باطل کا معرکہء کربلا برپا ہوا تو حضرت زید بن ارقم کوفہ ہی میں

تھے۔ مگر عمر کا آخری حصہ تھا جب سر حسین رضی اللہ عنہ ابن زیادہ کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس نے اپنی چھڑی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک ہونٹوں پر لگائی تو اتفاقاً وہاں حضرت زید بن ارقم بھی موجود تھے آپ رضی اللہ عنہ ابن زیاد کے اس گستاخانہ رویہ کو دیکھ کر برداشت نہ کر سکے تڑپ اٹھے اور فرمایا

ابن زیاد! اپنی چھڑی کو ان کے لبوں سے پیچھے ہٹا لے اللہ کی قسم! جن لبہائے لعلین کو تو چھڑی لگا تا میں نے رسول کریم ﷺ کو انہیں چومتے دیکھا ہے۔

پھر ان کی آواز بھر آئی زاروزار رونا شروع کیا۔ ابن زیادہ لعین بدبخت جس کا خون سفید ہو چکا ہے تڑپ کر بولا روتے کیوں ہو؟ خدا تمہاری آنکھوں کو رلا رہا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے تمہارے بڑھاپے کا خیال نہ ہوتا تو میں ابھی تمہاری عقل ٹھکانے لگا دیتا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی رگ رگ میں حق گوئی اور حضور اکرم ﷺ کی محبت رچی ہوئی تھی۔

امام بیہقی نے زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے حضور اکرم ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے تا کہ ان کی عیادت کریں اور یہ زندگی کی رمق سے مایوس ہو بیٹھے تھے حضور نبی غیب دان ﷺ نے فرمایا۔

اے ابن ارقم! فکر نہ کرو اس بیماری سے تم روبہ صحت ہو جاؤ گے لیکن یہ تو بتاؤ میرے بعد تم زندہ رہو گے اور تمہاری بینائی جاتی رہے گی اس وقت تمہارا رویہ کیسا ہوگا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی آقا! اس وقت صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھوں گا اور اللہ سے اجر وثواب کا اُمیدوار ہوں گا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا پھر تمہیں بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

حضور ﷺ کے وصال مبارک کے بعد آپ زندہ رہے (جیسا کہ اوپر عرض کیا) بعد میں آپ کی بینائی جاتی رہی اور وفات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بینائی

عطا کی پھر آپ نے اس دنیا سے ابدی حیات کی طرف کا رخت سفر باندھا۔
(سیر الصحابہ۔ضیاء النبی)

## دور نزدیک سے سننے والے وہ کان

ہاں وہ سنتے ہیں اور وہ ضرور سنتے ہیں کیونکہ ہم ان کے گنہگار امتی اور وہ ہمارے آقا ﷺ ہیں۔بات صرف اتنی ہے کہ کوئی سنانے والا ہو۔اگر سنانے والا جامی جیسا سوز رکھنے والا ہوتو انہیں سننے میں کوئی تردد نہیں۔ہم تو خود نہیں نہیں کر کے خود ان کے فیضان سے محروم ہو چکے ہیں۔ان کے سننے پر قرآن گواہ ہے۔ذرا پڑھیئے اور غور سے پڑھیئے،دل کی آنکھ کھول کر پڑھیئے،ذرا محبت کی عینک لگا کر پڑھیئے آنکھوں سے تعصب کی پٹیاں اتار کر پڑھیئے دل کو سرور ملے گا،ایمان کو تازگی ملے گی ہاں ہاں تو قرآن کی آیت مجھے اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقع کی طرف **حَتّیٰ اِذَا اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یا ایھاالنمل ادخلوا مَسَاکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمَانُ وَجُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔**

(ایک بار سلیمان علیہ السلام کے روبرو تمام فوجیں جمع ہوئیں تو انہیں کوچ کا حکم دیا تو وہ روانہ ہو گئیں) یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی ایک بستی پر سے گذرے تو ایک چیونٹی نے کہا۔اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان اور ان کا لشکر تم کو پیس نہ ڈالے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔

ادھر چیونٹی نہ یہ بات کہی تو ادھر سلیمان علیہ السلام نے اس کی بات کو تین

میل کے فاصلے سے سن لیا۔

فَتَبَسَّم ضَاحِکًامِنْ قَوْ لِهَا۔ چنانچہ سلیمان علیہ السلام اس کی اس بات پر ہنس پڑھے۔

اب غور کیجئے حضرت سلیمان علیہ السلام کیوں ہنسے تھے، ویسے ہی ہنس پڑنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ قوت سماعت عطا کی تھی جسکی وجہ سے آپ نے چیونٹی کی آواز کو سن لیا۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹی کی آواز کو سننا محال نہیں تو حضور ﷺ کا اپنے غلاموں کی فریاد کو سننا کیونکر محال ہوسکتا ہے؟۔

اگر حضرت سلیمان کا سننا محال نہیں ہے تو پھر ماننا پڑے گا کملی والے آقا ﷺ اپنے غلاموں کی فریادیں سنتے تھے اب بھی سنتے ہیں اور جب تک نظام کائنات باقی رہے گا سنتے رہیں گے اور اپنے فیضان سے اپنے غلاموں کی جھولیاں بھرتے رہیں گے۔

ہاں ہاں حضرت میمونہ رضی اللہ عنھا کہتی ہیں حضور ﷺ دور نزدیک سے سنتے ہیں۔ عمرو بن سالم الخزاعی رضی اللہ کی آواز کو سنا تھا۔ کوئی وائرلیس سیٹ تھا؟ کوئی ٹیلی فون تھا؟ کیا تھا کون سے ذرائع تھے؟ کچھ نہ تھا پھر کیسے سنا تھا؟۔ پوچھنے پر حضرت میمونہ سے فرماتی ہیں۔

حضور ﷺ نے ایک رات میرے حجرے میں قیام فرمایا صبح طلوع ہوئی حضور ﷺ بیدار ہوئے ابھی رات کا اندھیرا باقی تھا آپ ﷺ وضو کے لئے طہارت خانہ تشریف لے گئے آپ ﷺ نے تین بار لبیک، لبیک، لبیک، پھر تین بار فرمایا نُصِرُتَ، نُصِرُتَ، نُصِرُتَ، حضور ﷺ جب طہارت خانہ سے واپس تشریف لائے میں نے عرض کی یارسول اللہ آپ نے تین بار لبیک، اور تین بار نُصِرُتَ فرمایا یہ الفاظ ارشاد فرمانے میں کیا وجہ تھی۔ طہارت خانے میں سرکار کے ساتھ کوئی اور نہ تھا جس کے ساتھ آپ محو کلام تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بنی کعب کے راجز نے فریاد کی تھی

میں اس فریاد کا جواب دے رہا تھا۔

جب حدیبیہ کی صلح ہوئی تھی تو رحمت عالم ﷺ نے تمام قبائل کو یہ اجازت دی تھی کہ جس فریق کے ساتھ چاہیں اپنی دوستی کا معاہدہ کرلیں چنانچہ بنی بکر نے قریش کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا اور خزاعہ نے حضور ﷺ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا قریش نے بنی بکر کی امداد کی اور بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا جن کا معاہدہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا قریش نے بنی خزاعہ پر حملہ کر کے سراسر اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ گویا کہ انہوں نے عہد شکنی کا ارتکاب کیا ان حالات میں حضور ﷺ پر لازم ہو گیا تھا کہ وہ قریش کے ساتھ جنگ کریں جنہوں نے عہد شکنی کرتے ہوئے خزاعہ پر حملہ کیا تھا۔ اور ان کے بہت سے نوجوان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے تھے۔ اسی حملہ کہ وقت عمرو بن سالم خزاعی نے حضور ﷺ کو مدد کے لئے پکارا تھا۔

جو فریاد عمرو بن سالم نے سینکڑوں میل دور اپنے علاقہ میں دی تھی اس فریاد کو سرکار مدینہ طیبہ میں سنا۔ (ضیاء النبی ۵)

سبحان اللہ! اے گنہگاروں کی فریادرس آقا! آپ کی عزت و ناموس پر ہزار جان قربان۔ آپ کی قوت سماعت کا کیا عالم ہوگا۔ اللہ اللہ! موسیٰ علیہ السلام نے تو صرف تجلی الٰہی کے عکس کا نظارہ کیا تو تیس میل تک ہر چیز رات کے اندھیرے میں بھی رنج میں رہتی مگر رحمت اللعالمین ﷺ نے تو اسرا کی رات ان آنکھوں سے ذات الٰہی کو دیکھا ایک بار نہیں دیکھا بلکہ حسن اور عشق کی آنکھیں ٹکٹکی باندھ کر ایک دوسرے کو تکتی رہیں تو کیا ان نگاہوں سے جہاں عالم کی کوئی چیز پردہ اخفا میں رہ سکتی ہے ہاں ہاں اللہ کی عزت کی قسم! موسیٰ علیہ السلام کا تکنا بھی معجزہ تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹی کی آواز سن کر مسکرانا بھی معجزہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پتھر پر کھڑے ہو کر ملکوت السموٰت والارض کو دیکھنا بھی معجزہ تھا۔ مگر ان اولین آخرین کے معجزات تو میرے آقا کے نعلین پاک کی خیرات تھی۔ وہ تو معجزات لے کر دنیا میں

آئے تھے میرے آقا تو سرتا قدم سراپا اعجاز تھے۔ آپ امت کے عاصیوں گنہگاروں کی فریادرس ہیں یہ قوت بھی انہیں اللہ کی طرف سے عطیہ ہے آپ تو امت کی فریادرسی کر کے اپنے آقا ہونے کا اعلان کرتے۔

ذرا اس بات پر غور کیجئے اور گستاخوں کی خباثتوں کا اندازہ لگایئے وہ کس سائنٹیفک طریقے سے گستاخیاں کرتے ہیں۔ مجھے ایک بد بخت کہنے لگا کہ اگر حضور ﷺ زندہ ہیں حاضر وناظر ہیں تو پھر مصلے امامت پر آپ لوگ کیوں کھڑے ہوتے ہیں انہیں کھڑا کیا کریں۔

اگر حضور ﷺ فریادرس ہیں تو انہیں کہیں کشمیر آزاد کرادیں۔ لاحول ولاقوۃ

مختصراً یہاں اتنی بات یاد رہے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور حاضروناضر کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے روضہ اقدس میں تشریف فرما ہو کر جہان عالم کو اپنے فیضان سے فیضیاب کرتے ہیں اور کائنات عالم کی کوئی شئے آپ کی چشمان مقدس سے پنہاں نہیں۔

کائنات ارض وسما کا سارا انتظام وانصرام آپ ہی کے فیضان کرم سے چل رہا ہے بلکہ یوں کہیے کہ آپ جان جہاں کائنات ہیں۔ کائنات کی ساری رونقیں آپ ہی کے دم قدم سے وابستہ ہیں اگر آپ کی توجہ ایک لمحہ کیلئے بھی ہٹ جائے تو دنیا پر کچھ باقی نہیں رہے۔ باقی یہ ہماری بد نصیبی ہے کہ اُس آفتاب کے انوار کے ہوتے ہوئے اپنے آپ کو اسکی نورانی کرنوں کے انوار سے محروم کر رہے ہیں۔ ہر کوئی جس قدر آپ ﷺ کے قریب ہوگا اتنا ہی قرب مل جائے گا اور جسے قرب مصطفیٰ ﷺ مل جاتا ہے اس کا سینہ انوار الٰہیہ کے انوار سے نور علیٰ نور ہوتا ہے ایسے پاکباز نفوس جہاں جلوہ افروز ہوتے ہیں ان کی مجالس بھی نور علیٰ نور ہوتی ہیں پھر جب دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو ان کی قبروں میں اسی نور پاک کا اجالا ہوتا ہے دنیا اسی سے فیضیاب ہوتی ہے اور ان قبروں کی خاک کو اپنی آنکھوں کیلئے سرمہ طور اور خاک شفا سمجھتے ہیں۔ یہ ان

لوگوں کا مقام جنہوں نے اپنے آپ کو ایک لحہ کیلئے بھی ذات اقدس ﷺ سے اوجھل نہیں سمجھا بلکہ اوجھل ہونے کو بھی گناہ سمجھا۔

رہی بات کشمیر کے آزاد ہونے کی تو اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ جب مسلمان خود انتشار و افتراق کا شکار ہوں ذہنی طور پر جمود اور تعطل کا شکار ہو چکے ہوں اور عملی طور پر صحیح معنوں میں اپنے حالات کا رخ موڑنے کی کوشش نہ کر رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ کس طرح ان کی مدد کرے گا۔ چلو ان کے بقول مان لیا جائے کہ حضور اکرم ﷺ کسی کی مدد نہیں کر سکتے نہ سن سکتے ہیں نہ کسی کو کچھ دے سکتے ہیں (معاذ اللہ) تو اللہ تعالیٰ بھی کی سنتا ہے اسی کے حضور میں دعائیں کریں کہ یا اللہ! کشمیر کو آزاد فرما۔ دعائیں مانگتے بھی ہیں مگر آزاد نہیں ہو رہا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سنتا ہے دیکھتا ہے حی القیوم ہے پھر بھی دعائیں قبول نہیں ہو رہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس تو اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ کی آئینہ دار ذات ہے آپ کی ذات تو مرکز ایمان ہے نہ کہ آپ ﷺ کو اپنے پیٹ کی خاطر متنازع فیہ بنا لیا جائے یہ بات ایمان کی حقیقی روح پانے میں سب سے بڑی رکاوٹ اور آپ کے فضل عمیم سے دوری کا باعث ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سکھلائے

حضور اکرم ﷺ کی بعثت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت عظمیٰ ہے آپ ﷺ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ ماحول محبتوں کا نہیں بلکہ نفرتوں کا دور تھا۔ یہ آپ ﷺ کا ہی حسن اعجاز تھا کہ آپ نے اپنی حیات طیبہ کو اس پراگندہ ماحول میں اس قدر شفاف گزارا کہ وہ جو معمولی معمولی سی بات پر خون کی ندیاں بہا دیتے تھے محبتوں کے امین بن گئے اس ماحول میں آپ ﷺ نے اپنے آپ کو کیسا پیش کیا آیئے ملاحظہ فرمایئے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۔ (آل عمران)

پس اللہ کی رحمت سے آپ ان کیلئے نرم خو ہو گئے اگر آپ ان کیلئے سخت ہوتے تو یہ آپ کے پاس نہ آتے منتشر ہو جاتے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ذات مطہرہ ﷺ پر دن رات رحمت الٰہیہ کی جلوہ نمائی ہوئی اس لیے تو آپ ﷺ رحم و کرم کا پیکر بنے۔

انہیں اعلیٰ خصلتوں نے آپ ﷺ کو خلق عظیم کا پیکر بنا دیا۔ آپ ﷺ کا کردار ساری انسانیت کیلئے ایک جامع مکمل کتاب ہے۔ آج کے دور کے مذہبی و سیاسی لیڈر اپنی سیاسی و مذہبی دوکانداریاں چمکانے کیلئے وقتی طور پر نرمی کا پیکر اور عفوو درگزر کا پیکر بن جاتے ہیں مگر جب ان کے مفادات پر ذرا سی زد پڑے تو بڑے کرخت دل بن جاتے ہیں ذرا سی غلطی پر کشت خون کر دیتے ہیں۔ دیکھئے رحمۃ للعلمین ﷺ کی ذات مبارکہ کس قدر شفاف آئینہ ہے جس میں ذرا سی بھی کوئی گدلا پن نظر نہیں آتا۔

آپ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز اس ماحول میں کیا جہاں کمزور انسان ظلم وجور اور استحصال کا شکار تھے۔

انسان جانوروں کی طرح بکتے اور ان کی بولیاں لگتیں۔

غلاموں اور باندیوں سے ناروا سلوک کیا جاتا تھا۔ انہیں اذیتیں دی جاتیں ان کی تحقیر ہوتی اور کوئی بھی دانشمند ان کے خلاف آواز اٹھانے کی جرات نہ کرتا اس ماحول میں حضور اکرم ﷺ کا اپنے آپ کو ایک نمونہ کے طور پر پیش کرنا ان ظالموں اور جابروں کیلئے بڑا اچنبھا تھا۔ آپ ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات اور طرز عمل نے ان غلاموں اور باندیوں کے سروں پر رحمت کا سایہ کیا۔ یا یوں کہیے ان ظالموں کے ظلم کی چکی پسنے والے سایہ عاطفت میں آ گئے اور سکھ کا سانس لیا۔

آپ ﷺ نے ان غلاموں کے حق میں جو راہنما اصول وضع فرمائے وہ کیسے تھے۔؟

یہ آپ ﷺ کی رحمت کا سایہ تھا کہ زید بن حارثہ نے رحمت مصطفیٰ کے سائے کو ماں باپ کی آغوش پر ترجیح دی۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے غلاموں کے بارے میں لفظ غلام کو بھی ناپسند فرمایا بلکہ میرا بچہ یا میری بچی کے الفاظ کو ترجیح دی۔

آپ نے یہ فرمایا کوئی غلام اپنے مالک کو خداوند نہ کہے بلکہ اللہ تعالیٰ سب کا خدا ہے۔ ایک مرتبہ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ تو انہیں اپنے پیچھے ایک پیاری آواز سنائی دی ابو مسعود! جان لو اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار جتنا تمہیں اس غلام پر ہے۔

ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو عرض کی آقا میں نے اسے اللہ کیلئے آزاد کر دیا۔

آپ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو دوزخ کی آگ تمہیں چھو لیتی۔

(ابوداؤد شریف)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے آپ نے ایک آزاد غلام کو عجمی ماں کا طعنہ دیا تو اس غلام نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اے ابوذر! تم میں اب تک جہالت باقی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ یہ غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر فضیلت دی ہے اگر تمہارے مزاج کے مطابق نہ ہوں تو انہیں فروخت کر دیا کرو اللہ کی مخلوق کو ستایا نہ کرو۔ (ابوداؤد کتاب الادب)

حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ایک اسوہ حسنہ ہے آپ ﷺ نے جہاں غلاموں کے بارے میں کئی مرتبہ تلقین فرمائی وہاں آپ ﷺ نے ان کے سروں پر دست شفقت رکھ کر رحم و کرم کا عملی نمونہ پیش کیا۔

آج کے دور میں ہمارے معاشرے میں اس قدر غلط قسم کا تفاوت پیدا ہو چکا ہے کہ جو بڑے گھرانے کا کوئی فرد ہو اس کے بال بچوں کو بھی لوگ بڑی محبت سے ملتے

ہیں اور جو کوئی نچلے طبقے کا ہوتو اسے دائرہ انسانیت میں ہی شامل کرتے شرماتے ہیں۔

❁❁❁❁❁

## حضرت اسامہ بن زید کے ساتھ سرکار کی محبت

رسول کریم ﷺ نے امیر وغریب کو ایک ہی صف میں لا کر کھڑا کر دیا اور فضیلت کا معیار صرف تقویٰ اور پاکبازی کو رکھا۔ لیکن ہمارے ملک میں بدقسمتی تو بڑے عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ جو انسان، معاشرہ کھاتا پیتا اور اچھی شہرت کا حامل ہے لوگ اس کو بڑی عزت اور بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اعمال حسنہ اور اخلاق عالیہ کی پیاری خوشبوؤں کو اس حسین انداز کے ساتھ بکھیرا کہ قیامت تک آنے والی نسل آدمیت ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر رہے گی۔ حضور اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے اٹھا کر ایک ران پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر دوسری ران پر بٹھالیا پھر دونوں کے ساتھ پیار کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما اور ان دونوں سے محبت فرما کیونکہ میں بھی ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ **(صحیح بخاری)**

حضرت اسامہ کے بارے میں ایک بار فرمایا۔

مجھے اسامہ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ کا وظیفہ اپنے بیٹے سے

زیادہ مقرر کیا آپ کے بیٹے نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت عمر نے فرمایا۔

اس معاملہ کی وجہ یہ ہے کہ اسامہ حضور اکرم ﷺ کو تم سے زیادہ پیارے تھے اوران کے باپ سے بھی تمہارے باپ سے بڑھ کر محبت تھی۔ (طبقات ابن سعد)

ایک مرتبہ حکیم بن حزام (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے ایک قیمتی جبہ خرید کر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں لائے تو آپ نے فرمایا ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے اب تم لائے ہو تو ہم قیمت ادا کریں گے تو آپ نے اس کی قیمت ادا کر کے جمعہ کے روز پہنا اور خطبہ دینے کیلئے ممبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ کے بعد وہ قیمتی جبہ حضرت اسامہ کو پہنا دیا۔) (ایضا)

## حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں حضور اکرم ﷺ کا اختیار

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ حج کو جا رہے تھے جب ہم بطن روحاء میں پہنچے تو حضور اکرم ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا جو آپ کی طرف آ رہی تھی آپ ﷺ نے اپنی سواری کو روک لیا وہ حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ! میرا یہ بچہ ہے جس روز سے پیدا ہوا ہے اس دن سے آج تک اسے ہوش نہیں آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس بچے کو پکڑا اور اس کے منہ میں تھوکا اور فرمایا نکل او خدا کے دشمن میں اللہ کا رسول ہوں، پھر اس لڑکے کو اس عورت کے حوالے کر کے فرمایا اب اس پر کوئی اثر نہیں ہے۔ حضرت اسامہ کہتے ہیں جب حضور اکرم ﷺ صبح سے فارغ ہو کر اسی مقام پر پہنچے تو وہی عورت ایک بھنی ہوئی بکری آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس کا دست مجھے دو میں نے دیا۔ پھر فرمایا اس کا دست مجھے دو۔ میں نے دیا پھر فرمایا اس کا دست مجھے دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دست تو دو ہی ہوتے ہیں میں آپ کو دے چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم چپ رہتے تو جب تک میں مانگتا جاتا تم دیتے رہتے۔

(ذکر جمیل بحوالہ ابویعلیٰ، بیہقی، خصائص الکبریٰ)

## انس بن مالک رضی اللہ عنہ غلامی رسول میں

یہ تو اللہ تعالیٰ کا حسن انتخاب اور حضور اکرم ﷺ کی کرم نوازی ہے جسے اپنی غلامی میں فرمالیں۔ وہ مائیں بھی خوش نصیب تھیں جن کے لخت جگر رحمت عالم ﷺ کی بارگاہ سے فیض یاب ہوئے اور ابدی سعادتیں حاصل کر گئے۔ یوں تو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا سارا گھرانہ ہی نور ایمان سے منور اور حضور ﷺ کا شیدائی تھا لیکن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جو خدمت نبوی کا موقع ملا اور زندگی کے لمحات کو پُرنور صحبت بابرکت سے سعادت افروز کیا وہ انہیں کا حصہ تھا۔

تو وہ وقت کیسا ہوگا جب یہ ۹ سالہ بچہ جو محبت رسول ﷺ سے یثرب میں آمد مصطفیٰ ﷺ کے وقت اس کے گلی کوچوں میں اعلان کر رہا ہوگا کہ لوگو! جاء رسول اللہ حضور آ گئے حضور آ گئے کے نغمات سے پُرنور کر رہا ہوگا۔ یقناً شہر بطحا کی فضائیں ہوائیں خوشی سے وجدانی کیفیت میں آ گئیں ہوں گی۔ دور سے قافلہ کی دھول اٹھتی نظر آ رہی ہے اچانک کانوں میں جاء محمد کی آواز گونجی کہ اچانک سب سے پہلے سالار قافلہ رسول اللہ ﷺ کے پُرنور چہرہ اقدس پر نظر پڑی تو اس عاشق صادق کا دل تو پہلے ہی اقرار لسانی اور تصدیق قلبی کی منزلیں طے کر چکا تھا اب شرف صحابیت نے اور ممتاز کر دیا۔ (سیر الصحابہ)

حضور اکرم ﷺ کا اس شہر میں تشریف لانا کیا تھا؟ یہ تو کوئی شہر مدینہ کی ہواؤں اور فضاؤں سے پوچھیئے انس بن مالک کے نزدیک تو یہ دن مبارک اور یوم سعید تھا کہ آپ کی تشریف آوری سے آپ کے طلعت زیبا نے اس شہر کو مبارک کر دیا۔

حضور اکرم ﷺ اس شہر مقدس میں اقامت پذیر ہو جاتے ہیں ابوطلحہ (والد حضرت انس) جن کا دل حضور اکرم ﷺ کی محبت سے جگمگا اٹھا تھا اپنے دس سالہ لخت جگر کو لے کر آقا ﷺ کی بارگاہ اقدس میں لے کر حاضر ہوئے عرض کی آقا! میں اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں لایا ہوں یہ آپ کی خدمت بھی کیا کرے گا اور آپ کی صحبت کے فیضان سے بھی بہرہ یاب ہوگا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا نصیب اتنا اونچا کہ محبت رسول ﷺ سے چمکنے والا دل اب خدمت نبوی میں رہ کر ایسا فیضیاب ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی رحمت کا سحاب ابر باراں بن کے برسا اور خوب برسا، ہر وقت کی صحبت مصطفوی ﷺ نے اور حضور اکرم ﷺ کے خصوصی فیضان نے اللہ کا رنگ ان کے ظاہر و باطن پر چڑھا دیا حتی کہ دن کا طویل حصہ سرکار کی خدمت کرتے گزرا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو بہت قریب سے دیکھا اور آپ کی قربت کے فیضان نے بھی انہیں خوب فیضیاب کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنی زندگی کے دس سال حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں گزارے اس عرصہ میں آپ ﷺ ایک دن بھی مجھ سے ناراض نہ ہوئے نہ کبھی ڈانٹ پلائی کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا ہے اور کیوں نہیں کیا فرماتے ہین کہ کبھی میرے ہاتھ سے کوئی نقصان ہو بھی جاتا تو آپ نے کبھی ملامت نہ فرمائی۔

آپ رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں۔

ایک دن حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ فلاں کام کر کے آؤ۔ چنانچہ میں گھر سے نکلا اور باہر بازار میں لڑکوں کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا جو کھیل رہے تھے۔ اتنے میں حضور اکرم ﷺ ادھر تشریف لائے جہاں لڑکے تھے (ایک روایت میں یہ بھی

ہے کہ جب کافی دیر ہوگئی تو حضور ﷺ تشریف لائے) آپ ﷺ نے میری گدی سے پکڑ لیا۔ میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو حضور ﷺ ہنس رہے تھے۔ پھر پیار بھرے انداز میں فرمایا اے انس! کیا تم اس کام کیلئے گئے ہو جہاں میں نے تم کو بھیجا تھا۔ میں نے عرض کی حضور! ابھی جاتا ہوں۔ پھر فرماتے ہیں اللہ کی قسم! میں نو سال تک سرکار کی غلامی میں رہا ہوں مگر اس طویل دورانیے میں مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کبھی مجھے جھڑکا ہو یا کسی کام کی وجہ سے ٹوکا ہو۔ (مسلم شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے وصال مبارک تک اپنے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ کم وبیش دس سال کی مدت تک آپ ﷺ کی خدمت کرتے رہے اور ہمیشہ انس رضی اللہ عنہ کو اس خادمیت پر فخر رہا۔ معمول یہ تھا کہ فجر کی نماز سے پہلے آپ کی بارگاہ اقدس میں چلے جاتے اور دوپہر کو گھر واپس آتے پھر حاضر ہوتے اور عصر تک حاضر رہتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے سفر وحضر، خلوت وجلوت کی ان کیلئے کوئی تخصیص نہ تھی اور نزول حجاب سے پہلے سرکار کے گھر آزادی سے آتے جاتے۔ (سیر الصحابہ)

بوقت وصال ان کی عمر تقریباً ۱۰۳ سال تھی آخری وقت آیا تو ثابت بنانی سے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا موئے مبارک میری زبان کے نیچے رکھ دو۔ چنانچہ تعمیل کی گئی اسی حالت میں داعی اجل کے حضور حاضر ہو گئے۔

❁❁❁❁

## دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

قائد کو ہمہ جہت ہونا چاہیئے اس میں ہر قسم کی اچھائیاں اور خوبیاں ہونی چاہئیں کیونکہ قائد جس قدر خوبیوں اور اچھائیوں کا مرقع ہوگا اسی قدر اپنے چاہنے والوں کے دلوں میں گھر کر جائے گا۔

حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہر اعتبار سے اعلیٰ وارفع تھی۔ آپ ﷺ

صاحب جمال تھے صاحب جلال بھی صورت بھی اعلیٰ تھی سیرت بھی بڑی پاکیزہ تھی۔ اسی لیے تو آپ ﷺ کے چاہنے والے آپ کی محبت کے گیت گاتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ اس چیز کا پیکر تھے کہ

ذکر و فکرو علم و عرفانم توئی
کشتی و دریاء و طوفانم توئی

یہ سچ کہا ہے کہ جس کو کسی سے جتنا پیار اور محبت ہوگی وہ اسی قدر اپنے محبوب کا تذکرہ کرے گا حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس گوان عاشقوں کے دلوں کا قبلہ تھی وہ تو ایک لمحے بھی آپ ﷺ کی صحبت بابرکت جدائی برداشت کرنے والے نہ تھے۔ پھر یہ کہ ان کے دلوں میں حضور اکرم ﷺ کی محبت کسی دنیاوی حرص ولالچ کی خاطر نہ تھی بلکہ محض اللہ کی رضاء کیلئے تھی تو دیکھئے رسول عربی ﷺ کا سچا عاشق جس کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت اور عقیدت کے سوا کچھ نہ تھا اس عاشق صادق نے حضور ﷺ کی محبت کا درس کس طرح دیا اور اپنے عقیدے سے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ کی محبت دل میں کس طرح کی ہونی چاہیئے۔

ایک غلام جس کا نام ثوبان رضی اللہ عنہ تھا حضور اکرم ﷺ کے ساتھ محبت بڑی رکھتے تھے۔ اگر ان کی محبت رسول اللہ ﷺ ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائے تو بعد میں آنے والوں کی محبت دوسرے پلڑے میں رکھی جائے تو دوسرے لوگوں کی محبت رسول ان کے مقابلے میں عشر عشیر بھی نہ ہوگی۔ ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک لمحہ بھی حضور اکرم ﷺ کو نہ دیکھتے تو بے چین ہو جاتے دل تڑپ اٹھتا۔ روح مضطرب ہو جاتی، نگاہیں ترس جاتی۔ ایک دن خیال آیا کہ آج تو دیدار مصطفیٰ میں جب روح تڑپتی ہے تو دیدار مصطفیٰ سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھالیتا ہوں کل جب آقا ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما جائیں گے تو میرا کیا بنے گا؟ بس یہ سوچا ہی تھا کہ چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ خوف سے بدن پر سکتہ طاری ہو گیا آخر ہمت کی سرکار کی بارگاہ میں دوڑے

دوڑے آئے۔ آقا ﷺ نے اپنے غلام کے چہرے سے اضطرابی حالت کو پڑھ لیا پوچھا اے ثوبان! کیا فکر ہے کیوں پریشان ہو؟

عرض کی آقا! مجھے آپ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں بڑے پیارے ہیں۔ جب میں گھر جاتا ہوں آپ کی یاد ستاتی ہے دل اداس ہو جاتا ہے تو آپ کے دیدار فرحت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون بخش لیتا ہوں اور اس وقت تک مضطرب رہتا ہے جب تک آپ کا دیدار نہ کرلوں۔ آقا! میرے دل میں خیال آیا کہ دنیا سے جانے کے بعد تو پتا نہیں ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، جنت کے کس حصے اور کونے میں ہوں گا۔ اور آپ کے درجات تو اعلیٰ ہوں گے ہماری غریبوں کی رسائی آپ تک کیسے ممکن ہوگی۔ اگر وہاں آپ کا دیدار نہ کر سکا تو میری جنت کی ساری لذتیں ضائع جائیں گی۔

سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ ﷺ نے اپنے وفادار غلام اور عاشق کے دل کی عشقی وجبی کیفیات کو دیکھا تو کچھ دیر کیلئے خاموش ہو گئے۔ ادھر اللہ رب العزت کو اپنے محبوب کریم ﷺ کے غلاموں کے جذبات کی بڑی قدر تھی تو ان جذبات کو حریم قدس میں عزت کی نگاہ سے دیکھا تو فوراً جبریل امین کو بھیجا کہ جبریل! جاؤ میرے حبیب کے غلاموں کو یہ مژدہ جانفزا سناؤ۔

مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء)

اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا انبیاء، صدیقن، شھداء اور صالحین ہیں۔ اور وہ کتنے اچھے رفیق ہیں۔ (ضیاء القرآن ج اوّل)

یعنی اسی وقت جذبات محبت رسول کی بارگاہ رب العزت میں یوں عزت افزائی ہوئی کہ اے ثوبان! تو گھبراتا کیوں ہے آج دنیا میں تیری پہچان عشق ومحبت رسول ہے اور

ہر وقت اسی محبوب کے نغمے گاتا ہے توکل کو کس طرح محروم رہ سکتا ہے اگر تو یہاں بھی سحاب رحمت مصطفیٰ کے نیچے ہے توکل بھی اسی محمد مصطفیٰ کے پرچم تلے ہوگا۔

## عاشق رسول ﷺ کے عشق کا عجیب امتحان

جس نے بھی محبت الٰہی اور محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کیا اسے عجیب وغریب آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن محبت و عشق کی وادیوں میں کامیابی سے گزر جانا یہ اہل حق کا ہی شیوا ہے۔ ورنہ کئی ایسے مراحل بھی آتے ہیں جب محبت کا دعویٰ کرنے والوں پر ذرا سی آزمائش آتی ہے تو آزمائش پر پورے نہیں اترتے بلکہ محبت میں ادھورے ہی واپس چل پڑتے ہیں۔

حق کی راہ کے مسافروں کے حالات جب پڑھتے ہیں تو ایسے دلدوز واقعات سامنے آتے ہیں کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بدن کا انگ انگ ان کی عظمت کو کئی بار سلام کرتا ہے۔

مسیلمہ کذّاب نبوت کا دعویٰ کرنے والا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اپنے انجام کو پہنچا۔ اسود عنسی یمن کے مشہور صنعاء میں ظاہر ہوا اور اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا۔

اسود عنسی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے ایک صحابی (بعض جگہوں پر انہیں تابعین میں شمار کیا ہے (واللہ ورسولہ اعلم)) ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا اے ابو مسلم! کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

ابو مسلم رضی اللہ عنہ نے بات ٹالتے ہوئے کہا میں کچھ نہیں جانتا۔

اسود عنسی نے کہا! کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

ابو مسلم رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا ہاں میں گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اسود عنسی نے یکے بعد دیگرے تین مرتبہ یہی سوال دہرائے آپ نے ہر بار اسکو یہی جواب دیا۔

اسود عنسی مردِ حق کے بے باک اعلان کو دیکھ کر بوکھلا اٹھا اور کہا ایندھن جمع کرو۔ لوگوں نے لکڑیاں جمع کیں اس میں آگ لگا دی جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے انگارے خوب دہکنے لگے تو اس نے حکم دیا کہ ابو مسلم خولانی کو رسیوں سے باندھ کر اس دھکتی ہوئی آگ میں پھینک دو۔

اللہ اللہ ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے سامنے آتش نمرود کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں مگر اس پیکر عشق مصطفیٰ ﷺ کا چہرہ مرجھایا نہیں بلکہ آگ کے شعلوں کے سامنے مطمئن کھڑا۔ اس وقت قدسیان فلک بھی اس نظارے کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہو نگے۔ سرکار کا دیوانہ اس آگ کو بھی مسکرا کر قبول کر رہا ہے۔

ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کو رسیوں میں باندھ کر آگ میں ڈالا گیا مگر آگ نے دیکھا پروانہ شمع رسالت کا دل حضور اکرم ﷺ کی محبت سے بیدار ہے تو اس کو جلانا بھی گناہ ہے چنانچہ آگ نے اتنا حیا کیا کہ ابو مسلم رضی اللہ عنہ کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ بلکہ لباس جو زیب تن تھا وہ بھی جوں کا توں تھا۔

یہ حضور اکرم ﷺ کے عشق کا اعجاز تھا کہ عشق رسول ﷺ اسود عنسی کی جلائی ہوئی آگ اور ابو مسلم کے درمیان حجاب بن گیا۔ چنانچہ اسود کے مشیروں نے دیکھا تو اسے کہا اللہ کا واسطہ اس ابو مسلم خولانی کو اس شہر سے نکال دیا جائے کہیں ایسا نہ ہو اس کرامت کو دیکھ کر دوسرے لوگ مسلمان نہ ہو جائیں۔ چنانچہ آپ کو وہاں سے نکال دیا گیا۔ یہ واقعہ اس دَور کا ہے جب حضور اکرم ﷺ اس دنیا سے بظاہر پردہ فرما چکے تھے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔

ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ نے وہاں سے سیدھا مدینہ طیبہ کا رخ کیا اور مسجد نبوی میں پہنچے اور نماز کی نیت باندھ لی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا جب سلام پھیرا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کون ہیں؟

انہوں نے کہا میں ملک یمن سے آیا ہوں۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا ہمارے اس بھائی کا کیا حال ہے جسے جھوٹے نبی نے آگ میں ڈالا تھا۔

انہوں۔ نے عرض کی میں ہی ہوں وہ بندہ۔

حضرت عمر نے کہا واقعی تم وہی ہو؟

انہوں نے بخدا میں ہی وہ شخص ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو انہیں اپنے سینے سے لگایا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر اپنے ہمراہ لے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس۔ لے گئے انہوں نے اپنے پاس بٹھایا اور کہا اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے مرنے سے پہلے مجھے ایسے بندے کی زیارت کا شرف بخشا جس نے ابراہیم علیہ السلام کی یاد کو تازہ کیا آگ میں ڈالا مگر آگ نے بال بھی بیکا نہ کیا۔ (ضیاء النبی)

مذکورہ واقعہ تو ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کا ہے جس کیلئے آتش نمرود بھی گلزار بن گئی حقیقت تو یہ ہے کہ آج بھی ایسے لوگ ہیں جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی محبت کو ایمان کی روح اور دین کی جان تصور کیا ہوتا ہے اور وہ ایمان اور یقین کی منزلوں کو پا چکے ہوتے ہیں۔ اسی لیے علامہ محمد اقبال نے فرمایا۔

آج بھی جو ہو ابراہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا

تو ملاحظہ فرمایئے 14- فروری 1998ء ٦/ شوال کو روزنامہ نوائے وقت پر شائع ہونے والا واقعہ جس نے ہزاروں عقل کے پوچاریوں کے منہ دوسری طرف لگا دیے اور درود وسلام کے نغمے پڑھنے والا عاشق رسول دھکتی ہوئی آگ میں بھی درود وسلام پڑھتا رہا اور آگ نے بال بھی بیکا نہ کیا۔

یہ واقعہ روزنامہ نومائے راولپنڈی، روزنامہ جرأت کراچی ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ میں شائع ہوا ملاحظہ فرمائیں۔

''نوائے وقت'' راولپنڈی:

''لاڑکانہ موضع وارہ میں ۱۱۔ فروری ۱۹۹۸ء بدھ کے روز دو افراد میں اس بات پر مناظرہ ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ حاضر و ناظر اور نبی مختار ہیں جس پر ایک شخص نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا دونوں دیہاتیوں میں یہ شرط لگ گئی کہ آگ میں کود جاتے ہیں جو سچا ہوگا وہ آگ سے محفوظ رہے گا چنانچہ محمد پناہ نامی شخص حضور علیہ السلام پر درود و سلام پڑھتا ہوا دوسرے شخص کے ساتھ آگ میں کود پڑا تاہم خدا کی قدرت اور درود پاک کی برکت سے محمد پناہ صحیح سلامت رہا جبکہ نبی پاک ﷺ کو حاضر و ناظر نہ ماننے والا دیہاتی ہارون بُری طرح جھلس گیا جسے ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا ہے۔ سینکڑوں افراد نے یہ منظر دیکھا اور ان پر رقت طاری ہو گئی''۔

(روزنامہ نوائے وقت ۱۴۔ فروری ۱۹۹۸)

''جرأت'' کراچی: نے لکھا کہ

لاڑکانہ موضع وارہ میں بُدھ کے روز دو افراد اس بات پر مُناظرہ ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ حاضر و ناظر اور نبی مختار ہیں جس پر ایک شخص نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا دونوں میں شرط پڑی کہ آگ لگا کر اس میں کود جاتے ہیں جو سچا ہوگا وہ آگ سے محفوظ رہے گا چنانچہ محمد پناہ نامی شخص حضور علیہ السلام پر درود و سلام پڑھتا ہوا اور دوسرے شخص کے ساتھ آگ میں کود پڑا تاہم خدا کی قدرت اور درود پاک کی برکت سے محمد پناہ صحیح سلامت رہا جبکہ نبی پاک ﷺ کو حاضر و ناظر نہ ماننے والا دیہاتی ہارون بُری طرح جھلس گیا جسے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا سینکڑوں افراد نے اس منظر کو دیکھا اور ان پر رقت طاری ہو گئی''

(روزنامہ جرأت کراچی ۱۳۔ فروری ۱۹۹۸ء)

نمائندہ خصوصی ''رضائے مصطفیٰ'' لاڑکانہ

بخدمت جناب مدیر رضائے مصطفیٰ! السلام علیکم۔ احوال یہ ہے کہ بتاریخ

۱۱۔ فروری ہمارے علاقہ وارہ (لاڑکانہ) میں ایک دیوبندی نے ایک عاشق رسول (سنی بریلوی) سے بحث کی کہ حضور اکرم ﷺ مختار و حاضر و ناضر نہیں جبکہ سنی بریلوی نے کہا کہ ہمارے آقا ﷺ حاضر و ناضر و مختار ہیں آخر یہ طے ہوا کہ آگ میں کودتے ہیں جو سچا ہوگا آگ سے بچ نکلے گا اور جھوٹا ہوگا جل جائے گا۔ کافی لوگ کھڑے تھے دیوبندی نے وضو کر کے دو نفل پڑھے اور قرآن کریم کی سورتیں پڑھ کر اپنے جسم پر دم کرتا رہا۔ ہمارے ساتھی عاشق رسول محمد پناہ نے بھی نفل پڑھے اور صلوٰۃ والسلام پڑھتا ہوا آگ کی طرف بڑھا۔ آگ کے شعلے بہت تیزی سے آسمان کی طرف اٹھ رہے تھے اور محمد پناہ آگ کے بیچ میں صحیح سلامت الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتے ہوئے کھڑے تھے۔ جبکہ خدا کی قسم وہابی دیوبندی آگ میں داخل ہوا تو اس کی ٹانگیں، پاؤں اور داڑھی کے بال وغیرہ جل گئے اور اس کی صورت خوفناک ہوگئی جیسے کوئی خطرناک جانور ہوتا ہے بالآخر اس۔کے ساتھ اسے ہسپتال لے گئے اور وہ زیر علاج ہو گیا مگر عاشق رسول محمد پناہ کافی وقت آگ میں رہ کر نعرے لگاتا رہا اور صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہوا بخیریت آگ سے نکل آیا اور اس نے کہا کہ خدا کی قسم آگ مجھے بہت ٹھنڈی لگ رہی تھی۔ یہ منظر دیکھنے کے قابل تھا۔

آج بھی جو ہو ''ابراہیم'' کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

۞۞۞

## وہ آزمائش کی بھٹی میں ڈالے گئے مگر۔۔۔۔

جن لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کے سحاب رحمت کا سایہ حاصل کر لیا ان کے سامنے موت بھی اپنی بھیانک شکل میں سامنے آئی لیکن اہل دل تھے اس کی موت کو دیکھ کر گھبرائے نہیں بلکہ مسکرا کر قبول کیا۔ یہ سب کچھ کیوں تھا؟ اس کا جواب کسی عقل والے سے نہیں بلکہ عشق والے سے پوچھیئے تو جواب ملتا ہے کہ محبوب کی خاطر محبؔ کو

جس بھی بٹھی میں ڈالا جائے اس کا دھیان دہکتے ہوئے انگاروں، کھولتے ہوئے تیل کی طرف یا آتش نمرود کی طرف نہیں ہوتا بلکہ اس کی آنکھیں اپنے سامنے محبوب دلربا کی حسین صورت کو دیکھ کر موت کو بھی تحفہ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ ان وفا کشوں میں کس کس کا ذکر کیا جائے کس کا نہ کیا جائے یہ قصہ طوالت چاہتا ہے۔ لیکن جو حال خباب رضی اللہ عنہ کا آنکھوں کے سامنے آتا ہے انسانی بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے کہ وہ خباب رضی اللہ عنہ جو مشرف با اسلام ہو تو گئے مگر ان کے سامنے آزمائش پہاڑوں کی صورت میں آئیں مگر ان کے استقلال ذرا بھی لغزش نہ آئی۔

حضرت علامہ علی ابن برہان الدین حلبی فرماتے ہیں۔

کہ راہ حق کے اس مسافر نے اسلام قبول کر لیا تو کافروں نے انہیں اسلام سے برگشتہ کرنے کیلئے ہزار جتن کیے مگر یہ ثابت قدمی کے جو ہر دکھاتے رہے انہیں جاہلیت کے دور میں گرفتار کر لیا گیا پھر انہیں عورت انمار نے خرید لیا یہ ایک لوہار تھے جب ان کی مالکہ ام انمار کو ان کے ایمان لانے کی خبر پہنچی تو اس نے طرح طرح کے عذاب دینے شروع کر دیے۔ وہ اس قدر پتھر دل خاتون تھی کہ لوہے کا ایک ٹکڑا آگ کی بٹھی میں گرم کرتی جب خوب گرم ہو جاتا تو چمٹے سے گرم لوہا اٹھا کر حضرت خباب کے سر پر رکھتی اس سے اذیت کیا پہنچتی اللہ! یہ تو حضرت خباب ہی جانتے تھے آپ فرماتے ہیں ایک روز میرے لیے آگ دھکائی گئی اور پھر وہ آگ میری کمر پر رکھ دی گئی پھر اس وقت تک پیچھے نہ ہٹا گیا جب تک میرے بدن سے نکلنے والی چربی نے آگ نہ بجھا دی۔

ایک دن حضرت خباب نے آنحضرت ﷺ کے حضور حاضر ہو کر عرض کی آقا! میں کب تلک ظلم وستم کی آگ میں دہکایا جاتا رہوں گا۔ آپ میرے لیے دعا فرمائیں۔

اس غمگسار آقا ﷺ نے اپنے وفادار کی داستان الم سنی تو دعا فرمائی

اے اللہ! خباب کی مدد فرما۔

وہ رب العالمین جس نے بزم کائنات کو سجایا اور سنوارا ہی اپنے محبوب کریم ﷺ کی خاطر تھا بلا وہ اپنے محبوب کی دعا کو رد فرما سکتا تھا بس حضور اکرم ﷺ کے لب مبارک حرکت میں آنے کی دیر تھی کہ اس عورت کے سر میں شدید درد شروع ہوا جس سے وہ کتوں کی طرح بھونکتی تھی۔ آخر اسے اس کا علاج یہ بتایا گیا کہ وہ اپنا سر گرم لوہے سے دغوائے۔ چناچہ حضرت خباب لوہے کا ٹکڑا لیتے اور خوب گرم کرتے پھر اس کے سر کو اس سے داغتے۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ جب مسلسل مصائب و آلام کا شکار رہے تو پیمانہ صبر لبریز ہو گیا بالآخر اپنے ان مصائب کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں کیا۔ اس وقت رحمۃ للعلمین ﷺ کعبہ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے میں نے عرض کی آقا! آپ دعا نہیں فرماتے اللہ تعالیٰ ہمیں مصائب سے نجات دے۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ کے چہرہ اقدس پر خفگی کے آثار ظاہر ہوئے چہرہ اقدس سرخ ہو گیا۔ یہ سنتے ہی آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اے خباب سنو! تم سے جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں کفار لوہے کی کنگھیوں سے ان کی ہڈیوں سے بدن کا گوشت ادھیڑ لیا کرتے تھے یہ تکلیفیں انہیں دین اسلام سے دور نہ کر سکیں۔ ان کے سروں پر آرے چلائے گئے۔ ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیے گئے مگر وہ لوگ دین سے نہ پھرے۔ اس دین کو اللہ تعالیٰ بہت جلد اس طرح پھیلا دے گا کہ صنعا (یمن) کے مقام سے حضر موت تک اکیلے سفر کرنے والے انسان کو سوائے اللہ کے کسی کا کوئی خوف نہ ہو گا۔

کسی کو یہ خطرہ بھی نہ ہو گا کہ کوئی بھیڑیا اس کی بھیڑوں کو پھاڑ ڈالے گا۔

(سیرت حلبیہ ج اوّل)

حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے انہیں اپنے کندھے کے ساتھ بٹھایا اور فرمایا تجھ سے زیادہ صرف ایک

اور شخص کو جو اس جگہ بیٹھنے کا حقدار ہے میں نے پوچھا اے امیر المؤمنین! وہ کون ہے آپ نے فرمایا وہ بلال رضی اللہ عنہ خباب رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضرت! وہ مجھے سے زیادہ حقدار نہیں اس لیے کہ ان کے تو معاون مددگار بھی تھے جب کافر انہیں عذاب دیتے تھے تو وہ روکتے تھے۔ لیکن مجھے تو کوئی ان کے ظلم وستم سے چھڑانے والا بھی نہ تھا۔ مجھے یاد ہے ایک دن انہوں نے میرے لیے آگ جلائی۔ پھر انہوں نے مجھے اس پر گھسیٹا اور لٹا دیا پھر ایک کافر نے میرے سینہ پر پاؤں رکھا پھر حضرت خباب نے اپنی قمیص اٹھائی تو آپ کی پشت پر برص کی طرح داغ تھے۔

صحیح مسلم میں ہے حضرت خباب کہتے ہیں کہ میں لوہاروں کا کام کرتا تھا اور تلواریں بنایا کرتا تھا عاص بن وائل نے مجھ سے تلواریں خریدیں اسکی قیمت اس کے ذمہ قرض تھا میں اس سے قرض مانگنے آیا تو اس گستاخ نے کہا بخدا! میں تمہیں اس وقت تک قرض ادا نہ کروں گا جب تک تم محمد کا انکار نہ کرو آپ نے بڑی جرأت سے جواب دیا۔

وَاللّٰهِ ! لَااَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ حَتّٰى تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثُ

اللہ کی قسم میں اپنے محبوب کا انکار ہرگز نہیں کروں گا یہاں تک کہ تو مرجائے اور پھر روز محشر تجھے قبر سے اٹھایا جائے۔ (ضیاء النبی)

❁❁❁❁❁

## سید الکونین ﷺ اور عبد اللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ

کتنا خوش نصیب تھا مزینہ قبیلہ کا عبد اللہ ذوالبجادین جسے لحد مین اتارتے وقت حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے اللہ! میں اس سے راضی رہا اب تو بھی اس سے راضی رہ۔

زبان نبوی ﷺ سے نکلنے والے پاکیزہ الفاظ سن کر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے دل میں رشک پیدا ہوا سوچا کہ کاش میں قبر میں اتارا جاتا۔

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لفظ بجاد موٹے دھاری دار کمبل کو کہتے ہیں۔ عبداللہ کو ذوالبجادین اس لیے کہا گیا ان کے پاس سوائے کمبل کے اور کوئی کپڑا نہ تھا لہٰذا ان کے انتقال پر اس کمبل کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ان کی میت کیلئے ازار بنایا گیا اور دوسرا ان نے کے بدن پر لپیٹا اس لیے ان کو ذوالبجادین کہا گیا۔

عبداللہ ذوالبجادین کا والد بچپن میں فوت ہو گیا اور اس نے کوئی ترکہ نہ چھوڑا تو ان کے چچا نے اپنی کفالت میں لے لیا۔ یہاں تک کہ وہ خوشحال ہو گیا وہ اونٹوں بکریوں کا مالک بن گیا۔ رحمت عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس کے دل میں اسلام قبول کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ لیکن اپنے چچا کی وجہ سے وہ اپنے شوق کی تکمیل نہ کر سکا۔ اسی کشمکش میں کئی سال گزر گئے بڑی بڑی جنگیں اپنے انجام کو پہنچیں۔ نبی کریم ﷺ جب فتح مکہ کے بعد واپس تشریف لائے تو یہ عبداللہ اپنے چچا کے پاس پہنچے اور کہا چچا جان! میں نے آپ کا بہت انتظار کیا کہ کب آپ اسلام قبول کرتے ہیں اور میں آپ کے ساتھ اسلام قبول کروں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا کوئی ارادہ نہیں۔ آپ مجھے اسلام قبول کرنے کی اجازت دیں۔ چچا یہ سن کر غصہ سے بے قابو ہو گیا اس نے کہا کہ اگر تم نے یہ جراءت کی تو جتنی چیزیں میں نے آج تک دی ہیں وہ سب چھین لوں گا۔ حتی کہ وہ کپڑے جو تو نے پہنے ہوئے ہیں وہ بھی اتار لوں گا۔ یہ دھمکی سننے کے بعد عبداللہ نے کہا میں ضرور محمد عربی فداہ ابی وامی کی اتباع کروں گا اور اسلام لے آؤں گا زیادہ دیر تک میں لکڑی اور پتھر کے بتوں کی پوجا نہیں کر سکتا۔ آپ کی جو چیزیں میرے پاس ہیں وہ واپس کرتا ہوں آپ انہیں سنبھالیں۔ اس نے ساری چیزیں واپس لے لیں یہاں تک کہ اس کا تہبند بھی اتروالیا۔ پھر وہ اپنی ماں کے پاس آیا۔ ماں نے ایک لکیر دار چادر کو پھاڑ کر دو چادریں بنا دیں ایک کی تہبند اور دوسری اس نے اوپر اوڑھ لی۔ پھر وہاں سے مدینہ طیبہ آیا اور مسجد میں جا کر

لیٹ گیا صبح کی نماز رحمت عالم ﷺ کی اقتداء میں ادا کی۔ سرور عالم ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو لوگوں کے مسائل کو غور سے سنتے۔ آپ نے اس کو دیکھا تو اجنبی پایا۔ پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آج کے بعد تم عبداللہ ذوالبجادین ہو۔ پھر فرمایا تم میرے نزدیک قیام کرو۔ چنانچہ وہ صفہ کے درویشوں کے ساتھ اقامت گزین ہو گئے اور سرکار دوعالم کے مہمان اور شاگرد بنے۔ حضور اکرم ﷺ انہیں قرآن پڑھایا کرتے تھے قلیل مدت میں اس نے قرآن کریم کا بہت سا حصہ یاد کرلیا ان کی آواز قدرتی طور بلند تھی وہ مسجد میں ہی ٹھہرا کرتے تھے اور بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ایک دن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ اعرابی بلند آواز سے قرآن کریم پڑھتا ہے یہاں تک کہ دوسرے لوگ قراءت نہیں کر سکتے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے عمر! اس کو کچھ نہ کہو یہ اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہجرت کر کے آیا ہے۔

رحمت عالم ﷺ جب تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو اس عاشق صادق نے عرض کی آقا! میرے لیے دعا فرمائیں مجھے شہادت نصیب ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا وہ سامنے بیری کا درخت ہے اس کا چھلکا اتار لاؤ۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔ حضور کرم ﷺ نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور دعا فرمائی اے اللہ! میں نے تمام کفار کا خون اس پر حرام کر دیا ہے۔

یہ سن کر وہ تڑپ اٹھے اور عرض کی آقا! میں نے اس مقصد کیلئے تو درخواست کی تھی۔

اس کریم آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عبداللہ! تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی نیت سے نکلو اور اثنائے سفر تمہیں بخار آئے اور تم فوت ہو جاؤ تو پھر بھی تم شہید ہو گے۔ مجاہدین اسلام کا یہ لشکر جب تبوک پہنچا جب کئی دن گذر گئے تو انہیں بخار آنے لگا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے حضرت بلال بن الحارث المزنی فرماتے ہیں کہ میں ذوالبجادین کی تجہیز و تکفین کے وقت حاضر تھا حضرت بلال (مؤذن رسول) نے روشنی

کیلئے ایک مشعل اٹھا رکھی تھی اور وہ کھڑے تھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نعش کو حضور اکرم ﷺ کی طرف بڑھا رہے ہیں اور حضور اکرم ﷺ نہیں فرما رہے ہیں کہ اپنے بھائی کو میرے قریب کرو۔ چنانچہ سرور عالم ﷺ نے لحد میں انہیں دائیں پہلو پر لٹایا پھر اپنے رب کریم سے التجا کی۔ اے اللہ! میں اس سے راضی رہا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ ایمان افروز معاملہ دیکھا تو کہا۔

اے کاش! اس لحد میں میں دفن ہوتا۔ (سیرت حلبیہ، ضیاء النبی)

# صاحب قرآن اور ابوخثیمہ کا جذبہء ایمان

غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں میں ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ بھی تھے سخت گرمی کا موسم تھا رسول اللہ ﷺ جب تشریف لے گئے تو ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں آئے اور وہاں ان کی دونوں بیویاں موجود تھیں جنہوں نے ایک جگہ سائبان لگا کر پانی خوب چھڑک کر جگہ ٹھنڈی کی تھی۔ اور دونوں بیویاں اپنے اپنے سائبان کے اندر کھانا تیار کر کے بیٹھیں۔

ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ جب اپنے باغ کے اندر تشریف لائے اور گرمی خوب پڑ رہی تھی انہوں نے اندر آتے ہی اپنی بیویوں کے انتظامات کو دیکھا تو دل میں فوراً خیال محبوب بھی آ گیا آخر دل کے اندر جنم لینے والے درد بھرے الفاظ زبان پر آ گئے تو - تو گویا ہوئے۔

اے ابوخثیمہ! اللہ کا محبوب تو سخت گرمی میں سفر کر رہا ہو اور تو یہاں ٹھنڈے سائبان کے نیچے بیٹھ کر مزے اڑائے یہ تو انصاف نہیں۔ اپنی بیویوں سے کہنے لگے۔ اللہ کی قسم! میں تم میں سے کسی کے پاس نہیں آؤں گا بلکہ اب میں اپنے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دوں گا اب تم دونوں میرے لیے زاد راہ کا بندوبست کرو۔

وہ بیویاں بھی وفادار تھیں انہوں نے ان کے اس رویے پر کوئی تبصرہ یا چون وچرا نہ کی بلکہ ان کیلئے زاد سفر تیار کر دیا۔

انہوں نے اپنی اونٹنی تیار کی تلوار کندھے سے لٹکائی نیزہ لیا اسی وقت اللہ کے محبوب کی جستجو میں چل نکلے۔ راستے میں عمیر بن وہب جاتے ہوئے ملے پوچھا کدھر جا رہے؟۔ ہوانہوں نے کہا اللہ۔ کے محبوب ﷺ کی خاطر چل نکلا ہوں چنانچہ یہ دونوں اکٹھے چل پڑے۔ جب تبوک کے قریب پہنچے تو ابوخثیمہ نے کہا اے عمیر بن وہب!

مجھ سے ایک گناہ سرزد ہوا ہے میری تجھ سے درخواست ہے میں جب تک آقا کی بارگاہ میں نہ پہنچو میرا ساتھ نہیں چھوڑنا ہوگا۔ چنانچہ وہ ایک ساتھ ہی رہے جب ابوخثیمہ لشکر کے سامنے پہنچے تو صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ! کوئی سوار ہماری طرف آرہا ہے یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کرے یہ ابوخثیمہ ہی ہو۔

ابھی کچھ دیر گزری تھی کہ صحابہ نے عرض کی یہ سوار ابوخثیمہ ہی ہے۔

اسی وقت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی بٹھائی اور آنحضور ﷺ کے پاس پہنچ کر سلام کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابوخثیمہ تمہیں مبارک ہو۔ پھر انہوں نے اپنا سارا واقعہ بیان فرمایا تو حضور ﷺ نے ان کیلئے دعا خیر فرمائی۔ (سیرت حلبیہ، ضیاء النبی)

حضور اکرم ﷺ کی محبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یوں گھر کر چکی تھی کہ ان کے دلوں میں سرکار کی ذات سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا۔ یہ لوگ اولاد، مال، والدین دنیوی مال ومتاع سے بڑھ کر حضور اکرم ﷺ سے محبت کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی محبت رسول کی بنا پر ان لوگوں کو بلند مقام عطا فرمایا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

# اُمت مسلمہ کا اثاثہ کیا ہے؟

یہ ایک سوال ہے جو ہر صاحب درد مسلمان کے ذہن میں آتا ہے۔ مگر اس کا جواب پانے کیلئے ہمیں ضرورت اس امر کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے قلبی تعلق استوار کریں۔

آج دنیا بھر میں مختلف جماعتیں جن کا تعلق مختلف مسالک کے ساتھ ہے اپنی اپنی نہج پر کام کر رہی ہیں۔ اور ہر کسی کے انداز تبلیغ و تربیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور ہر کسی نے اپنی اپنی بساط اور استعداد کے مطابق کامیابی کے حصول کیلئے مختلف راستے اور طریقے اپنائے کوئی کہتا ہے کہ کامیابی کا حصول صرف اللہ کی کتاب قرآن کے تمسک کے بغیر ممکن نہیں۔ کسی نے صرف حضور اکرم ﷺ کے ظاہری اعمال کو ہی لیا اور انہی اعمال کو اپنانے میں اپنی کامیابی کا راز جانا ہے۔ کوئی صرف جہاد کی بات کرتا ہے اور کہتا ہے کہ صرف جہاد و قتال کرو محبت کے دعوؤں کو چھوڑ دو الغرض سبھی نے تقریباً کچھ چیزوں کو ضرورت کی خاطر لے لیا اور بقیہ چیزوں کو چھوڑ دیا۔

گزشتہ صفحات میں آپ نے اس بات کا بخوبی جائزہ لیا کہ سبھی یاران مصطفیٰ ﷺ میں جو چیز مشترک نظر آئی ہے وہ یہ اطاعت الٰہی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک اعمال و اخلاق سیرت و کردار میں حضور اکرم ﷺ کی سچی غلامی اور عشق کے جذبات موجود نہ ہوں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ عشق رسول ﷺ مؤمن کیلئے ایک گراں بہا سرمایہ ہے کوئی بھی عمل اس کا تعلق دین کے کسی شعبہ کے ساتھ ہو پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اس میں حضور اکرم ﷺ کے تعلق عشقی نہ ہو یہی مؤمن کا اثاثہ اور میراث ہے۔

قارئین محترم! آپ نے دنیا میں نہیں تو کم از کم اپنے وطن عزیز میں ایک نہیں کئی جماعتیں دیکھیں جو اپنے اپنے نکتہ ہائے نظر کے مطابق تبلیغ دین کا بیڑا اٹھائی ہوئی ہیں۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ جس جماعت نے عوام الناس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور

جان لیا کہ آج کے مسلمان کا دل حضور ﷺ کی عزت و تکریم اور ناموس کی خاطر دھڑکتا ہے۔ خاطر خواہ نتائج اسی نے حاصل کیے ہیں۔ عشق رسول ﷺ وہ اثاثہ ہے جس کا درس صحابہ کرام نے صرف اپنی زبانوں سے نہیں دیا بلکہ اپنے عمل سے دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عملی طور پر عشق رسول ﷺ کے وہ نمونے عطا کیے کہ ان کے بعد کسی اور میں دکھائی نہیں دیتے اور مؤمن حقیقی تو وہی ہے جس کا دل حضور اکرم ﷺ کی محبت سے لبریز ہے۔

پیر عبداللطیف خان نقشبندی نے لکھا ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کے اخلاق و کردار اور آپ کے فرمان کی اطاعت میں بڑی سے بڑی تکلیف برداشت کر لیتے تھے بلکہ اس میں راحت محسوس کرتے تھے اور اموال واملاک تو درکنار اپنی جان تک سے بے نیاز ہو جاتے تھے۔ جب بھی صحابہ کرام آپ ﷺ سے مخاطب ہوتے تو یہ ضرور کہتے آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ رسول اللہ ﷺ کا اپنا فرمان بھی ہے کہ تم میں سے کوئی کامل ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کیلئے اسکی اولاد ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ صحابہ کرام کی تمام تر زندگیاں اسی بات پر شاھد ہیں کہ انہیں حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہر چیز سے زیادہ محبوب تھی۔ مثلاً قریش مکہ نے حضرت خبیب کو بھی چند روز قید و بند بھوکا پیاسا رکھنے کے بعد صلیب کے نیچے لے جا کر کھڑا کیا اور کہ اب بھی اسلام سے دست بردار ہو جاؤ تو تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا اسلام کی دولت پاس نہ رہی تو جان بچا کر کیا کروں گا۔ سولی پر چڑھنے سے پہلے انہوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی۔ مہلت مل گئی تو نماز ادا کی۔ اس کے بعد انہیں سولی پر چڑھایا گیا اور ایک شقی القلب نے ان کے جگر کو چھیدا اور پوچھا کہو اب بھی پسند نہ کرو گے میری جگہ محمد پھنس جائیں اور میں چھوٹ جاؤں۔ حضرت خبیب نے پُر جوش لہجے میں کہا میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا میری جان نہ جائے اور اس کے عوض حضور اکرم کے پاؤں مبارک میں کانٹا بھی چبھ جائے۔ (سنت مبارکہ ۵۵۶)

پھر سرکار کے اس غلام کو دیکھئے جس کے دل میں عشق سرکار کی شمع جلی تھی کہ غزوہ اُحد میں بدن زخموں سے چور چور جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں زخم نہیں اللہ اللہ اس عاشق صادق پر نزع کا وقت طاری ہے ۔ابھی پانی پلانے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ عاشق زبان سے گویا ہوتا ہے جس کی خاطر میں قربان ہو رہا ہوں مجھے ان آخری لمحات میں اس محبوب کے قدموں میں لے چلو سبحان اللہ مرغ بسمل کی طرح زخموں سے تڑپنے والا عاشق محبوب کے قدموں کی طرف چل پڑتا ہے آقا اسے دیکھ کر اس کی طرف چل پڑتے ہیں وہ بھی زخموں سے چو چور گھسیٹے گھسیٹے سرکتے سرکتے قدموں کی طرف چلا۔ آقا ﷺ کے قدموں میں پہنچا اس نے نالیدہ نگاہوں سے محبوب حقیقی کے چہرہ اقدس کو دیکھا محبوب اور محبّ کی آنکھیں ایک دوسرے کے ساتھ ملیں تو دیار عشق میں آنے والا مسافر محبوب کی خاطر جنت کی راہ پر چل نکلا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

☆☆☆☆☆☆☆

# کملی والے کی نسبت بڑی چیز ہے

نسبت مصطفیٰ ﷺ بڑی چیز ہے کیونکہ یہی وہ نسبت رسول ہے جو ایک مؤمن کے دل کو نور علیٰ نور کر کے باطن کے حجابات کو مرتفع کر دیتی ہے۔ اسی نسبت کو پاکان امت اپنے اندر قائم رکھتے ہیں تو ان کے قلب ونظر کو خوب تر روشن کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ دل انوار الٰہیہ کی جلوہ گاہ بن جاتا ہے پھر وہ عبد حقیقی اس نور باطن کی بدولت لوح پر چلتی ہوئی قلم کی تحریر کو بھی اپنی آنکھوں کے سامنے چلتا دیکھ لیتا ہے۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے فیضان مصطفوی کی بدولت اپنے اندر کی آنکھ کو یوں روشن کیا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے سے قرب وبعد کے فاصلے سمٹ گئے۔ صحابہ کرام میں سے جس کسی نے جتنا اور جس قدر آپ اپنے کو حضور ﷺ

کی ذات اقدس میں فنا کیا اس قدر ایمان کے نور کو پایا۔

بزرگان دین کا یہ شروع سے عقیدہ چلا آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نگاہ نبوت سے تمام حجابات کو اٹھالیا ہے آپ ﷺ ایک مکان پر تشریف فرما ہو کر مکین و مکان کی ہر چیز کو اپنی آنکھوں کے سامنے ملاحظہ فرماتے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا۔

حضور ﷺ اپنی نبوت کے نور سے ہر مؤمن کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ میں ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اور کون سا حجاب اس کی روحانی ترقی میں رکاوٹ ہے پس حضور اکرم ﷺ تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمانی درجات کو تمہارے نیک و بد اعمال کو، تمہارے اخلاق و نفاق کو جانتے ہیں۔ لہٰذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

(تفسیر عزیزی ج اوّل)

حضور اکرم ﷺ کے علم غیب کے بارے میں احادیث و روایات اس حد تک کثرت سے وارد ہیں کہ کوئی عقل کا اندھا جاہل پاگل بے وقوف ہی ہوگا جو اپنی جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کر دے۔

ہاں ہاں تو حضور اکرم ﷺ کے علم کے بارے میں کیا کہنا آپ کی بارگاہ سے فیض یاب ہونے والے آپ ﷺ کے نعلین پاک کی نسبت سے اس قدر فیضیاب ہوئے کہ ان لوگوں کو دنیا سے لاتعلق کر کے تعلق الٰہی میں مستحکم کر دیا بلکہ ان غلامان مصطفیٰ ﷺ کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ امام احمد بن حنبل اور امام طبرانی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ (فضاو ہوا میں اڑنے والے) ہر پرندے کے بارے میں ہمیں علم عطا فرما دیا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا یہی وہ فیضان نبوی تھا کہ حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد میں کھڑے ہو کر میدان جنگ میں لشکر کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر **یا ساریة الجبل** کہا۔ یہ تو اپنے دل میں نسبت رسول ﷺ قائم کرنے والے عمر فاروق کا حال تھا۔ اب ملاحظہ فرمایئے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی نگاہ بصیرت کا حال اور دیکھئے فرماتے ہیں۔ اس واقعہ کو ہم مولانا روم کی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

گفت پیغمبر صباحے زید را — کیف اصبحت اے رفیق باصفا
گفت عبدًا مومنا بازش بگفت — کونشاں از باغ ایماں گر شگفت
گفت خلقاں چون بربیند آسماں — من بہ بینم عرش را با عرشیاں
ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من — ہست پیدا ہم چو بت پیش شمن
یک بیک وامی شناسم خلق را — ہم چو گندم من زجو در آسیا
کہ بہشتی کیست و بیگانہ کی است — پیش من پیدا چو مار و ماہی ست
اہل جنت پیش چشم زا اختیار — درکشیدہ یک بیک رادر کنار
کرشداں گوشم زبانگ آہ آہ — از حنین ونعرۂ واحسرتا
یا رسول اللہ بگریم سر حشر — درجہاں پیدا کنم آمروز نشر
ہیں بگویم یا فرو بندم نفس — لب گزیدش مصطفےٰ یعنی کر بس

(مثنوی دفتر اوّل)

(ترجمہ) حضور اکرم ﷺ نے ایک دن اپنے دوست حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا (اے میرے مخلص دوست تم نے صبح کیسی کی۔ انہوں نے عرض کی میرے آقا! بندہ مؤمن کی حالت میں پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر باغ ایمان کھلا ہے تو اسکی نشانی کیا ہے؟

عرض کی آقا! مخلوق تو آسمان کو دیکھتی میں عرش کو عرشیوں سمیت دیکھ رہا ہوں آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخ آسمان میری آنکھوں کے سامنے اس طرح واضح ہیں جس طرح بت پرست کے آگے بت، میں مخلوق کو اس طرح دیکھتا پہچانتا ہوں جس

طرح چکی کے کارخانہ میں گندم اور جو میں فرق ہے۔ کہ بہشتی کون ہے اور دوزخی کون ہے میرے سامنے مچھلی اور سانپ کی طرح الگ الگ واضح ظاہر ہیں۔ جنتی لوگ میری آنکھوں کے سامنے پسندیدگی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ بغل گیر ہو رہے ہیں۔ میرے یہ کان دوزخیوں کی ہائے ہائے کی آواز رونے اور چلّانے اور ہائے افسوس کے نعرہ سے بہرے ہوگئے۔ میرے آقا! میں حشر کا بھید کھول دوں آج ہی سب جہاں میں ظاہر کردوں میرے آقا فرمایئے؟ سب کچھ کہہ ڈالوں یا خاموش رہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے جواب میں اپنا لب مبارک دانتوں میں چبایا اشارہ کیا کہ خاموش رہو۔

سبحان اللہ! سبحان اللہ! قربان جائیں حضور اکرم ﷺ کے فیضان پر کہ آپ کی نگاہ عنایت نے اپنے غلام کی نگاہ بصیرت کو کس قدر روشن کردیا۔

یہ سب کچھ نسبت مصطفیٰ ﷺ کی بدولت تھا۔ اگر حضور اکرم ﷺ کی نسبت ان لوگوں کو میسر نہ آتی تو آج ان بازار مصطفیٰ میں بکنے والوں کون پوچھتا۔ ذرا ایک اور ایمان افروز حقیقت ملاحظہ فرمایئے۔ یہ واقع بھی مولانا روم نے تحریر فرمایا ہے۔

مصطفیٰ روزے بگورستان برفت — باجنازہ یارے از یاران برفت
چون زگورستان پیمبر باز گشت — سوئے صدیقہ شد وہمراز گشت
چشم صدیقہ جو بررو یش فتاد — پیش آمد دست برؤئے مے نہاد
بر عمامہ روئے او وموئے او — بر گریبان و برو بازوئے او
گفت پیغمبر چہ مے جوئی شتاب — گفت باراں آمد امروز ازسحاب
جامہایت مے بجویم ورطلب — ترنمے بینم زباراں اے عجب
گفت چہ بر سر فگندی از ازار — گفت کرم ان ردائے تو خمار
گفت بہر آں نمود اے پاک حبیب — چشم پاکت را خدا باران غیب
نیست آں باراں ازیں ابر شما — ہست ابر دیگر و دیگر سما

(مثنوی دفتر اوّل)

ترجمہ۔ ایک روز حضور اکرم اپنے ایک صحابی کے جنازہ کیلئے تشریف لے

گئے جب حضور اکرم ﷺ جنازہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف گئے اور راز کی باتیں کیں۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ کی آنکھ آپ کے چہرے مبارک پر پڑی تو وہ سامنے آئیں اور آپ کے چہرہ مبارک کو ہاتھ سے چھو کر دیکھنے لگیں۔ آپ کی دستار مبارک اور آپ کے چہرہ مبارک اور بال مبارک اور گریبان اور پہلو اور بازو پر بھی ہاتھ رکھ کے دیکھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عائشہ! تم جلدی جلدی کیا دیکھ رہی ہو عرض کی آقا! آج بادل سے بارش برسی تھی۔ میں آپ کے کپڑوں کو ٹٹول رہی ہوں عجیب بات ہے کہ اس بارش نے آپ کے کپڑوں کو گیلا نہیں کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عائشہ! تم نے چادر کونسی اوڑھی ہوئی ہے عرض کی فلاں آپ کی چادر میں نے اوڑھی ہوئی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے پاک دل! اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاک آنکھ کو غیب کی بارش کا نظارہ کرایا، مگر وہ بارش تمہارے اس بادل سے نہیں برسی بلکہ وہ بارش برسانے والا بادل بھی اور ہے اور آسمان بھی اور ہے (سبحان اللہ)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کو جو بارش نظر آ رہی تھی وہ رحمت الٰہیہ کی خصوصی بارش تھی جو چادر مصطفیٰ ﷺ اوپر اوڑھنے کی وجہ سے نظر آ رہی تھی۔ اللہ اکبر! نسبت رسول کا انکار کرنے والوں کو کیا خبر کہ نسبت کیا چیز ہے آج بھی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں حضور اکرم ﷺ کی محبت کے دیپ جل رہے ہیں۔ تو وہ اپنی آنکھوں سے ہر طرف تجلیات الٰہی اور انوار رسالت کو دیکھتے ہیں۔ حالانکہ بظاہر دیکھنے والے جاہل کہتے ہیں کہ جی وہ اولیاء وانبیاء کیونکر دیکھ سکتے ہیں۔ حالانکہ ہماری بھی وہی آنکھ ہے جو ان کی۔ ان ظالموں سے کوئی پوچھے کہ تمہارے پرکھنے کا یہی معیار ہے حقیقت میں اہل حق کی آنکھوں کو اللہ کے نور نے روشن کیا ہوتا ہے جس نے انہیں ہر اعتبار سے عام لوگوں سے ممتاز کر دیا ہوتا ہے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہ صدرہٗ الاسلام فھو علی نورٍ من ربّہ۔**

یعنی جس کا سینہ (بے کینہ) اللہ تعالیٰ اسلام (کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے) کھول دیتا ہے تو وہ بندہ اللہ کے نور پہ ہوتا ہے۔

اسی لیے مولانا روم نے فرمایا۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

یعنی اللہ کے پاک بندوں کو اپنے آپ پر قیاس مت کرو تم میں اور ان میں اتنا ہی فرق ہے جتنا شیر اور شِیر (دودھ) میں ہے۔

مولانا روم نے نگاہ اولیاء کے بارے میں فرمایا:

لوح محفوظ است پیش اولیاء از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

لوح محفوظ اللہ والوں کے سامنے ہوتی ہے اور جو کچھ اس میں محفوظ ہے خطا سے محفوظ ہے

سیدنا غوث شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا۔

**نَظَرْتُ اِلٰی بِلا دِاللّٰہِ جمعًا کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اِتصالی۔**

میں اللہ کے شہروں کو اپنی ہتھیلی پر رائی کے دانے کے برابر دیکھتا ہوں۔

یاد رکھیں! اگر نسبت مصطفیٰ ﷺ حاصل کر لینے والا کپڑا جس کے ساتھ حضور ﷺ نے کھانا تناول فرمانے کے بعد ہاتھ صاف کیے تھے وہ آگ میں محفوظ رہ سکتا ہے۔ اگر انسان کو یہ نسبت قلبی و عشقی مل جائے تو کیا وہ حیات ابدی نہیں پا سکتا؟

اگر نسبت مصطفیٰ حاصل کرنے والا کھجور کا خشک تنا قوت گویائی پا سکتا ہے تو کیا مؤمن اس نسبت سے معراج نہیں پا سکتا؟

اگر نسبت رسول ﷺ کی کوئی اہمیت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اپنی ذات کی قسم اپنے محبوب ﷺ کی نسبت سے کبھی نہ کھاتا۔

اگر نسبتِ رسول ﷺ کی کوئی اہمیت نہ ہوتی اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اپنی توحید کا اعلان نسبت رسول ﷺ سے کبھی نہ کرواتا۔

اللہ تعالیٰ نے تو اپنی توحید کا اعلان بھی تو اپنے پیارے کی نسبت سے کیا اور

اسی محبوب کی ذات اقدس کو اپنی ذات اقدس کی دلیل بنایا۔

لیکن کیا کیا جائے عقل کے اندھوں پر کہ جنہیں محبوب کریم ﷺ کی نسبت حاصل کرتے بھی شرم آتی ہے۔ اللہ کی قسم! جن ذروں کو حضور اکرم ﷺ کے قدموں سے نسبت ہو گئی وہ ذرّے کائنات کی ہر چیز سے ممتاز ہو گئے دیکھئے آپ نے قرآن مجید کے غلاف کی تکریم کی قرآن کی نسبت سے قرآن مجید کی جلد کو چوما قرآن کی نسبت سے۔ کعبۃ اللہ کے غلاف کو ہاتھ میں تھاما کعبۃ اللہ کی نسبت سے۔ تو پھر سمجھ لیجئے اللہ تعالیٰ نے مکہ معظّمہ کی قسم صرف اس لیے کھائی کہ اس کی گلیوں کی خاک نے پیارے حبیب ﷺ کے تلوؤں کو بوسے دیے۔ یعنی مکین آیا تو مکان بھی لائق قسم ٹھہرا۔ لیکن اس حقیقت کو تو وہی سمجھ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایمان کا نور عطا کیا ہو۔ جو خود بھی عقل کا اندھا ہے وہ اوروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

کہنے والے تو یوں بھی کہہ گئے۔

در دل عاشق چو عاشق آتش فروخت
ہر چہ جز معشوق بود آنرا بسوخت
مومن از عشق است عشق از مؤمن است
عشق رانا ممکن ، ما ممکن است
عشق بانان جویں خیبر کشاد
عشق در اندام مہ چاکے نہاد

(ترجمہ) جب عاشق کے دل میں عشق آگ جلا دیتا ہے تو محبوب کے سوا ہر چیز جلا دیتی ہے عشق مؤمن سے ہے اور مؤمن عشق سے۔ اس دنیا کے ناممکنات بھی ممکن ہو جاتے ہیں۔ عشق والے جَو کی روٹی کھا کر بھی خیبر کھول دیتے ہیں اور چاند کے بدن کو چاک کر دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

# محبت رسول کثرتِ عبادت کی محتاج نہیں

جس کو یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے ابلیس نے عبادت الٰہی تو بہت کی مگر اس عبادت کے اندر فیضان نبوت کا خمیر نہیں تھا اس لیے مردود ہوا۔ اگر اس کی بندگی الٰہی میں نبی کی محبت ہوتی تو لعنت کا طوق گلے میں نہ پڑتا۔ لیکن مقام نبوت کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنے ہی نے ذلیل وخوار کر دیا۔ یاد رہے۔ جس عبادت الٰہی کے اندر محبت رسول ﷺ کا رنگ نہ ہو اس کی مثال یہی ہے کہ جسم تو بہت خوبصورت ہے مگر ہے بے جان۔ معلوم ہوا عبادت جسم ہے محبت روح ہے۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات اقدس سے محبت رکھنے والا تسبیح بدست نہیں ہوگا بلکہ وہ محبت کی مے سے مست ہوتا ہے وہ ایک قدم بھی محبوب کے جلوؤں کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتا وہ دنیوی تعیّشات سے پاک ہوتا ہے۔ دنیا کی چکا چوند اس کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آنے دیتیں وہ دنیا کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے نہیں دیکھتا بلکہ قدم لرزیدہ آنکھیں ترسیدہ اپنی توجہ کی تمام تر توانائیوں کو دیدار یار کیلئے خرچ کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے محبوب حقیقی کے دیدار سے لطف ومحبت کے جام پی چکا ہوتا ہے ایک محبوب کی خاطر کسی دوسرے محبوب کو دیکھنا بھی حرام سمجھتا ہے۔ محبت کرنے والا فلسفیوں کی طرح الجھی ہوئی ڈور کے سرے نہیں ملاتا بلکہ الجھے ہوؤں کو سلجھا کر محبوب کی گلیوں کا مسافر بنا دیتا ہے۔

پھر دیکھئے محبّ کو محبوب کی کوئی چیز مل جائے تو اس چیز کو متاع حیات سمجھتا ہے اس مقام پر کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف دعویٰ محبت ہی کافی ہے نماز روزہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ یاد رکھیں ایسا خیال بھی کرنا باطل ہے۔ محبت اپنی جگہ، عبادت اپنی جگہ ، مسلم الثبوت نماز روزہ جیسی عبادات میں سے کسی ایک کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نماز، روزہ جیسی دیگر عبادات کی ادائیگی سے کماحقہٗ فائدہ

اس صورت میں حاصل ہوتا ہے جب ان عبادات کے اندر حضور اکرم ﷺ کی محبت کا پانی موجود ہو۔ جس عبادت کے اندر محبت شامل نہ ہو جائے وہ اللہ کی بارگاہ میں کبھی قبولیت کا اعلیٰ درجہ نہیں پاتی۔ ابلیس نے زمین کے چپے چپے پر اللہ کی عبادت کی۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اے زمین کے چپے چپے پر سجدہ ریزی کرنے والے! ذرا اب میرے حکم سے آدم کے حضور جھک جا۔ اس بد بخت کی توجہ اپنی ظاہری بلندی اور شعلوں پر گئی آدم اسے پستی میں نظر آئے تو آکڑ خاں ہو گیا اللہ تعالیٰ نے اسے ایک حکم کی سرتابی پر اپنی بارگاہ سے مردود کر کے نکال دیا۔

جو لوگ حضور اکرم ﷺ کی محبت خالص کو آپ کے ساتھ اظہار عقیدت کو وہ عقیدت نعت مصطفیٰ کی شکل میں ہو یا سلام مصطفیٰ کی شکل میں گناہ تصور کرتے ہیں انہیں کچھ خدا کا خوف کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص اللہ کی سنت کو زندہ کرتا ہے اور ذات مصطفیٰ پر صلوٰۃ والسلام کے تحفے بھیجتا ہے تو بھلا وہ گناہ کر رہا ہے۔ یہی تو ہے جس کے دل میں سرکار کی محبت وعقیدت کے جذبات ہیں۔ یہی تو ہے جس کا دل زندہ ہے۔ یہی تو ہے جو ایمان کی حلاوت سے ہمکنار ہو چکا ہے۔ یہی تو ہے جو دین کے اسرار ورموز کو سمجھ سکتا ہے۔ جو ظالم ان جیسی دیگر چیزوں کو شرک وبدعت سمجھتا ہے وہ تو شیطانی اور ابلیسی ارادوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا رہا ہے۔ کیونکہ تعظیم نبوت کا انکار کرنا یہی تو شیطانی منصوبہ ہے آج چاروں طرف جسکی بھر مار ہے۔ یہ کالی بھیڑیں ایمان کے روپ میں لوگوں کے ایمان کو برباد کر رہی ہیں۔ یاد رکھیں حضور اکرم ﷺ سے محبت وارفتگی عقیدت کا اظہار کرنا یہ سنت صحابہ کرام ہے۔ اور قرآن حکیم میں جا بجا اس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے کیا اور تعظیم نبوی کو کسی حد کے اندر قائم نہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان کی روحانی لطافتوں سے بہرہ ور ہو چکے تھے اسی لیے تو آپ ﷺ کے معمولی سے معمولی نسبت رکھنے والی چیز کو دل وجان سے عزیز تر سمجھتے، اپنی متاع گراں مایہ سمجھتے۔ انہیں ایسی تعلیم وتکریم کرنے کا درس کس نے دیا۔

اور کیونکر دیا۔

یاد رکھیں! صحابہ کرام کی تعظیم وادب نبوی کی تھیوری اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا کی اور اس کا پریکٹیکل حضور اکرم ﷺ نے کرایا اور قیامت تک آنے والی نسل آدمیت کو تکریم و تعظیم نبوی کا عملی جامہ صحابہ کرام نے عطا کیا اور بتا دیا کہ لوگو! ہمارے نصیب دیکھو ہم بے دین تھے۔ اجڈ تھے۔ جاہل تھے۔ ناکارہ تھے۔ گنوار تھے۔ مقام انسانیت سے بالکل ناواقف تھے۔ کچھ خبر نہ تھی کیسے جینا ہے کیسے مرنا ہے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کا کرم ہے کہ آپ نے اپنے دامن رحمت میں لے کر ہماری زندگیوں کے رخ بدل کر راہ حق پر چلا دیا۔ ہم ان کی تعظیم کیوں نہ کریں۔ ان کی تعظیم کریں گے ان کی تکریم کریں گے ان پر صلوٰۃ والسلام پڑھیں ان کے ساتھ والہانہ عقیدت کا اظہار کریں گے تو ہماری ناقص عبادت بھی کامل بن جائے گی۔ اگر ان کے ساتھ بے وفائی کر کے ان کی تعظیم وعقیدت ومحبت سے منہ موڑ کر اللہ کی بندگی کریں گے تو یہ عبادات الٰہیہ بھی ہمارے لیے وبال جان ہوں گی۔ صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ والہانہ عقیدت کا اظہار کر کے حق اور باطل محبت اور منافقت کے درمیان حد فاصل قائم کر دی کہ جو سرکار کا عاشق ہے اسکی نماز ابوبکر وعمر عثمان وعلی جیسی ہے جو منافقت رکھتا ہے اسکی نماز عبداللہ بن ابی رائیس المنافقین اور اس کے ٹولے جیسی ہے۔ کہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے آقا ﷺ کی بارگاہ کو ملجاوماویٰ سمجھا سرکار کے قدموں میں پہنچنے کو اپنی معراج سمجھا آپ کے ساتھ عقیدت ومحبت کو حقیقت ایمان سمجھا اور متاع وآخرت سمجھا۔ منافقین نے بظاہر آپ کے پیچھے نمازیں بھی ادا کیں۔ جمعہ کی نمازیں بھی پڑھیں، زکوٰۃ بھی ادا کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی کسی عبادت کو قبول نہ کیا کیونکہ ان کے اظہار بندگی میں محبت رسول کا رنگ نہیں پایا گیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی کسی عبادت کو قبول نہ کیا سب اعمال کو ضائع کر دیا ان کی بظاہر اطاعت رسول کو بھی مردود کر دیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

محبت ہی دنیا محبت ہی دیں ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے

مروی ہے کہ حضرت طلحہ بن براء حضور اکرم ﷺ کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے تو جب سرکار کی بارگاہ میں پہنچے تو والہانہ انداز سے سرکار کے قدموں سے لپٹ گئے اور آپ کے پاؤں چومنے لگے اور عرض کرنے لگے آقا! مجھے آپ جو چاہیں حکم فرمائیں میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نوعمر لڑکے تھے حضور اکرم ﷺ کو ان کی اس بات پر بڑا تعجب ہوا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جاؤ اپنے باپ کو قتل کردو۔ وہ اپنے باپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے چل پڑے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے طلحہ واپس آجاؤ مجھے رشتے توڑنے کیلئے نہیں جوڑنے کیلئے بھیجا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت طلحہ بیمار ہو گئے حضور اکرم ﷺ ان کی عیادت کیلئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ سردی کا موسم تھا اور سردی بہت خوب پڑ رہی تھی اور بادل بھی چھائے تھے جب آپ ﷺ واپس تشریف لانے لگے تو فرمایا! جب طلحہ کا انتقال ہو جائے تو مجھے بلا لینا کیونکہ مجھے طلحہ کے چہرہ پر موت کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ مجھے بلا لینا تاکہ میں ان کا جنازہ پڑھاؤں اور ان کی تجہیز و تکفین میں دیر نہ کرنا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کا انتقال ہو گیا اور رات کا وقت ہو گیا اور حضرت طلحہ نے وفات سے پہلے جو باتیں کی تھیں ان میں ایک وصیت یہ بھی تھی کہ مجھے جلدی دفن کرنا دیر نہ کرنا اور مجھے میرے رب کے پاس پہنچا دینا حضور اکرم ﷺ کا انتظار نہ کرنا کیونکہ مجھے ڈر ہے ایسا نہ ہو کہ سرکار رات کو ہی تشریف لائیں اور راستہ میں یہودی حضور اکرم ﷺ کو تکلیف پہنچائیں (چنانچہ گھر والوں نے رات کو ہی دفن کر دیا) صبح کو جب حضور اکرم کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ حضرت طلحہ کی قبر پر تشریف لے گئے ان کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ صف میں کھڑے ہو گئے آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔

اے اللہ! تیری طلحہ سے اس حال میں ملاقات ہو کہ تو اسے دیکھ کر ہنس رہا ہو اور تو اسے دیکھ کر ہنس رہا ہو۔ (سبحان اللہ) (از حیات الصحابہ، حصہ دوم ص ۴۱۲)

۞۞۞۞۞۞۞

# تعظیم مُوئے رسول صحابہ اور بزگان دین کی نظر میں

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا

**مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔** جس نے میرے ساتھ نسبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

ایک گستاخ کہنے لگا ''ایہہ چنگی محبت اے کِتے حضور دیاں زلفاں دی محبت تے کِتے حضور دیاں گلیاں وچ پھرن والیاں کُتیاں دی محبت۔ محبت لئی ایناں ای کافی اے نماز پڑھو، روزے رکھو بس اللہ اللہ کرو''

یہ ہیں ابلیسی نظریات جو ایمان کی بربادی کا باعث بنتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے افکار و نظریات سے بچائے جن کے اپنانے سے ایمان میں خلل واقع ہو۔ یاد رکھیں! رسول اکرم ﷺ سے جس قدر رشتہ اور تعلق مضبوط ہوگا اسی قدر ایمان کا نور حاصل ہوگا۔ ایسی باتیں کرنے سے اور ذات مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے تبرکات کے بارے غلط قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنے سے فیضان نبوی کے حصول میں رکاوٹ ہی نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ایسے بد بخت پر لعنت کی ہے جو حضور اکرم ﷺ کو ایذا دیتا ہے۔ آپ کے تبرکات کو صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے بزرگان دین نے اپنی بخشش و مغفرت کیلئے حرز جاں بنایا ہے۔

قارئین کرام! یاد رکھیں! حضور اکرم اطیب واطہر اجمل واکمل ومکمل ﷺ کی تعظیم و تکریم روح ایمان ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ نسبت رکھنے والی چیزیں وہ لباس کی شکل میں ہوں یا آپ کے زیر استعمال دوسری اشیاء وغیرہ ان سب کی عزت و تکریم

عین ایمان اور قبول عبادت کا سرٹیفکیٹ ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو آج کے مادی دور میں امت مسلمہ میں مفقود ہوتی جارہی ہے جس کی بنا پر دنیا ترقی کے باوجود زوال کا شکار ہیں۔ آج کے دور میں مادی ترقی کے لالچ نے انسان کو اندھا کر دیا ہے۔ تقریباً پچانوے فیصد لوگ مادیت پرست نظر آئیں گے اور یہ لوگ رجال دین کی شکل میں ہوں یا تاجر وسیاستدان کی صورت میں الغرض ہر سو ایسی ذہنیت کے حامل افراد کا جم غفیر نظر آتا ہے (الا ماشاء اللہ) جو مذہبی لوگ ہیں ان میں سے کثرت سے ایسے لوگ ملیں گے جو یہ کہتے ہوئے تھکتے نہیں کہ جی حضور بھی ہماری طرح کے بشر تھے ہماری طرح کھاتے پیتے تھے تو آپ کے ساتھ نسبت رکھنے والی چیزوں کے اتنی محبت رکھنا کہ انہیں متبرک سمجھا جائے یہ شرک ہے اور غیر اللہ کی پوجا ہے۔

آیئے ذرا رحمۃ للعالمین کی زبان اقدس سے آپ کے موئے مبارک کی تکریم کے بارے میں حدیث پاک ملاحظہ فرمایئے۔

امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔

**مَنْ اذی شعرة مِنْ شَعْرِیْ فاالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ۔**

(جامع صغیر ج دوم ص ۱۴۵)

جس نے میرے ایک بال کی بھی بے ادبی کی تو اس پر جنت حرام ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔

**اَلْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَطَافَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ شَعْرَةً اِلَّا فِیْ يَدِ رَجُلٍ**

حجام آپ کے سر اقدس کی حجامت بنارہا ہے اور صحابہ کرام آپ کے گرد چکر لگا رہے ہیں وہ یہی چاہتے تھے کہ جو بال مبارک بھی گرے (زمین پر نہ گرے بلکہ) کسی کے ہاتھ میں آئے۔

انہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ منی میں تشریف لائے اور جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں پھر قربانی کے بعد اپنے مکان پر تشریف لائے پھر آپ

ﷺ نے حجام کو بلایا اور اپنے سر مبارک کے بال داہنی طرف کے اتروائے اور ابو طلحہ انصاری کو بلا کر عطا فرمائے پھر آپ نے بائیں طرف سے بال مبارک اتروائے وہ بھی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائے پھر فرمایا۔ **اَقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ** ان بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (بخاری، مسلم)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا رسول اکرم ﷺ کی اپنی منشاء مبارک بھی تھی کہ صحابہ کرام ان بالوں کو متبرک سمجھیں اور ان سے برکت حاصل کریں۔ آپ ﷺ کے موئے مبارک کی برکتوں کے جو لوگ منکر ہیں ان کی عقل کام نہیں کرتی کہ رسول اکرم ﷺ نے ان گیسوئے عنبریں کی عزت و تکریم کا درس خود دیا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اسی لیے کہتے ہیں حضور اکرم کے موئے مبارک کے میرے پاس ہونا **اَحَبَّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا**۔ دنیا و مافیھا (کی دولت سے) بہتر ہے اور محبوب ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

میری بیوی نے مجھے ایک پیالہ دیا اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور میری یہ عادت تھی جس کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیمار ہوتا تو وہ برتن میں پانی ڈال کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا کرتی کیونکہ ان کے پاس حضور اکرم ﷺ کا موئے مبارک تھا تو حضور اکرم ﷺ کے بال مبارک کو نکالتی جسے انہوں نے ایک چاندی کی ڈبیہ میں بند کر کے رکھا تھا اور پانی میں ڈال کر حرکت دیتیں اور بیمار اس پانی کو پی لیتا۔ (تو اس کو شفا مل جاتی)

اس توضیح سے صحابہ کرام کی نگاہ میں حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک کی قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے۔ آج کل بعض لوگ جو بزرگان دین کے تبرکات سے برکت حاصل کرنے کے پاکیزہ عمل کو شرک اور غیر اللہ کی پوجا کہتے ہوئے نہیں شرماتے انہیں ایسی ناپاک اور غلیظ سوچ رکھنے پر توبہ کرنی چاہیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور اکرم ﷺ کا موئے مبارک تھا آپ نے حضرت ثابت بنانی کو وصیت فرمائی کہ جب میرا اس دنیا سے کوچ کرنے کا وقت آئے تو سرکار کا موئے مبارک میری زبان کے نیچے رکھ دینا چنانچہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وصیت پر عمل کیا اور بوقت وفات سرکار کا موئے مبارک ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا۔ (البرہان بحوالہ اصابہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے فضائل اور بزرگی کا کون معترف نہیں؟۔ آپ رضی اللہ عنہ ہی وہ شخصیت ہیں جنہیں دس سال تک در رسول اکرم ﷺ کے آستانہ پاک کی نوکری کا شرف ملا ہے ان کی نگاہ میں سرکار کے تبرکات کی قدر و قیمت کس قدر تھی اللہ اکبر۔ اللہ تعالیٰ کے حسن انتخاب پر قربان جائیں اس نے کن لوگوں کو سرکار کی غلامی کا شرف بخشا اور امت کا تاجدار بنا دیا۔ غلامی رسول میں آنے والے خوش نصیب حضرات قیامت تک اللہ تعالیٰ کی خصوصی نظر رحمت سے مستفیض و مستفید ہوتے رہیں گے جنہوں نے دل و جان سے حضور اکرم ﷺ کی عزت و تکریم کی اور جو لوگ اس جیسی عقیدت سے نا آشنا ہیں اور اس کو اندھا دھند تقلید کا نام دیتے ہیں اگر یہ شرک ہے تو پھر مبارک ہو ان لوگوں کو جنہوں نے سرکار کے نعلین پاک کا صدقہ ہدایت کا نور حاصل کیا اور اخروی و ابدی سعادتوں سے بہرہ یاب ہوئے۔ اگر ایسی عقیدت دل میں نہ رکھی جائے گی تو ایمان کا نور حاصل نہیں ہوگا۔ آج ضرورت اس امر کی ہے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ محبت و عقیدت منتہائے کمال کو پہنچے یہی عقیدت و محبت قبر و حشر میں کام آئے گی۔

یہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ وارفتگی اور عقیدت محبت کے جنون ہی کا معجزہ تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ [1] عمر بھر میدان جہاد میں کامیاب و کامران واپس لوٹتے رہے۔ انہوں نے سرکار کے موئے مبارک کو اپنی ٹوپی کے اندر رکھا تھا اسی کی برکت سے فتح و کامرانی سے ہمکنار ہوتے رہے۔

---

[1] = آپ کے حالات گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں۔

# موئے مبارک کی برکات

انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے لخت جگر حضرت شاہ ولی اللہ سے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے بخار ہو گیا بیماری اس قدر طوالت پکڑ گئی کہ جانبر ہونے کی اُمید ٹوٹ گئی اسی دوران مجھ پر غنودگی طاری ہوئی تو میں نے حضرت شیخ عبد العزیز محدث دہلوی کو دیکھا اور فرمایا بیٹا! حضور اکرم ﷺ تیری عیادت کیلئے تشریف لا رہے ہیں اور غالبًا اسی طرف سے تشریف لائیں گے جس طرف تیری چارپائی کی پائنتی ہے اس لیے چارپائی کو اس طرح رکھنا چاہیئے کہ سرکار کی طرف تیرے پاؤں نہ ہوں یہ سن کر مجھے آفاقہ ہوا اور زبان سے بولنے کی قوت مفقود تھی۔ حاضرین نے میرے اشارے پر میری چارپائی کا رخ پھیر دیا۔ رخ پھیرا ہی تھا کہ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا **كَيْفَ حَالُكَ يَا بُنَيَّ** اے میرے بیٹے کیا حال ہے۔؟

آپ ﷺ کے ارشاد مبارک نے مجھے اس قدر لذت عطا کی کہ مجھ پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ عجیب بے قراری کی سی کیفیت تھی۔ آپ ﷺ نے مجھے اس طرح اپنی بغل مبارک میں لیا کہ آپ کی داڑھی مبارک میرے سر پر تھی اور آپ کا جبہ مبارک میری آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ اضطرابی کیفیت سکون میں بدل گئی۔ اسی وقت میرے دل میں شوق آیا کہ عرصہ سے سرکار کے موئے مبارک کی آرزو رکھتا ہوں کتنا ہی کرم ہو اگر مجھے اپنے موئے مبارک عطا فرمائیں میرے دل کا خیال سرکار ﷺ پر منکشف ہوا تو آپ نے اپنی داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیرا اور دو بال مبارک میرے ہاتھ میں تھما دیے۔ اتنے میں دل میں خیال آیا کہ یہ بال مبارک عالم بیداری میں بھی میرے پاس رہیں گے؟ سرکار پر مطلع ہو گیا تو فورًا فرمایا بیٹا! عالم بیداری میں بھی یہ بال تیرے پاس رہیں گے۔ چنانچہ میں

بیدار ہوا اور میں نے چراغ منگوایا اور دیکھا کہ دونوں بال مبارک میرے ہاتھ میں نہیں تھے۔ میں پھر سرکار دو عالم ﷺ کی طرف متوجہ ہوا پھر دیکھا کہ سرکار مثالی صورت میں جلوہ فرما ہوئے تو سرکار نے فرمایا بیٹا ہوش کرو میں نے دونوں بال احتیاطًا تمہارے سرہانے کے نیچے رکھ دیے ہیں وہاں سے لے لو۔ میں نے بیدار ہوتے ہی تکیے کے نیچے سے بال مبارک اٹھا لیے اور نہایت تکریم کے ساتھ انہیں محفوظ کر لیا۔ بخار کی وجہ سے میرے بدن پر کافی کمزوری آ گئی حاضرین نے سمجھا کہ شاید موت کا پروانہ آ گیا لہٰذا وہ رونے لگے میں نے انہیں اشارہ کیا کہ میں ابھی نہیں مرتا کچھ عرصہ بعد مجھے کلی صحت نصیب ہو گئی تندرست ہو گیا۔ سرکار کے موئے مبارک میں یہ اعجاز تھا کہ دونوں آپس میں جڑے رہتے مگر جب ان کے سامنے درود شریف پڑھا جاتا تو الگ الگ ہو جاتے۔

ایک مرتبہ تاثیر تبرکات کے منکروں میں سے تین آدمیوں نے امتحان لینا چاہا میں اس بے ادبی پر راضی نہ ہوا مگر جب مناظرے نے طول پکڑا تو کچھ عزیز ان مقدس بالوں کو سورج کے سامنے لے گئے اسی وقت بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا حالانکہ سورج گرم تھا اور بادلوں کا موسم بھی نہ تھا۔

اس واقعہ کو دیکھ کر منکرین میں سے ایک نے توبہ کر لی اور دوسروں نے کہا یہ اتفاقی امر ہے۔ عزیز دوسری مرتبہ لے گئے تو دوبارہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا اس پر دوسرے منکر نے بھی توبہ کر لی۔ جب تیسری بار موئے مقدس کو باہر لے گئے تو پھر بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا اور سایہ کر لیا تو تیسرا منکر بھی تائب ہو گیا۔

ایک مرتبہ موئے مبارک زیارت کیلئے باہر لایا تو بہت بڑا مجمع تھا۔ جس صندوق میں رکھے تھے تالا کھولنے کی بڑی کوشش کی ہر چند کہ تالا نہ کھلا۔ پھر اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ فلاں آدمی ناپاک ہے جس کی وجہ سے اس سعادت سے سب محروم ہیں۔ عیب پوشی کرتے ہوئے میں سب کو تجدید طہارت کا حکم دیا وہ ناپاک آدمی بھی مجمع سے باہر چلا گیا۔ اسی وقت بڑی آسانی سے تالا کھل گیا ہم

سب نے زیارت کی۔ حضرت والد گرامی نے آخری عمر میں جب تبرکات تقسیم فرمائے تو ان موئے مبارک میں سے ایک مجھے (شاہ ولی اللہ) کو عنایت فرمایا جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ (انفاس العارفین اردو ص ۱۰۴، ۱۰۵)

❁❁❁❁❁❁❁

# بلخ کا خوش نصیب تاجر

رونق المجالس میں ہے کہ بلخ شہر میں ایک خوش نصیب تاجر رہتا تھا جو بڑا مالدار تھا، اس کے دو بیٹے تھے تو جب وہ تاجر فوت ہوا تو اسکی جائداد دونوں بیٹوں نے آدھی آدھی لے لی۔ لیکن اس خوش نصیب تاجر کے پاس حضور اکرم ﷺ کے تین موئے مبارک بھی تھے جب انکی تقسیم کی باری آئی تو ایک بال مبارک بڑے بیٹے نے اور ایک چھوٹے نے لے لیا جب تیسرے موئے مبارک کی باری آئی تو بڑے نے کہا ہم اس موئے مبارک کو توڑ کر آدھا آدھا کر لیتے ہیں۔ یہ سن کر چھوٹے بھائی نے کہا میں ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گا کہ آپ ﷺ کا بال مبارک توڑا جائے۔ جب بڑے بھائی نے چھوٹے کی عقیدت دیکھی تو اس نے کہا تینوں بال مبارک تو لے لے اور باپ کی ساری جائیداد مجھے دے دے۔ چھوٹے نے کہا مجھے اور کیا چاہیے۔

اس خوش نصیب نے ساری جائیداد بڑے بھائی کے حوالے کر دی اور موئے مبارک لے لیے۔ اور بڑے ادب سے انہیں ایک جگہ محفوظ کر لیا۔ جب شوق آتا موئے مبارک سامنے لاتا اور درود پاک پڑھتا اور زیارت کرتا، اللہ تعالیٰ کو ایسی غیرت آئی کہ بڑے کا سارا مال دنوں میں ختم ہو گیا اور وہ کنگال ہو کر رہ گیا اور اللہ تعالیٰ نے چھوٹے بھائی کو موئے مبارک کی برکت سے دنیا کا مال بھی کثرت سے عطا کیا۔ پھر وہ چھوٹا بھائی حضور اکرم ﷺ کا عاشق تھا جب فوت ہوا تو کسی نیک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ جلوہ فرما ہیں اور خواب دیکھنے والے کو فرمایا تو اعلان کر

دے جس کو کوئی جب بھی حاجت پیش آئے وہ اس کی قبر پر آئے یہاں آ کر اللہ تعالیٰ سے حاجت برآری کی دعا کرے۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد اس عاشق رسول ﷺ کی قبر پر لوگ آتے اور پھر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ جو کوئی اسکی قبر والے علاقے سے گزرتا سواری سے اتر کر پیدل چلتا۔ (البرھان بحوالہ القول البدیع۔ سعادۃ الدارین)

۞۞۞۞۞

# تبرکات رسول ﷺ کی برکتیں

سرکار دوعالم ﷺ کے موئے مبارک کی برکات کے بارے میں ہم نے تفصیل سے درج کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ نسبت رسول ﷺ کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ درج کر دیا ہے اب ذرا سرکار دوعالم ﷺ کے ملبوسات کی برکات پر بات کی جاتی ہے سب سے پہلے قرآن حکیم کی ایات بینات پیش کی جاتی ہیں تا کہ باطل طاقتوں کی طرف سے پیش آمدہ اعتراض کے بادل چھٹ جائیں۔
ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ** (البقرہ: ۲۴۸)

بنی اسرائیل کے نبی (اشموئیل) نے ان سے فرمایا کہ (طالوت کی) بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آئے گا تمہارے رب کی طرف سے جس میں تمہاری تسکین کا سامان ہے اس میں موسیٰ وھارون علیھما السلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں اسے فرشتے اٹھا کر لائیں گے بے شک اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے عظیم نشانی ہے اگر تم مؤمن ہو۔

یہ شمشاد کی لکڑی کا تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں اور یہ وراثۃ منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا آپ کے بعد بنی اسرائیل کے پاس رہا اس وقت اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا کپڑے اور نعلین مبارک اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصا مبارک اور چند ٹکڑے الواح کے تھے۔

بنی اسرائیل اس صندوق کو جس میں یہ تبرکات تھے لڑائی کے موقع پر اسے آگے رکھتے تھے اور ان کو اسکی برکت سے فتح حاصل ہوتی اور جب انہیں کوئی حاجت پیش آتی تو وہ اسکو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے ان کی حاجت پوری ہو جاتی۔

لیکن جب بنی اسرائیل کے حالات خراب ہو گئے اور ان میں بدعملی پیدا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قوم عمالقہ کو مسلط و غالب کر دیا اور ان سے یہ صندوق بھی چھین کر لے گئے اور اسکو نجس اور گندے مقام میں رکھا اور اسکی بے حرمتی کی اس صندوق کی بے حرمتی کی وجہ سے وہ طرح طرح کے مصائب و آلام میں مبتلا ہوئے اور ان کی پانچ بستیاں تباہ و برباد ہو گئیں۔ جب وہ زیادہ متحیرہ و پریشان ہوئے تو بنی اسرائیل کی ایک عورت نے جو ان کے پاس تھی کہا کہ اگر سلامتی چاہتے ہو تو اس صندوق کو اپنے یہاں سے نکال دو تمہاری تباہی کا باعث اس صندوق کی اہانت و بے ادبی ہے ان کو بھی یقین ہو گیا آخر انہوں نے ایک بیل گاڑی پر اس صندوق کو رکھا اور دو شریر و سرکش بیل جوت کر ان کو چھوڑ دیا۔ فرشتے اسکو بنی اسرائیل کے سامنے ان کے بادشاہ طالوت کے پاس لے آئے چنانچہ ان ہی تبرکات کی وجہ سے طالوت کو باذن اللہ فتح حاصل ہوئی اور اسی صندوق کا آنا طالوت کی بادشاہی کی نشانی بنا۔ جسکی خبر آیت شریف میں بنی اسرائیل کے نبی حضرت اشموئیل علیہ السلام نے دی۔

(الذکر الجمیل بحوالہ خازن، مدارک، ابن جریر، خزائن العرفان)

اس توضیح سے جو بات کھل کر سامنے آ رہی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول

بندوں سے نسبت رکھنے والی چیزوں کی عزت وتکریم کرنا باعث رحمت ہے اوران کی بے حرمتی کرنا توہین کرنا موجب عذاب الٰہی ہے۔

قارئین محترم! اگر مقربان الٰہی کے تبرکات کی شرعی کوئی حیثیت نہ ہوتی اور ان سے کسی کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاکیزہ اور وجد آفرین کلام قرآن مجید میں ان چیزوں کا ذکر بالکل نہ کرتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے برعکس اس کے تبرکات مقبولان حق کا تذکرہ جہاں بھی کیا بڑی وضاحت کے ساتھ کیا تا کہ آئندہ آنے والی نسل آدمیت کو بندگان حق کے تبرکات کی اہمیت وخاصیت کھل کر سامنے آجائے۔ دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا. کہ یہ میری قمیص لے جاؤ اور میرے باپ کے چہرے پہ ڈال دو آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

چنانچہ اس قمیص کو لاکر حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر ڈالا گیا تو ان کی ختم شدہ بینائی واپس آگئی۔

دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام کے کُرتے میں کتنا کمال تھا۔ مقام غور ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص میں یہ خاصیت پیدا کرسکتا ہے تو حضور اکرم ﷺ کے تبرکات کا عالم کیا ہوگا۔ یقیناً حضور اکرم ﷺ کے تبرکات کو صحابہ کرام بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے۔ اور آپ ﷺ کے بدن اقدس کے ساتھ نسبت رکھنے والی چیزوں کو بابرکت اور نفع بخش سمجھتے۔

وقت کی رفتار کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے عشاق تعداد کے لحاظ سے بڑھ رہے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جوں جوں محبین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اسی رفتار کے ساتھ گستاخ بڑے سلیقے کے ساتھ لوگوں کے دلوں سے حضور اکرم ﷺ کے محبت کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مختلف حیلے بہانے بنا کر سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان پر دن دیہاڑے سے ڈاکے ڈالتے ہیں۔ دیکھئے حال ہی میں سعودی

حکمرانوں کی جانب سے حجاج کرام کو تحفے کے طور پر دیئے جانے والی تفسیر القرآن میں کیا لکھا ہے۔

بعض لوگ نبی ﷺ کے نعل مبارک کی مثال بنا کر اپنے پاس رکھنے کو یا گھروں میں لٹکانے کو یا مخصوص طریقے سے اس کے استعمال کو قضائے حاجات اور دفع بلیات کیلئے اکسیر سمجھتے ہیں۔ آگے لکھا ہے بہر حال یہ سب باتیں غلط ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ (تفسیر القرآن ص ۱۰۶)

دیکھئے کہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت کس طرح حضور اکرم ﷺ کی محبت کو جڑوں سے اکھاڑنے کی سعی ناپاک کی جارہی ہے۔ حالانکہ علماء امت کے نزدیک نقش نعل پاک کی بڑی اہمیت ہے عرب ہی کے مفتی مکہ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد علوی المالکی نے لکھا ہے۔

سرکار دوعالم ﷺ کے نعلین پاک کے فضائل و برکات پر بڑے بڑے علماء نے کتب و رسائل تحریر کیے ہیں خاص طور پر شیخ مقری نے ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے۔ اور اس میں نعلین پاک کی مختلف تصاویر بیان کی ہیں۔

شیخ مقری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہدایت دے اور برائی کی راہ سے بچائے اور قیامت کے دن حوض کوثر پر پہلے گروہ میں شامل کرے۔

مسلمہ علماء مغرب کی ایک جماعت نے نعلین مصطفیٰ کے عکس اور اس کے حسن پر جو کچھ تحریر کیا ہے اس سے صاحب مطالعہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں ان میں امام ابوبکر عربی، حافظ ابن ربیع بن سالم کلاعی، مشہور مصنف حافظ عبداللہ بن امار ابوعبداللہ بن رشید شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ابوعبداللہ محمد بن جابر الواوشی ابوعبداللہ بن مرزوق، ابوعبداللہ محمد الوحاح تیونسی۔ ابواسحاق ابراہیم بن حاج اسلمی اندلسی، پھر ان سے ابن عساکر اور اس کے علاوہ بھی علماء کی کثیر تعداد نے نعل پاک کی روایت کی ہے۔ مثلاً ابوحاکم مالک بن مرحل اور یہ مقتدا و پیشوا اور قابل تقلید ہیں۔

اہل مشرق میں سے حافظ ابن عساکر، آپ کے شاگرد بدر فاروقی، حافظ عراقی اور ان کے بیٹے ولی عراقی شامل ہیں اسی طرح شیخ قسطلانی نے مواہب الدنیہ میں اس چیز کا ذکر کیا۔

امام مقری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بعض کینہ پرور افراد جو اپنی بعض خصلتوں میں گدھے کی مشابہت رکھتے ہیں ان کی یہ بات پہنچی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے نعلین مبارک کی بابرکت تصاویر کا انکار کرتے ہیں۔ (الذخائر المحمدیہ)

قارئین محترم! اس مختصر مگر جامع توضیح کے بعد مزید کسی تشریح کی گنجائش نہیں رہتی مگر باوجود اس کے بعض لوگ اپنی کمینی حرکات سے باز نہیں آتے آنحضور ﷺ کی محبت کو لوگوں کے دلوں سے کھینچ کھینچ کر نکال رہے ہیں درحقیقت ابلیس اپنے ہتھکنڈوں کو مختلف اطراف سے استعمال کر رہا ہے کہ کسی نہ کسی طریقہ سے کلمہ گو مؤمن و مسلمان ایمان کی حلاوت اور مٹھاس سے محروم ہو رہے ہیں۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ اعمال حسنہ ڈھیروں کے ڈھیر ہی کیوں نہ ہوں جب تک ان میں سرکار دو عالم ﷺ کی سچی محبت و عقیدت شامل نہیں ہوگی درجہ کمال کو بھی نہ پہنچ سکتے۔

ڈاکٹر محمد علوی مالکی نے حضرت یوسف بن اسماعیل نبھانی کے حوالے سے بہت پیارے اشعار تحریر فرمائے ہیں ترجمہ درج ذیل ہے۔

(۱) اس کائنات پر حضور اکرم ﷺ کی نعلین کا سایہ ہے اور مخلوق اس کے سایہ میں ہے۔

(۲) کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم ہوا مگر محبوب کریم ﷺ جوڑوں سمیت مقام دنیٰ پر گئے۔

(۳) سید المرسلین کی اس نعلین پاک کا یہ عکس منقول ہے ستارے جسکی فرش راہ بننے کیلئے ترستے ہیں۔

(۴) ساتوں آسمان اور تمام بادشاہوں کے تاج اس پر رشک کرتے ہیں۔

(۵) نعل مصطفیٰ ﷺ کا نقشہ جو میری روح کی خوشی اور میری آنکھوں کا سرمہ ہے

(۶) نعل مبارک کا نقشہ کتنا مکرم ہے کہ ہر سر تمنا کرتا ہے کہ کاش میں اس کا پاؤں بن جاؤں۔

(۷) جب زمانہ مخلوق پر حملہ آور ہوتا ہے تو میں آقا ﷺ کی نعلین پاک کو اپنے لیے قلعہ بنالیتا ہوں۔

(۸) میں ہر پریشانی سے اس کے صدقے نجات اور اس کے سایہ میں امن پاتا ہوں۔

میں نے نعل مصطفیٰ کے عکس کی اس لیے خدمت کی ہے تا کہ دونوں جہانوں میں اس کے سایہ نصیب ہو۔

(۹) حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے نعلین پاک اٹھا کر سعادت پائی میں اس کے عکس کی خدمت کر کے سعادت پا رہا ہوں۔

سر پہ رکھنے کو مل جائے جو نعل پاک حضور
پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

اصحاب رسول ﷺ کے دلوں میں جو تبرکات نبوی کی عقیدت تھی وہ اپنی مثال آپ تھی۔ آج کل جو بزرگان دین کے تبرکات سے برکت حاصل کی جاتی ہے اس کی اصل یہی ہے اگر کوئی اس حقیقت کا انکار کرتا ہے تو بڑے تعجب والی بات ہے۔ دیکھئے حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے چہرہ پر حضور اکرم ﷺ نے پانی چھڑکا تو ان کا بڑھاپا جوانی میں بدل گیا۔ (الذکر الجمیل)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب نماز فجر سے فارغ ہوتے تو مدینہ منورہ کے بچے اپنے برتن جن میں پانی ہوتا لے کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ ﷺ ہر ایک کے برتن میں ہاتھ ڈبوتے اور بعض اوقات سردی

ہوتی اس کے باوجود حضور اکرم ﷺ اسی طرح کرتے وہ بچے اس پانی کو گھروں میں لے جاتے اور تبرک سمجھ کر پی لیتے۔ (الذکرا لجمیل)

جب حضور اکرم ﷺ وضو فرماتے تو وضو کے پانی کے حصول کیلئے صحابہ کرام میں لڑائی کی نوبت آ جاتی اور پھر جس کو وہ پانی حاصل ہو جاتا وہ تبرک سمجھ کر پی لیتا۔

(بخاری ج اوّل)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت چرمی سرخ قبا میں تھے میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے سرکار کے وضو کا پانی لیا اور لوگ اس پانی کو لینے کیلئے دوڑ رہے ہیں جس کو اس میں سے کچھ مل جاتا وہ اسے اپنے منہ پر ملتا اور جس کو کچھ نہ ملتا وہ دوسرے کے ہاتھوں کی تری سے مل لیتا۔ (بخاری ج اوّل)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس حضور اکرم ﷺ کا جبہ مبارک تھا وہ اس جبے کا دھون بیماروں کو پلاتیں جس سے شفا مل جاتی۔ (مسلم ج دوم)

ابن مامون رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس حضور اکرم ﷺ کا ایک پیالہ مبارک تھا ہم اس میں پانی ڈال کر بیماروں کو پلاتے تو شفا مل جاتی۔ (شفا شریف)

محمد بن جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے جبہ مبارک کا ایک ٹکڑا ہمارے پاس تھا ہم اسے دھو کر بیماروں کو پلاتے تو اس پانی سے بیماروں کو شفا مل جاتی۔ (الذکرا لجمیل)

حضرت خداش بن ابی خداش رضی اللہ عنہ کے پاس حضور اکرم ﷺ کا پیالہ مبارک تھا جو انہوں نے سرکار سے لیا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کبھی کبھی ان کے ہاں جاتے تو اسی پیالہ میں پانی آب زم زم ڈالتے پیتے اور حصول برکت کیلئے اپنے منہ پر چھینٹے بھی مارتے۔ (الذکرا لجمیل)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے

خالد بن سفیان بن بلیح ہزلی کے قتل کیلئے بھیجا۔ جب میں قتل کر کے واپس آیا تو حضور نے مجھے اپنا عصا مبارک عطا فرمایا اور فرمایا اس کے ساتھ جنت میں چلے جانا۔

وہ عصا حضرت عبداللہ کے پاس رہا بوقت وفات انہوں نے وصیت کی کہ اس عصا کو میرے کفن میں ساتھ ہی رکھ دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (ایضًا)

حضرت محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور اکرم ﷺ کا ایک چھوٹا سا عصا تھا جب فوت ہوئے تو وصیت کے مطابق وہ عصا ان کے ساتھ دفن کیا گیا۔ (ایضًا)

حضرت عبداللہ بن حازم کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا جسے وہ جمعہ اور عیدین اور جب لڑائی میں فتح پاتے تو بطور تبرک لیتے اور فرماتے کہ یہ عمامہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے پہنایا تھا۔

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک چادر لائی اور عرض کی آقا! یہ چادر قبول فرمائیں۔ آپ ﷺ نے قبول فرما کر بطور تہبند باندھ لی اور ہماری طرف تشریف لائے صحابہ کرام میں سے ایک نے دیکھ کر عرض کی آقا! یہ چادر مجھے عطا فرمائیے۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لے گئے واپس آئے تو چادر حضور ﷺ کے ہاتھ میں تھی آپ نے اس سائل صحابی کو عطا فرمائی۔ دوسرے ساتھیوں نے کہا تم نے اچھا نہیں کیا چادر کا سوال کر کے۔ تجھے علم ہے حضور ﷺ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے اور اس وقت حضور اکرم ﷺ کو اس چادر کی ضرورت تھی۔

اس صحابی نے کہا اللہ کی قسم! میں نے (اوپر لینے کیلئے نہیں بلکہ) یہ چادر (آقا کے بدن اقدس کو لگ چکی ہے) میں نے چاہا کہ میرا کفن بنے۔ حضرت سہل فرماتے ہیں وہی چادر اس شخص کا کفن بنی۔ (بخاری، جلد دوم)

حضرت ابوعبدالرحمٰن اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں احمد بن فضلویہ بڑے زاہد و عابد تھے بڑے نمازی اور تیر انداز تھے ان کے پاس حضور اکرم ﷺ کی عطا کردہ کمان تھی اس

کمان کو بھی کبھی انہوں نے بے وضو نہیں چھوا۔ (شفا شریف)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ منبر شریف میں جو جگہ حضور ﷺ کے بیٹھنے کی تھی وہاں اپنے ہاتھ کو ملتے پھر اپنے منہ پر ملتے۔ (شفاء شریف)

یہ تھی تبرکات نبوی کی اہمیت ان بزرگان دین کی نگاہوں میں ۔ اب کوئی پاگل کہے کہ یہ سراسر شرک اور غیر اللہ کی پوجا اور شخصیت پرستی ہے تو ہمیں ایسے عقل کے اندھوں سے الجھنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ ہم نے الجھاؤ کا سبق پڑھا ہے نہ ہمارے پاس تعصب کی عینک ہے ۔ ہمارے پاس محبت کی عینک ہے اس لیے ہم ہر بات سے محبت کا پہلو اجاگر کرتے ہیں تاکہ دوسرے لوگ بھی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ دلی طور پر محبت کرنے والے بن جائیں کیونکہ یہی محبت وعقیدت ہے جس کی برکت سے ناقص اعمال بھی درجہ ء کمال کو پہنچیں گے۔ (انشاء اللہ)

❁❁❁❁❁

# حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تبرکات نبوی

اہل سنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کرنا حرام ہے ان کے صحابی رسول ﷺ ہونے میں ذرا بھی شک نہیں کیا جاسکتا۔ ہرچند کہ ان سے سیاسی غلطی ہوئی لیکن منصب صحابیت پر فائز ہونے کی وجہ سے چشم پوشی کی جائے گی کیونکہ احادیث میں ان کے فضائل وارد ہوئے ہیں۔

ایک دن رسول اکرم ﷺ نے انہیں سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا تھا آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تمہارے بدن کا کون سا حصہ میرے جسم سے لگ رہا ہے؟ عرض کیا میرا پیٹ، آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! ان کا پیٹ حلم و بردباری سے بھر دے۔

حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کے حق میں یہ دعا فرمائی اے اللہ!

معاویہ کو کتاب کا علم بھی عطا فرما اور حساب کا بھی علم عطا فرما، انہیں عذاب

سے محفوظ فرما۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنادے۔ خود ان کو بھی ہدایت عطا فرما اور ان کے ذریعے دوسروں کو بھی ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنادے۔ اور ان کو عذاب سے بچا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز حضور اکرم ﷺ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے معاویہ! میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔ جنت کے دروازے پر تم مجھ سے دونوں انگلیوں کی طرح گھر کرتنگی کرتے ہوئے چلو گے۔

(سیرت حلبیہ ج سوم)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور اکرم ﷺ کے کچھ تبرکات بھی تھے جن میں آپ ﷺ کا کرتہ مبارک ایک پاجامہ مبارک موئے مبارک اور ایک چادر تھی۔ جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو وصیت کی کہ مجھے آپ ﷺ کی قمیص مبارک میں کفن دیا جائے آپ کی چادر مبارک میں لپیٹا جائے آپ کے پاجامے سے ازار بند بنایا جائے اور موئے مبارک میری گردن اور سینے پر رکھ دیئے جائیں اور میرا معاملہ میرے اللہ اور میرے درمیان چھوڑ کر سپرد خدا کر دیا جائے۔ (ایضاً)

❁❁❁❁❁

## رحمۃ للعالمین ﷺ اور قرن کا خیر التابعین رضی اللہ عنہ

مقام محبت کو بڑی بزرگی اور منزلت حاصل ہے۔ دیکھئے اور ذرا غور کیجئے ایک وہ شخص جس نے آفتاب رسالت ﷺ کو دن رات دیکھا آپ کی صحبتیں حاصل رہیں حتی کہ آپ ﷺ کی اقتدا میں نمازیں بھی ادا کیں مگر دل کے اندر کفر کی وجہ سے ظاہری عبادات بھی رنگ نہ لا سکیں۔ حتی کہ سرکار دو عالم ﷺ نے کفن کیلئے جبہ بھی عطا فرمایا مگر کسی کام نہ آیا سرکار نے فرمادیا کہ میرا جبہ اس کے کام نہ آئے گا کیونکہ اس کی بدقسمتی

اور حرماں نصیبی نے ایمان کی روحانی حلاوت سے دور رکھا۔ اب ذرا ایک دوسرے بندے کی طرف دیکھئے جس نے ظاہری آنکھ سے ایک لمحہ بھی دیدار مصطفیٰ نہ کیا اور زمانہ نبوی بھی پایا لیکن دل کے اندر عشق محبت رسول کا جو بھانبڑ تھا اس نے یادِ محبوب کے سوا سب کچھ مٹا کر رکھا تھا۔ اور عشق و محبت اس قدر عروج پر تھا کہ اگر ایک لمحہ بھی اپنی ظاہری آنکھوں سے جمالِ محبوب سے لطف اندوز ہو جاتا تو تڑپ کر جان دے دیتا۔ محبت رسول اور عشق رسول کا صلہ یہ ملا کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف اپنا جبہ مبارک بھی بھیجا اور امت کی بخشش کیلئے دعا کی وصیت بھی فرمائی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔

اِنَّ خَيْرُ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ اُوَيْسٌ وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهٖ بِيَاضٌ فُمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْلَكُمْ. (رواہ المسلم ج دوم)

بے شک تابعین میں سے سب سے افضل وہ شخص ہوگا جس کا نام اویس ہوگا اس کی ایک والدہ ہے اس کو برص کی بیماری ہے اس سے کہو کہ وہ تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دن صحابہ سے فرمایا قرن میں اویس نامی ایک مرد ہے۔ وہ قیامت کے روز میری امت کی سفارش کرائے گا یہ فرمایا اور آپ ﷺ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم اسکو دیکھو گے وہ ایک مرد ہے میانہ قد اور لمبے لمبے بالوں والا ہے۔ اس کے بائیں پہلو پر بمقدار درم سفید داغ ہے مگر وہ برص کی قسم کا نہیں اور اسکی ہتھیلیوں میں بھی ویسا ہی نشان ہے اور میری امت کے قبیلہ مضر اور ربیعہ کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر شفاعت کرنے کا حق ہوگا تم اس سے ملاقات کرو گے تو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ میری امت کے حق میں دعا کرنا۔ (کشف المحجوب)

سبحان اللہ! اس مرد کامل کی فضیلت اور قدر و منزلت کا کیا کہنا جسے حضور اکرم ﷺ خیر التابعین کا لقب عطا فرمادیں۔ اور پھر یہ کہ حضور اکرم ﷺ کبھی کبھی یمن کی طرف اپنا منہ مبارک کر کے فرمایا یمن کی طرف سے مجھے نسیم رحمت آتی ہے۔

سرکار نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ستر ہزار فرشتے اویس قرنی کی شکل میں پیدا فرما کر ان کے درمیان حضرت اویس کو بہشت میں داخل کرے گا۔
(تذکرۃ الاولیاء)

آنحضور ﷺ کے وصال مبارک کے بعد ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو آپ نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا اے اہل نجد کھڑے ہو جاؤ۔ وہ کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص قرن کا ہے انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا آگے ہو جاؤ تو ان سے حضرت اویس کے بارے میں پوچھا تو ان لوگوں نے کہا۔

وہ ایک مجذوب اور مست وار بزرگ ہے جو آبادیوں میں نہیں آتا نہ ہماری مجالس میں آتا ہے جو کچھ دوسرے لوگ کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتا نہ ان کے طرز زندگی اور بود و باش، رسوم و رواج کی پیروی کرتا ہے بس اپنی حالت میں مست رہتا ہے۔

حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تلاش کرتے کرتے وہاں پہنچے تو دیکھا حضرت اویس عبادت میں مصروف ہیں جب نماز سے فارغ ہوئے تو انہیں سلام کیا اور ان کے ہاتھ اور پہلو کا نشان دیکھا اور آنحضور ﷺ کا سلام پیش بھیجا اور جبہ مبارک عطا کیا اور فرمایا کہ آپ ﷺ نے وصیت فرمائی ہے میری امت کیلئے دعا فرمائیں۔ حضرت اویس نے احترام میں امت کیلئے دعا فرمائی۔ ایک روایت میں ہے حضرت اویس نے کہا اے عمر! کوئی اور اویس ہوگا جس کے متعلق سرکار نے وصیت کی ہوگی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں آپ ہی اویس ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے جو نشانیاں بتائیں وہ آپ میں پائی ہیں۔

حضرت اویس رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کا عطا کردہ جبہ مبارک لے کر کچھ فاصلے پر چلے گئے اور سر بسجود ہو گئے اور عرض کرنے لگے اے اللہ! میں اس وقت تک یہ جبہ نہیں پہنوں گا جب تک اپنے حبیب ﷺ کی ساری امت نہ بخشوالوں گا۔ کیونکہ سرکار نے امت کو میرے حوالے کیا ہے۔

آواز آئی کہ اے اویس چند آدمیوں کو تیری خاطر بخش دیا جائے گا آپ نے عرض کیا مولا! میں سرکار کی ساری امت بخشوانا چاہتا ہوں۔ اسی قیل وقال میں تعداد بڑھتی جارہی تھی تو حضرت عمر اور حضرت علی قریب پہنچ گئے حضرت اویس نے کہا کاش! تم لوگ تھوڑی دیر اور رک جاتے اور صبر کرتے تو میں ساری امت بخشوالیتا۔

حضرت اویس نے پوچھا کیا تم نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔

حضرت عمر فاروق نے کہا ہاں کی ہے۔

حضرت اویس نے پوچھا بتاؤ حضور اکرم ﷺ کے ابرو مبارک پیوستہ تھے یا نہیں۔

حضرت عمر و علی اس بات کا جواب نہ دے سکے۔

حضرت اویس نے کہا تم دونوں حضور ﷺ کے دوست ہو بتاؤ حضور ﷺ کے میدان اُحد کے دن کون سے دندان مبارک شہید ہوئے تھے؟۔ اور آپ لوگوں نے حضور ﷺ کی موافقت میں اپنے دانت کیوں نہ توڑے۔ اس کے بعد اویس نے اپنا منہ کھول کر دکھلایا کہ میرے سب دانت ٹوٹے ہوئے ہیں چونکہ مجھے معلوم نہ تھا میرے آقا کا کون سا دانت مبارک شہید ہوا ہے۔ بس اسی شش وپنج میں میں نے سبھی دانت توڑ ڈالے۔ سارے دانت توڑ ڈالے تو مجھے قرار آ گیا۔ اللہ اکبر" اس بات کو سن کر حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما پر رقت طاری ہو گئی اور سمجھ گئے محبت کا مقام ہی کچھ اور ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

ایک مرتبہ کسی سے آپ نے ارشاد فرمایا اگر تو زمین وآسمان کے برابر بھی

عبادت کرلے تو جب تک یقین کامل خدا تعالیٰ کی ذات پر نہ ہوگا عبادت قبول نہ ہوگی۔

اس شخص نے عرض کی حضرت! میں کس طرح اس پر یقین کروں؟

آپ نے ارشاد فرمایا جو کچھ تجھ کو حاصل ہے بس اسی پر قناعت کرتا کہ اس کی عبادت میں کسی اور چیز کی طرف رغبت نہ رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا کائنات کی کوئی چیز اس کی نگاہوں سے پردہ میں نہیں رہتی۔ کیونکہ خدا کو اس خدائی سے پہچانتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں السلامۃ فی الوحدۃ تنہائی میں سلامتی ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کیلئے مخلوق کی محبت سے خالی ہوجاتا ہے اور دنیاوی خواہشات کے ہجوم سے تنہا ہو جائے وہ مخلوق کی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور غیر کے اندیشہ اور فکر سے بھی بے نیاز رہتا ہے جسے حقیقی خلوت نشینی اور تنہائی کی عادت نصیب ہوگئی وہ لوگوں کی مجلس میں بیٹھا تب بھی اسکی تنہائی میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ اور جو مخلوق کے خیال اور محبت میں محو ہو وہ خلوت میں بھی فارغ نہیں ہوتا۔ اس لیے آپ نے فرمایا۔ علیک بالقلب اپنے دل کی حفاظت کر۔ (تذکرۃ الاولیاء)

الغرض حضرت اویس رضی اللہ عنہ ان پاکیزہ نفوس اور عاشقوں میں سے ہیں جو ذات مصطفیٰ ﷺ میں فنا ہو چکے تھے ان کی آنکھوں سے حجابات اٹھ چکے تھے وہ حضور اکرم ﷺ سے بظاہر دور رہ کر بھی حضوری میں رہتے۔ اور اسی حضوری نے آپ کو ولایت میں بہت ہی بلند مقام عطا کیا۔ (خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

# وصال نبوی کے بعد فیضیاب ہونے والے خوش نصیب

اصحاب رسول ﷺ نے تو ظاہری طور پر بھی حضور اکرم ﷺ سے فیض رسانی کی اور باطنی طور پر بھی چونکہ حضور اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ مکمل طور پر بند ہے اسے کھولنے والا کافر وزندیق ہے تو ضروری امر تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے فیضان کرم کا بحر بیکراں رواں دواں رہتا۔ اصحاب رسول نے تو ظاہری طور پر حضور ﷺ کے فیضان سے اپنی جھولیاں بھریں مگر بعد میں آنے والے روحانی طور پر آنحضور ﷺ کے فیضان سے سیراب ہوئے۔ فرق اتنا ہے کہ اصحاب رسول نے ظاہری طور پر سرکار کے جلوؤں سے باریابی حاصل کی لیکن بعد میں آنے والوں نے دل کی انکھوں کے ساتھ جمال نبوی سے لطف وسرور پایا۔ جس طرح اصحاب رسول کا آپس میں مدارج کا فرق ہے اسی طرح بعد میں آنے والوں کا آپس میں مدارج کا فرق ہے۔ الغرض جتنا جتنا کسی کے پاس ظرف تھا اسی کے حساب سے اپنے کاسہ محبت کو فیضان نبوی سے سیراب کیا۔ یہاں یہ بات بھی یادر ہے کہ آپ ﷺ کے فیضان روحانی سے فیضیابی کرنے کا انکار کرنا محال ہے ناممکن ہے۔ جن بدبختوں نے اس حقیقت کا انکار کیا ہے ان کی مثال اس اندھے کی طرح جسکو دن کے اُجالے میں بھی سورج نظر نہیں آتا، اس حقیقت کا انکار کرنے والوں کا حضور اکرم ﷺ کے مقامات رفیعہ پر صحیح طور پر ایمان نہیں ہوتا۔ جن لوگوں کا ایمان درست ہوتا ہے وہ لوگ ہی حضور اکرم ﷺ کے فیضان سے صحیح معنوں میں فیضیاب ہوتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کے فیضان کرم کا دروازہ ایک لمحہ کیلئے بھی بند نہیں ہوسکتا اور نہ ہوگا۔

آپ ﷺ کی ظاہری حیات کو پانے والوں نے ایک لمحہ بھی اپنے آپ کو فیضان نبوی سے محروم نہ ہونے دیا بعد میں آنے والوں نے بھی ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے آپ کو حضور سے دور نہ رکھا بلکہ سرکار کی بارگاہ میں قولاً عملاً سرکار کی حضوری میں لطف

وسرور حاصل کیا۔ ان لوگوں کے عقائد قرآن وسنت سے متصادم نہیں بلکہ موافقت رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ کی سنت مطہرہ کا دفاع آپ ﷺ سے والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار کرنے کو ایمان کی حقیقت سمجھا۔

ان کے عقائد ونظریات کی بنیاد النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم تھی۔

ان لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ کو اپنی پناہ گاہ اس لیے سمجھا کہ قرآن میں ارشاد ہے **وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وكَ** الخ ہے۔

ان لوگوں نے نسبت مصطفیٰ ﷺ کو مقدم اس لیے سمجھا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی نسبت اپنی ربوبیت کی قسم کھائی۔ فَلَاوَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حتّٰى يُحَكِّمُوْكَ الخ۔ ان لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کی محبت کو ترجیح اس لیے دی کہ قرآن میں فرمایا **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ**۔

الغرض ان پاک نفوس نے اپنے دلوں کا قبلہ حضور اکرم ﷺ کو بنایا تو اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ابدی حیات عطا فرمائی موت ان پر طاری نہ ہونے دی۔ بلکہ ان کی موت بھی حیات میں بدل گئی تو یہ لوگ آج بھی زندہ ہیں اور ان کی تعلیمات بھی زندہ ہیں۔

ان لوگوں کی درگاہوں کی خاک کو اپنی آنکھون کیلئے سرمہ طور سمجھتے ہیں، ان کے فیضان کے رواں چشموں کو آب حیات سمجھتے ہیں۔

# امام المسلمین اور فیضان سید المرسلین ﷺ

امام الائمہ سراج اللہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو اللہ جل شانہٗ نے جن صلاحیتوں سے نواز آج زمانہ ان کا معترف ہی نہیں بلکہ سبھی امام صاحب کی علمی فقاہت وثقاہت کے خوشہ چین نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ فیضان نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے سچے امین تھے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ علوم نبوت کے سچے وارث رسول اللہ ﷺ کے صحیح نائبین اور امت کے مجددین اور مصلحین وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو علمی، اخلاقی، روحانی اعتبار سے دوسرے لوگوں سے درجہ ممتاز پر فائز ہوں اور جو ہر قسم کی تحریفات اور تاویلات کا پردہ چاک کر سکتے ہوں اور جاہلیت وگمراہی کی ہر نئی ظلمت کیلئے ان کے پاس ید بیضا ہو۔ ہاں ہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو خدمت دین اور سنت نبوی کے دفاع کیلئے منتخب فرمایا تھا۔ امام صاحب کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص نسبت تھی جس نے آپ کے علمی کمال کو اوج ثریا پر پہنچایا۔

حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔

میں ملک شام میں تھا ایک روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے سرہانے سو گیا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں مکہ مکرمہ میں حاضر ہوں اور حضور اکرم ﷺ باب بنی شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں اور جس طرح کسی بچے کو گود میں لیا جاتا ہے اسی طرح ایک عمر رسیدہ کو گود میں اٹھائے ہوئے ہیں میں دوڑتا ہوا حضور اکرم ﷺ کے قریب پہنچا تو پائے اقدس کو بوسہ دیا میں دل میں سوچنے لگا کہ یہ عمر رسیدہ شخص کون ہو سکتا ہے جسکو رسول اکرم ﷺ نے اٹھایا ہے۔ اتنے میں میرا خطیرہ قلب حضور ﷺ پر منکشف ہوا اور ارشاد فرمایا یہ شخص تیرا اور تیری قوم کا امام امام ابوحنیفہ ہے۔

اس خواب سے مجھے اور اپنے قوم کے حق میں بہت امیدیں بندھ گئیں اور یہ حقیقت مجھ پر واضح ہو گئی کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنی صفات ذاتی میں فنا ہو چکے ہیں۔ اور احکام شرع کیلئے باقی ہیں۔ اس لیے وہ رسول اکرم ﷺ کی سیرت شرع کے حامل تھے اگر میں انہیں بذات خود چلتا دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ وہ باقی الصفت ہیں۔ اور باقی الصفت کیلئے خطا اور ثواب، دونوں کا امکان ہوتا ہے لیکن چونکہ حضور اکرم ﷺ کی گود میں دیکھا لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کا وجود ذاتی فنا ہو چکا ہے اور اب ان کا جو وجود قائم ہے وہ رسول اکرم ﷺ کے وجود سے قائم ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کیلئے کسی طرح کی خطا کا امکان نہیں وہ بھی خطا سے پاک ہیں۔ (کشف المحجوب)

آج ملت اسلامیہ پر جس قدر احسانات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہیں اس قدر کسی اور کے نہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ بشارت سید المرسلین ﷺ تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اگر ایمان ثریا کے پاس ہوا تو اہل فارس میں سے ایک آدمی وہاں بھی پہنچے گا اور اسے حاصل کر لے گا۔ (مسلم شریف)

طبرانی میں ہے اگر ایمان ثریا کے پاس لٹکا ہوا ہوگا تو عرب اسکو نہ پا سکیں گے البتہ فارس والے اسے حاصل کرلیں گے۔

ابن حجر مکی نے امام سیوطی کے بعض تلامذہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے استاد (سیوطی) یقین کے ساتھ کہتے تھے کہ اس حدیث کے اولیں مصداق صرف امام اعظم ابوحنیفہ ہیں کیونکہ امام اعظم کے زمانہ میں اہل فارس میں سے کوئی شخص بھی آپ کے علمی مقام کو نہ پا سکا۔ بلکہ آپ کا مقام تو الگ رہا آپ کے تلامذہ کے مقام کو بھی آپ کے معاصرین میں سے کوئی شخص حاصل نہ کر سکا۔ (تذکرۃ المحدثین)

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ جب آپ روضہء رسول ﷺ پر حاضر ہوئے تو کہا

اسلام علیک یا سید المرسلین تو آقا ﷺ کی طرف سے جواب آیا وعلیک السلام یا امام المسلمین۔

حضور اکرم ﷺ کی محبت اور شہر مدینۃ الرسول کی محبت ان کے رگ و ریشہ میں رچی بسی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ

ایک مدینۃ النبی میں شور مچ گیا اور لوگ دیوانہ وار شہر کے باہر کسی کے استقبال کیلئے بڑھنے لگے۔ ہنگامہ دیکھ کر کسی نے پوچھا کون آ رہا ہے کہ تم لوگ اس طرح استقبال کیلئے بھاگے جا رہے ہو۔ لوگوں نے کہا امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ تشریف لا رہے ہیں۔ دو دن تک متعدد فقہی مسائل پر مسجد نبوی میں امام صاحب سے سوال ہوتے رہے اور وہ اپنے جواب سے لوگوں کو مطمئن فرماتے رہے۔ تیسرے دن امام صاحب نے رخت سفر باندھا۔

بڑے بڑے علماء ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے کہ حضور! ابھی سیری نہیں ہوئی دو چار دن اور ٹھہر جائیں۔ لوگوں کے اصرار سے مجبور ہو کر امام صاحب ٹھہر گئے۔ نبوت کا قرب مسجد نبوی کی ہمسائیگی اور انوار کی مسلسل بارش نے امام صاحب کے قدموں کو جکڑ رکھا تھا۔ لیکن جب گیارہویں روز روانہ ہونے لگے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور کہا بھائیو! مدینہ چھوڑ کر جانے پر کون راضی ہے مگر اب میں فطری طور پر بالکل مجبور ہوں اس لیے مہربانی کر کے مجھے اب اجازت دیجیئے۔ لوگوں نے عرض کیا حضور کیا ضرورت ہے۔ جس کی وجہ سے آپ مجبور ہو گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا گیارہ دنوں سے یہاں مقیم ہوں ان دنوں میں صرف سر زمین مدینہ کے ادب کی وجہ سے میں نے رفع حاجت نہیں کی اب میں برداشت نہیں کر سکتا اس لیے مہربانی فرما کر مجھے اب اجازت دیں۔

(روشنی نشری تقریر ریڈیو پاکستان)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنے ورع اور تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی بدولت اجتہاد میں اور مسائل کے استنباط میں ایسا مرتبہ پایا ہے کہ دوسرے افراد اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر سے ایک عظیم دریا کی طرح ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے مذاہب مثل حوضوں اور نالیوں کے نظر آتے ہیں۔

سنت کی پیروی میں امام صاحب سب سے آگے ہیں اللہ ان کو توفیق دے کہ دین کے سردار اور اہل اسلام کے رئیس کو برا نہ کہیں اور اسلام کی بڑی جماعت کی دل آزاری نہ کریں فقہ کے بانی حضرت امام صاحب ہیں فقہ کے تین حصے ان کو مسلم ہیں ایک چوتھائی میں باقی علماء ان کے شریک ابوحنیفہ کے مقابلے میں دوسروں کو باوجود ان کے علم وکمال وتقویٰ کے بچوں کی طرح سمجھتا ہوں۔ ح ۱

(امام اعظم کے عقائد)

# شہر مصطفیٰ کا عاشق رسول

یہ سچ ہے کہ کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ کیونکہ محبت نام ہی اس چیز کا ہے کہ محبّ کے دل سے محبوب کے سوا ہر چیز مٹ جاتی ہے۔ پھر محبّ کے نزدیک ہر وہ چیز محبوب ہوتی ہے جسے محبوب کے ساتھ نسبت ہو۔ نبی کریم ﷺ کی محبت اہل دل کی متاع حقیقی ہے۔

ایک ایسا محبّ صادق جس نے زندگی بھر شہر رسول ﷺ کے گلی کوچوں میں سواری نہیں کی۔

ایسا محبّ صادق جس نے زندگی بھر شہر رسول ﷺ میں جوتا پہن کر نہ

---

ح ۱ = مزید تفصیل کیلئے احقر کی کتاب سیرت امام اعظم اور آپ کا فقہی مقام کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

دیکھا ہے۔

ایسا محبِ صادق جس نے زندگی بھر شہر رسول ﷺ کے عمومی راستوں پر قدم نہ رکھا ہو۔ مبادا کہیں میرا پاؤں نقشِ پائے رسول پر نہ پڑ جائے۔

ایسا محبِ صادق جس نے زندگی بھر ایک فریضہ حج ادا کیا صرف اس خیال سے کہ میری موت کہیں شہر رسول کے باہر واقع نہ ہو جائے۔

ہاں ہاں یہی کمال عشق و محبت ہے۔ یہی کمال ایمان ہے یہی حقیقی دولت ہے جس پر ہزاروں عزیتیں قربان ہوں ہزاروں راحتیں قربان ہوں۔ یہ عاشق رسول ﷺ محبت رسول ﷺ میں اس قدر غرق ہو چکا تھا۔ کہ اسے قدم قدم پر اپنے پیارے دلبر اور منٹھار محبوب دلنواز کی عنایات جلیلہ سحاب کرم بن کر نواز رہی تھیں۔

یہ کوئی معمولی مقام و مرتبہ کا حامل انسان نہ تھا بلکہ یہ وہ امام مالک تھا جس کے رگ و ریشہ میں نبی کریم ﷺ کی محبت گھر کر چکی تھی۔

امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے پردادا ابو عامر بن عمرو جلیل القدر صحابی رسول ﷺ تھے۔ جنہوں نے سوائے غزوہ بدر کے باقی عام غزوات میں شرکت کی۔

امام مالک بن انس مدنی تھے اور اسی پیارے شہر میں علم و عرفان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ احادیث رسول سینہ بہ سینہ منتقل ہو رہی تھیں علمی و تحقیقی فضا قائم ہو چکی تھی اس دور کے مطابق علم قرآن و حدیث کے کئی مدارس قائم تھے اس دور میں جتنے بھی بزرگان دین تھے امام مالک نے ان سب سے علم و عرفان کی دولت پائی امام زرقانی نے لکھا ہے کہ امام مالک نے تقریباً نو سو مشائخ اور بزرگان سے علم و عرفان حاصل کر کے اپنی پیاس بجھائی۔ (تذکرۃ المحدثین)

امام مالک رضی اللہ عنہ ہر روز رسول اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے آپ علوم قرآن و حدیث کے ایک بحرِ عظیم تھے۔ آپ ﷺ کی سنت مطہرہ کے قریب ترین تھے۔

محمد بن رمح نے کہا کہ میں نے اپنے باپ کے ساتھ حج کیا جبکہ میں ابھی بچہ تھا اور سن بلوغ کو بھی نہ پہنچا تھا۔ میں حضور اکرم ﷺ کی مسجد مبارک میں منبر شریف اور روضہء اطہر کے درمیان سویا اور خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ قبر مبارک سے صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر تکیہ لگائے باہر تشریف لائے میں نے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا اور آپ نے جواب دیا۔ میں نے عرض کیا آقا! آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مالک بن انس کیلئے صراط مستقیم قائم کرنے جا رہا ہوں۔

میں بیدار ہوں میں اور میرا باپ دونوں آئے اور لوگوں کو امام مالک کے پاس جمع دیکھا۔

محمد بن ابی السری نے کہا میں حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کی آقا! مجھے ایسے علم کی خبر دیں جسکی میں نے آپس سے روایت کروں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

میں نے مالک بن انس کو ایک خزانے کی وصیت کی ہے جسکو وہ تم لوگوں پر تقسیم کریں گے اور وہ خزانے مؤطا ہے۔ اللہ کی کتاب اور میری مشہور و متواتر حدیث کے بعد مؤطا سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔ (تنویر الازھار)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

عنقریب لوگ علم کے حصول کیلئے لمبے سفر کریں گے اور سفر کی مشقت کے باعث ان کی سواری کے اونٹوں کے جگر کھل جائیں گے لیکن انہیں مدینہ کے عالم سے زیادہ فاضل کوئی نہیں ملے گا۔

حجاز، شام، عراق، خراسان، مصر، شمالی افریقہ، اور اندلس سے کھینچ کھینچ کر لوگ امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ابن جریج، سفیان ثوری، سفیان بن عینیہ، اوزاعی شعبہ، یحیٰ بن یحیٰ اندلسی، لیث بن سعید، عبداللہ بن مبارک امام شافعی جو آسمان علم و فضل کے درخشندہ مہر و ماہ ہیں ان سب کا آپ کے تلامذہ میں ہی شمار ہوتا

ہے، امام شافعی کا قول ہے۔ اگر امام مالک اور ابن عینیہ نہ ہوتے تو حجازیوں کا علم نیست ونابود ہوجاتا۔ (سنت خیرالانام از حضرت ضیاءالامت)

قارئین محترم! آج کا دور بے شک علمی وسائنسی ترقی کا دور ہے۔ اس کے باوجود ہماری بدنصیبی یہ کہ علم دین کی قدر آہستہ آہستہ ختم ہوتی جارہی ہے۔ احادیث رسول کا ادب واحترام اور اہتمام جو سلف صالحین نے ہمیں اپنے کردار سے عطا کیا ختم ہورہا ہے بس تعلیم قرآن وحدیث برائے نام ہوکر رہ گئی ہے۔ وہ اہتمام جو بزرگان دین کرتے تھے آج دنیا میں شاید کہیں ہو۔ قرآن مجید تو چلو باوضو ہوکر پڑھتے ہی ہونگے مگر احادیث رسول سے اس قدر بے اعتنائی برتی جارہی ہے کہ انہیں بیان کرتے وقت کوئی اہتمام نہیں کرتے آہستہ آہستہ طلباء میں بھی وہ جستجو اور تجسس ختم ہوتا جارہا ہے۔

دیکھئے امام مالک رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ کا اس قدر احترام کرتے کہ دوسروں کیلئے اسوہ حسنہ کا کام دیتا ہے۔ امام مالک کے دروازے پر جب کوئی طالب علم دستک دیتا تو اپنی خادمہ کو بھیجتے کہ اس سے دریافت کرے کہ کوئی مسئلہ پوچھنے آیا ہے یا حدیث پاک سننے آیا ہے۔ اگر وہ کہتا کہ مجھے کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو اسی وقت دروازہ پر تشریف لاتے اور کھڑے کھڑے اس کو جواب دے دیتے۔ لیکن وہ اگر حدیث سننے کا خواہشمند ہوتا تو اسے بیٹھنے کو کہتے، خود تازہ غسل کرتے پاکیزہ لباس پہنتے خوشبو لگاتے۔ پھر آپ کی نشست گاہ پر گاؤ تکیہ رکھا جاتا۔ آپ نہایت شان وشوکت سے وہاں رونق افروز ہوتے اس کے بعد طالب علم کو شرف باریابی بخشتے اور حدیث سناتے۔ آپ فرماتے۔

میری دلی خواہش ہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کی ہر ممکن تعظم وتکریم کروں اور باوضو پورے سکون ووقار کے ساتھ حدیث بیان کروں۔ آپ راستہ میں کھڑے کھڑے یا جلدی میں حدیث بیان کرنے کو ناپسند فرماتے۔ (سنت خیرالانام)

اب تو ہمارے ہاں دینی مدارس میں الاماشاءاللہ جس انداز سے علم دین سے نوازا جاتا ہے اس کا اللہ ہی حافظ ہے۔ طالب علم ساری عمر علم حدیث کیلئے نہیں بلکہ اپنے ہی مکتبہ فکر کے محور کے گرد گھومتا ہے انہیں احادیث بھی وہی پڑھائی جاتی ہیں جن سے انہیں اپنے مسلک کی تائید مقصود ہوتی ہے۔ ایمان داری دیانتداری کا درس ہی ذہن کی تختی سے مٹا دیا ہے۔

گنوا دی ہم نے جو اسلام سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسماں نے ہم کو دے مارا

امام مالک رضی اللہ عنہ جب مجلس میں علم حدیث کے جواہر لٹا رہے ہوتے تو کسی کی مجال نہ ہوتی کہ مجلس میں ذرا سی حرکت یا غفلت کرے۔ ان کی اپنی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ درس حدیث دے رہے تھے کہ کسی طرح ایک بچھو پیچھے سے آپ کی قمیص میں گھس گیا اور اس نے ڈنگ مارنا شروع کیا مگر آپ نے اپنے جسم میں کوئی حرکت پیدا ہونے دی نہ ہی درس موقوف کیا، درس جاری تھا جب بچھو ڈنگ مارتا تو تکلیف کی شدت سے آپ کا چہرہ نیلا پڑ جاتا مگر روایت حدیث میں کوئی فرق نہ آتا نہ ذوق وشوق میں، درس کے اختتام کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ امام کی پشت پر بچھو نے سترہ ڈنگ مارے تھے۔ کسی نے کہا امام! بچھو نے پہلی مرتبہ جب ڈنگ مارا تھا تو آپ نے بتلایا کیوں نہ؟ آپ نے فرمایا مجھے شرم آئی کہ سرکار ﷺ کی حدیث پاک چھوڑ کر اپنے بدن کی تکلیف پر متوجہ ہو جاؤں۔
(تذکرۃ المحدثین)

کسی نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ علم کی تعظیم اس قدر کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ جب علماء علم کی تعظیم کریں تو اللہ تعالیٰ لوگوں میں ان کی تعظیم اور بادشاہوں کے دلوں میں ان کا وقار اور ہیبت بڑھا دیتا ہے۔

اے علم کے طلبگارو! علم کے آگے تواضع وانکساری کرو۔ جو علم کیلئے تواضع

کرے گا وہ صرف اللہ کیلئے تواضع کرے جو اللہ کیلئے تواضع کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بلند وبالا کر دے گا۔ کیونکہ جب مٹی قدموں کے نیچے ذلیل ہوئی تو چہرے کیلئے طہور بن گئی۔ **(فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ)**

اے دوست علم کی مجلس میں ہمیشہ حاضر رہو۔ بچہ ہر وقت دودھ پینے کا محتاج رہتا ہے جب وہ بڑا ہوتا ہے تو کھانے کی اشیاء پر قناعت کرتا ہے۔ یقین کیجئے فضائل کے راستے، مصیبتوں سے بھرے ہوتے ہیں تاکہ کمزور عزم والے واپس لوٹ جائیں۔

اگر اہل علم اس کی حفاظت کرتے تو وہ ان کی حفاظت کرتا اور اگر وہ علم کی دلوں تعظیم کرتے تو وہ ان کی تعظیم کرتا کیا میں اس کے درخت عزت سے لگاؤں اور پھل ذلت سے چنوں؟ اس وقت تو جہالت کی اتباع اچھی ہے۔ (تنویر الاز ھار ج دوم)

کبھی وقت تھا جب امراء اور حکماء اہل علم کے دروازوں پر جانا اپنے لیے باعث فخر اور سعادت سمجھتے تھے یہ معاملہ اس وقت تک تھا جب اہل علم متقی پرہیز حلال وحرام کی تمیز کرنے والے، دین کی حفاظت کرنے والے تھے۔ اس وقت حکمران اہل علم سے خوف زدہ اور ڈرتے رہتے تھے۔ ایسے حالات میں علم کی قدر بھی تھی۔ یہ جو دور ہے جس میں سے ہم گزر رہے ہیں یہ علم کی انتہائی بے قدری کا دور ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آج کے علماء ومشائخ (الا ماشاء اللہ) امراء وحکماء کے دروازوں پر جا کر دستک دینا اپنے لیے قابل تحسین سمجھتے ہیں۔

آج کے علماء ومشائخ (الا ماشاء اللہ) اس بات کے حریص ہو چکے ہیں کہ کسی نہ کسی طریقے سے ہمیں کُرسی اقتدار کا قرب مل جائے۔ کسی نہ کسی طریقہ سے شاہاں وقت کا قرب مل جائے۔ ان کی قربت سے مدرسہ کیلئے چندہ کی گرانٹ کے آرڈر جاری ہو جائیں۔ ہمارا سلسلہ روزگار اسی سے چلتا رہے۔ وزیر اعظم یا صدر سے دوستی ہو جائے ہمیں بھی کچھ نہ کچھ مل جائے مدرسہ کیلئے یا مکان کیلئے پلاٹ ہی مل جائے۔ جب علماء ومشائخ میں توکل برائے نام ہو تقویٰ نام کی کوئی چیز نہ ہو۔ خلوص

سینوں سے مٹ چکا ہو۔ مصطفیٰ کریم ﷺ سے ہمدردی ختم ہو چکی ہو۔ حقوق اللہ، حقوق العباد کو پس پشت کر دیا ہو دین اسلام صرف دکھلاوا رہ گیا جبے قبے صرف نمود و نمائش کیلئے استعمال ہوتے ہوں ایسے بدترین حالات میں اسلام کی عزت کس طرح ہو سکتی ہے۔ آج کے دور میں عوام اور حکمران یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ ہم پاکستان میں نہیں چاہتے ۔ ملک پاکستان صرف تلاوت قرآن کیلئے نہیں بنا۔ یہ بکواس کرنے والے نام نہاد ملک دشمن اور اسلام دشمن لوگ ہیں۔ اگر یہاں علماء حق ہوتے تو کوئی ہوتا جو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی سنت کو زندہ کرتا۔ جو علماء حق اور مشائخ حق موجود ہیں وہ بے چارے کچھ کہہ نہیں پاتے کچھ مجبور ہوتے ہیں کچھ معذور ہوتے ہیں ان کی کسی بات کو حکمرانوں کے دفتروں تک پہنچنا ہی نصیب نہیں ہوتا اور جو تھوڑا بہت ہاتھ کھڑا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں انہیں حکومت امن وسکون کا دودھ فیڈر میں ڈال کر پلا کر سلا دیتی ہے۔ یا تو ابدی نیند سو جاتے ہیں یا ویسے ہی تسبیح بدست اور حال مست ہو جاتے ہیں یعنی چپ کا روپ دھار کر سو جاتے ہیں۔ کاش! علماء و مشائخ دین کی حقیقت کو سمجھ لیں اپنے اسلاف کی تعلیمات کو زندہ کرنے والے بن جائیں تو ان کی بھی عزت و تکریم ہو۔

❁❁❁

# علم وعرفان کا تابندہ ستارہ

حضور داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔

ابوعبداللہ بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگوں میں سے ہوئے ہیں۔ اور تمام علوم میں امام مشہور ہوئے ہیں۔ جوانمردی تقویٰ میں آپ کے مناقب مشہور ہیں۔ آپ کا کلام عالی مرتبہ ہے آپ امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہوئے ہیں جب مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ اور جب عراق میں آئے تو امام محمد بن حسن (امام ابوحنیفہ کے شاگرد) سے مل گئے۔ آپ کی

طبیعت مبارکہ گوشہ نشینی کی طرف مائل تھی اور اسی کی تحقیق وطلب میں رہے۔ یہاں تک کہ ایک گروہ نے آپ پر اتفاق کر کے آپ کو اپنا امام بنالیا۔ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی اسی گروہ میں سے تھے۔ پھر آپ رتبہ کی طلب اور امامت کی تربیت میں مشغول ہو گئے۔ پھر کچھ مدت کے بعد اس سے بھی ہٹ گئے۔ آپ تمام حالات میں اچھی خصلتوں والے تھے اور ابتدائے حال میں آپ کے دل میں صوفیوں کی طرف سے کچھ سختی تھی۔ آپ نے شیبان داعی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی اور آپ کا تقرب حاصل کیا۔ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے حقیقت ومعرفت کی طلب کے خواہاں ہوئے۔ آپ سے روایت ہے کہ جب تو کسی عالم کو دیکھے کہ وہ محض چکنی چپڑی باتوں اور تاویلات میں مشغول ہے تو خوب سمجھ لے کہ وہ کسی حقیقت سے مسلمانوں کیلئے مفید ثابت نہیں ہوسکتا۔ یعنی علماء مخلوقات کے پیش رو ہوتے ہیں اور وہ صراط مستقیم کو اس وقت تک نہ تو پاسکتے ہیں اور نہ طے کر سکتے ہیں جب تک گفتار وکردار میں احتیاط سے کام نہ لیں۔ اور علم میں رخصت طلب کرنے کے معنی یہ ہیں عمل میں تخفیف کا چاہنے والا ہو۔ اور مجاھدہ سے نفرت کرے پس رخصت کا طلب کرنا عوام کا درجہ ہوتا ہے اور مجاھدہ اختیار کرنا خواص کا درجہ ہوتا ہے۔ علماء خواص ہیں۔ جب خواص طریق عوام سے رضامند ہو جائیں اور ان کی روش اختیار کر لیں تو ان سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ نیز اللہ تعالیٰ کے دوست بھی علماء ہیں۔ دوست اپنے دوست کے فرمان کو خفیف ہر گز نہیں سمجھتے اور اس معاملہ میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ مشائخ میں سے ایک صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی تو میں نے عرض کی یارسول اللہ! زمین میں اللہ تعالیٰ کے اوتاد اولیاء اور ابرار رہتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میری طرف سے یہ روایت بالکل درست ہے اور اسکی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔ میں نے عرض کی کہ ان حضرات میں سے ایک ہستی کو دیکھنے کی آرزو رکھتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے زمانے میں محمد بن ادریس الشافعی کو

دیکھ لے وہ انہیں میں سے ہیں۔ (کشف المحجوب)

قارئین محترم! یہ حقیقت ہے کہ اللہ خدمت دین کیلئے جن بندوں کو منتخب فرما لیتا ہے انہیں بڑا ہی سعادت مند بنایا ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان نفوس طاہرہ میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے جنہیں بلند مرتبہ عطا فرمایا۔ دیکھئے کہ انسان ہے مگر اسکی تقلید کرنے والے بڑے بڑے عظیم انسان دکھائی دیتے ہیں یہ انتخاب خداوندی ہے حالانکہ ان ائمہ کے بعد بھی بڑی بزرگ ہستیاں دنیا پر ظہور پذیر ہوئیں مگر سبھی نے ان ائمہ اربعہ کی تقلید میں ہی عافیت سمجھی کسی نے بھی نہ کہا ہم مجتہد مطلق ہیں ہماری تقلید کرو بلکہ سبھی نے ان ائمہ کرام کے دروازوں کی چوکھٹ کو بوسے دینا ہی اپنی خوش بختی سمجھا۔ حالانکہ یہ بات بڑی واضح ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام نے بھی نہ کہا اور نہ پابند کیا کہ بعد میں آنے والے ہماری ہی تقلید کریں۔ بلکہ ان ائمہ کی تحقیق، ایمانداری، خلوص وللھیت، تقویٰ پاکبازی، عفت قلب ونگاہ، ظاہری و باطنی طہارت نے ان کو اس مقام پر فائز کیا کہ بعد میں آنے والے اولیاء کاملین ان کے در کی دریوزہ گری کو اپنے لیے سعادت تصور کرتے رہے اور کرتے رہیں گے۔

دیکھئے امام شافعی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا آپ کا ایک امتی ہوں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا میرے قریب آؤ۔ میں آپ کے قریب گیا تو آپ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور فرمایا جاؤ۔ اب اللہ تعالیٰ تم کو برکت عطا کرے گا۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم نے اپنی انگشتری اتار کر مجھے عطا فرمائی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

# امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مدینہ منورہ کی طرف سفر

امام صاحب کے مشہور شاگرد ربیع بن سلیمان سے مروی ہے کہ میں نے امام صاحب کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں مکہ مکرمہ ابطح وادی سے ذی طویٰ کی طرف گیا اس وقت میری عمر چودہ سال تھی۔ اور ابھی مجھے داڑھی بھی نہیں آئی تھی۔ میرے اوپر یمنی دو چادریں تھیں۔ میں نے وہاں ایک قافلہ دیکھا اور میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ ان میں ایک عمر رسیدہ شخص میرے پاس آیا اور کھانے پر اصرار کیا۔ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ انہوں نے کھانا تیار کر رکھا ہے چنانچہ میں نے دعوت قبول کر لی۔ میں نے دیکھا کہ وہ لوگ پانچ انگلیوں کے ساتھ کھانا ہتھیلی پر رکھ کر کھا رہے ہیں۔ مجھے ان کا یہ انداز بڑا عجیب سا لگا بہر حال میں نے ان کے سامنے بڑی احتیاط کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور وہ بوڑھا آدمی جس نے مجھے اپنی طرف کھانے پر مدعو کیا تھا میری طرف بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے مشکیزہ پکڑا اور پانی پیا اللہ کا شکر ادا کیا۔ وہ بوڑھا آدمی میرے پاس آیا اور کہا تم قریشی ہو؟

میں نے کہا ہاں قریشی ہوں

اس نے کہا تم مکی ہو؟

میں نے کہا ہاں میں مکی ہوں۔

میں نے کہا اے بزرگوار! آپ نے مجھے کیسے پہچانا میں قریشی ہوں، مکی ہوں، اس نے کہا میں نے آپ کی وضع قطع سے جانا کہ آپ مکی ہیں اور کھانا کھاتے وقت جانا کہ آپ قریشی ہیں۔ آپ کہتے ہیں میں نے اس بوڑھے سے کہا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اس نے کہا میں شہر رسول ﷺ کا رہنے والا ہوں۔ میں نے پوچھا وہاں مدینہ منورہ، میں اللہ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ کا درس دینے والا کون ہے۔ اس نے کہا مالک بن انس رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام شافعی کہتے ہیں کہ مجھے امام صاحب سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ تیرا شوق اور زیادہ کرے۔ ہمیں اس دیار حبیب کی طرف جانا ہے آیئے ہم سفر بن جائیں۔ یہ کالے رنگ کا اونٹ آپ کی سواری ہے۔ چنانچہ مجھے اس اونٹ پر بٹھادیا گیا۔ قافلہ چل پڑا۔ میں نے اونٹ پر تلاوت قرآن مجید شروع کردی میں نے مکہ مکرمہ سے مدینۃ الرسول سفر کے دوران سولہ قرآن ختم کیے۔ ایک قرآن رات کو ختم کرتا ایک قرآن دن کو۔ حتیٰ کہ آٹھویں روز نماز عصر کے بعد مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ عصر کی نماز میں نے سرکار دوعالم ﷺ کی مسجد میں ادا کی۔ بعد از نماز سرکار کے حضور حاضر ہوا سلام عرض کیا۔ میں نے امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کو چادر کا تہبند باندھے ہوئے اور دوسری چادر سر پر اوڑھے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے کہا مجھ کو نافع نے انہوں نے ابن عمر سے انہوں نے ان اس قبر انور سے خبر دی اور اپنا اشارہ روضہ اطہر کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

امام شافعی کہتے ہیں جب میں نے یہ منظر دیکھا تو مجھ پر ہیبت طاری ہوگئی جہاں مجلس ختم ہوتی تھی میں آخر میں وہیں بیٹھ گیا اور زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور اپنے لعاب دہن سے تنکا تر کیا اور ہاتھ پر حدیث لکھنا شروع کی۔ امام مالک میری اس حرکت کو ملاحظہ فرمارہے تھے اور مجھے علم نہ تھا کہ آپ میری طرف ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ جب مجلس ختم ہوئی اور سب لوگ چلے گئے تو میں نے بھی جانے کا ارادہ کیا تو امام مالک نے مجھے اشارہ کرکے اپنے قریب بلالیا۔ کچھ دیر تک تجسس بھری نگاہ سے میری طرف دیکھتے رہے بالآخر مجھے فرمایا۔

حرم سے آئے ہو؟

میں نے کہا جی ہاں

فرمایا مکی ہو؟

میں نے کہا جی ہاں

فرمایا قریشی ہو؟

میں نے کہا جی ہاں

انہوں نے کہا تمہارے اوصاف تو بڑے اچھے مگر تم میں ادب کی کمی ہے۔

میں نے کہا حضور! آپ نے میری کونسی بے ادبی ملاحظہ کی ہے۔

فرمایا! میں حضور اکرم ﷺ کے کلمات طیبات سنا رہا تھا اور تم تنکے کے ساتھ ہاتھ پر کھیل رہے تھے۔ میں نے کہا حضرت! میرے پاس کاغذ نہیں تھا تو میں ہاتھ پر ہی جو آپ سے سن رہا تھا لکھ رہا تھا۔ امام مالک نے میرا ہاتھ اپنی طرف کھینچا اور فرمایا مجھے تو تمہارے ہاتھ پر کوئی عبارت لکھی نظر نہیں آ رہی۔ میں نے کہا جناب! لعاب دہن تو مٹ جاتا ہے باقی نہیں رہتا۔ البتہ جو کچھ میں نے آپ سے سنا ہے مجھے سب کچھ ازبر ہے۔ امام صاحب نے فرمایا مجھے کوئی حدیث پاک سناؤ جو تم نے مجھ سے سنی ہے۔ میں نے کہا ہم سے مالک نے نافع اور ابن عمر کے واسطے سے اس قبر اطہر کے مکیں سے روایت کیا ہے اور مالک ہی کی طرح میں نے اشارہ قبر اطہر کی طرف کیا۔ حتیٰ کہ میں نے بیس احادیث سنادیں جو انہوں نے اپنے بیٹھنے کے وقت سے مجلس کے اختتام تک سنائیں۔ اسی اثناء میں سورج غروب ہو گیا اور آپ نے نماز مغرب ادا کی۔ پھر اپنے غلام سے فرمایا اپنے سیدّ کا ہاتھ پکڑو۔ مجھے اس کے ساتھ جانے کا اشارہ فرمایا۔ میں نے ذرا انکار نہ کیا۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور ساتھ چل پڑا۔ جب ان کے گھر پہنچا تو آپ کے غلام نے مجھے ایک الگ کمرے میں بٹھا دیا۔ اور کہا گھر میں قبلے کا رخ ادھر ہے۔ یہ پانی کا لوٹا ہے اور ادھر بیت الخلاء ہے۔

تھوڑی دیر بعد امام صاحب خود آ گئے اور غلام بھی ساتھ تھا امام صاحب ہاتھ میں خود ایک طشت اٹھائے ہوئے تھے اسے ہاتھ سے زمین پر رکھا اور مجھے سلام کیا پھر غلام سے کہا ہمارے ہاتھ دھلاؤ۔ غلام برتن لے آیا اور پہلے میرے ہاتھ دھلانے کا ارادہ فرمایا۔ امام صاحب نے بلند آواز سے کہا کھانا کھانے کے وقت پہلے صاحب

خانہ کو ہاتھ دھونے چاہئیں اور کھانے کے بعد مہمان کو۔

اب امام صاحب نے خوان کھولا تو اس میں دو پیالے تھے ایک میں دودھ اور دوسرے میں کھجوریں۔ آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور میں نے بھی پڑھی۔ میں نے اور امام مالک نے سارا کھانا ختم کر دیا۔ امام صاحب نے سمجھا کہ کھانا ناکافی ہے۔ امام صاحب نے مجھے فرمایا اے ابوعبداللہ! ایک مفلس اور قلاش فقیر دوسرے فقیر کیلئے جو کچھ پیش کر سکتا تھا بس یہی ہے میں نے عرض کیا وہ معذرت کیوں کرے جس نے احسان کیا۔ معذرت کی تو قصوروار کو ضرورت ہوتی ہے۔

امام شافعی کہتے ہیں۔ کہ امام مالک نے اہل مکہ کے احوال پوچھے حتیٰ کہ نماز عشاء کا وقت ہو گیا (نماز ادا کرنے کے بعد) جب رات زیادہ ہو گئی تو اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا اب تم کو آرام کرنا چاہیئے تا کہ مسافر کی تھکن دور ہو جائے۔ چنانچہ میں تھکا ہوا تھا سو گیا۔ رات بیتی تو پچھلے پہر دروازے پر دستک ہوئی میں اٹھ بیٹھا دیکھا کہ امام مالک نے لوٹا پانی سے بھرا ہوا ہاتھ میں اٹھایا ہے۔ مجھے اس سے بڑی شرمندگی ہوئی۔ امام صاحب نے فرمایا مہمان کی خدمت فرض ہے۔

میں نے نماز فجر کی تیاری کی اور امام صاحب کے ساتھ نماز مسجد نبوی میں ادا کی۔ اندھیرا تھا کوئی کسی کو نہ پہچان سکا۔ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے اور اللہ اللہ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ سورج کی کرنیں پہاڑیوں پر نمودا ہوئیں۔ امام صاحب جس جگہ کل بیٹھے اس جگہ پر بیٹھ گئے اور اپنی کتاب مؤطا میرے ہاتھ میں دے دی۔ میں موطا لوگوں کے سامنے پڑھا اور لوگ لکھتے رہے۔ میں امام مالک کے گھر آٹھ ماہ رہا میں نے اوّل تا آخر سارا موطا حفظ کر لیا۔ ہماری آپس میں اس قدر محبت تھی کہ کوئی یہ نہ جان سکا کہ مہمان کون ہے اور میزبان کون ہے۔

(تنویر الازھار ج دوم)

# استقامت فی الدین اور امام احمد بن حنبل

حق والوں نے باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کیا یہ میدان جہاں بھی لگا وہاں حق کی جیت ہوئی کیونکہ حق کو ہی تو غالب آنا ہے۔ انعام واکرام الٰہی کے حقیقی حقدار حق والے ہی ہیں۔ یہ تو اللہ کا وعدہ ہے۔ "پست ہمت نہ ہو جاؤ غم نہ کرو غالب تم ہی ہو اگر ایماندار ہو۔" تو پھر حضرت امام احمد بن حنبل کے ایمان پر کیونکر شک ہو سکتا ہے۔ ان کا ایمان ہی بڑا پختہ تھا کیونکہ آپ قرآن سے محبت کرنے والے تھے۔ اور قرآن ان سے پیار کرنے والا تھا۔ قرآن ان کے سینے میں محفوظ رکھا آپ اس پر عامل تھے تو اس کلام الٰہی نے باطل کے سامنے انہیں جھکنے نہ دیا۔ اور میرا ایمان تو یہ کہتا ہے کہ امام احمد اس آیت مقدسہ کی عملی تفسیر بن چکے تھے۔

اِن الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیم الملائکۃ ان لاتخافوا و لا تحزنوا الخ بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ڈٹ گئے فرشتوں کا نزول ان پر ہوا کہ تم نہ خوف کھاؤ نہ ڈرو۔

خلافت عباسیہ کا دور ہے ہر طرف سے آوازے بلند ہو رہیں کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق اس مسئلہ پر خلیفہ معتصم باللہ عباسی اور حضرت امام احمد بن حنبل کے درمیان اختلاف ہو گیا اور یہ اختلاف روز بروز بڑھتا چلا گیا حتی کہ شہر بغداد میں دو طبقے پیدا ہو گئے ایک طبقہ تو ان علماء سوء کا تھا جو معتزلی تھے جو قرآن کو مخلوق گردانتے تھے اور شاہی طاقت کے زور سے آواز حق دبا دینے کی سعی ناپاک کر رہے تھے۔ اور دوسرا طبقہ ان علماء ربانیین کا تھا جنہوں نے اپنی زندگی کو اعلائے کلمۃ الحق کیلئے وقف کر دیا تھا۔ اس پاک گروہ کے سرخیل راہ عزیمت کے مسافر امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ تھے جن کی زبان حق سے ایک کلمہ حق نکلتا۔ اے دنیا والو! سن لو کہ القرآن کلام اللہ غیر مخلوقٍ قرآن اللہ کا کلام ہے غیر مخلوق ہے" امام احمد بن حنبل کون تھا۔ یہ کوئی معمولی

انسان نہ تھا۔ سرکاری چندے سے اپنے مدرسہ کو چلانے والا نہ تھا۔ صدقہ خیرات کے روپے پیسے پر گزارا کرنے والا نہ تھا۔ ہر وقت للچاتی نگاہوں سے لوگوں کی طرف تکنے والا نہ تھا۔ شاہی خزانے سے چندہ لینے والا نہ تھا۔ سنت مطہرہ کو اپنے پاؤں تلے روندنے والا نہ تھا بلکہ محافظ سنت رسول ﷺ تھا۔ بدعات سے نفرت کرنے والا تھا۔ یہ صبر ورضا کا مجسمہ تھا۔ ہاں ہاں اس کے دور کے علماء بھی کہتے کہ اگر کسی کو دیکھو امام احمد بن حنبل سے محبت رکھتا ہے۔ تو وہ سنت مطہرہ کی پیروی کرنے والا ہے۔ جب علماء سوء نے دیکھا کہ امام اپنے زبان وقول سے ٹلنے والا نہیں تو انہوں نے عباسی خلیفہ کو بھڑکایا۔ ان کا بھڑکانا کیا تھا حق کی پشت پر کاری ضرب لگانا تھا کہ کسی نہ کسی طریقہ سے یہ آواز خاموشی میں بدل جائے لیکن ادھر بھی احمد بن حنبل تھا۔ بالآخر باطل نے حق کو جھکانے کیلئے بڑے داؤ پیچ لگائے۔ اللہ اللہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ ہے احمد بن حنبل کے پاؤں میں چار چار بوجھل بیڑیاں ڈالی گئیں روزے کی حالت میں کڑکتی دھوپ میں بٹھایا گیا۔ کمزور بدن والا۔ سفید داڑھی والا۔ دبلے پتلے بدن والا اپنے سینے میں قرآن حکیم کو محفوظ کرنے والا تاجدار مدینہ ﷺ کی سنت مطہرہ کی حفاظ کرنے والا بدعات سے اجتناب کرنے والا علوم نبوت کا حامل اپنی پیٹھ پر کوڑے کھا رہا ہے ہر دو کوڑوں کے بعد تازہ دم جلاء ڈنڈ بیٹھکیں مارتا آتا ہے۔ وہ دو کوڑے مارتا ہے اور ہٹ جاتا ہے۔ یہ حق کا متوالا عشق مصطفیٰ ﷺ کا پیکر باطل کے سامنے ڈٹا ہوا ہے عزم و ہمت کا پہاڑ بنا ہوا ہے زبان پر کوئی چیخ و پکار یا آہ وفغاں نہیں بلکہ ایک ہی جملہ ہے۔ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق خلیفہ وقت آپ کی ثابت قدمی کو دیکھ کر لرز اٹھا آگے بڑھ کر کہتا ہے۔ اے احمد بن حنبل مجھے تم سے بڑی محبت ہے اپنے بیٹے سے زیادہ تم سے محبت رکھتا ہوں تم صرف ایک بار کہہ دو قرآن مخلوق ہے میں اپنے ہاتھوں تمہاری بیڑیاں کھولوں گا۔ مگر اس پیکر صبر ورضا حامی سنت مصطفیٰ ﷺ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا اے خلیفہ تم حضور اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ سے ثابت کر دو کہ قرآن مخلوق ہے تو مان لوں

گا میں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ آخر خلیفہ پیچھے ہٹ گیا وقت گزرتا گیا بالآخر خلیفہ معتصم مر گیا مگر امام احمد بن حنبل کی ثابت قدمی میں ذرا فرق نہ آیا۔

امام احمد بن حنبل کے بیٹے کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد امام صاحب کی عادت تھی کہ ہمیشہ اٹھتے بیٹھتے فرماتے اللہ ابوالہیثم پر رحم فرمائے۔ مجھ سے رہا نہ گیا تو ایک دن میں نے پوچھ لیا اے ابا جان! آپ کس ابوالہیثم کیلئے مغفرت کی دعا فرماتے ہیں اور کیوں فرماتے ہیں؟۔ آپ نے فرمایا بیٹے! جب میں پہلی مرتبہ دربار میں حاضر کیا جارہا تھا تو راستے میں ایک شخص ملا اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں مشہور چور ابوالہیثم حداد ہوں۔ میں کئی مرتبہ چوری میں پکڑا گیا اور میری پیٹھ پر ہزاروں کوڑے برس چکے ہیں مگر میں ابھی تک چوری سے باز نہیں آیا۔ تم پر افسوس ہے کہ اگر تم راہ حق میں استقامت نہ دکھا سکو۔ بس ابوالہیثم کی بات نے مجھے ثابت قدمی دکھلائی۔

ایک دن ظالم آپ پر کوڑے برسا رہے تھے آپ کے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف بندے ہوئے آپ کا تہبند کھل گیا ابھی برہنہ نہ ہونے پائے تھی کہ غیبی دو ہاتھ نمودار ہوئے جنہوں نے آپ کے تہبند کو باندھا۔

خلیفہ معتصم کے بعد الواثق خلیفہ بنا اس نے بھی وہی کام انجام دیا جو مامون الرشید اور معتصم نے انجام دیا مگر راہ حق کے متوالے نے اپنی پیٹھ پر ہزاروں کوڑے کھائے مگر استقامت میں ذرا فرق نہ آیا۔ واثق بھی مر گیا اسکے بعد متوکل خلیفہ بنا اس نے امام احمد بن حنبل کو آزاد کر دیا بیڑیاں کھول دی گئیں اس نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا انعام واکرام دینے کی کوشش کی لیکن امام صاحب نے کچھ بھی قبول نہ کیا۔ فتنہ خلق قرآن میں مبتلا ہونے کے بعد اکیس سال تک زندہ رہے اور خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔ کوڑے کھانے سے جو اذیت آپ کو پہنچتی تھی ساری عمر تک باقی رہی لیکن آپ پھر بھی عبادت وریاضت میں مشغول رہتے تدریس میں ہمہ تن مصروف

رہتے بالآخر 77 سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔
(حیات الحیوان۔تنویر الازھار تذکرۃ الاولیاء)

امام احمد بن حنبل کا دل حضور اکرم ﷺ کی محبت میں بھرا تھا اور اگر آپ کا سینہ اس نعمت سے خالی ہوتا تو کوڑے کھاتے ہوئے بھی نہ کہتے القرآن کلام اللہ غیر مخلوق۔ حقیقت میں آپ کا دل حضور اکرم ﷺ کی محبت کی خوشبو سے لبریز تھا آپ کے بیٹے عبداللہ کہتے ہیں کہ امام صاحب کے پاس حضور اکرم ﷺ کا ایک موئے مبارک تھا وہ اس مقدس موئے مبارک کو اپنے ہونٹوں پر رکھ کر چومتے کبھی آنکھوں سے لگاتے جب بیمار ہوتے تو اسے پانی میں ڈال کر غسالہ پیتے تو شفا پاتے۔

حشیش بن ورد کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب مین دیکھا میں نے پوچھا آقا احمد بن حنبل کا کیا حال ہے۔آپ نے فرمایا عنقریب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئیں گے ان سے پوچھنا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تو پوچھا احمد بن حنبل کا کیا حال ہے تو انہوں نے کہا انہیں ہر عیش وراحت تنگی وتکلیف میں مبتلا کیا گیا لیکن انہیں ہر حال میں صدیق پایا۔پس ان کو صدیقین کے ساتھ ملا دیا گیا۔
(تذکرۃ الاولیاء)

# علم حدیث اور امام احمد بن حنبل

امام احمد بن حنبل کا علمی مقام بڑا بلند ہے۔جب تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو سند عالی اور علم حدیث حاصل کرنے کیلئے اپنے وطن سے رحلت اختیار کی اور کوفہ، بصرہ، مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، یمن،، شام اور جزیرے وغیرہ پہنچے۔ان بلاد مذکورہ کے علماء ومشائخ سے احادیث لکھیں اور سنیں آپ نے یزید بن ہارون، یحیٰ بن سعید، سفیان بن عینیہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کیں۔ پھر آپ سے

بڑے بڑے مشائخ وعلماء جیسے محمد بن اسماعیل بخاری، مسلم بن حجاج قشیری، ابوزرعہ اور ابوداؤد سجستانی وغیرہ نے حدیث روایت کی۔

اسحاب بن راہویہ نے آپ کی شان میں فرمایا احمد بن حنبل زمین پر اللہ کے بندوں کے درمیان حجت اور دلیل ہے۔

امام شافعی نے فرمایا میں بغداد میں ایسے وقت میں نکلا اور ایسے وقت اسے چھوڑا کہ وہاں احمد بن حنبل سے بڑھ کر کوئی متقی نہیں۔ اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی عالم ہے۔ احمد بن سعیدی دارمی نے کہا میں نے احمد بن حنبل سے بڑھ کر کسی جوان کو احادیث کا حافظ نہیں دیکھا۔ آپ کی کتاب مسند لوگوں میں مشہور تھی۔ اس میں آپ نے تیس ہزار احادیث جمع کیں۔ آپ کے زمانہ میں مسند احمد تمام کتابوں سے اعلیٰ وارفع اور جامع تھی۔ لائق اعتماد اور ثقہ علماء نے آپ سے یہ بات نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اپنی کتاب مسند سات لاکھ پچاس ہزار احادیث سے منتخب کر کے لکھی ہے۔ ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل کے ساتھ بیٹھنا اور مجلس کرنا در حقیقت اخرت کی چیز کے ساتھ بیٹھنے کے مترادف ہے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر دنیا کی ہر چیز بھول جاتی ہے۔ علماء نے بیان کیا ہے امام احمد بن حنبل نے فقر کی زندگی اختیار کر رکھی تھی چنانچہ پورے ستر برس گزار دیے کسی سے کوئی چیز قبول نہ کی۔ (اشعۃ اللمعات اردو ج اوّل)

۞۞۞۞

---

ا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ ائمہ اربعہ اہل سنت وجماعت تھے۔ چاروں نے حضور ﷺ کی سنت مطہرہ کو زندہ کیا۔ یا یوں کہیے کہ چاروں فقہی مذاہب حضور ﷺ کے فیضان سے جاری ہونے والی نہریں ہیں جن کا سرچشمہ اور منبع ایک ہی ہے۔ وہ سرچشمہ اور منبع مکین گنبد خضراء ہیں

## حضرت غوث الاعظم حنبلی تھے

امام احمد بن حنبل کے علو مقام رفعت مکان اور قوت مذہب واجتہاد کی قوی

ترین دلیل یہ ہے کہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مذہب کے حامل اور آپ کے اقوال وارشادات کے پیروکار ہیں۔(ایضاً)

## ائمہ اربعہ کی تقلید ضروری ہے۔

یہاں یہ بات بطور خاص یادرہے کہ اہل سنت حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام ،تابعین عظام (قرن ثلاثہ) کے بعد چاروں مذہبوں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی میں منقسم ہو گئے۔ ان چاروں مذہبوں کے علاوہ مسائل فروعیہ میں کوئی مذہب باقی نہ رہا، لہٰذا فروعی مسائل میں جو ان چاروں مذاہب کے خلاف ہوں ان کے بطلان پر اجماع مرکب ہوگا۔ حضور اکرم نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ جو شخص مسلمانوں کے متفقہ راستہ کو چھوڑ کر کوئی دوسری راہ اختیار کرتا ہے، ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے۔

امت نے چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کی تقلید پر اجماع کیا ہے اور اس میں اسلام کی بہت بڑی مصلحت ہے اور ان کو چھوڑ دینے میں بت بڑا فساد ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ

ان ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرنے میں ایسا راز ہے جو اللہ تعالیٰ نے علماء کے دلوں میں القا فرمایا دیا۔ الغرض تقلید شخصی کو علماء محدثین، مفسرین نے ضروری قرار دیا ہے۔(دین مصطفیٰ از علامہ سید محمود رضوی)

بعض لوگ اپنی کم علمی یا بے وقوفی کی بنا پر گمراہی کے دریاؤں میں گر پڑتے ہیں اور دوسروں کو بھی کہتے پھرتے ہیں کہ تقلید حرام ہے۔ حتی کہ کچھ لوگ یہ بھی شوشے بھی چھوڑتے ہیں کہ موجودہ دور کی فرقہ پرستی میں ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کا قصور ہے۔ (مطالعہ مذاہب عالم از نواز چوہدری ص ۴۳۶)

ان جاہل پروفیسروں کو جہالت جنہیں خبر ہی نہیں کہ ائمہ اربعہ نے تو قدم

قدم پر امت کو ملت واحد ہونے کا درس دیا۔ایسے جاہل ہوش کے ناخن لیں اگر ائمہ اربعہ انتشار وافتراق کا درس دیتے تو آج ان کی تعلیمات زندہ جاوید نہ ہوتیں۔آج امت مسلمہ انکی تحقیقات کو جھک جھک کر سلام نہ کرتی۔ان لوگوں نے اپنی زندگیوں کو امت مصطفیٰ ﷺ کی خاطر یوں وقف کیا کہ شاہی خزانہ کی طرف دیکھنے کی بجائے خود محنت مزدوری کرے خود بھی کھایا اور اپنے شاگردوں کو بھی کھلایا۔انکے آپس کے اختلافات فروعی نہ تھے بلکہ فقہی یا تحقیقی اختلافات تھے۔اگر یہ اختلافات نہ ہوتے تو آج مسائل اسلامیہ دبے رہتے منکشف نہ ہوتے۔یہ ان ائمہ اربعہ کی مہربانیاں ہیں کہ احادیث مبارکہ یوں کھول کھول کر بیان کیں جیسے بیان کرنے کا حق ہوتا ہے۔

اگر ان ائمہ اربعہ کی تقلید گناہ ہوتی تو ان کے پیروکاروں میں اجل علماء ،فقہاء،محدثین،مفسرین نہ ہوتے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے در کی دریوزہ گری کرنے والوں میں امام محمد بن حسن شیبانی ،قاضی ابو یوسف زفر بن ہزیل،داؤدطائی،عبداللہ بن مبارک جیسے جید فقہاء،علماء شامل نہ ہوتے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے در کی دریوزہ گری کرنے والوں میں امام ابن سعید،قاضی ابوالولید ابن رشد اندلسی،قاضی عیاض جیسے علماء فقہاء شامل نہ ہوتے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے در کی دریوزہ گری کرنے والوں مین ائمہ صحاح ستہ ان کے بعد امام شعرانی،امام سیوطی،امام غزالی جیسے فلسفی اور ائمہ احادیث نہ ہوتے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے در کی دیوزہ گری کرنے والوں میں غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی شامل نہ ہوتے۔

ان جیسی نابعہ روزگار ہستیوں نے ان ائمہ اربع کی خوشہ چینی کرنے کو ہی عافیت سمجھا۔آج کے دور کے بعض نالائقوں کی عقل کون کھا گیا ہے۔

ان عقل کے اندھوں پر پنجابی زبان کی مشہور ضرب المثل صحیح وارد ہوتی ہے۔

ذات دی کوڑ کرلی تے چھتیر اں نوں جھے۔

ان تقلید ائے کے منکرین سے میں صرف ایک ہی سوال کرتا ہوں کہ کیا تمہارا کردار اتنا پاکیزہ جتنا پاکیزہ ان ائمہ اربعہ کا تھا؟ ارے! وہ لوگ تو اتنے پاکباز تھے لقمہ حرام کبھی قریب نہ پھٹکنے دیتے تھے۔ اور ان اعتراض کرنے والوں نے کبھی حرام وحلال کا امتیاز ہی نہ کیا ہوگا۔ وہ تو زمانہ نبوت کے قریب ترین دور کے فیض یافتہ تھے اور فیضان نبوی کے سچے امین تھے۔ آج بھی اگر کوئی ان ائمہ کی تقلید کرتا ہے تو ان کے مقلد ہوکر جس طرح نماز پڑھے گا درست ہوگی۔ اگر ان سے اپنے آپ کو آزاد کردیا تو گمراہی کے گڑھے میں گرا۔

❁❁❁❁

# موجودہ دور میں فرقہ پرستی کے رجحانات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔ اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ۔

ملت اسلامیہ کو جن مسائل نے پریشان کر رکھا ہے ان میں سرفہرست موجودہ دور میں فرقہ پرستی کی لعنت ہے۔

آج ہمارے معاشرہ کی حالت اس قدر بھیانک صورت اختیار کر چکی ہیں کہ مسلمان ہوکر کلمہ گو ہوکر، ایک مسلک والا دوسرے مسلک والے کو مسلمان سمجھنا ہی گوارا نہیں کرتا۔ کچھ خبر نہیں ہے مسلم اقوام پر یہ حرماں نصیبی کیوں چھا گئی ہے۔ مشرق سے لیکر مغرب تک شمال سے لیکر جنوب تک مسلمان زوال کا شکار ہیں۔ حالانکہ اسلام ہی وہ دین ہے جو اپنے ماننے والوں کو عروج کی منزلیں عطا کرتا ہے مگر اس کے باوجود مسلمان ہر اعتبار سے کمزور ہو چکے ہیں اور ہوتے جا رہے ہیں۔ ان کی اس قدر کمزوری کا سبب آپس کے فروعی اختلافات ہیں۔

جب ہم تاریخ کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح

ہو جاتی ہے۔ کہ صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ کے دور میں مسلمانوں میں اس قدر اختلافات نہیں تھے۔ جو موجودہ دور میں پیدا ہو چکے ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اہل سنۃ والجماعۃ تھے عقائد وایمانیات میں انکے آپس میں کوئی اختلافات نہیں تھے صرف فقہی اور تحقیقی اختلافات تھے جن کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ لیکن ہم نے اس پیغام رحمت کو زحمت میں بدل ڈالا ہے۔

ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی اس بات پر جھگڑا نہ ہوا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نور تھے یا بشر۔ علم غیب رکھتے تھے کہ نہیں۔ تصرفات رکھتے تھے کہ نہیں۔

یا رسول اللہ کہنا جائز ہے کہ نا جائز۔ درود وسلام قبل از اذان پڑھنا جائز ہے کہ نا جائز، وسیلہ پکڑنا جائز ہے کہ نا جائز۔ میلاد منانا جائز ہے کہ نا جائز۔ الغرض ان مسائل پر جھگڑا نہیں ہوا تھا۔

یہ اختلافات ائمہ اربعہ کے دور کے پیدا کردہ نہیں بلکہ مسلمانوں کو اپنے مرکز سے ہٹانے کیلئے انگریز نے سیاسی چال چلی اور بہت بڑی سازش کے تحت مسلمانوں کو ان لایعنی اختلافات میں ڈال دیا۔ یہ سارا کام اس لیے کیا گیا کہ جب تک مسلمان کا روحانی رابطہ اور رشتہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ قائم اور جڑا ہوا رہے گا۔ اس وقت تک اسکی جڑوں کو ہلایا نہیں جا سکتا اور نہ ہی شکست دی جا سکتی ہے۔ مسلمانوں کو کمزور کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ان کا حضور اکرم ﷺ کے ساتھ روحانی رابطہ توڑا جائے تو اس انگریز نے اپنے عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے اپنے خرچ پر کچھ مولوی خریدے جنہوں نے دو کام کیے۔ ایک کام یہ کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے جس دروازہ کو بند کیا ہے اسکو کھولا جائے یعنی نئی نبوت کا اجراء کر دیا جائے جس کیلئے انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو منتخب کیا اور ان بدبختوں کی توقعات پر پورا اترا آج اس خبیث کے چیلے چانٹے کہاں نہیں؟ دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دوسرا کام جو کیا وہ

یہ تھا کہ مسلمان جس کے نام پر اپنی جان کی پرواہ تک نہیں کرتا ان پر اپنا تن من وار دیتا ہے ان کے حضور درود وسلام کے تحفے بھیجتا ہے ان کے نام کی محفلیں سجاتا ہے یارسول اللہ کے نعرے لگاتا ہے ان سب چیزوں کو فضول اور شخصیت پرستی قرار دیا جائے اور ان مسائل پر مناظرے اور مجادلے کرائے جائیں تو ایسا بھی ہوا۔ جب بھی کوئی عاشق رسول ﷺ حضور کے نام کی محفل سجاتا ہے تو جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے کہ کیا صحابہ کرام نے محفل نعت منعقد کی تھی؟ حضور اکرم ﷺ کے اختیارات وتصرفات کی بات کی جاتی ہے تو جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے۔ کہ اگر حضور ﷺ صاحب اختیارات ثابت ہوئے تو شرک ہو جائے گا۔ اگر حضور ﷺ کی نورانیت مقدسہ کی بات کی جاتی ہے تو جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اگر حضور ﷺ نور تھے تو نور کی تو اولاد نہیں ہوتی جبریل نور ہے اسکی کوئی اولاد نہیں۔

اگر حضور ﷺ کے باذن اللہ عالم الغیب ہونے کی بات کی جاتی ہے تو جھگڑا آ کھڑا ہو جاتا ہے اور کہا جاتا ہے حضور ﷺ کو علم غیب نہیں تھا اگر علم غیب تھا تو حضرت عائشہ صدیقہ کے ہار کی گم شدگی کے وقت پریشان کیوں ہوئے تھے۔

اگر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ کیا یہ صحابہ کرام نے پڑھا تھا حضور ﷺ کو "یا" کہنا اور پکارنا شرک اکبر ہے۔

الغرض جب بھی کوئی ایسی بات ہوتی ہے تو صورت حال نزاعی بن جاتی ہے ہر کوئی دوسرے کو نیچا دکھانے کے درپے ہو جاتا ہے۔ نت نئے فرقوں کی بھرمار ہے۔ ہر قائد اپنی جماعت کو جنتی کہہ رہا ہے اور دوسرے کو دوزخی۔ اور بدقسمتی یہاں تک کہ ایک قائد کے معتقدین صرف اپنے قائد کو قائد وامیر مانتے ہیں دوسرے کو مسلمان سمجھنے میں ہی شرم محسوس کرتے ہیں۔ کیا ہمارے پاس کسی کو پرکھنے کا یہی معیار رہ گیا ہے؟۔ ایسے لوگوں نے کسی کے زخم خوردہ دل پر مرہم پٹی کرنا نہیں سیکھی؟ صرف یہی سبق پڑھا ہے کہ صرف اپنی جماعت کے افراد کو دائرہ اسلام کے اندر سمجھو اور باقی افراد کو اسلام

سے ہی خارج کردو۔ کہ کاش امت مسلمہ کا بکھرا ہوا شیرازہ یہ تسبیح کے دانوں کی طرح ہوجائے صرف اپنے ہی قائد کی پوجا پاٹ نہ شروع ہوجائے بلکہ جو بھی قائد امت کے درد اور محبت واخوت رواداری مساوات اور راطاعت رسول، محبت وعشق رسول کی بات کرتا ہے اسے قائد مانیں اور یہ نہ کہا کریں کہ اس قائد کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بعد وہ نماز واجب الاعادہ ہے۔ یہ محبت نہیں نفرت ہے یہ مودت نہیں کدورت اور نفاق ہے۔ اور ایک گزارش یہ بھی ہے کہ اپنے قائد کے فتوے کو حرف کن اور امام اعظم ابوحنیفہ کے فتویٰ کا درجہ نہ دے دیں۔ اور یہ کہ صرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ہی ماننے اور مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات وخدمات کا انکار کردے۔ اور جو اعلیٰ حضرت کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ ہمیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ان بزرگان دین کی تعلیمات وخدمات دین کا بھی اعتراف کرنا چاہیے اور ان کی تاریخی خدمات وحیات کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہیے۔ مثلاً شیخ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ امام ربانی مجدد الف شیخ احمد سرھندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی وغیرھم۔

یہ بات صرف راقم الحروف ہی نہیں کہہ رہا بلکہ دور حاضر کے مفکرین نے بھی اسی بات اور نظریہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔

علامہ مفتی غلام سرور قادری صاحب لکھتے ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم اہل سنت میں نظریہ پرستی کی جگہ شخصیت پرستی جڑ پکڑ چکی ہے۔ جس سے اہل سنت مسلک محدود ہوکر رہ گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بھی تو آپ جیسی ہستیاں بلکہ آپ سے بھی اونچی اور بلند وبالا شخصیتیں ہوکر گزری ہیں۔ اور وہ کسی بھی میدان میں اعلیٰ حضرت کا پیچھے نہ تھیں بلکہ بڑھ کر تھیں۔ اور انہوں نے اپنے زمانہ میں فتنوں کی سرکوبی فرمائی۔ بلکہ فتنوں کی سرکوبی میں انہوں نے جو اذیتیں تکلیفیں اور مصائب برداشت کیے اعلیٰ حضرت کے ہاں تو ان کا تصور بھی

نہیں ملتا۔ بحمدہٖ تعالیٰ اعلیٰ حضرت تو اپنے پروانوں کے درمیان بخیر وعافیت کے ساتھ دین متین کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جبکہ اس کے برعکس اہل سنت کے دیگر علماء بھی مشکلات برداشت کرتے رہے اور دین متین کی خدمات بھی بہت کیں۔ اعلیٰ حضرت ان کے خوشہ چینوں میں نظر آتے ہیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمات کا کوئی سنی اندازہ کرسکتا ہے؟ پابند سلاسل بھی ہوئے اور حتیٰ کہ ان کو ایک سو بیس کوڑے مارے گئے اور ان کو زہر دیا گیا جس سے ان کی وفات ہوئی۔

امام احمد بن حنبل نے کوڑے بھی کھائے، حضرت مجدد الف ثانی نے جیل بھی کاٹی، امام جلال الدین سیوطی کی خدمات کا تو حساب ہی نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی یہ سب بزرگان دین رحمہم اللہ تعالیٰ اہل سنت کے مشائخ ان بزرگوں نے اپنے اپنے دور میں بڑے کام کیے ہیں۔

لیکن ہم نے ایک ہی شخصیت حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کے ساتھ حد سے زیادہ جذباتی وابستگی کرنے اور اپنے مسلک کو ان کی ذات کے حوالہ سے متعارف کرانے کی وجہ سے اپنے آپ کو محدود کردیا ہے۔ اس کے نتیجہ یہ نکلا کہ ہم کوئی بھی بات کریں اور بات کتنی ہی مدلل کیوں نہ ہو دوسرے اہل علم یہ کہہ کر اسے رد کردیتے ہیں یا اسکا وزن کم کردیتے ہیں کہ یہ تو بریلوی مکتب فکر ہے اور یہ فرقہ واریت ہے۔ (مقدمہ شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی ج سات ص ۲۷)

قارئین محترم! ہمارا مقصد کسی کی دلآزاری نہیں بلکہ یہ تو ایک فکر ہے جو فرقہ واریت سے پاک اور شفاف ہے۔ ہمارا معاشرہ اس وقت تک فرقہ پرستی کی اس گھناؤنی لعنت سے چھٹکارا نہیں پاسکتا جب تک ہم رجال دین کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور اہل سنت وجماعت کے سبھی قائدین کی دینی خدمات کا اعتراف نہیں کرتے۔ راقم الحروم اس بات کو پھر دہراتا ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ

علیہ کی دینی خدمات کے بڑے معترف ہیں اور انہیں اپنے اکابرین میں سے سمجھتے ہیں لیکن مسائل کی تحقیق میں قرآن وسنت کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ کی تحقیق کی طرف رجوع کرتے ہیں اور مسائل فقہ میں ہم ان کے مقلد ہیں اور حنفی ہیں۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کو حضور اکرم ﷺ کے عاشق مجتہدانہ بصیرت کے حامل بہت بڑے فقیہ عالم دین امام ومجدد وقت سمجھتے ہیں اور ہم مقلد امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کو امام اعظم ابوحنیفہ کا درجہ نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقائد ونظریات کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جوش کی بجائے ہوش سے کام لینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ہمارا دین دین اعتدال ہے۔ یہ امت امتِ وُسطہ ہے۔ اعتدال کا تقاضا اور امت وسطہ ہونے کا تقاضا ہے کہ اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے دوسرے مسالک کے اکابرین کو للکارنے کی بجائے امت محمدیہ کو اخلاق حسنہ کا درس دیا جائے کیونکہ انہی اخلاق حسنہ پر دین کی بنیادیں مستحکم ہوتی ہیں۔ لیکن ہم نے دیکھا یہ ہے کہ اخلاق نبوی کو ترک کر دیا ہے اور صرف ظاہری طور پر پوجا پاٹ کو اصل دین کا نام دے دیا ہے۔ ہمیں نئی نئی جماعتوں کی طرف جانے کی بجائے سواد اعظم اہل سنۃ والجماعہ پر قائم رہنا چاہیئے اس کی تائید حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ **اِتَّبِعُوْا سوادالاَعْظَمَ۔ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ** (مشکوٰۃ بحوالہ بن ماجہ) سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو بےشک وجو شخص جماعت سے الگ اور تنہا ہو گیا وہ دوزخ میں گیا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

بےشک میری امت کو اللہ تعالیٰ گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے جو شخص اس جماعت سے الگ ہوا وہ دوزخ میں گیا۔

اب دیکھنے والی بات جو غور طلب ہے وہ یہ کہ آج امت مسلمہ میں فتنوں کی کسی قدر بھرمار ہے کوئی کسی طرف کھینچتا ہے کوئی کسی طرف، تو ہمارے پاس یہی ایک

چارہ ہے کہ ہم اس جماعت کی پیروی کریں جو صحابہ وتابعین تبع تابعین اولیاء کاملین کی جماعت ہے۔ ان لوگوں کی پیروی ہی صراط مستقیم ہے۔ باقی سب چھوٹے چھوٹے ندی نالے جن کی کوئی حیثیت نہیں۔

# مسئلہ حیات النبی ﷺ ایک نظر میں

ایمان کا نور عطا فرمانا یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ لوگ خوش نصیب جنہیں اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صحبت اور نسبت کی وجہ نور ایمان عطا کیا گیا۔ حیات النبی ﷺ کا مسئلہ بھی اسی قبیل سے تعلق رکھتا ہے۔ جس انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نور ایمان سے نوازا ہے وہ تو جانتا ہے حضور اکرم ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور آپ کی روح مبارک اس قدر قوی اور طاقت ور ہے کہ وہ کائنات کے گوشے گوشے میں جہاں چاہے جلوہ گر ہوسکتی ہے لیکن آپ کی روح مبارک سے کائنات کا کوئی ذرہ پنہاں نہیں ہے۔ بدنصیب ہیں وہ لوگ جو آپ ﷺ کی ''موت'' کو ثابت کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔

قارئین محترم! ذرا غور کریں کہ ایک وہ ہے جو والی کون ومکان ﷺ کی حیات ثابت کرتا ہے اور شان مصطفیٰ ﷺ کے نغمات کے ساتھ اپنی روح کو طمانیت بخشتا ہے ایک وہ بدنصیب ہے جو حضور ﷺ کی حیات مبارک کا منکر ہی نہیں بلکہ اس پر اصرار کرتا ہے کہ آپ ﷺ مردہ ہیں (استغفر اللہ) آپ اندازہ فرمائیں ایمان کہاں ہے کس کے پاس ہے۔ ایک گستاخ رسول بدعقیدہ کی ریکارڈ شدہ تقریر میں نے خود سنی جس نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے انکار پر موت ثابت کرتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ بک بک کی ہے اور اسی بات کو اس نے اپنے ایمان کی دلیل جانا حالانکہ اس کے پاس ایمان کی دولت تھی ہی نہیں اسی لیے تو وہ گستاخیاں کرتا رہا آیئے ذرا اس مسئلہ کو اکابرین امت

کے اقوال کی روشنی میں دیکھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِی قُبُوْرِهِمْ یَصَلُّوْنَ۔ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔ (مسند ابوالعلیٰ، بیہقی)

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارے سب دنوں سے افضل ترین دن جمعہ کا دین ہے لہٰذا جمعہ کے روز مجھ پر درود شریف کی کثرت کیا کرو۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ پر ہمارا درود کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ تو بوسیدہ ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ (سنن ابی داؤد شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے عیسیٰ ابن مریم ضرور نازل ہونگے پھر وہ اگر میری قبر پر کھڑے ہو کر یا محمد پکاریں گے تو میں ضرور جواب دوں گا۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جنگ حرہ کے زمانہ میں میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ مسجد نبوی میں سوا میرے اس وقت کوئی نہ تھا۔ ان ایام میں جب بھی نماز کا وقت آتا تھا میں قبر انور سے اذان کی آواز سنتا تھا۔

(دلائل النبوۃ، ابی نعیم)

امام سیوطی نے خصائص الکبریٰ میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک ہوا تو آپ کو حضور اکرم ﷺ کے حجرہ (روضہ مبارک) کے سامنے رکھا کہ دروازہ کھل گیا اور میں نے ایک کہنے والے کو کہتے ہوئے سنا کہ دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو۔ (کیونکہ حضرت ابوبکر نے وصیت کی تھی کہ مجھے بارگاہ نبوی میں لے جانا اگر اجازت ہوئی تو تو اندر دفن کر دینا ورنہ جنۃ البقیع میں دفن کر دینا)

کسی آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تجھے ذلیل کرے تو حضور اکرم ﷺ کو قبر انور میں تکلیف پہنچاتا ہے۔
(شواہد الحق)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس کسی سفر سے واپس آتے تو مسجد نبوی میں آتے پھر روضہ اطہر پر حاضری دیتے ہوئے کہتے یا رسول اللہ اسلام علیک یا رسول اللہ آپ پر سلامتی ہو۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو اپنے نفس کے ساتھ زندہ ہے وہ روح کے پرواز کر جانے سے مرجاتا ہے اور جو اپنے رب کے ساتھ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرتا۔ (روح البیان)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پس تو اپنے دل میں حضور ﷺ کی ذات اقدس کو جلوہ گر مان اور عرض کر السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حتیٰ کہ آپ ﷺ اس سے بہتر سلام سے نوازتے ہیں۔ (احیاء العلوم)

امام تقی الدین سبکی نے کہا۔

بے شک انبیاء علیہم السلام کی حیات سب سے اعلیٰ اور کامل تر ہے کیونکہ ان کی ارواح ان کے اجسام کے ساتھ اس طرح زندہ رہتی ہیں جس طرح دنیا میں تھیں۔
(الحاوی اللفتاوی)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بے شک شہداء اپنے قتل ہونے کے بعد زندہ ہوتے ہیں، کھاتے پیتے، خوش ہوتے ہیں اور یہی دنیا میں زندوں کی صفت ہے تو جب شہیدوں کا یہ حال ہے تو انبیاء کرام تو ارفع واعلیٰ ہیں۔ (الحاوی للفتاوی)

قارئین اگر اس مسئلہ کی تحقیق میں زیادہ گہرائی سے کام لیں گے تو کتاب کے صفحات بہت بڑھ جائے گی لیکن ہم نے نہایت اختصار سے کام لیتے ہوئے

اکابرین وصحابہ کے اقوال کی روشنی میں چند دلائل پیش کر دیے اب ہم غزالی دوراں امام اہل سنت علامہ سعید احمد کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقالات سے ایک اقتباس پیش کر کے آگے چلتے ہیں آپ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کی موت ہماری موت سے بوجہ ذیل مختلف ہے۔

(۱) حضور اکرم ﷺ کو اختیار تھا کہ حضور دنیا میں رہیں یا رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے جائیں۔ لیکن ہمیں دنیا میں رہنے یا آخرت کی طرف جانے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ ہر موت کے سفر آخرت پر مجبور ہوتے ہیں۔ (بخاری)

(۲) غسل کے وقت ہمارے کپڑے اتارے جاتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کو انہیں کپڑوں میں غسل دیا گیا جن میں حضور ﷺ نے وصال فرمایا۔ (بخاری شریف)

(۳) حضور اکرم ﷺ کی نماز جنازہ اس طرح نہیں پڑھی گئی جس طرح ہماری پڑھی جاتی ہے۔ بلکہ ملائکہ کرام، اہل بیت عظام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بغیر جماعت الگ الگ حضور ﷺ پر نماز پڑھی اور اس پر معروف دعائیں بھی نہیں پڑھی گئیں، بلکہ حضور اکرم ﷺ کی تعریف وتوصیف کے کلمات عرض کیے گئے اور درود شریف پڑھا گیا۔ (مواہب الدینیہ)

(۴) ہماری موت کے بعد جلدی دفن کرنے کا تاکیدی حکم ہے لیکن حضور ﷺ وصال کے بعد سخت گرمی کے زمانہ میں پورے دو دن بعد قبر میں اتارے گئے۔ (زرقانی)

(۵) حضور اکرم ﷺ کا مدفن مبارک بحکم شرع وہی مقام رہا جہاں حضور ﷺ نے وصال فرمایا ہمارے لیے یہ حکم نہیں۔ (زرقانی)

(۶) ہماری موت کے بعد ہماری میراث تقسیم ہوتی ہے حضور ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۷) ہمارے مرنے کے بعد ہماری بیویاں ہمارے عقد سے باہر ہو جاتی ہیں لیکن

رسول اکرم ﷺ کے نکاح میں باقی رہیں اور ہمیشہ تک یہ حکم جاری رہے گا۔ (قرآن مجید) ﴿مقالات کاظمی ج دوم﴾

قارئین محترم! حضور اکرم ﷺ زندہ ابدی حیات کے پیکر ہیں اسی لیے تو بزرگان دین آپ ﷺ کے فیضان سے مستفیض ہوتے رہے۔ آقا ﷺ نے جب چاہا جس وقت چاہا جتنی دیر کیلئے چاہا اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔ آقا ﷺ کے فیضان کا دروازہ نہ کبھی بند ہوا ہے نہ ہوگا نہ وسکتا ہے۔ میں تو اکثر کہا کرتا ہوں اگر نبی (معاذ اللہ) مر کر مٹی ہو گئے، فنا ہو گئے تو نبوت محمدی کسی طرح باقی رہی۔ نبی ﷺ زندہ ہیں تو نبوت بھی باقی ہے۔

۞۞۞۞۞

# بعد از وصال بارگاہ رسالت میں آنے والے:

## (۱) اعرابی کا واقعہ:

حافظ ابو سعد سمعانی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو دفن کرنے کے تین دن بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا۔ اس نے اپنے آپ کو قبر شریف پر گرادیا اور تربت اطہر کی خاک سر پر ڈال کر عرض کرنے لگا، یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہم نے سنا اور اچھی طرح ذہن نشین کرلیا، آپ ﷺ کی طرف جو کلام اترا اس میں یہ آیت کریمہ بھی ہے۔

وَلَوْاَنَّهُمْ اِذْظَلَمُوْااَنْفُسَهُمْ جَاءُ وْكَ فَاسْتَغْفَرُوااللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْااللّٰهَ تَوَّابًارَّحِيْمًا .

ترجمہ۔ اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو تمہاری بارگاہ میں آ کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول اللہ بھی ان کیلئے گناہوں کی معافی کی سفارش کریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

حضور! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور آپ کی بارگاہ اقدس میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لیے بخشش کی دعا کریں، قبر شریف سے ندا آئی، اے اعرابی! تجھ کو بخش دیا گیا۔

محمد بن حرب باطی بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ شریف آیا اور روضہ اطہر پر حاضری دی اسی اثناء میں ایک اعرابی اونٹ دوڑاتا ہوا آیا، اسے بٹھایا، باندھا اور قبر انور پر حاضر ہو کر خوبصورت انداز میں سلام پیش کیا اور دلکش دعا مانگی پھر عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی سے خاص کیا اور آپ پر ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں اولین وآخرین کے علوم جمع فرمادیئے ہیں، اس کتاب میں ارشاد بھی ہے۔

وَلَوْا اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا الیٰ اٰخره

میں اعتراف گناہوں کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں میں آیا ہوں اور بارگاہ ربانی میں آپ کا دامن کرم تھام کر شفاعت کا طلب گار ہوں، خدا نے اس پر بشارت بھی دے رکھی ہے، پھر قبر انور کی طرف رخ کر کے عرض کرنے لگا۔

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظَمُهٗ
فَطَابَ مِنْ طِيبِهِنَّ الْقَاءُ وَلَاكُمْ

اے بہترین ذات! جس کے اعضائے بدن میدانی علاقہ میں دفن کیے گئے تو ان کی خوشبو سے میدان مہک اٹھے۔

اَنْتَ النَّبِيُّ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ عَنْهُ الصِّراطِ اِذَا مَاذَلَّتِ الْقَدمِ .

آپ ہی وہ نبی ہیں جن کی شفاعت کی امید پل صراط پر کی جائے گی جبکہ قدم ڈگمگا رہے ہوں گے۔

نَفْسِیْ الْفِدَاءَ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهٗ فِیْهِ العِفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمِ

میری جان اس تربت پر فدا جس میں آپ کی سکونت ہے، اس قبر نے اپنے پہلو میں

ایک پاک دامن اور جود و کرم کو لے رکھا ہے۔

اس کے بعد وہ اونٹ پر سوار ہو کر چل دیا، بخدا! مجھے اس بات پر قطعاً کوئی شک نہیں کہ وہ شخص سامان بخشش لے کر لوٹا۔ میں نے اس سے بہتر سلام و استغاثہ کسی شخص کا نہ سنا، محمد بن عبداللہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد اضافہ کرتے ہیں کہ اسی دوران ہی مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا پھر خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ نے فرمایا! اے محمد بن عبداللہ! اس اعرابی کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین از علامہ نبہانی)

## (۲) شہادت کی تمنا پوری ہوئی:

حافظ عبدالعظیم منذری بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی کہ مشہور فقیہ ابو علی الحسنین عبداللہ بن رواحہ حموی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم ﷺ کی شان میں مدحیہ قصیدہ لکھا اور پھر بارگاہ رسالت میں پیش کر کے یہ صلہ مانگا کہ انہیں راہ خدا میں شہادت نصیب ہو، چنانچہ ان کی یہ تمنا پوری ہوئی اور وہ راہ خدا میں شہید ہوئے، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مرج عصا کے مقام پر شعبان 585 ہجری بدھ کے روز جام شہادت نوش کیا۔ (ایضًا)

## (۳) اولادِ نرینہ کی دُعا پوری ہوئی:

قیروان کے بعض ثقہ شیوخ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حج کا قصد کیا تو اس کے احباب میں سے ایک نے کہا، مجھے تم سے ایک کام ہے، میری خواہش ہے کہ تم اس کام کی تکمیل میں بھرپور توجہ دو، اس نے پوچھا، کام کیا ہے؟ کہا میں چاہتا ہوں کہ تم میرا یہ عریضہ بارگاہ رسالت میں پیش کر کے مزار اقدس کے سرہانے دفن کر دو، ہاں! اس عریضہ کو کھولنے اور اس کا مضمون دیکھنے سے اجتناب کرنا، اس شخص کا بیان ہے کہ جب یہ روضہ اطہر کی زیارت سے مشرف ہوا تو سلام عرض کرنے کے بعد اپنی حاجات پیش کیں، بعد ازیں دوست کا سلام اور عریضہ پیش کیا، (اس کا بیان ہے کہ)

جب حج زیارت سے لوٹا تو بیرون شہر اس دوست سے ملاقات ہوئی، اس نے واسطہ دے کر اپنے ہاں ٹھہرنے کا اصرار کیا، تو میں نے اس کے شدید اصرار اور منت سماجت کی وجہ سے مہمانی قبول کر لی، اس نے میری خوب خاطر تواضع کی اور میرے اہل وعیال کے ساتھ بھی عمدہ سلوک کیا بعد ازاں کہا، اللہ تجھ کو جزائے خیر دے تم نے میرا عریضہ بارگاہ رسالت میں پہنچا دیا، یہ سن کر مجھے حیرانی ہوئی کہ اسکو دریافت کرنے سے قبل ہی عریضہ کے پہنچ جانے کی خبر ہے میں نے پوچھا، تم کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میں نے تمہارا عریضہ اور سلام پہنچا دیا ہے؟ اس نے جواب دیا میری داستان سنو، میرا ایک بھائی تھا جو فوت ہو گیا اور اپنے پیچھے ایک کم سن بچہ چھوڑ گیا۔ میں نے اس کی عمدہ تربیت کی، مگر وہ ابھی نوعمری میں مر گیا، پھر ایک رات میں نے خواب میں دیکھا گویا قیامت قائم ہو گئی ہے۔ لوگ میدان حشر میں جمع ہیں اور پیاس سے ان کا بُرا حال ہے، اسی اثنا میں مجھے اپنا بھتیجا نظر آیا، اس کے ہاتھ میں پانی تھا، میں نے طلب کیا تو اس نے کہا، میرے باپ کو اس کی زیادہ ضرورت ہے مجھے یہ بات ناگوار گزری، پھر بیدار ہوا تو سخت گھبرایا ہوا تھا، مجھے اپنے بھتیجے کے اس طرزِ عمل سے اتنا غم اور تعجب تھا کہ صبح ہونے کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ صبح سویرے کچھ دینار راہ خدا میں خرچ کرنے کے بعد اس سے والد نے اولاد نرینہ کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور مجھے ایک بیٹا عطا فرمایا جسے تم نے دیکھا ہے، جب وہ میرے بھتیجے کی عمر کو پہنچا تو اسی دوران ہی تم سفر حج پر نکلے تو میں نے یہ عریضہ تمہارے ہاتھ ارسال کر دیا۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ سے میرا فرزند قبول فرمانے کی دعا کریں تا کہ وہ بچہ حشر کے دن میرے کام آئے چنانچہ تمہاری روانگی کے بعد فلاں تاریخ کو یہ بچہ بخار میں مبتلا ہوا پھر اسی بخار میں فلاں رات اس کا وصال ہو گیا، اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ میرا عریضہ بارگاہ رسالت میں باریاب ہو چکا ہے، اور میری تمنا پوری ہو گئی میں نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ اس بچے کے بیمار ہونے کے دن اور فوت ہونے کی وہی رات ہے جس

روز میں روضہ اظہر پر حاضر ہوا تھا۔ (ایضًا)

## (۴) بارہ گاہ رسالت میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا استغاثہ:

امام قسطلانی مواہب کے حصہ دہم فصل دوم میں تحریر فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے وصال شریف کے بعد عالم برزخ میں آپ کے توسل کے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں، امام فارسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مصباح الظلام میں انکے ان واقعات توسل کا ایک حصہ منقول ہے امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ذاتی تجربہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

میں ایک دفعہ ایسے مرض میں مبتلا ہو گیا جس کے علاج سے اطباء عاجز ہو گئے 28 جمادی الاولیٰ 893 ہجری کی رات میں مکہ مکرمہ میں حاضر تھا۔ میں نے بارگاہ رسال مین اپنے مرض کا استغاثہ پیش کیا تو حضور اکرم ﷺ نے نگاہ کرم فرمائی رات خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا اس کے ہاتھ میں یہ تحریر تھی۔

هٰذَا دَوَاءُ دَاءِ اَحْمَدَبْنِ الْقَسْطَلَانِی مِنَ الْحَضْرَہِ لِشَّرِیْقَه بَعْدَ الْاِذْنِ الشَّرِیْفِ. یہ اذن شریف کے بعد بارگاہ رسالت سے احمد بن قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری کی دوا ہے۔

جب بیدار ہوا تو خدا کی قسم بیماری کا نام ونشان نہ تھا اور میں برکت رسول ﷺ سے شفایاب ہو گیا، 885 ہجری کا ایک اور واقعہ ہے کہ میں مکہ شریف سے زیارت کے بعد مصر جا رہا تھا، راستے میں ہماری خادمہ غزال حبشیہ کو آسیب کا اثر ہو گیا، اور کئی دن تک وہ اس حالت میں مبتلا رہی، تو میں نے اس کیلئے بارگاہ رسالت میں استغاثہ پیش کیا، بعدازاں ایک شخص میرے پاس آیا جس کے ساتھ وہ جن تھا اس شخص نے مجھ سے کہا، رسول اللہ ﷺ نے اسے آپ کے پاس بھیجا ہے چنانچہ میں نے اس جن کو سرزنش کی اور اس سے حلف لیا کہ آئندہ وہ اس عورت کو پریشان نہیں کرے گا، میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اس عورت کے چہرے کی سرخی زائل ہو چکی تھی۔ گویا اس کے

بندھن ٹوٹ گئے اور اس کو رہائی مل گئی، اس کے بعد وہ ہمیشہ امن وعافیت کے ساتھ رہی، یہاں تک کہ میں نے اسے 894 ہجری میں مکہ مکرمہ چھوڑا'' والحمدللہ'' مواہب کی عبارت ختم ہوئی۔ (ایضًا)

## (۵) روضہء اطہر پر رہائی کیلئے استغاثہ

اندلس کے ایک صالح بزرگ ابو محمد عبداج بن محمد ازدی بیان کرتے ہیں کہ اندلس کے ایک شخص کا بیٹا گرفتار ہوگیا تو وہ بارگاہ رسالت میں استغاثہ کیلئے روانہ ہوا، راستے میں اسے ایک واقف حال شخص ملا پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟۔ جواب دیا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں استغاثہ کیلئے جارہا ہوں کیونکہ میرا بیٹا رومیوں نے قید کرلیا ہے جس کا فدیہ انہوں نے تینسو دینار مقرر کیا ہے۔ جبکہ میں اتنی رقم دینے کی استطاعت نہیں رکھتا، اس شخص نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ سے تشفع اور توسل تو ہر جگہ ہوسکتا ہے مگر وہ نہ مانا اور حضور کی بارگاہ میں جانے پر بضد رہا۔ چنانچہ مدینہ منورہ پہنچ کر روضہ اطہر پر حاضری دی اور اپنی حاجت پیش کر کے وسیلہ کی التجا کی، خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا! اپنے وطن چلے جاؤ تمہاری مشکل حل ہوگئی ہے۔ وہ حسب حکم واپس پہنچا تو دیکھا کہ اللہ نے اس کے بیٹے کو رومیوں کی قید سے آزاد کردیا ہے، اس سے حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ فلاں رات اللہ نے مجھے ایک بڑی جماعت کے ساتھ آزادی نصیب فرمائی اور یہ وہی رات تھی جس میں اس کے والد کو بارگاہ رسالت میں استغاثہ کرنے کی سعادت ملی تھی۔ (ایضًا)

## (۶) ایک اور ایمان افروز واقعہ:

سمحون ناسخ بیان کرتے ہیں کہ رومیوں نے اسے قید کرلیا، وہ ایک عرصہ تک قید میں رہا، پھر سوچا میرے پاس مال ہے نہ کوئی رہائی دلانے ولا، ایک ہی صورت ہے کہ ایک عریضہ میں ان اپنے احوال لکھ کر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ارسال کروں، چنانچہ ایک کاغذ پر اپنی داستان لکھ کر ایک تاجر، جو اس شہر میں آیا ہوا تھا، کے حوالے کیا

اور درخواست کی کہ روضہ اطہر پر حاضری کے بعد اس کو قبر انور کے ساتھ معلق کر دینا، پس تاجر نے ایسا ہی کیا جب لوگ حج سے لوٹے تو ایک تاجر اس شہر میں آیا اور بادشاہ سے میری رہائی کا مطالبہ کیا، بعد ازاں بادشاہ کا ایک ایلچی میرے پاس آیا، اور مجھے بادشاہ کے دربار میں لے گیا، دربار میں پہنچا تو اس کے پاس ایک عجمی شکل وصورت کا ایک آدمی نظر آیا، بادشاہ نے پوچھا! کیا یہ وہی شخص ہے؟ اس نے کہا۔ میں پہچانتا نہیں، پھر اس نے میرا نام پوچھا تو میں نے اپنا نام بتایا، پھر کہا کچھ لکھ کر دکھا تاکہ تیرا خط پہچان سکوں، میں نے چند حروف لکھے تو اس نے پہچان کر کہا یہ وہی شخص ہے چنانچہ اس نے مجھے خرید لیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

میں نے اس سے اس ہمدردی اور مہربانی کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا میں نے اس سال حج کیا اور مدینہ شریف جا کر روضہ اطہر پر حاضری دی، پھر قبر انور کے قریب ہی بیٹھ گیا، دل میں خیال پیدا ہوا، کاش! حضور انور ﷺ حیات ظاہری میں تشریف فرما ہوتے اور مجھے کسی کام کی بجا آوری کا ارشاد فرماتے، تو میں جان ودل سے تعمیل ارشاد کرتا، اسی فکر میں غلطاں تھا کہ میری نظر ایک کاغذ کے ایک پرزے پر پڑی، جو روضہ اطہر کے ساتھ معلق تھا اور ہوا اس سے اٹھکیلیاں کر رہی تھی، دل ہی دل میں کہا! مجھے اپنے خیال کی تعبیر مل گئی ہے حضور انور ﷺ نے مجھے اس کاغذ کے بارے میں حکم دیا ہے چنانچہ اسے پکڑا کر پڑھا تو اس میں تمہارا نام تحریر تھا، اور استغاثہ بھی تھا، پس میں نے اس شہر کا قصد کیا جہاں تم اسیر تھے، میں بادشاہ سے رہائی کا مطالبہ کیا اور تمہیں طلب کر کے تحقیق کی، مجھے یقین ہو گیا کہ یہ خط تم نے ہی لکھا تھا چنانچہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی رضا کی خاطر خرید کر آزاد کیا۔ (ایضًا)

## (۷) یارسول اللہ کی فریاد کرنے والا رہائی پا گیا:

ابراہیم مرزوق بیان کرتے ہیں کہ جزیرہ شقر کا ایک شخص قید ہو گیا جسے بند کر کے جکڑ دیا گیا، وہ فریاد کرتا، اور یارسول اللہ ﷺ کی دہائی دیتا، دشمنوں کے سردار نے

طنزاً اس سے کہا! تم محمد رسول اللہ ﷺ کو پکارو تا کہ تمہیں رہائی دلائیں، جب رات آئی تو ایک شخص نے جھنجھوڑ کر کہا اٹھ کر اذان کہو، اس نے کہا! تم دیکھتے نہیں، میری کیا حالت ہے؟ پھر بمشکل اذان دی جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ پر پہنچا تو اس کے سینہ سے لوہے کی سلاخ ہٹ گئی اور بعد ازاں ایک باغ نظر آیا، جس میں چلنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک مقام پر جگہ کھل کر غار بن گئی، پس وہ اس میں داخل ہو گیا، اور جزیرہ شہر میں پہنچ گیا، اس کا یہ واقعہ پورے علاقے میں مشہور و معروف ہے۔ (ایضاً)

## (۸) تصور باندھ کر میں نے پکارا یا رسول اللہ:

علی ابن عبدون سہتی کا بیان ہے کہ ہم لوگ دشمن کی قید میں آ گئے، تو میری مشکیں کس کر مجھے پا بہ زنجیر کر دیا گیا اس حالت میں ذیل کے اشعار میرے لبوں میں آ گئے۔ (ترجمہ)

یا رسول اللہ! آپ کی محبت نے مجھے ان لوگوں کی صف میں لا کھڑا کیا جن کی منکسر المزاجی اور صفت غلامی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ بیچنے والے بھی موجود ہیں اور خریدار بھی آپ کا غلام ان کے درمیان کھڑا ہے، فرمایئے کیا ارادہ ہے بیچنے کا یا رکھنے کا میں نے حضور ﷺ کا تصور باندھ کر دعا مانگی، اے میرے مالک! اپنے محبوب کی عظمت و وجاہت کا صدقہ میری مصیبت دور فرما، چنانچہ اگلی ہی رات حضور ﷺ کی برکت سے رہائی مل گئی۔ (ایضاً)

## (۹) پریشانی میں حضور اقدس ﷺ سے توسل:

امام ابوالحسن ابی قاسم رحمۃ اللہ علیہ (شاید فضل) فرماتے ہیں کہ ابوالبرکات عبدالرحمان بن سعد میرے پاس آئے، اس وقت ہم سرحد پر گرفتار تھے، انہوں نے بتایا کہ آج رات حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! دیکھیے ہم کس مصیبت میں گرفتار ہیں؟ فرمایا ابن فضل (فضل) کا دامن پکڑ لو، ابن فضل فرماتے ہیں اس سے پہلے میں دعا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر زبان ساتھ نہ

دیتی تھی، جب فتح کا زمانہ قریب آیا تو نیند سے بیداری کے وقت یہ حالت ہوئی کہ میرے ہاتھ خود بخود دعا کیلئے اٹھے ہوئے تھے، اور زبان پر کلمات دعا جاری ہو جاتے تھے، پھر جب ماہ رجب 618 ہجری کی جمعرات آئی تو میں نے چھوٹے اسیر بچوں کو روزہ رکھنے کیلئے کہا، افطار کے وقت نماز مغرب کے ابعد صلاۃ الرغائب ادا کی پھر میں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو بچے آہ وفغان میں ڈوب گئے اس دعا کی برکت سے اسی رات دشمن کو اس جزیرہ میں شکست ہوگئی، اور وہ جمعہ کے دن مکمل طور پر مغلوب ہو گئے پھر 19 رجب بدھ کے روز پورا علاقہ مسلمانوں کے زیر تصرف آ گیا۔ (ایضًا)

## (۱۰) سرکار نے دشمن کی ہلاکت کی خوشخبری دی:

جب مخذول افرنیس دمیاط پر قابض ہو گئے تو یہ وحشت ناک خبر اٹھارہ دن بعد مدینہ شریف پہنچی، اہل شہر نے اس پر آہ وبکاء شروع کر دی اور نبی اکرم ﷺ سے فریاد کناں ہوئے۔ ایک صالح بزرگ تھے بیان کرتے ہیں کہ جس روز یہ خبر آئی، میں مدینہ شریف میں موجود تھا، سادات مغرب میں سے ایک بزرگ جو روضہ اطہر کے مجاور تھے اشکبار آنکھوں سے کہنے لگے، یارسول اللہ ﷺ! دشمن نے دمیاط پر قبضہ کر لیا ہے، پھر کئی دنوں تک یہی استغاثہ کرتے رہے اور کھانا پینا چھوڑ دیا، بعد ازاں کئی لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور دشمن کے قبضہ کے خلاف شکایت کی تو آپ نے انہیں دشمنی کی ہلاکت کی بشارت دی جس طرح پہلے دی تھی۔ (ایضًا)

## (۱۱) مدد کو آ گئے جب بھی پکارا یارسول اللہ:

استاذ ابوالعباس احمد بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیویہ کا ایک شخص دیکھا، اس نے سلطان کامل کے دربار میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، یہ وہ زمانہ تھا جب دشمن نے دمیاط کی سرحد کا محاصرہ کر رکھا تھا، وہ بیان کرتا ہے کہ اہل دیویہ کے ساتھ میری تلخ کلامی ہوئی جس کی وجہ سے میں نے ان کو خیر باد کہا اور خچر پر سوار ہو کر چل پڑا اور اپنا گھوڑا بھی ساتھ لے لیا، ان لوگوں نے میرا تعاقب کیا جس کی وجہ سے

مجھے شدید پریشانی لاحق ہوئی، دوسری مصیبت یہ بھی ہوئی کہ میرا گھوڑا چھوٹ کر بھاگ گیا، اس مصیبت میں گر کر میں نے حضور اکرم ﷺ سے استغاثہ کیا، اے محمد (ﷺ) بن عبداللہ اگر میرا گھوڑا واپس آ گیا تو خلوص نیت سے آپ پر ایمان لے آؤں گا، اس استغاثہ کے معًا بعد میرا گھوڑا واپس آ گیا اور میرے ارد گرد چکر لگانے لگا تو میں نے اس کو پکڑ لیا، پھر بادشاہ کے پاس حاضر ہو کر تجدید ایمان کی، کہتے ہیں کہ اس شخص نے راہ خدا میں جہاد کیا اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا یہ سب برکت مصطفیٰ کا ثمرہ تھا ،شہادت کے وقت اس کی زبان پر حضور اکرم ﷺ کا اسم گرامی تھا۔ (ایضًا)

## (۱۲) مصیبت کے وقت یارسول اللہ کا نعرہ:

ایک پاکباز شخص کافروں کی قید میں تھا۔ اس کا بیان ہے کہ جس علاقے میں وہ قید تھا، وہاں کے حاکم یا اس کے بھائی کا بحری بیڑا ساحل کے قریب لنگر انداز ہوا، تو حاکم نے شام کو قیدی اکٹھے کیے اور ان کے ساتھ شہر کے کچھ لوگ بھی طلب کیے تا کہ بیڑے کو کھینچ کر کنارے تک لے آئیں، تین ہزار کی تعداد میں ہونے کے باوجود ہو اسے سمندر سے نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکے پھر ایک شخص حاکم کے پاس آیا اور کہا! سوائے مسلمانوں کے کوئی اس بیڑے کو باہر نہیں نکال سکتا، مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ جو کچھ وہ کہنا چاہیں اس سے انہیں منع نہ کیا جائے، وہ صالح شخص کہتا ہے کہ اس حاکم نے ہم مسلمانوں کو جمع کر کے کہا کہو جو کچھ کہنا چاہتے ہو، کوئی ممانعت نہیں، اس وقت ہماری تعداد ساڑھے چار سو تھی، ہم سب نے بیک آواز نعرہ بلند کیا، یارسول اللہ! تو اس استغاثہ اور توسل کی برکت سے ایک ہی ہلے میں بیڑہ باہر نکل گیا۔ (ایضًا)

## (۱۳) بارگاہ رسالت میں استغاثہ:

ابوالقاسم بن تمام کہتے ہیں، ہم دس آدمی ابو یونس کے پاس قصر طوبیٰ میں گئے اور درخواست کی کہ ہمارے لیے امیر کی ماں کے نام ایک نامہ لکھ دیجیئے کیونکہ زیادۃ اللہ امیر نے دو سو علماء گرفتار کر کے فوجیوں کے پاس بھیج دیئے ہیں، ابو یونس نے کہا!

میں امیر کو جانتا ہوں نہ اس کی ماں کو۔ میں تو صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے واسطے سے شناسائی رکھتا ہوں، آج رات ان کے متعلق بارگاہ الٰہی میں استغاثہ پیش کروں گا، انشاء اللہ آزاد ہو جائیں گے، وہ رات جمعہ کی تھی، ابو یونس نے اٹھ کر یوں استغاثہ پیش کیا۔

يَا اَحْمَدُ يَا مُحَمَّدُ يَااَبَا اَلْقَاسِمِ يَاخَاتَمَ النَّبِيِّنَ يَا مَنْ حَفُلَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِلْعٰلَمِيْنَ.

آپ کی امت کا ایک گروہ میرے پاس آیا اور ایک صالح جماعت کی رہائی کی التجا کی، میں آپ ﷺ سے انکی رہائی کیلئے توسل کرتا ہوں بعدازاں اپنی حزب (اورادووظائف) پڑھ کر سو گیا، خواب میں حضور اکرم ﷺ کا دیدار نصیب ہوا فرمایا! اے ابا یونس! تم نے ان صالح قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی ہے انشاء اللہ کل رہا ہو جائیں گے۔ ابن تمام کہتے ہیں، جب صبح ہوئی تو ہم نے پوچھا۔ اے ہمارے سردار! ہماری التجاء کا کیا بنا! میں نے دربار رسالت میں ان کیلئے استغاثہ دائر کر دیا ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ نے کل تک ان کی رہائی کا مژدہ دیا ہے، چنانچہ جمعہ کے روز وہ علمائے کرام زیادۃ اللہ بن اغلب کے پاس حاضر ہوئے اور سلام کیا اس نے سلام کا جواب دے کر خوش آمدید کہا، پھر کہنے لگا اے معزز علمائے کرام! اللہ تعالیٰ ابن صالح پر لعنت کرے جس نے تم کو گرفتار کر کے یہاں بھیجا ہے میں تم سب کو اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا خاطر آزاد کرتا ہوں، (ماخوذ از حجۃ اللہ علی العالمین از امام نبہانی)

## بارگاہ سید الکونین ﷺ میں امام بوصیری (صاحب قصیدہ بردہ شریف)

حضرت امام شرف الدین محمد بوصیری مصری رحمۃ اللہ علیہ مصر کے ایک گاؤں بوصیر کے رئیس اعظم اور علوم عربیہ کے متبحر عالم وفصاحت وبلاغت میں ایسے مشہور معروف فرد تھے کہ آپ کے اپنے زمانہ میں اپنی مثال آپ تھے اور علماء عصر میں شہرہ آفاق ادیب تھے۔

ابتداء عمر میں آپ اپنی خداداد قابلیت اور تبحر علم کی وجہ سے سلاطین اسلامیہ کے مقرب و محبوب عنصر رہے۔ آپ سلاطین و امراء کی منقبت اور قصیدہ گوئی میں خاص طور پر حصہ لیتے اور ان کے اعداء کی ہجو میں رجز اور قصائد لکھا کرتے۔

ایک روز امام بوصیری دربار سلطانی سے اپنے گھر تشریف لا رہے تھے کہ ایک بزرگ ملے اور انہوں نے علامہ بوصیری سے سوال کیا تم نے کیا حضور اکرم ﷺ کی کبھی خواب میں بھی زیارت کی ہے۔ کہ نہیں؟۔ آپ نے عرض کی آج تک حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف نہیں ہوا۔ علامہ فرماتے ہیں اس کے بعد میرے دل میں حضور اکرم ﷺ کا عشق اور محبت کا جذبہ اتنا متلاطم ہوا کہ میں اپنے دل میں سوائے اس محبت کے کچھ اور محسوس نہ کرتا تھا۔

گھر آیا تو اسی شب مجھے جمال جہاں آراء محبوب دوعالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ صحابہ کی جماعت کو اس شان سے دیکھا جیسے چاند تاروں میں، میں نے اپنے دل کو اس مقدس ہستی کی محبت سے مملو اور زیارت بابرکت کے سرور سے محظوظ پایا۔ اس کے بعد ایک ساعت کیلئے اس نور مجسم کی محبت مجھ سے علیحدہ نہ ہوئی اور عنوان محبت و سرور میں میں نے چند قصیدے لکھے۔ چنانچہ قصیدہ ہمزیہ قصیدہ مضریہ اسی زمانہ کے لکھے ہیں۔

اُس کے بعد اچانک ایک روز مجھے فالج کا حملہ پڑا اور میرا نصف حصہ بے حس ہو گیا۔ اس مصیبت کی حال میں میرے ضمیر نے مشورہ دیا کہ ایک قصیدہ حضور اکرم ﷺ کی مدح میں لکھوں اور اسکے ذریعے اس باب الشفاء سے اپنے لیے شفا طلب کروں چنانچہ میں نے اسی حالت میں اس قصیدہ مبارکہ کو لکھا۔ بعد الفراغ جب سویا تو خواب میں اس مسیح کونین شفادارین کی زیارت سے مشرف ہوا اور اسی عالم رؤیا میں میں نے یہ قصیدہ حضور ﷺ کے سامنے پڑھا۔ بعد اختتام قصیدہ میں نے دیکھا کہ سرکار دوعالم ﷺ میرے اعضاء حقیرہ پر اپنا دست مبارک کو پھیر رہے ہیں۔ جب آنکھ

کھلی تو میں نے اپنے آپ کو مکمل صحت یاب پایا۔ اس خوشی اور مسرت میں علی الصباح میں اپنے گھر سے باہر نکلا تو راستہ میں شیخ ابوالرجاء الصدیق ملے جو اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے اور مجھے فرمانے لگے، اے امام! مجھے وہ قصیدہ سناؤ جو حضور اکرم ﷺ کی مدحت میں تم نے لکھا ہے۔ چونکہ اس قصیدہ کا سوائے میرے کسی کو علم نہیں تھا میں نے ان سے عرض کی حضرت! کون سا قصیدہ آپ چاہتے ہیں میں نے سرکار کی تعریف میں کئی قصیدے لکھے ہیں۔ شیخ ابوالرجاء نے کہا وہ قصیدہ سناؤ جس کا مطلع یہ ہے۔

اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٍ مَذَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُقْلَۃٍ بِدَمٖ

میں نے حیرت سے کہا اے ابوالرجاء! یہ قصیدہ آپ نے کہاں سے یاد کیا ہے۔ میں نے تو اپنی سرکار کے سوا کسی اور کو سنایا ہی نہیں۔ شیخ نے کہا اے بوصیری! یہ قصیدہ میں کل رات اس وقت سنا جب تم دربار رسالت ﷺ میں عرض کر رہے تھے اور حضور ﷺ سن کو خوشی کا اظہار فرمارہے تھے۔ (طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ از علامہ ابوالحسنات قادری)

اس قصیدہ کو قصیدہ بردہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے عاشق صادق کی زبان سے سن کر انہیں بردیمانی (یمنی چادر) عطا کی آج دنیا عرب وعجم میں یہ نعت مصطفیٰ کا گلدستہ قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے۔

☆☆☆☆☆☆

## فریادرس آقا ﷺ

قاضی شرف الدین البازری نقل کرتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ بن موسیٰ بن النعمان نے بیان کیا کہ میں 637ہجری میں حجاج کے قافلہ کے ساتھ تھا کسی ضرورت سے سواری سے نیچے اترا کہ نیند آگئی۔ آنکھ کھلی تو قافلہ دور نکل چکا تھا۔ تنہائی، خوف اور پیاس کی شدت سے رونے چلانے لگا۔ زندگی سے مایوس ہوگیا۔ موت سامنے نظر آنے لگی۔ اسی عالم میں صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اپنے

پیارے حبیب ﷺ کے وسیلہ سے مجھ پر رحم فرما اور غیب سے میرے لیے مدد بھیج۔ ان الفاظ کا منہ سے نکلنا تھا کہ اللہ رب العزت نے مدد بھیج دی۔ مجھے ایک آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کسی شخص نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میرا خوف دور ہو گیا اور پیاس جاتی رہی۔ وہ شخص مجھے لے کر ابھی تھوڑی ہی دور چلا کہ قافلہ کی آواز سنائی دینے لگی۔ اور پھر یکدم میری سواری قافلہ کے سامنے آ گئی۔ اس وقت جو خوشی مجھے حاصل ہوئی الفاظ میں اظہار کرنا ممکن نہیں۔ اس کے بعد وہ شخص مجھے میری سواری پر سوار کر کے یہ کہتا ہوا رخصت ہو گیا کہ جو شخص میرے وسیلہ سے اللہ پاک سے مدد طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا۔ اب میں سمجھا کہ یہ سید الانبیاء ﷺ تھے آپ ﷺ واپس تشریف لے جا رہے تھے اور آپ کے انوار سے اندھیری رات میں سارا میدان چمک رہا تھا۔ مجھے سخت رنج اس بات کا تھا کہ میں نے آپ کی قدم بوسی کیوں نہ کی۔

(زیارت نبوی بحالت بیداری بحوالہ نزہۃ الناظرین)

## سماعتِ حدیث پاک کے وقت رخ مصطفیٰ ﷺ سامنے:

حضرت خواجہ شیخ ابوالحسن خرقانی بلند پایہ اولیا کرام میں ان کا شمار ہوتا ہے بظاہر امی تھے اس کے باوجود ان کی کیفیت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید نے عرض کی حضور! بغداد میں ایک بہت بڑی یونیورسٹی ہے میں وہاں جا کر علم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے اجازت دیجئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تو بغداد جا کر کون سا علم حاصل کرو گے؟ عرض کی حضور! علم حدیث حاصل کروں گا۔ آپ نے پوچھا کیا خرقان میں علم حدیث پڑھانے والا کوئی نہیں؟ اس نے عرض کی حضور! خرقان میں تو مجھے کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا بازار جاؤ اور حدیث پاک کی کتاب خرید کر لاؤ۔ چنانچہ آپ کا مرید حدیث پاک کی کتاب لایا تو آپ نے فرمایا پڑھو۔ اس نے حدیث پاک کی کتاب پڑھنا شروع کی۔ ایک حدیث پاک پڑھی تو

آپ نے فرمایا یاد رکھو یہ حدیث پاک صحیح ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے عین کلمات ہیں اس کے اندر یہ معانی (پنہاں) ہیں۔ اب دسری حدیث پاک پڑھو۔ دوسری حدیث پاک پڑھی تو فرمایا اس کا پہلا حصہ حضور ﷺ کا ہے اور آخری حصہ والے الفاظ کے آپ کے نہیں۔ اچھا اب تیسری حدیث پاک پڑھو۔ جب تیسری حدیث پاک پڑھی اس کے معانی بتائے اور فرمایا یہ حدیث پاک حضور ﷺ کی بالکل ہی نہیں۔ اس کو نظر انداز کر دو۔ اس طرح پڑھاتے پڑھاتے تھوڑے دن میں ساری کتاب پڑھا ڈالی۔ کسی نے عرض کی حضور! آپ کے عربی جاننے کی وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کی معاشرت اہل عرب کے ساتھ زیادہ رہی ہے۔ لیکن آپ تو اُمّی (ان پڑھ) ہیں آپ کو کسی طرح علم ہے پہلی حدیث صحیح جبکہ دوسری حدیث کا آدھا حصہ صحیح ہے اور تیسری حدیث بالکل غیر صحیح ہے یہ کیا معاملہ ہے؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب حدیث پاک پڑھی گئی تو مجھے حضور ﷺ کا چہرہ مبارک نظر آیا اور پہلی حدیث پاک پڑھی گئی تو چہرہ مبارک بشاش ہو گیا میں نے سمجھ لیا کہ یہ حدیث پاک صحیح ہے۔ دوسری حدیث پاک پڑھتے وقت ابتدائی حصہ میں چہرہ مبارک بشاش رہا جبکہ آخری حصہ میں منقبض ہو گیا۔ تو میں سمجھ گیا حدیث پاک کا یہ آخری حصہ آپ کا نہیں۔ اسی طرح تیسری حدیث پڑھتے وقت اوّل تا آخر آپ کا چہرہ انور منقبض رہا تو میں سمجھ گیا یہ حدیث بالکل آپ کی نہیں۔ یہ فضل الٰہی ہے، فراست ہے، علم لدنی ہے۔ (ایضًا)

## جلوہ محبوب ﷺ شیخ ابوالمواہب الشاذلی کے سامنے

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ

الشیخ ابوالمواہب الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الجامع الازہر مصر میں میرا ایک شخص کے ساتھ مناظرہ امام بوصیری کے اس شعر پر ہو گیا۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيهِ اَنَّهُ بَشَرٌ وَاِنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللهِ كُلِّهِمِ

(ترجمہ) حضور اقدس ﷺ کے معاملہ میں ہمارا انتہاء علم یہی ہے کہ آپ بشر ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ وہ تمام خلق اللہ سے افضل واعلیٰ ہیں۔

تو اس کے خلاف اسکو کوئی دلیل نہ بن پائی تو میں نے کہا اس پر امت کا اجماع ہے تو پھر بھی باز نہ آیا تو میں کیا دیکھتا ہوں حضور اقدس ﷺ جامع الازہر کے منبر کے سامنے جلوہ فرما ہیں آپ کے پاس صدیق وعمر رضی اللہ عنہما بھی موجود ہیں۔ آپ ﷺ اپنے اصحاب سے فرما رہے ہیں کہ آج کوئی واقعہ رونما ہوا ہے اصحاب عرض کرتے ہیں اللہ ورسولہ اعلم۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فلاں بد بخت کا عقیدہ ہے کہ میں ملائکہ سے افضل نہیں ہوں۔ اصحاب مصطفیٰ بیک آواز کہتے ہیں کہ آقا! آپ سے بڑھ کر روئے زمین میں کوئی افضل نہیں۔

آپ ﷺ نے ان سے فرمایا اس رحمت خداوندی سے محروم شخص کا کیا حال ہو جو زندہ ہی نہیں رہے گا۔ اگر رہے تو ذلیل ورسوا ہوگا۔ جس کا عقیدہ ہے کہ میری افضلیت پر اجماع امت نہیں۔ (جواہر البحار اردو جلد سوم)

## واللہ! حضور زندہ ہیں

شیخ شہاب الدین خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفا میں لکھا ہے۔

قطب اجل شیخ سید احمد کبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال حجاج کرام کے واسطے سے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سلام بھیجتے۔ جب خود حج کیلئے گئے تو روضہ ء اقدس پر حاضری ہوئی مزار اقدس کے قریب کھڑے ہوئے اور عرض کی آقا!

جب تک میں دور تھا تو اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا لیکن میرے جسم کی باری ہے کہ وہ خود حاضر ہوا ہے۔ آقا! عرض یہ ہے کہ اپنا دست مبارک باہر نکالیے تا کہ میں بوسہ دوں۔ حضرت سید احمد کبیر الرفاعی کا یہ عرض کرنا تھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کا مبارک

ہاتھ مزار پاک سے باہر ظاہر ہوا الشیخ احمد کبیر نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اور دست بوسی بھی کی۔ (جواہر البحار ج سوم)

یہ تو دست مبارک کے ظاہر ہونے کی بات ہے جیسے بیشتر اہل علم و فضل نے لکھا بلکہ شیخ زکریا کاندھلوی صاحب نے فضائل حج میں لکھا ہے۔

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک کہتے ہیں۔

کہ میں آپ کے جسد اقدس کو دیکھتا ہوں کہ اس سے کوئی زمان و مکان، محل امکان، عرش، کرسی، لوح و قلم، بحر و بر، نرم و سخت، برزخ و قبر ہر جگہ جلوہ افروز ہیں اور کوئی جگہ آپ سے خالی نہیں عالم علیا بھی عالم سفلیٰ کی طرح خالی نہیں یعنی درجہ وسیلہ میں موجود ہوتے ہوئے قبر میں موجود بیت اللہ کا طواف اللہ تعالیٰ کے حضور میں بھی موجود، جس ساعت مشرق والے زیارت سے مشرف ہو رہے ہیں۔ اسی وقت مغرب والے بھی شرف دیدار سے مشرف ہو رہے ہیں۔ مراقبے والے مراقبے میں سیر والے سیر میں موجود عالم رؤیا میں دیدار کرنے کے وقت عالم یقظہ (بیداری) میں دیدار کرا رہے ہیں۔ دونوں صفات جلال و جمال کے ساتھ موصوف غایت درجہ کمال پر فائز ہیں۔

لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکِرٍ اَنْ یَجْمعَ الْعالَمَ فِی وَاحِدٍ.

اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کوئی مشکل نہیں کہ ساری کائنات کو ایک (شیشی) میں جمع فرما دے۔

☆☆☆☆☆☆☆

## کائنات کا گوشہ گوشہ جلوہ مصطفیٰ سے پُر ہے

شیخ عارف ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں شیخ استاذ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا انہوں نے فرمایا کیا رسول اللہ ﷺ کو پہچانتا ہے۔ اپنے شیخ عبد الرحیم قناوی کے پاس فوراً جا تا کہ تجھے رسول اللہ ﷺ کی معرفت کرا دیں اور تیری منازل سلوک مکمل ہوں۔ تو جب میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے حکم فرمایا

بیت المقدس پہنچ جاتا کہ مقصود حاصل ہو۔ میں حسب الحکم بیت المقدس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات اٹھا دیے تو میں رسول پاک ﷺ کی اس حالت میں زیارت کی کہ آسمان، زمین، عرش، کرسی کائنات کا گوشہ گوشہ آپ سے پُر ہے۔
(جواہر البحار ج سوم)

# ایک عارف کامل کو سرکار دو عالم کی زیارت

سرکار دو عالم ﷺ جب چاہیں اور جس وقت چاہیں جلوہ گری فرماتے ہیں یہ آپ کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ جتنا کوئی قریب ہوگا اتنے ہی سرکار اس کے قریب ہونگے۔ جو لوگ باتیں کرتے رہتے ہیں اور آپ کی وفات کو ہی ثابت کرتے رہتے ہیں وہ مکمل طور پر فیضان نبوی سے محروم ہو چکے ہیں۔

عرفا و کاملین میں سے ایک عالی مرتبت ولی کامل خلیفہ بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ جو اکثر آپ ﷺ کے حضور حاضری دیتے رہتے یہاں تک ایک مرتبہ ایک رات میں سترہ مرتبہ دیدار محبوب سے نوازے گئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے خلیفہ بن موسیٰ ہم سے اکتا نہ جانا، بہت سارے اولیاء ہمارے دیدار کی حسرت لیے مر گئے۔
(جواہر البحار)

حقیقت بھی یہی ہے کہ جس کو ایک مرتبہ بھی سرکار دو عالم ﷺ کا دیدار نصیب ہوا وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے یہ کوئی معمولی مقام نہیں۔ اور کئی ساری ساری عمر بس حسرت لیے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن محروم نہیں رہ سکتے میرا تو ایمان ہے کہ ایسے عاشقوں کو سرکار قبر کے اندر اپنی پناہ میں لے لیتے ہیں۔

شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اگر میں ایک لحظہ بھی سرکار سے محجوب ہو جاؤں تو میں اس وقت خود کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا۔ (جواہر البحار)

آنکھ والا تیرے جلوؤں کا تماشا دیکھے　　دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

# وہ دیکھو حضور کھڑے ہیں

اللہ تعالیٰ کے ایک محبوب ولی ایک شیخ الحدیث کے درس میں تشریف لائے تو شیخ الحدیث صاحب نے ایک حدیث پاک پڑھی اور کہا۔

قال رسول اللہ ﷺ حضور ﷺ نے فرمایا۔

تو اس ولی کامل نے فرمایا یہ حدیث باطل ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایسے ہرگز نہیں فرمایا۔

وہ شیخ الحدیث صاحب بولے آپ کو کس طرح علم ہے کہ یہ حدیث پاک نہیں اس بزرگ ولی کامل نے فرمایا۔

هٰذَا النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم وَاقِفٌ عَلٰی رَأسِکَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَمْ اَقُلْ هٰذَا الحدیث. یہ دیکھو نبی کریم ﷺ تمہاری سر کے اوپر کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث میری نہیں۔

محدّث صاحب یہ سن کر حیران ہو گئے۔ تو ان بزرگوں نے فرمایا تم بھی سرکار کی زیارت کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا زیارت کروادیں۔ چنانچہ جب محدث صاحب نے نظر اوپر اٹھائی تو حضور اکرم ﷺ کو تشریف فرما دیکھ کر مشرب دیدار ہوئے۔

(فتاویٰ حدیثیہ)

# حضور ﷺ کی تشریف آوری نور الدین زنگی کے خواب میں

عظمت مصطفیٰ ﷺ مٹانے والے اور شان رسالت گھٹانے والے ہر زمانے میں نئے نئے روپوں میں ظاہر ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو زمین پر رہنے نہیں دیا۔ کیونکہ جس ذات کے ذکر کو رب ذوالجلال خوب بلند کر رہا ہوا سے کون مٹا سکتا اور گھٹا سکتا ہے۔

سن 557 ھجری کا واقعہ ہے کہ سلطان نور الدین زندگی نے ایک رات تین مرتبہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی ۔ سرکار دو عالم ﷺ دو آدمیوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جلدی آؤ اور یہ دو آدمی جو کھڑے ہیں ان کے فتنہ سے مجھے بچاؤ۔ سلطان وقت نے اپنی دانائی سے سمجھ لیا کہ لگتا ہے مدینہ منورہ میں کوئی عجیب وغریب واقع رونما ہے ۔ مجھے سرکار کی بارگاہ میں جلدی حاضری دینی چاہیئے ۔ چنانچہ اسی وقت رات کے آخری حصہ میں اپنی تیز رفتار سواریوں پر سوار ہو کر اپنے بیس خادموں کے ہمراہ مدینہ طیبہ روانہ ہوا۔ اور اپنے ساتھ کافی مال ودولت لے لیا۔ چنانچہ مسلسل سفر کے بعد سولہویں دن مدینہ طیبہ پہنچ گئے ۔ وہاں پہنچ کر ان دونوں ملعونوں کو سامنے حاضر کی ایک تدبیر کی ۔ اعلان کر دیا کہ مدینہ طیبہ کا ایک ایک فرد دربار سلطانی میں حاضر ہو کر جود و کرم سے حصہ لے جائے ۔ ہر شخص باری باری آتا اور دربار سلطانی سے اپنا حصہ لے جاتا۔ مگر سلطان وقت نے ان افراد میں سے ان ملعونوں کو نہ پایا جن کی صورتیں حضور اکرم ﷺ نے سلطان وقت کو دکھائی تھیں ۔ نوالدین نے ان کو نہ پا کر حاضر سے پوچھا کہ کیا کوئی فرد باقی رہ تو نہیں گیا جنہوں نے نہ کچھ نہ لیا ہو۔ لوگوں نے کہا مدینہ طیبہ کے باشندوں میں سے تو کوئی نہیں رہا البتہ مغربی دو عابد وزاھد ہیں جو نشہ توحید سے مست اور تسبیح بدست ہیں جن کا دنیا کے ساتھ کسی قسم کا کوئی واسطہ نہیں وہ ہر وقت اللہ اللہ کرنے میں مصروف رہتے ہیں حتی کہ کسی کے ساتھ گفتگو بھی نہیں کرتے ۔ بادشاہ نے کہا ان دونوں کو بھی سامنے لایا جائے ۔ جب دونوں بادشاہ کے سامنے آئے تو سلطان معظم نے دونوں کو بنظر یک پہچان لیا۔ اس نے پوچھا تم کہاں رہتے ہو؟

جی ہم حضور اکرم ﷺ کے روضہ اطہر کے پچھلی جانب رہتے ہیں۔

سلطان وقت نے ان کو اسی جگہ ٹھہرایا تو بذات خود ان کے اس مکان میں پہنچے جہاں یہ بد بخت ٹھہرے تھے دیکھا کہ الماری میں دو عدد قرآن مجید ہیں وعظ و نصیحت اور میٹھی میٹھی باتیں سنانے کیلئے کچھ کتابیں اور کچھ غلہ جو غربا مساکین مدینہ کیلئے رکھا ہے۔

اوران کے سونے کی جگہ پر ایک چٹائی پڑی ہوئی تھی وہ چٹائی سلطان وقت نے اٹھائی تو وہاں ایک گڑھا سا نظر آیا تو سرکار دو عالم ﷺ کی خواب گاہ کی طرف کھودا گیا تھا۔ اور اس کے ایک گوشے میں چمڑے کے دوعدد بورے پڑے تھے جن میں مٹی ڈال کر رات کو بقیع کے قبرستان میں لے جا کر ڈالتے، سلطان معظم نے اس منظر کو دیکھا تو دل کانپ اٹھا اتنی بڑی جسارت، سلطان مکرم نے دونوں کو بلایا اور حقیقت حال سے آگاہی حاصل کی اور انہوں نے اعتراف جرم کیا کہ ہم عیسائی ہیں۔ ہمیں عیسائیوں نے بھیجا ہے تا کہ نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس کو نکال لیں اور بے حرمتی کریں۔

جس رات یہ بدنصیب اس نقب کو قبر اطہر تک پہنچنے والے تھے اس رات زبردست بارش ہوئی اور بجلی چمکی اور زلزلہ پیدا ہوا جس کی وجہ سے وہ اپنے ارادے کو پائیہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے اور صبح کو سلطان نورالدین زنگی مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

سلطان معظم نے جب ان کی زبانوں سے تفصیل سنی تو زار وزار روئے اور غیظ وغضب میں دونوں گستاخوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور یوں انہوں نے اپنے عاشق رسول ہونے کا ثبوت دیا۔ (راحت القلوب ص 128)

# مکین گنبد خضرا کا مہمان

شیخ ابوالخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلسل پانچ دن مدینہ طیبہ حاضر رہا مگر کوئی چیز کھانے کو نہ ملی۔ مزار اقدس کے قریب کھڑے ہو کر حضور سید المرسلین ﷺ کی بارگاہ میں سلام کا نذرانہ پیش کیا۔ اس کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حضور نذرانہ سلام پیش کیا اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی آقا! آج رات میں آپ کا مہمان ہوں یہ درخواست کرنے کے بعد ممبر شریف کے قریب آ کر سو گیا میری قسمت جاگی اور سرکار دو عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ کے ایک طرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور

دوسری طرف عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت مولائے کائنات علی شیر خدا رضی اللہ عنہ آگے آگے اور مجھ سے فرمایا اٹھ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ میں فوراً اٹھا اور پیکر رسالت ﷺ کی مقدس پیشانی کو بوسہ دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی۔ ابھی آدھی روٹی کھائی تھی کہ آنکھ کھل گئی لیکن اللہ کی قسم! بیدار ہونے پر روٹی کا آدھا حصہ میرے ہاتھ میں موجود تھا۔ (تنویر الھدیٰ)

## قربِ مصطفیٰ کیسے ملتا ہے؟

قارئین محترم! یہ ایک ایسا سوال ہے جو تقریباً ہر ایک مؤمن مسلمان کے ذہن پر ضرور آتا ہے۔ لیکن اس معاشرتی زندگی میں جو چیز ہماری مشاہدے میں آتی ہے۔ وہ یہ کہ اس سوال کا جواب جس قدر آسان ہے اسی قدر پیچیدہ اور مشکل بنا دیا گیا ہے۔

جیسے کہ گذشتہ صفحات میں اس بات کو کھول کر واضح کر دیا گیا کہ ہمارے وطن عزیزی میں نہیں بلکہ جہاں جہاں مسلمان زندگی گذار رہے ہیں تفرقہ بازی اور مذہبی انتشار کا شکار ہیں ہر مسلک والا یہی کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ چلو یہی صراط مستقیم ہے۔ یہی صحیح راہ ہے، باقی سب جھوٹ ہے۔

لیکن میں یہاں اس بات کو سپرد قرطاس کرتے ہوئے ذرا تامل محسوس نہیں کر رہا کہ قربِ مصطفیٰ ﷺ کی صرف ایک صورت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو مرکز محبت وایمان بنایا جائے۔ تمام اعمال حسنہ، اخلاق عالیہ، عبادت ظاہریہ سے محبت ہو مگر ان تمام چیزوں کی بنیاد نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے محبت قلبی ہے۔ صحابہ کرام اسی چیز کو لے کر آگے چلے تھے کہ کامیابیوں نے ان کے قدموں کو بوسے دیے۔

# کر اہتمام بھی ایماں کی روشنی کیلئے

ہاں جس اہتمام سے ایمان کو حقیقی روشنی ملتی ہے۔ وہ اہتمام کیا ہے؟ وہ اہتمام یادِ محبوب دنیا و دیں ﷺ ہے۔ کیونکہ بندہ جب اس اہتمام میں لگا رہتا ہے فرشتے اس کیلئے دعا بخشش و مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

اس اہتمام سے عمل پاک ہو جاتا ہے۔

اس اہتمام سے اُحد پہاڑ کے برابر نامہ اعمال میں ثواب لکھا جاتا ہے۔

اس اہتمام سے پیمانے بھر بھر کر ثواب ملتا ہے۔

اس اہتمام سے سارے کام اللہ کے سپرد اور ذمے ہو جاتے ہیں۔

اس اہتمام سے ہر قسم کی آفتوں سے نجات مل جاتی ہے۔

اس اہتمام سے شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

اس اہتمام سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت مل جاتی ہے۔

اس اہتمام سے بندہ نفاق سے بری ہو جاتا ہے۔

اس اہتمام سے بندہ دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اس اہتمام سے عرش الٰہی کے سائے میں جگہ مل جاتی ہے۔

اس اہتمام سے اعمال کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے۔

اس اہتمام سے حوض کوثر کے جام نصیب ہو جائیں گے۔

اس اہتمام سے سخت پیاس والا دن بھی آسان ہو جائے گا۔

اس اہتمام سے پل صراط والا رستہ آسان ہو جائے گا۔

اس اہتمام سے اللہ بڑی محبت کرتا ہے کیونکہ یہ اس کا اپنا وظیفہ ہے۔

اس اہتمام سے مجلسوں کو زینت مل جاتی ہے۔

اس اہتمام سے قربِ مصطفیٰ ﷺ مل جاتا ہے۔

اس اہتمام سے دینی و نیوی تمام مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔
اس اہتمام سے دس گناہ معاف ہو جاتے ہیں، دس نیکیاں مل جاتی ہیں
دس درجے بلند ہو جاتے ہیں۔
اللہ اللہ اس اہتمام سے سرکار دو عالم ﷺ کے کندھا سے مس ہونا نصیب ہوگا
اس اہتمام سے قیامت کے روز سب سے پہلے سرکار کی حاضری نصیب
ہوگی۔
اس اہتمام سے اسی سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں
اس اہتمام سے دل کی صفائی ہو جاتی ہے۔
اس اہتمام سے جان بدن سے آسانی سے نکلے گی۔
اس اہتمام سے فرشتوں کی محبت نصیب ہوتی ہے اس لیے کہ یہ ان کا بھی
وظیفہ ہے۔
اس اہتمام سے گھر میں آفتیں نہیں آتیں۔
اس اہتمام سے رزق بڑھ جاتا ہے۔
اس اہتمام سے عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔
اس اہتمام سے کہیں بھی گھاٹا نہیں پڑتا۔
اس اہتمام سے جنت کا راستہ مل جاتا ہے۔
اس اہتمام سے جسم قبر میں محفوظ رہے گا۔

اس اہتمام کا نام کیا ہے۔؟ سبحان اللہ! اس اہتمام کا نام ''درود و سلام'' ہے یہ اللہ کا وظیفہ ہے، ملائکہ کا وظیفہ ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی سنت میں اہل ایمان کو شامل کر رہا ہے۔ اللہ اللہ درود و سلام کا اتنا بڑا فائدہ شیخ طریقت سے بے نیاز ہو کر دل کو آئینہ جمال محمدی بنالیتا ہے۔

آیئے ذرا اس اہتمام کے بارے میں رحمۃ للعالمین کی زبان اطہر سے

ارشادات عالیہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ نے اس پر دس بار رحمتیں نازل کیں۔
(صحیح مسلم شریف)

(۲) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو کثرت سے مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ (ترمذی شریف)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجا اللہ تعالیٰ نے اس پر دس بار رحمت بھیجی اسکی دس دلی خواہشات پوری ہوئیں دس درجے بلند ہوئے۔ (نسائی)

(۴) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور ﷺ تشریف لائے اور آپ کے چہرہ اقدس پر خوشی، شادمانی کے آثار تھے اور فرمایا میرے پاس جبریل تشریف لائے اور کہا! اے محمد! آپ کا رب فرماتا ہے کیا آپ اس بات سے راضی نہیں کہ جب آپ کا کوئی امتی آپ پر درود شریف بھیجتا ہے تو میں اس پر دس بار درود بھیجتا ہوں۔ اور جب کوئی آپ کا امتی آپ پر ایک بار سلام کہتا ہے تو میں اس پر دس بار سلام بھیجتا ہوں۔ (سبحان اللہ) (نسائی شریف)

(۵) عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

آپ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر درود شریف بھیجا فرشتے اس پر درود شریف بھیجتے ہیں جب تک وہ بندہ بھیجتا رہتا ہے۔ پس اب بندے کی مرضی کم کم درود شریف پڑھے یا زیادہ۔ (زرقانی ج ٦)

(٦) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص نبی کریم ﷺ پر ایک بار درود شریف بھیجتا ہے اس پر اللہ اور اس کے فرشتے ستر رحمتیں بھیجتے ہیں۔ (القول البدیع)

(۷) حضرت انس سے مروی ہے کہ سرکار نے فرمایا۔

مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ جو مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے گناہوں کا کفارہ ہے، باطن کی طہارت ہے اور جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے اس پر اللہ کی دس رحمتیں آتی ہیں۔ (القول البدیع)

(۸) انہی سے مروی ہے کہ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک دن میں مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا اسے موت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک وہ جنت میں اپنا مقام نہیں دیکھ لے گا۔ (القول البدیع)

(۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ

سرکار نے فرمایا جس نے مجھ پر درود شریف کثرت سے بھیجا وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔ (خصائص) سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا جس نے بڑی محبت اور لگن سے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجا اللہ تعالیٰ محافظ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ تین دن تک اس کا کوئی گناہ نہ لکھنا۔ (کشف الغمہ شعرانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ بھیجے۔ (کتاب الشفاء ج دوم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اگر لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہ اللہ کے ذکر اور میری ذات پر درود شریف پڑھے بغیر اٹھ کر چلے جائیں تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسرت ہے وہ چاہے انہیں عذاب دے چاہے انہیں بخش دے۔ (ایضاً)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول جائے گا۔ (ایضاً)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:
کہ اگر کچھ لوگ کسی مجلس سے اٹھ کر چلے جائیں پھر اللہ کے ذکر اور میرے اوپر درود شریف پڑھے بغیر اٹھ کر چلے جائیں تو گویا وہ مردار کی بدبو کے ساتھ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔ (ایضا)

## رد اللہ علی روحی کے ترجمہ میں سعودی مفتی کی لچر بازی

امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَام۔
(ابوداؤد)

جب بھی کوئی مجھ پر سلام کرتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو (اسکی طرف) لوٹا دیتا ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

قارئین محترم! یہ صرف ہمارا اہل سنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہی نہیں بلکہ پوری امت کا اجماع ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں۔ اور یہ بات عقلاً اور نقلاً دونوں طرح سے پائے ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ نبی اور نبوت دونوں لازم وملزوم ہیں جس طرح حاکم اور حکومت لازم وملزوم ہیں یعنی نبوت کیلئے نبی کا ہونا لازم ہے۔ معاذ اللہ اگر نبی نہ ہوگا تو خاتمیت کا تاج کس کے سر پر ہوگا؟۔ حضور اکرم ﷺ نبی ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں آپ ﷺ وجود مبارک ہے تو خاتمیت کا تاج ان کے سر پر ہے اگر معاذ اللہ آپ ﷺ زندہ نہیں تو کیا ختم نبوت کا عقیدہ قائم رہے گا اور اگر یہ عقیدہ قائم ہی نہ رہا تو نئی نبوت کا سوال پیدا ہوسکتا نہیں یہ عقیدہ نبوت ورسالت محمد کے بالکل خلاف ہے۔ حالانکہ حضور اکرم کو اللہ تعالیٰ نے دائمی حیات سے نوازا ہے۔ آپ ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں۔ الحمدللہ پوری امت کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں۔

اگر کسی جاہل کی عقل پر پردے پڑے ہیں تو ہم ان کو اتار نہیں سکتے۔

سعودی مفتی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ باز نے تو حد کر دی۔ نجدی حکومت کے نمک خوار ہونے کا صحیح حق ادا کر دیا۔ کہ جس کا کھاؤ اس کا گاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ سعودی مفتی کی لچر بازی کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس نے لکھا ہے۔

آپ ﷺ مردہ ہیں اور آپ کی روح جسم سے جدا ہو چکی ہے۔ بس صرف سلام کے وقت لوٹائی جاتی ہے اور آپ کی موت کے دلائل قرآن وسنت سے، بہت معروف ہیں۔ (حج وعمرہ اور زیارت صفحہ 161)

قارئین محترم! سعودی مفتی نے توپ چلائی مگر چلی نہیں۔ اگر اس دلیل کو مان لیا جائے کہ روح مبارکہ صرف سلام کے وقت لوٹائی جاتی ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام ہر وقت پڑھا جاتا ہے۔ یا کبھی کبھی سال میں ایک دو بار اور کیا ایک ہی انسان پڑ رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تو ازل سے پڑھ رہا ہے اور ابد تک پڑھتا رہے گا اور جس طرح وہ ذات کبریا کامل ذات ہے اسی طرح اس کا نبی ﷺ پر درود پڑھنا بھی کمال کا ہے اور پھر فرشتے بھی پڑھ رہے ہیں۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس سنت دائمی میں سبھی اہل ایمان کو دعوت دی کہ آؤ ایمان والو! تم بھی اس میری سنت کو اپنا لو۔ میرے حبیب پر میرا سلام پڑھنا تو اسکی سلامتی کا باعث ہے اور تمہارے سلام پڑھنے سے انہیں سلامتی نہیں ملے گی بلکہ اس کی سلامتی سے تم فیضیاب ہو جاؤ گے، کیونکہ جتنی بار تم میرے محبوب کو سلام بھیجو گے اتنی مرتبہ نہیں بلکہ دس مرتبہ میری طرف سے تمہیں سلامتی ملے گی اس لیے کہ تم نے میرے حبیب کریم ﷺ کے ذکر سے اپنے باطن کو طہارت بخشی ہے۔

قارئین محترم! جب ہر وقت آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھا جاتا ہے اور ہر جگہ پڑھا جاتا ہو تو کیا ہر نگاہ مصطفیٰ اپنے غلاموں کی طرف نہیں ہوگی؟ اگر گستاخوں کا اس

بات پر ایمان ہے کہ صرف سلام کے وقت روح مصطفیٰ لوٹائی جاتی ہے تو میں ان سے صرف یہی گزارش کروں گا کہ اپنے دلوں سے گستاخیوں کی پلیدی کو دور کریں اور اپنے عقیدہ کی اصلاح کریں۔

## ڈاکٹر محمد علوی مالکی کی طرف سے ردّ اللہ علی روحی کا مفہوم

ڈاکٹر صاحب مکہ مکرمہ کے مفتی عالم عرب کے نامور معروف محقق نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الذخائر المحمدیہ'' میں اس حدیث کا مفہوم یوں بیان فرمایا ہے۔

**رَدَّاللّٰه علی روحی** کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا نطق مجھ پر دوبارہ لوٹا دیتا ہے جس کے ذریعے میں جواب دیتا ہوں یہ نہیں کہ مجھے زندہ کیا جاتا ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ زندہ ہیں اور آپ کی روح مبارکہ کبھی بھی آپ سے جدا نہیں ہوتی۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

**حَتّٰی اَرُدَّعَلَیْهِ السَّلَام** یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ ہمیشہ زندہ ہیں کیونکہ کبھی ایسا وقت آتا ہی نہیں جب آپ ﷺ کی ذات پر سلام نہ بھیجا جارہا ہو۔ اور اگر کوئی اس بات کا قائل نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی روح صرف اس وقت لوٹائی جاتی ہے تو اس پر اس کا دلیل لانا فرض ہے۔ (الذخائر المحمدیہ۔175)

## شیخ عبداللہ سراج الدین شامی کی طرف سے رداللہ علی کا مفہوم

اگر (حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں) صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے تو نماز کے تشہد میں السلام علیکم ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ پڑھنے اور آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر خطاب کا حکم کیوں گیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات جس کیلئے چاہے پردہ اٹھادے اور آپ ﷺ کا جواب بھی خود سن لے۔

جیسا کہ حضرت سعید بن المسیب رضی للہ عنہ سے پردہ اٹھالیا گیا اور انہوں نے اذان واقامت سنی۔ شیخ ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں میں نے ایک دن قبر انور کے پاس حاضر ہوکر سلام عرض کیا میں نے قبر انور سے سنا وعلیکم السلام

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حیاۃ الدنیا اور شعب الایمان میں حضرت سیلان بن سحیم سے نقل کیا ہے میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا عرض کیا یا رسول اللہ اہل محبت آپ کے پاس آ کر سلام عرض کرتے ہیں کیا آپ سماعت فرماتے ہیں؟

فرمایا ہاں صرف اس سنتا ہی نہیں بلکہ جواب بھی دیتا ہوں۔

امام سخاوی نے القول البدیع میں لکھا ابو عبداللہ بن نعمان سے شیخ عبدالرحیم بن عبدالرحمان بن احمد نے بیان کیا حمام میں گر جانے کی وجہ سے میرے ہاتھ پر چوٹ آ گئی ہاتھ سوج گیا ایک رات سویا تھا خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی میں نے تکلیف کے بارے میں عرض کیا آپ نے فرمایا بیٹے تیرا درود نہ آنے کی وجہ سے میں پریشان ہوا، صبح میں اٹھا تو آپ کی زیارت کی برکت سے تکلیف جاتی رہی۔

## سیّدی عبدالعزیز دبّاغ کے نزدیک روح محمدی کا کمال

سب سے قوی تر روح وہ روح ہے جس کا ذوق عرش وفرش اور دیگر عوالم کو چیر کر نکل جائے اور یہ طاقت آنحضرت ﷺ کی روح مبارکہ کو ہی ہے۔ کیونکہ آپ کی روح مبارک سلطان الارواح ہے اور یہ روح آپ کے جسم مبارک میں رضاء محبت اور قبول کی طرح ساکن ہو چکی ہے اور دونوں کے درمیان سے حجاب بھی اٹھ چکا ہے چنانچہ آپ کی روح مقدس کا ذوق آپ کے کمال کے مطابق ہے اور آپ کے طاہر ترابی جسم کا عوالم کو چیر کر نکل جانا ثابت ہے اور یہی وہ کمال ہے جس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں ہوسکتا۔ (الابریز ص ۱۶۴)

# رُوحِ محمدی سے کوئی چیز محجوب نہیں

روحِ محمدی سے کوئی چیز محجوب نہیں ۔ اسی لیے آپ ﷺ کو عرش وفرش علو اسفل دنیا وآخرت جنت ودوزخ سب کی خبر ہے ۔ اس لیے کہ یہ سب کچھ آپ کی بدولت پیدا ہوا ہے ۔ آپ ﷺ کو ہر آسمان کے فرشتوں کا علم ہے کون سا فرشتہ کس فلک پر پیدا کیا گیا ۔ کب پیدا کیا گیا کیوں پیدا کیا گیا ، اوران کا انجام کیا ہوگا ۔ آپ ﷺ کو ان کے اختلاف مراتب اور منتہائے درجات کا بھی علم ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کو ستر حجابوں اور ہر حجاب کے فرشتوں کا بھی علم ہے ۔ اسی طرح آپ ﷺ کو عالم علوی کے اجرام نیّرہ کا بھی علم ہے مثلاً ستارے ، سورج ، چاند ، لوح ، قلم ، برزخ اور وہ روحیں جو برزخ میں ہیں ۔ اسی طرح آپ ﷺ کو ساتوں زمینوں ہر زمین کی مخلوقات اور بحر وبر پر ہر چیز کا علم ہے ۔ اسی طرح آپ کو جنت اس کے درجات اس کے رہنے والوں کی تعداد اوران کے مقامات کی پوری واقفیت ہے ۔ علیٰ ھٰذا القیاس دیگر عوالم کے متعلق بھی آپ کے علم کا یہی حال ہے ۔ (الابریز ص ۱۶۶)

## درود شریف پڑھنے والا مُنہ بوسہ گاہِ رسول ﷺ

کئی محدثین نے لکھا ہے کہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ درود شریف کی مقررہ تعداد رات کو سونے سے پہلے پڑھا کرتے تھے ایک رات رسول اللہ ﷺ خواب میں تشریف لائے اور سرکار کی تشریف آوری سے سارا گھر نورٌ علیٰ نور ہوگیا آپ ﷺ نے فرمایا اے محمد بن سعد ! اپنا منہ میرے قریب کرو جس سے تم مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرتے ہوتا کہ میں اسے بوسہ دوں ۔ عرض کی آقا ! مجھے شرم آتی ہے میرا منہ اس قابل کہاں چنانچہ میں نے اپنا رخسار آگے کیا تو حضور اکرم ﷺ نے میرے رخسار پر بوسہ دیا ۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو سارا گھر خوشبوئے مصطفیٰ ﷺ سے

مہک رہا تھا اور آٹھ دن تک میرے منہ سے حضور ﷺ کے بوسہ لینے کی خوشبو آتی رہی۔
(جذب القلوب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

# صاحب دلائل الخیرات کی قبر سے کستوری کی خوشبو

امام جزولی رحمۃ اللہ علیہ نے فاس میں دلائل الخیرات (درود شریف پر مدلل مشہور کتاب) لکھی اور تالیف کے سبب یہ ہوا کہ ایک دن نماز کا وقت ہو گیا۔ امام جزولی وضو کرنے کیلئے اٹھے تو کنویں سے پانی نکالنے کیلئے کوئی چیز میسر نہ تھی۔ شیخ پریشان تھے کہ کیا کیا جائے؟ اتنے میں ایک بلند مکان سے ایک بچی نے دیکھا تو کہنے لگی آپ وہی شخصیت ہیں جن کی نیکی کی تعریف کی جاتی ہے اس کے باوجود آپ پریشان ہیں کہ کنویں سے پانی کس چیز کے ذریعے نکالیں؟۔ اس لڑکی نے کنویں میں تھوک دیا۔ کنویں کا پانی ابل کر باہر آ گیا اور زمین پر بہنے لگا۔ شیخ نے وضو کرنے کے بعد اس لڑکی سے کہا تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں تم نے یہ مرتبہ کیسے حاصل کیا؟ اس نے کہا۔

اس ذات اقدس پر کثرت درود شریف کی برکت سے جو جنگل میں چلتے تو وحشی جانور بھی ان کے دامن سے لپٹ جاتے۔

شیخ نے یہ سن کر قسم کھائی میں دربار رسالت میں پیش کرنے کیلئے درود شریف کی کتاب ضرور لکھوں گا۔ چنانچہ آپ نے دلائل الخیرات کے نام سے بڑی مدلل اور محبت کی خوشبوؤں سے لبریز کتاب تحریر کی۔ اس کی برکات دیکھئے۔

جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی تعمیر کردہ مسجد کے وسط میں آپ کو دفن کیا گیا آپ کے وصال کے دو سال بعد سلطان ابوالعباس احمد المعروف بہ الاعرج مراکش میں داخل ہوا تو اس نے آپ کے جسد مبارک کو لے جا کر مراکش کے قبرستان ریاض العروس میں دفن کیا اور اس پر گنبد تعمیر کرایا یہ مقبرہ آج بھی موجود ہے۔

جب آپ کا جسد خاکی نکالا گیا تو طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود اس میں

کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ وصال سے آپ نے حجامت بنوائی تھی اس کا اثر بدستور باقی تھا ایک شخص نے آپ کے چہرہ پر انگلی رکھی تو حیرت کی انتہا نہ رہی اس جگہ سے خون ہٹ گیا اور جب انگلی اٹھائی تو خون اپنی جگہ پر لوٹ آیا جیسے زندوں میں ہوتا ہے۔ مراکش میں آپ کے مزار اقدس پر عظیم ہیبت وجلالت پائی جاتی ہے لوگ بڑی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں اور دلائل الخیرات شریف پڑھتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ پر بکثرت درود وسلام پیش کرنے کی برکت سے آپ کی قبر انور سے کستوری کی خوشبو آئی ہے۔

(مقدمہ شرح دلائل الخیرات اردو)

فنا عشق محمد میں ہوا ہوں کیا سمجھتے ہو
حیات دائمی لے کر جیا ہوں کیا سمجھتے ہو
فرشتے پوچھیں جو من ربک مادینک وحافظ
تو کہہ دینا غلام مصطفیٰ ہوں کیا سمجھتے ہو

# عاشق رسول قبرستان سے گذرا تو ستر ہزار کی بخشش ہوگئی

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا یا حضرت! میری بیٹی فوت ہوگئی ہے اور مجھے بڑی پیاری تھی میں چاہتی ہوں اسے خواب میں دیکھوں۔ آپ نے فرمایا نماز عشاء کے بعد چار رکعت نفل ادا کر اور فاتحہ کے بعد سورۃ التکاثر ہر رکعت میں ایک بار پھر وہیں سو جا اور جب تک نیند نہ آئے حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھتی رہ۔ اس نے ایسے ہی کیا تو اس نے خواب میں اپنی بیٹی کو سخت عذاب میں مبتلا دیکھا اور آہ وفغان کر رہی ہے۔ وہ حضرت حسن بصری کے پاس آئی اور خواب بیان کیا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جب رات کو سوئے خواب میں اسے جنت کے باغات میں ایک تخت پر بیٹھی ہے۔ کہنے لگی اے امام آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟

میں اس عورت کی بیٹی ہوں۔ آپ نے فرمایا تیری ماں نے تو تیرا حال کچھ اور ہی بتایا تھا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ ہم ستر ہزار اہل قبرستان عذاب قبر میں مبتلا تھے اللہ تعالیٰ کا ایک مقبول بندہ ہمارے قبرستان سے گذرا اس نے حضور اکرم ﷺ پر ایک بار درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس درود شریف کی برکت سے ستر ہزار کی بخشش فرمادی ہے۔ (افضل الصلوٰۃ)

## درود شریف کی برکت سے جنگلی درندوں سے محفوظ رہا

حضرت شیخ المشائخ ابوالحسن الشاذلی نے فرمایا:

کہ میں ایک مرتبہ سیر وسیاحت کے دوران جنگل میں رک گیا رات کا وقت تھا جنگلی درندے بہت زیادہ تھے چند درندے میری طرف آ گئے میں ایک ٹیلے پر جا بیٹھا میرے دل میں خیال آیا کیوں نہ حضور ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔ اور مجھ پر رحمت الٰہی کا نزول ہوگا تو رات آرام سے گزر جائے گی، چنانچہ میں نے اس وقت درود شریف پڑھنا شروع کیا کوئی درندہ میرے قریب نہ آیا۔ (ایضاً)

## بگڑی مشکل درود شریف کی برکت سے صحیح ہوگئی

جذب القلوب میں ہے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرد کو دیکھا طواف کعبہ اور مناسک حج میں دعاؤں کی بجائے درود شریف پڑھتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تو مناسک حج کے ہر موقع پر درود شریف کیوں پڑھتا ہے؟ کیا اسکی کوئی خاص وجہ ہے۔ اس نے کہاں ہاں میں اور میرا باپ حج کو آرہے تھے راستہ میں میرا باپ بیمار ہوگیا بیماری بڑھ گئی حتیٰ کہ وہ فوت ہوگیا۔ میں نے کپڑا اس کے منہ پر ڈال دیا۔ کفن دفن کے فکر میں حیران تھا کہ کیا کیا جائے۔ پھر جب

میں نے اس کے منہ سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا میرے باپ کی شکل گدھے کی شکل میں تبدیل ہو چکی ہے۔ میں یہ دیکھ کر بڑا حیران و پریشان ہو گیا (ایک باپ کی جدائی کا غم اور دوسرا یہ بھیانک منظر) بس اسی غم واندوہ میں ڈوبا ہوا تھا اسی دوران میری ذرا آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ عرض گزار ہوا تو آپ ﷺ نے میرے باپ کیلئے دعا فرمائی پھر اسکی شکل انسانی صورت میں بدل گئی۔ میں نے پوچھا اس کا قصور کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ سود خور تھا اور سود کھانے والے کی یہی سزا ہے۔ لیکن تیرا باپ ہر رات سونے سے پہلے مجھ پر ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھا کرتا تھا۔ اسی لیے میں اسکی شفاعت کو پہنچ گیا۔ میں نیند سے بیدار ہوا تو دیکھا باپ کا چہرہ چمک رہا ہے۔ (جذب القلوب)

## درود شریف کی برکت سے عذاب قبر کی معافی

جذب القلوب میں ہے کہ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے ہمسایہ میں ایک مرد تھا۔ وہ مر گیا تو اس کے مرنے کے بعد میں نے اسے خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟۔ اس نے کہا کیا پوچھتے ہو یہ مقام نہایت ہولناک ہے سخت خوفناک حالات مجھ پر وارد ہوئے۔ نکیرین کے سوال بڑے سخت ہوئے میں نے جان لیا کہ میرا مرنا اسلام پر نہیں۔ آواز آئی یہ سختیاں تجھے اس واسطے ہیں کہ تو نے اپنی زبان کو بیکار رکھا۔ فرشتے عذاب دینے کی تیاری کر رہے تھی کہ ایک خوبصورت شکل والا قبر میں فرشتوں کے درمیان حائل ہو گیا مجھے ایمان کی تلقین کی پھر میرے جواب اچھے ہو گئے میں نے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا میں تیرا درود شریف ہوں جو تو بکثرت پڑھا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے انسانی شکل میں تیری امداد کیلئے بھیجا ہے۔

## کتابت حدیث میں اسم پاک کے ساتھ پورا درود لکھنے کی برکت

دنیا بھی عجیب چال چل رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ پر درود پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ لیکن آج کل بعض لوگ اسم پاک محمد ﷺ کے ساتھ پورا درود شریف پڑھنے میں یا تو کاہلی کرتے ہیں یا حماقت کی وجہ سے یہ کام چوری کرتے ہیں۔ عموماً جو لفظ کتابوں میں بھی پڑھا جاتا ہے یا بے ادب لوگ بولتے ہیں وہ لفظ صلعم ہے۔ یاد رکھیں یہ لفظ لکھنا کسی صورت بھی جائز نہیں۔ یہ ایمان کی بربادی کا باعث ہے۔

ابواسحٰق نہشل کہتے ہیں کہ میں کتابت حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا نام اس طرح لکھا کرتا تھا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسلیمًا۔ میں نے خواب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے میری لکھی ہوئی کتاب ملاحظہ فرمائی اور ملاحظہ فرما کر فرمایا یہ عمدہ ہے علامہ سخاوی نے اور بھی بہت سے خواب اس قسم کے لکھے ہیں کہ ان کو مرنے کے بعد بہت اچھی حالت میں دیکھا ہے ان سے پوچھا یہ اعزاز کس وجہ سے ملا ہے تو انہوں نے بتایا کہ ہر حدیث پاک میں نام نامی اسم گرامی میرا درود شریف لکھنے کی وجہ سے۔

(القول البدیع)

## قطب الدین بختیار کاکی اور درود پاک

قطب الاقطاب شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا خیمہ قائم ہے اور دروازہ پر ایک چھوٹے قد کا پہرہ دار کھڑا ہے خیمہ روشنی سے پُرنور ہے پہرہ دار سے پوچھا کہ اس خیمہ میں کیا ہے اور تو کون ہے؟ اس نے کہا میں عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) ہوں اور خیمہ میں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ درویش نے کہا مجھے سرکار کی زیارت برداشت کرنے کی تاب نہیں۔ البتہ اسے جا کر کہہ دے کہ قطب الدین بختیار سے کہنا کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے تو نے مجھے تین دن سے چھوڑے رکھا ہے۔ درویش نیند سے بیدار ہوا اور شیخ قطب الدین سے ساری بات کہی۔ آپ نے فرمایا نئی شادی کر لی ہے۔ پہلے

روزانہ تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتا ہوں تین دن سے قضا ہوگئی ہے ایسی شادی پر افسوس، لہٰذا آپ نے اس بیوی کو طلاق دے دی۔ (انفاس رحیمیہ)

## فنافی الرسول مولانا عبد الرحمٰن جامی

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کی محبت میں ایسے فنا ہو چکے تھے کہ بحیثیت عاشق رسول ﷺ آج بھی ان کا نام زندہ جاوید ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دردوسوز میں ڈوبی ہوئی نعت لکھی؟

زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمین زمحروماں چرا غافل نشینی الخ

جامی نعت لکھنے کے بعد حج کیلئے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ تھا کہ روضہ اقدس ﷺ کے پاس کھڑے ہو کر اس نعت کو پڑھیں گے۔ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ کو خواب میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جامی کو مدینہ نہ آنے دیں۔ چنانچہ امیر مکہ نے ممانعت کر دی۔ مگر جامی جذب وشوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔ امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جامی آ رہا ہے اسے یہاں نہ آنے دینا۔ امیر مکہ نے جامی کے پیچھے آدمی دوڑا دیئے اور ان کو راستہ سے پکڑ لیا۔ ان پر سختی کی اور جیل میں ڈال دیا۔ اس پر امیر مکہ کو تیسری بار سرکار دوعالم ﷺ کی زیارت ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جامی کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جنہیں اس نے میری قبر پر آ کر پڑھنے کا ارادہ کیا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کیلئے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہوگا۔

قارئین محترم! یہ واقع اہل سنۃ والجماعہ کی کسی کتاب سے راقم الحروف کو نہیں ملا البتہ مولانا زکریا سہارنپوری دیوبندی کی کتاب فصائل درود ص 164 کے حوالہ سے درج کر دیا ہے۔ (واللہ ورسولہ اعلم)

# حاکم وقت کے پاس جانے سے دیدار رسول سے محرومی

محمد بن زین جو حضور اکرم ﷺ کے عاشق اور مداح تھے۔ اور بیداری کی حالت میں حضور اکرم ﷺ کا دیدار کیا کرتے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ایک شخص نے اپنی کسی ضرورت کیلئے حاکم وقت کے پاس سفارش کیلئے کہا تو آپ تیار ہو گئے۔ حاکم وقت بڑا ظالم اور سفاک تھا۔ لیکن محمد بن زین رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی سائل کے سوال کو رد نہ کیا چنانچہ آپ اس شخص کو لے کر شہر میں حاکم وقت کے پاس گئے۔ اس نے آپ کو پہچان کر بڑی آؤ بھگت کی اور عزت واحترام کے ساتھ انہیں اپنی مسند پر بٹھایا۔ پھر دریافت کیا آپ کیسے تشریف لائے ہیں آپ نے فرمایا میں محض اس شخص کی سفارش کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ اسکی حاجت روائی کر دیں۔ چنانچہ حاکم وقت نے اسی وقت اس کی حاجت روائی کر دی۔ پھر آپ واپس اپنے گھر تشریف لے گئے۔ آپ کے جانے سے اس کی حاجت روائی تو ہو گئی مگر ان پر جو عتاب نازل ہوا وہ یہ تھا کہ بیداری میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مستفیض ہوتے تھے محروم ہو گئے۔ کافی عرصہ تک حضور ﷺ کی بارگاہ میں درخواست گزار ہوتے رہے کہ آقا! مجھے اپنا رخ تاباں دکھلا دیجئے اس والہانہ شوق میں کچھ اشعار کہے اس پر اتنی کرم نوازی ہوئی کہ حضور اکرم ﷺ دور سے انہیں نظر آئے مگر ساتھ ہی آپ نے فرمایا کیا تو میرے دیدار کا طالب ہے اور ساتھ ہی ظالموں کے فرش پر بھی بیٹھتا ہے۔

(کتاب المیز ان از امام شعرانی)

اسی طرح امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پچھتر بار عالم بیداری میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ ایک بار کسی نے آپ سے سلطان وقت کے پاس سفارش کیلئے کہا تو آپ نے فرمایا میں نے پچھتر مرتبہ سرکار کا بالمشافہ دیدار کیا ہے اگر میں سلطان وقت کے پاس گیا تو اس نعمت سے محروم ہو جاؤں گا۔ (المیز ان الکبریٰ)

☆☆☆☆☆☆☆

# جب تو حدیث لکھتا ہے تو درود کیوں نہیں لکھتا

حسن بن موسیٰ الحضرمی کہتے ہیں کہ میں حدیث پاک نقل کیا کرتا تھا۔ اور جلدی کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کے نام پاک پر درود شریف نہ لکھا کرتا تھا۔ میں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی تو آپ نے فرمایا جب تو حدیث لکھتا ہے تو مجھ پر درود شریف کیوں نہیں لکھتا؟۔ کہتے ہیں میری آنکھ کھلی تو مجھ پر بڑی گھبراہٹ طاری تھی اسی دن سے میں نے عہد کر لیا اب ایسی خطا ہرگز نہیں کروں گا۔ (القول البدیع)

# اسی طرح ایک اور واقعہ

ابو علی حسن بن علی عطار کہتے ہیں کہ مجھے ابو طاہر نے حدیث مبارکہ کے چند اجزاء لکھ کر دیے میں نے ان میں دیکھا جہاں کہیں بھی نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک آیا ہے ساتھ لکھا ہے صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما کثیرًا کثیرًا کثیرًا۔ میں نے پوچھا اس طرح کیوں لکھتے ہو؟ انہوں نے کہا میں اپنی نوعمری میں حدیث پاک لکھتا تھا اور حضور اکرم ﷺ کے نام پاک پر درود شریف نہیں لکھتا تھا۔ میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ میں سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے اپنا رخ انور دوسری جانب پھیر لیا۔ میں نے دوسری جانب ہو کر سلام عرض کیا تو حضور اکرم ﷺ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ میں تیسری مرتبہ چہرہ انور کی جانب حاضر ہوا میں نے عرض کیا حضور! روگردانی کی کیا وجہ ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تو اپنی کتاب میں میرا نام لکھتا ہے تو مجھ پر درود کیوں نہیں بھیجتا؟ اس روز سے میرا یہ دستور ہے جب میں سرکار ﷺ کا نام پاک لکھتا ہوں تو ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا کثیرًا لکھتا ہوں۔ (القول البدیع)

علامہ سخاوی رحمت اللہ علیہ قول البدیع میں لکھتے ہیں جیسا کہ تو حضور اکرم ﷺ کا نام نامی لیے ہوئے زبان سے درود شریف پڑھتا ہے اسی طرح نام مبارک لیتے وقت انگلیوں سے بھی درود شریف لکھا کر تیرے لیے اس میں بڑا ثواب ہے۔ اور یہ

ایک ایسی فضیلت ہے جس کے ساتھ علم حدیث لکھنے والے کامیاب ہوتے ہیں۔ علماء نے اس بات کو مستحب جانا ہے کہ اگر تحریر میں بار بار نبی کریم ﷺ کا نام پاک آئے تو بار بار درود شریف لکھے اور پورا درود شریف لکھے اور کاہلوں اور جاہلوں کی طرح صلعم وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ اشارہ پر قناعت نہ کرے۔ اس کے بعد علامہ سخاوی نے چند احادیث بھی لکھی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کتاب میں میرا نام لکھے فرشتے اس وقت لکھنے والے کیلئے درود بھیجتے رہتے ہیں۔ جب تک میرا نام اس میں رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص مجھ پر کسی کتاب میں درود شریف لکھے اس وقت تک اس کو ثواب ملتا رہے گا جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔

## خواب میں امام شافعی کی زیارت

عبداللہ بن الحکم سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں امام شافعی کو دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ انہوں نے مجھ پر رحم کیا ہے اور مجھے بخش دیا۔ مجھے دولہے کی طرح زیب وزینت کے ساتھ جنت کی طرف بھیجا گیا اور مجھے پر دولہا کی طرح رحمت کے پھول نچھاور کیے۔ میں نے پوچھا آپ کس سبب سے اس حالت کو پہنچے تو انہوں نے فرمایا مجھے کسی کہنے والے نے کہا یہ اعزاز اس سبب سے ہے کہ تم نے کتاب الرسالہ میں یہ درود شریف لکھا۔

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَاذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَعَدَدَ مَاغَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) پر آپ کا ذکر کرنے والوں کے ذکر اور آپ کے ذکر سے غافل ہونے والوں کی غفلتوں کی تعداد میں رحمتیں نازل فرمائے۔ (مطالع المسرات اردو ص406)

## جو دل سے درود شریف پڑھے اس کا اجر بے حساب ہے

شیخ الشیوخ شیخ ابوالمواہب رحمت عالم ﷺ کی اکثر خواب میں زیارت کرتے کہتے ہیں میں نے ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ! جو شخص آپ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ کیا یہ اس شخص کیلئے جس کا دل درود شریف پڑھتے وقت حاضر ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ یہ ثواب اور رحمت تو ہر غافل دل والے کیلئے ہے اور جس کا درود شریف پڑھتے وقت دل حاضر ہے اسکا ثواب اور درجہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ (روض الریاحین)

## جہاں درود شریف پڑھا جائے وہاں سے خوشبو اٹھتی ہے

شیخ ابوجعفر بن وداعہ نے فرمایا حدیث شریف میں بعض صحابہ سے مروی ہے کہ جس جگہ نبی کریم ﷺ کا ذکر ہوتا ہے یا آپ ﷺ پر درود شریف پڑھا جاتا ہے اس سے ایک خوشبو اٹھتی ہے جو ساتوں آسمانوں کو چیرتی ہوئی عرش مجید تک پہنچ جاتی ہے اس کی خوشبو جن وانس کے علاوہ زمین کی ہر مخلوق محسوس کرتی ہے۔ اگر انسان و جنات اسکو محسوس کر لیں تو اسکی لذت میں (مست و) محو ہو جائیں اور امور زندگی سے بے خبر ہو جائیں۔ جو فرشتہ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس خوشبو کو محسوس کرتی ہے اس مجلس والوں کیلئے استغفار کرتی ہے اور اس مخلوق کے برابر ان کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور اتنے ہی درجے بلند ہوتے ہیں۔ اس مجلس میں ایک ہو یا ایک لاکھ ان کو اتنی مقدار میں درجہ ملتا ہے اللہ تعالیٰ کا اجر بہتر اور بہت بڑا ہے

ایک اور حدیث پاک میں ہے جس مجلس میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا جاتا ہے اس سے پاکیزہ خوشبو اٹھتی ہے۔ جو آسمان کی بلندی تک پہنچتی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں یہ اس جگہ کی خوشبو ہے جس میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا گیا۔ (مطالع المسرات اردو ص 134)

# محبت والے ہی ذکر محبوب ﷺ کی کثرت کرتے ہیں

حقیقت تو یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی محبت ایک طبعی اور روحانی میلان ہے اس مقام پر عقل دلائل نہیں مانگتی کیونکہ دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت کا سمندر طغیانی پہ ہوتا ہے۔ اور جہاں محبت نہ ہو صرف ظاہری عقل پرستی ہو وہاں ہر وقت کیوں اور کیسے کی چکی چلتی رہتی ہے۔ یاد رکھیں محبت کا تعلق عقل سے نہیں وجدان سے ہے۔ ظاہری پوجا پاٹ سے نہیں قلب و باطن کی صفائی اور طہارت سے ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن خوش نصیبوں کو یہ حلاوت عطا فرمائی ہے ان کی اصل حیات میں تبدیل ہو کر موت ان پر حرام ہو چکی ہوتی ہے۔ محبّ تو ہر وقت اپنے محبوب ﷺ کے نغمات سے دل کو سکون دیتا ہے۔ پھر محبّ کی نگاہوں میں سوائے محبوب کے کوئی اور بستا ہی نہیں۔ اس کا چلنا پھرنا اس کا اٹھنا اس کا بیٹھنا، اس کا کردار اسکی گفتار اس کا ظاہر اس کا باطن اس کی جلوت اسکی خلوت اس کے لیل ونہار اس کی عبادت اسکی ریاضت اس کا مجاھدہ اس کا مشاھدہ بلکہ ہر وقت اس کی نگاہیں محبوب کے جلووں کی تمنائی ہوتی ہیں تو جب محبت اس مقام پر پہنچ جائے تو تب جا کر بندہ صحیح معنوں میں محبوب کا غلام کہلانے کا حقدار ہوتا ہے۔

معاشرتی طور پر یہ چیز بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ ہم نے محبت کو اطاعت سے اور اطاعت کو محبت سے الگ کر کے عجیب دوری ڈال دی ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ صرف دعویٰ محبت ہی کافی ہے اطاعت نماز، روزہ کی کوئی ضرورت نہیں اور بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ جنہوں نے محبت کو چھوڑا اور اطاعت کو ہی محبت کا درجہ دیا ہے۔ اور یہ نظریہ پیش کیا کہ جذبات محبت کی کیا ضرورت ہے۔ صرف اطاعت ہی کافی ہے۔ یہ نظریہ بھی غلط ہے۔ یاد رکھیں! محبت میں منافقت نہیں ہوتی جبکہ اطاعت میں دکھلاوہ ریاکاری اور منافقت بھی ہوتی ہے۔ اور محبت اس چیز سے پاک ہے اسی لیے عرفا کاملین نے محبت کو درجہ اونچا قرار دیا ہے یعنی کہ اعمال کی اطاعت افعال کی اطاعت

لازم ہے لیکن اسکی شرط محبت رسول ﷺ ہے۔

اس چیز کی بنیاد یہ حدیث پاک ہے۔

حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کون ہے جو آپ پر ایمان لانے میں قوی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر ایمان بن دیکھے لائے۔ بے شک وہ اپنے شوق اور میری محبت میں سچائی کے ساتھ ایمان لایا اور اسکی علامت یہ ہے کہ وہ میری زیارت کی آرزو رکھتا ہے چاہے سب کچھ قربان کیوں نہ کرنا پڑے۔ دوسری روایت میں ہے کہ چاہے زمین کا سونا خرچ کرنا پڑے۔ وہ مجھ پر پختہ ایمان رکھتا اور سچ مچ میری محبت میں مخلص ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ کی بارگاہ سے جو غائب ہیں اور جو آپ کے بعد آئیں گے ان کے درود شریف کے متعلق ارشاد فرمایئے آپ کے نزدیک ان کا کیا حال ہے؟ فرمایا

اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِیْ وَاَعْرِفُھُمْ

میں اہل محبت کا درود سنتا ہوں اور نہیں پہچانتا ہوں۔

وَتُعْرَضُ صَلٰوۃُ غَیْرِ ھِمْ عَرَضًا.

اور دوسروں کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (دلائل الخیرات)

مذکورہ بالا حدیث پاک میں جو چیز قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے غلاموں کے عقیدہ اور ایمان کی پختگی کے بارے میں فرمایا کہ وہ مجھ پر ایمان لانے والے جو بن دیکھے ایمان لائیں گے وہ میری زیارت کے اس قدر تمنائی ہونگے کہ سب کچھ خرچ ہوتا ہے تو ہو جائے اللہ کے محبوب ﷺ کی زیارت ضرور ہو۔

بحمدہٖ تعالیٰ یہ سعادت اہل ایمان میں سے اس طبقے کے حصہ میں آئی ہے جو حضور اکرم ﷺ کے ذکر کو عین ایمان ہی نہیں بلکہ اصل ایمان سمجھتے ہیں۔ وہ وقت کی حدود قیود کو توڑ کر ذکر محبوب کریم ﷺ سے اپنے دل کی اجڑی بستیوں کو آباد کرتے ہیں۔ وہ ذکر محبوب ﷺ میں وقت کی قید نہیں بلکہ اسے کرم کی بات سمجھتے ہیں۔ یہ طبقہ

کون ہے؟ یہ طبقہ اہل سنۃ والجماعہ ہے۔

اس مقام پر ایک اور بات کی وضاحت ضروری ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو فضیلت بعد میں آنے والوں کو عطا کی ہے وہ فضیلت صحابہ کرام پر نہیں بلکہ صرف جزئی فضیلت ہے ورنہ صحابہ کرام کے مقام تک پہنچنا یہ تو کوئی صاحب ایمان تصور بھی نہیں کرسکتا۔

## قربِ مصطفیٰ ﷺ کیسے ممکن ہے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ وَمَالِہٖ وَوَلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ . (دلائل الخیرات)

تم میں سے کوئی اس وقت تک ایماندار نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اسکی جان، مال، اولاد، والد، اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ!

اَنْتَ اَحَبُّ یَارَسُوْلَ اللہِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَّانَفْسِیَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیَّ

آپ مجھے بہت محبوب ہیں ہر شئے سے سوائے میری جان کے جو میرے دو پہلوؤں کے درمیان میں ہے۔

فَقَالَ لَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَاتَکُوْنُ مُؤمِنًا حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ نَفْسِکَ .

آپ ﷺ نے فرمایا! تم اس وقت تک مؤمن نہیں ہو گے جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی آقا!

وَالَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیَّ

اس ذات کی قسم! جس نے آپ پر قرآن اتارا آپ میرے نزدیک میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وسلم اَلْاٰنَ یَاعُمَرُ تَمَّ اِیْمَانُکَ

تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے عمر! اب تمہارا ایمان مکمل ہوا۔ (ایضًا)

## آپ نے فرمایا ایمان کی حلاوت تین چیزوں میں ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

ثَلاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ ،اَنْ یَّکُوْنَ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَا ھُما. اَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَایُحِبُّہٗ اِلَّالِلّٰہِ ،اَنْ یَکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُقْذَفَ فِی النَّارِ.

تین چیزیں جس شخص میں ہیں اس میں ایمان کی حلاوت ہے۔

کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت سب لوگوں سے بڑھ کر ہو۔

کہ وہ جس سے محبت رکھتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت رکھتا ہو۔

کہ وہ کفر کی طرف جانے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے جس طرح دوزخ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔ (بخاری شریف، کتاب الایمان)

☆☆☆☆☆☆☆

## قرب مصطفیٰ چاہنے والا سنت مطہرہ کی پیروی کرے

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروری ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی محبت نشانی قرآن سے محبت ہے۔ اور قرآن سے محبت کی نشانی حضور اکرم ﷺ کی محبت ہے حضور اکرم ﷺ سے محبت کی نشانی آپ کی سنت مطہرہ سے محبت ہے۔ اور سنت مطہرہ سے محبت کی نشانی آخرت سے ہے۔ آخرت سے محبت کی نشانی دنیا سے نفرت ہے۔ دنیا سے نفرت کی نشانی مال و دولت جمع کرنے سے پرہیز کرے مگر بقدر ضرورت۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحْیَانِیْ (مشکوٰۃ)

جس نے میری سنت کو زندہ کیا گویا اس نے مجھے زندہ کیا۔

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ. جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ (ترمذی شریف)

آپ ﷺ نے فرمایا۔

فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللہِ وَخَیْرُ الْھُدیٰ ھَدْیُ مُحَمَّد. (مسلم)

سب سے بہتر کلام اللہ تعالیٰ کا ہے۔اور بہترین راستہ محمد ﷺ کا راستہ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا

اَلاَ اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ (مشکوٰۃ شریف)

مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ اسکی مثل ایک اور چیز بھی دی گئی۔

# سنت مطہرہ امام ربانی مجدد الف ثانی کی نظر میں

آپ فرماتے ہیں کہ جب تک ایک بال کے برابر بھی شریعت کی مخالفت کی راہ کھلی ہے تو بدستور خطرے کا محل موجود ہے۔ مخالفت کے تمام راستے بند ہونے ضروری ہیں اور وہ درویش جن کا قدم پختہ ہو اور جو عالم حقیقت سے واقف اچھی طرح ہوں ان کی دعا اور توجہ کا طالب رہے اور ان کی مدد طلب کرنی چاہیے تا کہ اللہ ان کی مدد سے اپنی طرف کھینچ لے۔ (مکتوب 78 دفتر اوّل حصہ دوم)

آپ فرماتے ہیں۔

ولایت کی ہر چیز بلکہ روح، سر، خفی، اخفی کے تمام کمالات کا حضور اکرم ﷺ کی متابعت اور پیروی کے ساتھ وابستہ ہے۔لہٰذا مسلمانوں پر حضور اکرم ﷺ کی پیروی اور اتباع لازم ہے۔ (مکتوب 25 دفتر اوّل، حصہ اوّل)

آپ فرماتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی اتباع کرنے والوں میں سے کاملین کو نصیب کامل اور حصہ وافر عطا ہوتا ہے لہٰذا اگر مسلمان اس بلند درجہ دولت اور درجہ علیا کے حصول کی

طرف توجہ رکھتے ہوں تو پھر حضور اکرم ﷺ کی اتباع اور پیروی کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیے۔ (مکتوب نمبر 21 دفتر اوّل حصہ اوّل)

آپ فرماتے ہیں

کل قیامت کو شریعت کے بارے میں سوال کریں گے تصرف کے بارے میں نہیں پوچھیں گے، جنت میں داخلہ اور دوزخ سے بچنا شریعت پر عمل کرنے سے ہوگا۔ انبیاء کرام علیہھم السلام جو افضل ترین اور بہترین کائنات ہیں انہوں نے شریعت ہی کی لوگوں کو دعوت دی اور نجات بھی اسی شریعت پر موقوف ہے۔ اور ان اکابر انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اور تشریف آوری سے مقصود بھی تبلیغ شرائع ہے لہٰذا اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج میں سعی اور کوشش کی جائے اور احکام شرع میں ایک حکم کو جاری اور زندہ کرنا خصوصًا ایسے وقت میں جب اسلامی شعائر مٹائے جارہے ہوں خدا تعالیٰ کی راہ میں کروڑ ہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں۔ اسی طرح مسائل شرعیہ میں ایک مسئلے کو رواج دینا بہت افضل ہے کیونکہ اس فعل میں انبیاء کرام کی اقتداء ہے جو تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کی نیکیاں انبیاء کرام کو نصیب ہوئی ہیں اور کروڑوں روپے خرچ کرنا تو غیر انبیاء کو بھی میسر آجاتا ہے۔ (مکتوب 48 دفتر اوّل حصہ دوم)

قارئین محترم! اس وقت ہماری بدقسمتی عروج کی منزلیں طے کر رہی ہے۔ آج کے دور میں حضور اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ کو بڑی بے دردی کے ساتھ پاؤں تلے روندا جارہا ہے۔ جو لوگ سنت کا پرچار کرتے ہیں وہ صرف چند چیزوں کو ہی سنت کا درجہ دیتے ہیں باقی سنتوں کا نام نہیں لیتے۔ ہمارے کچھ علماء کرام وہ بھی ہیں جو سنتوں پر ایک گھنٹہ بھی تقریر نہیں کر سکتے کیونکہ خود ان پر عامل نہیں ہوئے لیکن مستحبات کے پیچھے ایسے پڑ جاتے ہیں کہ کئی کئی گھنٹے ان کی اہمیت بیان کرنے میں لگا دیتے بالآخر عوام الناس کی نگاہوں میں حضور اکرم ﷺ کی سنت ہائے مبارکہ کی کوئی

قدر و قیمت نہیں رہ جاتی بلکہ مستحب کو ہی فرض کا درجہ دے دیتے ہیں۔ حتی کہ وہ لوگ یہ بات کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ہم فرائض اور سنتیں نبھا نہیں سکتے ہماری بخشش کیئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ غوث پاک کی گیارہویں کا ختم دلا دیں۔ ٹھیک ہے ختم گیارہویں ثواب کی بات ہے لیکن اس سے اہم فرائض ہیں۔ اور کچھ فرائض تو وہ ہیں جو اللہ کی طرف سے بندوں پر عائد ہوئے اور کچھ فرائض مخلوق خدا کی طرف سے ہم پر عائد ہوئے ہیں۔ یاد رکھیں! اگر ہم ایک طرف حقوق اللہ وحقوق العباد کو سر عام تہس نہس کر رہے ہیں تو ہمارے مستحبات کی ادائیگی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔ شیطان نے صرف ایک ہی حکم نہیں مانا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام سجدوں کو ردّ کر دیا۔

علماء دین کی خدمت میں دست بستہ گذارش ہے کہ عوام الناس کو چکنی چپڑی حکایتوں اور اپنی آوازوں کی سُروں کے سوا کچھ اور بھی عطا کریں۔ علماء دین عصر حاضر کے نباض ہیں علماء معاشرہ کی نبض پر ہاتھ رکھیں اور دیکھیں کہ معاشرے میں کیا برائیاں اور قباحتیں جنم لے رہی ہیں۔ معاشرتی برائیوں کو جڑوں سے اکھاڑ دینے میں علماء دین اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ خود ان چیزوں پر عامل ہوں۔ ایک اور قباحت جو دیکھنے میں آئی وہ یہ کہ ہمارے بعض علماء جب مختلف درگاہوں اور آستانوں کے عرسوں کے مواقع پر تقریروں کیلئے جاتے ہیں تو یہ نہیں سوچتے کہ اس آستانہ کے پیر صاحب مسند سجادگی کے اہل بھی ہیں کہ نہیں۔ ایک طرف پیر صاحب جلوہ افروز ہوتے ہیں تو دوسری طرف علامہ صاحب جاہل پیر صاحب کو وقت کا غوث ثابت کرنے میں وقت ضائع کرتے ہیں۔ ایک طرف پیر صاحب کی جہالت تو دوسری طرف معتقدین کی اندھی عقیدت میں مریدین پیر صاحب کے ہاتھ پاؤں چاٹ رہے ہوتے ہیں اور وہ شہزادے بن کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور علامہ صاحب اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیر صاحب کو آسمانوں کی سیر کراتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے جس قدر تقریر لچھے دار اور مزیدار ہوتی اسی قدر نوٹوں کی بارش ہوگی۔ یہ اسلاف اور اولیاء امت کی تعلیمات سے

بغاوت ہے۔ جن اولیاء کرام نے حضور اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ کو زندہ اپنے کردار و عمل سے کیا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ابدی حیات عطا کی ہوئی ہے۔ اور ان کے جاہل سجادہ نشین ڈھول کی تھاپ تھیٹر، ڈانس، ناچ گانے کے اہتمام سے ان کی تعلیمات کو خاک میں ملا رہے ہیں۔ کاش ہم اپنے اسلاف کی تعلیمات پر ہی عمل پیرا ہو کر اپنے قبلے کا رخ سیدھا کر لیں۔

جتنے بھی اولیاء حق گذرے ہیں ان میں سے کوئی تارک شریعت نہیں تھا بلکہ سبھی اولیاء کرام نے حضور اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ کا دامن تھاما۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهُ اَجْرُ مِأَةِ شَهِيْدٌ . (مشکوٰۃ، ترمذی،) جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو پکڑا اسے سو شہید کا ثواب۔

قارئین محترم! اس دور سے بڑھ کر خطرناک دور کب آ سکتا ہے کہ جب آپ ﷺ کی سنت مطہرہ اور آپ کے عطا کردہ نظام حیات کی سرعام تضحیک کی جا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں اہم کردار ہمارا میڈیا ادا کر رہا ہے۔ اس قسم کے پروگرام ترتیب دیے جاتے ہیں جن سے لوگوں کے دلوں میں اسلام سے بیزاری کے بیج بوئے جائیں۔ ہماری حکومتوں کے سروں پر جن لوگوں کا ازلی سایہ ہے وہ تو پہلے ہی اسلام دشمن طاقتیں ہیں اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ پاکستان ملائیت کیلئے نہیں بنا تھا۔ سمجھ نہیں آتی ہمارے حکمران کب آنکھیں کھولیں گے؟۔ جوں جوں حکمران دین اسلام سے بغاوت کے درپے ہو رہے ہیں توں توں آئے روز زوال پذیر ہو رہے ہیں۔ پھر دوسری قباحت جو دیکھنے میں آتی ہے وہ یہ کہ میڈیا پر جو حکومتی ملاں جلوہ افروز ہوتے ہیں وہ ایمان اور یقین کی روحانی حلاوتوں سے محروم ہوتے ہیں صرف الفاظ کا چناؤ ہوتا ہے حقیقت کچھ بھی نہیں وہ اس انداز سے لیکچر دیتے ہیں کہ کسی کے دل میں دین حق کی حقیقی روح نہ سما جائے ان ملاؤں کے نزدیک مقصود حاصل حکومتی ایجنسیوں کو خوش کرنا

ہوتا ہے۔ایسے حکومتی مولوی میڈیا پر کیوں بے حیائی ختم نہیں کرواتے؟ میڈیا پر آنے والی لڑکیاں جو ثقافتی پروگرام پیش کرتی ہیں خود تو بے حیا ہو چکی ہیں کم از کم دوسروں میں کچھ نہ کچھ حیا تو رہنے دیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَوّلَ ذِھَابُ الدِّیْنِ تَرْکُ السُّنَّةِ .

دین اسلام کے مٹنے کی ابتداء ترک سنہ سے ہوگی۔

الحمد اللہ ابھی وہ مردان حق باقی ہیں جوان باطل طاقتوں کو للکارتے ہوئے میدان میں اتر جاتے ہیں۔باطل وہ طاقتیں ہیں جو دین اسلام کی دشمن طاقتیں ہیں۔ جو حضور اکرم ﷺ کی مبارک سنتوں کے دشمن ہیں۔جنہیں دین اسلام بھی ایک فرسودہ نظام نظر آتا ہے حالانکہ اسلام ہی اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے۔جسکی تعلیمات کو عالمگیریت اور دوام حاصل ہے۔ جو نظام ہمیں کامیابیوں کی پٹڑی پر چلائے وہ بھلا فرسودہ نظام ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں تارک سنت نہ بنائے بلکہ محافظ اور پابند شرع وسنہ بنائے۔آمین۔

## قرب مصطفیٰ کیلئے محبت اہل بیت لازمی ہے

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وعظ فرما رہے تھے۔اور دوران وعظ کئی بار کھڑے ہو گئے۔وعظ کے بعد لوگوں نے دریافت کیا حضور متعدد بار کھڑے ہونے کی کیا وجہ تھی؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خاندان اہل بیت کرام کا ایک چھوٹا سا بچہ کھیل رہا تھا جب وہ ادھر سے گذرتا تو اسکی تعظیم کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے۔صرف نسبت رسول ﷺ کی خاطر۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کے دل میں محبت اہل بیت کا سمندر موجزن رہتا تھا آپ ان سے شدید محبت کرتے اسی بنا پر بعض لوگ آپ کو رافضی کہتے حالانکہ وہ اس سے قطعی پاک تھے۔آپ فرماتے ہیں اے اہل بیت رسول تمہاری محبت خدا نے

قرآن میں فرض کر دی۔ یہ تمہارا عظیم فخر ہے۔ جب تک تم پر درود نہ پڑھا جائے کسی کی نماز نہیں ہوتی۔ اگر آل رسول کی محبت کا نام رفض ہے تو دو جہاں گواہ رہیں میں رافضی ہوں۔ (دیوان)

ابن سبکی نے طبقات میں لکھا ہے کہ امام شافعی کے شاگرد رشید ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ ہم امام کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے تو امام شافعی جس وادی میں اترتے اور جس گھاٹی پر چڑھتے یہ کہتے جاتے

اے سوار! منیٰ کی وادی محصب میں ٹھہر!

اس وادی خیف میں کھڑے ہونے والے اور بیٹھنے والے کو کہہ سحری کے وقت جب حجاج کرام دریائے فرات کی متلاطم امواج کی طرح منیٰ کی طرف جائیں اگر آل محمد ﷺ کی محبت رفض ہے تو اے جن وانس گواہ ہو جاؤ میں رافضی ہوں۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔

مجھ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک یہ احسان ہے کہ میں سادات کرام کی بے حد تعظیم کرتا ہوں اگر چہ لوگ ان کے بارے میں طعن کرتے ہوں۔ میں اس تعظیم کو اپنے اوپر ان کا حق تصور کرتا ہوں۔ اسی طرح علماء اولیاء کی اولاد کی تعظیم شرعی طریقے سے کرتا ہوں اگر چہ وہ متقی نہ ہوں پھر میں سادات کرام کی کم از کم تعظیم وتکریم کرتا ہوں جتنی والی مصر کے کسی بھی نائب یا لشکر کے قاضی کی ہو سکتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

سادات کرام کے آداب میں سے یہ ہے کہ ہم ان سے عمدہ بستر اعلیٰ مرتبے اور بہتر طریقے پر نہ بیٹھیں۔ ان کی مطلقہ یا بیوہ عورت سے نکاح نہ کریں۔ اسی طرح کسی سیدزادی سے نکاح نہ کریں ہاں اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں انکی تعظیم کا حق واجب ادا کر سکتا ہوں اور ان کی مرضی کے مطابق عمل کر سکتا ہوں۔ (تو پھر ان سے نکاح کر سکتا ہے) (برکات آل رسول)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا

اہل بیت سے پیش آنے کے بارے میں میری وصیت سن لو کیونکہ میں ان کی طرف سے قیامت کے دن تم سے جھگڑا کروں گا اور جس سے میں مخاصمت کروں گا اللہ تعالیٰ اسے مغلوب فرمادے گا۔ اور جسے اللہ تعالیٰ مغلوب فرمادے گا اسے ضرور جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

جب ابولہب کی صاحبزادی ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائیں تو انہیں کہا گیا تمہیں تمہاری ہجرت بے نیاز نہیں کرے گی تم تو جہنم کے ایندھن کی بیٹی ہو۔ انہوں نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے عرض کی تو آپ سخت ناراض ہوئے اور برسر منبر فرمایا۔

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے نسب اور رشتہ داروں کے بارے میں اذیت دیتے ہیں۔ خبردار جس نے میرے نسب اور رشتہ داروں کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔ (ایضاً)

امام طبرانی اور حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں کہ حضور اکرم نے فرمایا اے بنو عبدالمطلب! میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کی دعا کی

۱۔ تم میں جو دین پر قائم ہے اسے ثابت قدم رکھ

۲۔ تمہارے بے علم کو علم عطا فرمائے۔

۳۔ تمہارے بے راہ کو ہدایت عطا فرمائے۔

اگر کوئی شخص بیت اللہ شریف کے ایک کونے اور مقام ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور پھر اہل بیت کی دشمنی پر مر جائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔ (ایضاً)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص میری عزت طیبہ اور انصار کو نہیں پہچانتا (تعظیم نہیں کرتا) تو اسکی تین وجہ سے کوئی ایک وجہ ہوگی۔ یا تو وہ منافق ہے۔ یا ولد الزنا ہے۔ یا جب اسکی ماں اس

سے حاملہ ہوئی ہوگی تو وہ پاک نہیں ہوگی۔ (ایضاً)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! جو شخص ہم اہل بیت کو مبغوض رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن یہودی بنا کر اٹھائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اہل بیت سے منافقت رکھے وہ منافق ہوگا۔ (ایضاً)

آپ ﷺ نے فرمایا میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری عترت کے بارے میں اذیت دی اس پر جنت حرام کر دی گئی۔ (ایضاً)

## اکرام سادات کا ایمان افروز بدلہ

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں مجھے ایک سال بتایا گیا کہ حجاج کا قافلہ بغداد آرہا ہے میں نے ان کے ساتھ حج کیلئے جانے کا ارادہ کیا اپنی آستین میں پانچ سو دینار ڈالے اور بازار کی طرف نکلا تا کہ ضروریات حج خرید لاؤں۔ میں ایک راستے پر جارہا تھا کہ ایک عورت میرے سامنے آئی اس نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے میں سیّد زادی ہوں۔ میری بچیوں کیلئے تن ڈھانپنے کیلئے کپڑے نہیں اور آج چوتھا دن ہے ہم نے کچھ کھایا نہیں۔ اس کی گفتگو میرے دل میں اتر گئی وہ پانچ سو دینار اس کے دامن میں ڈال دیے اور انہیں کہا اپنے گھر جائیں اور اپنی ضروریات پوری کریں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور واپس آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بار حج پر جانے کا شوق میرے دل سے نکال دیا۔ دوسری لوگ چلے گئے حج کیا اور واپس لوٹ آئے۔ میں نے سوچا کہ دوستوں سے ملاقات کر آؤں اور انہیں سلام کر آوں۔ چنانچہ میں گیا جس دوست سے ملتا اسے سلام کہتا اور کہتا اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے اور تمہاری کوشش کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ تو وہ مجھے کہتا اللہ تعالیٰ تمہارا حج بھی قبول فرمائے۔ کئی دوستوں نے اسی طرح کہا۔ رات کو سویا توں نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا لوگ جو تمہیں حج کی مبارک باد دے رہے ہیں اس پر تعجب نہ کر کہ تم نے ایک کمزور اور

ضرورت مند کی امداد کی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہو بہو تم جیسا فرشتہ پیدا فرمایا جو ہر سال تمہاری طرف سے حج کرے گا اب اگر تم چاہو تو حج کرو یا نہ کرو۔ (ایضًا)

## امام ربانی مجدد الف ثانی کے چالیس ارشادات

(۱) نجات آخرت کا حاصل ہونا صرف اسی پر موقوف ہے کہ تمام افعال واقوال واصول وفروع میں اہل سنت کا اتباع کیا جائے اور صرف یہی ایک فرقہ جنتی ہے، اہل سنت وجماعت کے سوا جس قدر فرقے ہیں سب ہلاکت کے کنارہ پر ہیں۔ آج اس بات کو کوئی جانے یا نہ جانے کل قیامت کے دن ہر ایک شخص اس بات کو جان لے گا مگر اس وقت کا جاننا کچھ نفع نہ دے گا۔ (مکتوب ص69 ج اوّل)

(۲) محض زبان سے کلمہ شہادت پڑھ لینا مسلمان ہونے کیلئے ہرگز کافی نہیں تمام ضروریات دین کو سچا ماننے اور کفر و کفار کے ساتھ نفرت و بیزاری رکھنے سے آدمی مسلمان ہوگا۔ (مکتوب نمبر266)

(۳) جو شخص تمام ضروریات دین پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرے۔ لیکن کفر و کفار کے ساتھ نفرت و بیزاری نہ رکھے وہ درحقیقت مرتد ہے۔ اس کا حکم منافق کا حکم ہے۔ (مکتوب نمبر266)

(۴) جب تک خدا اور رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اس وقت تک خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ محبت نہیں۔ تولّٰی بے تبرّٰی نیست ممکن۔ یعنی دوسری دشمنوں سے بیزاری کے بغیر ممکن نہیں۔ (مکتوب نمبر266)

(۵) میری نظر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ نفرت وعداوت رکھنے کے برابر اسکو راضی کرنے والا کوئی عمل نہیں۔ (مکتوب نمبر266)

(۶) جو علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اس پر وہ اپنے خاص رسولوں کو مطلع

فرما دیتا ہے۔ (مکتوب نمبر310)

(۷) حدیث قدسی میں ہے حضور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کی **اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَاَنَا وَمَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِاَجَلِكَ**۔ اے اللہ! تو ہے اور میں ہوں اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے لیے چھوڑ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا:

**يَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَاسِوَاكَ خَلَقْتُ لِاَجَلِكَ**۔

(اے پیارے) محمد (ﷺ) میں ہوں اور تو ہے اور تیرے سوا جو سب کچھ ہے سب کو میں نے تیری خاطر پیدا کیا۔ (مکتوب نمبر7 ج دوم)

(۸) اللہ عزّ وجل نے اپنے محبوب اکرم ﷺ سے فرمایا **لَوْ لَاكَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ۔ لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْ بِيَّه** ۔ اگر تم کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اگر تمہیں پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو اپنی ربوبیت کو میں ظاہر نہ کرتا۔

(مکتوب نمبر122 ج سوم)

(۹) تمام امتی نبی ﷺ کے خادم اور مملوک غلام ہیں۔ (مکتوب نمبر64 ج سوم)

(۱۰) حضور اقدس ﷺ کی تخلیق کسی بشر کی طرح نہیں۔ بلکہ عالم ممکنات کی کوئی چیز بھی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (مکتوب نمبر100 ج سوم)

(۱۱) عالم امکان کو (جو تحت الثریٰ سے عرش تک کی جملہ موجودات کائنات کا محیط ہے) جس قدر بھی دقت نظر کے ساتھ دیکھا جاتا ہے حضور اکرم ﷺ کا وجود پاک اس کے اندر نہیں نظر آتا۔ سرکار دو عالم ﷺ اس بزم سے بالاتر ہیں اسی لیے حضور اکرم ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ (مکتوب نمبر100 ج سوم)

(۱۲) مجھے اللہ تعالیٰ سے محبت اس لیے ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا رب ہے۔

(مکتوب نمبر121 ج سوم)

(۱۳) حضور اقدس ﷺ کے اہل بیت کرام کے ساتھ محبت کا فرض ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی دعوت الی الحق و تبلیغ اسلام کی اجرت امت پر یہی قرار دی کہ حضور اکرم ﷺ کے قرابت داروں سے محبت کی جائے۔ **قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى**۔ (مکتوب نمبر 266 ج اوّل)

(۱۴) حضور اکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نیکی کے ساتھ یاد رکھنا چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ کی وجہ کے ساتھ ہی ان کے ساتھ محبت رکھنی چاہیے ان کے ساتھ محبت ہی حضور ﷺ کے ساتھ محبت ہے ان کے ساتھ عداوت حضور ﷺ کے ساتھ عداوت ہے۔ (مکتوب نمبر 226)

(۱۵) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل و اعلیٰ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کے بعد میں سے افضل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں ان دونوں پر اجماع امت ہے اور چاروں ائمہ مجتہدین امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اکثر علماء اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر ان کے بعد سب سے افضل سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ (مکتوب نمبر 266 ج اوّل)

(۱۶) حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا معاویہ، سیدنا عمرو بن العاص کی جو لڑائیاں ہوئیں ان سب میں مولا علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور یہ حضرات خطا پر تھے۔ لیکن وہ خطا عنادی نہ تھی بلکہ خطائے اجتہادی تھی اور مجتہد کو اسکی خطائے اجتہادی پر بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ ہم کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت رکھنے اور تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو کسی صحابی کے ساتھ بغض و عداوت رکھے وہ بد مذہب ہے۔ (مکتوب نمبر 266 ج اوّل)

(۱۷) جو لوگ کلمہ پڑھتے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اللہ عزوجل نے نہیں قرآن مجید میں کافر کہا ہے۔ **لیغیظ بهم الکفار**۔ (مکتوب نمبر 54 ج اوّل)

(۱۸) انبیاء اولیاء کی روحوں کو عرش سے فرش ہر جگہ پر برابر کی نسبت ہوتی ۔ کوئی چیز ان سے دور نزدیک نہیں۔ (مکتوبہ نمبر 289 ج اوّل)

(۱۹) اکمل اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ یہ طاقت عطا فرماتا ہے وہ بیک وقت کئی مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ (مکتوب نمبر 58 ج دوم)

(۲۰) حضور اقدس ﷺ کی امت کے اولیاء کرام کا طواف کرنے کیلئے کعبہ معظّمہ حاضر ہوتا اور ان سے برکتیں حاصل کرتا ہے۔ (مکتوب نمبر 209 ج اوّل)

(۲۱) عارف ایسے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے کہ عرض ہو یا جوہر آفاق ہوں یا انفس ۔ تمام مخلوقات اور موجودات کے ذروں میں سے ایک ذرہ اس کیلئے غیب الغیب کا دروازہ ہو جاتا ہے ہر ایک ذرہ بارگاہ الٰہی کی طرف سے اس کیلئے ایک سڑک بن جاتا ہے۔
(مکتوب نمبر 110 ج سوم)

(۲۲) حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی ہے۔ کہ جو قضاء لوح محفوظ میں بشکل مبرم لکھی ہوئی ہے اور اسکی تعلیق صرف علم خداوندی میں ہو ایسی قضا بھی باذن اللہ تصرف فرما سکتے ہیں۔
(مکتوب نمبر 217 ج اوّل)

(۲۳) حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے زمانہ مبارکہ سے لیکر قیامت تک جتنے بھی اولیاء، ابدال، اقطاب، اوتاد، نقبا، نجبا، غوث یا مجدد ہونگے سب فیضان ولایت و برکات طریقت حاصل کرنے میں غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے محتاج ہونگے بغیر ان کے واسطے اور وسیلے کے قیامت تک کوئی ولی نہیں ہوسکتا۔
(مکتوب نمبر 123 ج سوم)

(۲۴) مجدد الف ثانی بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نائب ہیں جس طرح سورج کا پرتو پڑنے سے چاند ہو جاتا ہے اسی طرح مجدد الف ثانی پر بھی تمام فیوض و برکات حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ سے گا فائز ہو رہے ہیں۔

(مکتوب نمبر 123 جلد سوم)

(۲۵) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے (بدء خلق) عرش و کرسی ولوح وقلم محفوظ وجنت ودوزخ وملائکہ مرسلین سابقین وامم سابقہ وقیامت ونفخ صور وحساب وکتاب ومیزان وحوض کوثر وغیرہا جو خبریں دی ہیں ان میں تاویلیں کر کے ان کو اپنی عقل کے مطابق کر دینا شان نبوت کا انکار ہے۔ (مکتوب نمبر 266 ج اوّل)

(۲۶) مقلد کو جائز نہیں کہ اپنے امام کی رائے کے خلاف قرآن عظیم وحدیث شریف سے احکام شریعہ خود نکال کر ان پر عمل کرنے لگے۔ مقلدوں کیلئے یہی ضروری ہے کہ جس امام کی تقلید کر رہے ہیں اسی مذہب کا مفتی بہ قول کر کے اسی پر عمل کریں۔ (مکتوب نمبر 286 جلد اوّل)

(۲۷) جس قدر مسائل میں علماء کرام اہل سنت وصوفیائے عظام اہل طریقت کے درمیان اختلافات ہیں جب بنظر غور دیکھا جاتا ہے تو ان مسئلوں میں علماء کرام ہی کی طرف حق نظر آتا ہے۔ (مکتوب نمبر 266 ج اوّل)

(۲۸) جو شخص حرام فعل کو اچھا سمجھتا ہے مسلمان نہیں رہتا بلکہ مرتد ہو جاتا ہے۔
(مکتوب نمبر 266 ج اوّل)

(۲۹) کفار ومشرکین پر جہاد اور سختی کرنا ضروریات دین میں سے ہے۔ کافروں، منافقوں کی جس قدر عزت کی جائے اسی قدر اسلام کی ذلت ہے۔
(مکتوب نمبر 193 ج اوّل)

(۳۰) مسلمان کہلانے والے بدمذہب کی صحبت کھلے ہوئے کافر کی صحبت سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ (مکتوب نمبر 54 ج اوّل)

(۳۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو جو خلق عظیم کے ساتھ موصوف ہیں کافروں اور منافقوں پر جہاد کرنے اور سختی کرنے کا حکم دیا۔ **یَاۤاَیُّهَاالنَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ** ۔ تو ثابت ہوا کہ کفار منافقین پر سختی کرنا بھی خلق عظیم

ہے۔ (مکتوب نمبر 163 ج اوّل)

(۳۲) اسلام کی عزت کفر کی ذلت پر اور مسلمانوں کی عزت کافروں کی ذلت پر موقوف ہے۔ جس نے کافروں کی عزت کی اس نے مسلمانوں کو ذلیل کیا۔ کافروں اور منافقوں کو کتوں کی طرح دور رکھنا چاہیے۔ (مکتوب نمبر 163 ج اوّل)

(۳۳) خدا اور رسول ﷺ کے دشمنوں سے میل جول بڑا گناہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی والفت خدا اور رسول کی دشمنی وعداوت تک پہنچا دیتی ہے۔ (مکتوب نمبر 163 ج اوّل)

(۳۴) ایک شخص اسی گمان میں رہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن نہیں جانتا کہ اس قسم کے بُرے اعمال (یعنی خدا اور رسول کے دشمنوں کے ساتھ یارانے) اس کے اسلام اور ایمان کو بالکل فنا کر دیتے ہیں۔

(مکتوب نمبر 163 ج اوّل)

(۳۵) گائے ذبح کرنا مسلمانانِ ہندوستان کا بہت بڑا شعار ہے۔

(مکتوب نمبر 81 ج اوّل)

(۳۶) ہندوؤں کے دیوتا مثل رام وکرشن وغیرھما کافر وبے دین تھے کہ لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف دعوت دیتے تھے اور اس بات کے قائل تھے کہ خداوند کے اندر حلول[۱] کیے ہوئے ہے۔

(۳۷) مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ تلاوت قرآن کی جائے اور حضور اقدس ﷺ کی نعت پاک اور صحابہ کرام واہل بیت عظام واولیاء اعلام رضی اللہ عنہم کی منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں۔ تو اس میں کیا حرج ہے ناجائز بات تو یہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف میں تغیر وتحریف کر دی جائے اور تالیاں بجائی جائیں۔

---

[۱] ۔ بدقسمتی سے بعض سادہ لوح مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ہاتھ، پاؤں اور کان بن جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ بندے میں حلول کر جاتا ہے یہ عقیدہ باطل ہے۔ گمراہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندے کے ہاتھ پاؤں بننے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نور جلال بندے کی قوت سماعت وبصارت بن جاتا ہے۔

جس میلاد پاک میں ناجائز باتیں نہ ہوں اس کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ ہاں جب راگنی اور تال سُر کے ساتھ گانے اور تالیاں بجانے کا دروازہ بالکل بند نہ کیا جائے گا ابوالہوس باز نہ آئیں گے۔ اگر ان نا شروع چیزوں کی ذراسی بھی اجازت دے دی جائے گی تو اس کا نتیجہ ہی خراب نکلے گا۔ (مکتوب نمبر72 ج سوم)

(۳۸) اہل کفر کے ساتھ بغض وعداوت رکھنا دولت اسلام حاصل ہونے کی علامت ہے۔ (مکتوب نمبر163 ج اوّل)

حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ کمال بغض رکھیں اور ان کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کریں۔ (مکتوب نمبر165 ج اوّل)

(۳۹) دو محبتیں جو آپس میں ایک دوسری کی ضد ہیں ایک دل میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ کفار کے ساتھ جو خدا اور رسول کے دشمن ہیں۔ ان کا دشمن ہی ہونا چاہئے اور ان کی ذلت اور خواری کی کوشش کرنی چاہیے اور کسی بھی طرح ان کو عزت نہیں دینا چاہیے اور بدبختوں کو اپنی مجلس میں آنے نہیں دینا چاہیے۔ اور ان سے انس ومحبت نہیں کرنا چاہیے۔ اور ان کے ساتھ سختی اور شدت کا طریقہ اپنانا چاہیئے۔

(مکتوب نمبر165 ج اوّل)

جہاں تک ہو سکے کسی بات میں ان کی طرف رجوع نہ کرنا چاہیے اگر ان سے کوئی ضرورت پڑ جائے جس طرح ازاں مجبوری کی حالت میں بیت الخلاء جاتا ہے۔ اسی طرح ان سے اپنی ضرورت پوری کرنی چاہیے۔

(۴۰) حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ تک پہنچے کا راستہ یہی (مذکورہ) راستہ ہے اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو اس پاک جناب تک پہنچنا دشوار ہے۔ (مکتوب نمبر165 جلد اوّل)

(از افادت استاذ العلماء مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ماخوذ از ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ 1959ء)

**اختتامی کلمات** : قارئین محترم! حضور نبی کریم ﷺ کے اوصاف حمیدہ،

آپ کی شان رفیعہ کا بیان کرنا انسان کے بس میں نہیں۔ نہ ہی کوئی آج تک اس بات کا دعویٰ کر سکا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کی شان اقدس بیان کرنے، تحریر کرنے کا حق ادا کر دیا۔ یہ تو اس محبوب رب ذوالجلال کا رب ہی جانتا ہے کہ شان محبوب کس طرح سے بیان کی جا سکتی ہے؟۔ انسان نے صفحات کے صفحات بھی لکھ ڈالے اور قیامت تک لکھے جاتے رہیں گے لیکن کوئی یہ نہ کہہ سکے گا کہ میں نے عظمت مصطفیٰ، شان حبیب کبریا بیان کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ حقیقت میں انسان کی طرف سے انتہا ہوگی ادھر سے آواز آئے گی اے بندے! تیری طرف سے انتہاء ہے اور رب ذوالجلال کی طرف سے شان مصطفیٰ بیان کرنے کی ابتداء ہے۔ کیونکہ جلوہ جان جاناں کے مقام و مرتبہ کی انسان کو خبر ہی نہیں انسان صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہے۔ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عقیدت کے پھول پیش کرنے کا شرف بھی ان لوگوں کو حاصل راہ ہے اور رہیگا اور جو لوگ کور باطن ہیں انہوں نے بھی سیرت پر بڑا کچھ لکھا مگر ان کی تحریریں ان کے ذاتی حلقوں تک محدود رہیں۔ اور جو محبت والے ہیں دوام انہیں ہی نصیب ہوا ہے۔ دراصل یہ حضور اکرم ﷺ کا اعجاز ہے کہ عرصہ ہوا طیبہ کی گلیوں سے آپ گذر تھے مگر بیان کرنے والے جب بیان کرتے ہیں عقیدت کے پھول پیش کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ابھی گذرے ہیں یہ حضور اکرم ﷺ کا معجزہ ہے جوں جوں وقت گزرتا رہے گا ذکر محبوب کے چرچے ہوتے رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا۔

**وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ**، پیارے! ہم نے تمہارا ذکر تمہاری خاطر بلند کر دیا۔

قارئین کرام! آج کے دور میں باطل طاقتیں اسلام کی حقیقی روح کو ختم کرنے کیلئے کئی کئی منصوبے تیار کر رہی ہیں۔

ذکر مصطفیٰ ﷺ رفعت مصطفیٰ ﷺ کی حدیں مقرر کر رہے ہیں۔ اور بخشش کا

دارومدار صرف ظاہری اعمال کو قرار دے رہے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی محبت ذاتی کو فرقہ پرستی، شخصیت پرستی کا نام دے کر لوگوں کو ایمان سے محروم کر رہے ہیں۔ جو کہ ایمان کی حقیقی روح ہے۔ یادرکھیں! اعمال ظاہری میں جس قدر چاہیں حسن پیدا کرلیں جب تک اس کی حقیقی روح بیدار نہیں اس وقت تک یہ اعمال حسنہ درجہ کمال کو نہیں پہنچ سکتے۔ ہمارے اسلاف کرام، بزرگان دین، اولیاء کرام نے اسی گُر کو پکڑا تو آج بھی ان کی قبروں سے ایمان کا نور ملتا ہے۔ ہمارے ائمہ کرام، اولیاء کرام، علماء ربانیین یہی تعلیم دیتے رہے کہ حضور اکرم ﷺ کی حقیقی محبت جب تک موجود نہ ہو اس وقت تک اعمال حسنہ میں محبت الٰہی کا حقیقی رنگ جلوہ گر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کی صحبت کی برکات سے سعادت مندی پائی اور بعد میں آنے والے بزرگان دین نے آپ کی حقیقی محبت ذاتی کی بدولت عرفان حقیقی حاصل کیا۔

میرے حضور قبلہ عالم سیدی ومرشدی اعلیٰ حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب المعروف نقش لاثانی نے اپنے ارشادات میں اسی چیز کو یوں اجاگر فرمایا۔

☆ حضور اکرم ﷺ کی محبت ہر محبت پر فائق ہے۔

☆ جن لوگوں کو شان مصطفیٰ ﷺ میں چون وچرا ہے ان سے دور بھاگو، ان کی بدبو سے بچو، ان کی گفتگو تک نہ سنو،

☆ اگر تم حضور اکرم ﷺ اور اہل بیت کی محبت میں سرشار رہے تو سب کچھ ہے اگر اس میں نقص ہوا تو کچھ بھی نہ رہا۔

☆ خدا کی محبت کی علامت یہ ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت ہو۔

☆ ہر نئی تہذیب اور نئے فرقے کی طرف مت لپکو، دین حنیف پر ہی قائم رہو۔

☆ عشق الٰہی کا باغ ہمیشہ تازہ ہے چمنان محمدی کو دنیوی بہار اور خزاں سے کوئی علاقہ نہیں اپنا گھر اس سدابہار میں بناؤ۔

☆ اللہ اکبر! اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے شرم رکھو۔ اُس جہاں میں اللہ تم سے شرم رکھے گا۔

☆ درود شریف باادب اور انکساری و عاجزی کے ساتھ پڑھا کرو۔

(انوار لاثانی قدیم ص 276، 280)

میرے حضور قبلہ رضی اللہ عنہ کے مقام ولایت سے کون واقف نہیں۔ میرے حضور قبلہ حضور ﷺ کی محبت ہی میں ہر وقت غرق رہتے تھے اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ علماء کرام اور حضور اکرم ﷺ کے نعت خوانوں کی بڑی عزت فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے تو ملک پاکستان کے مقتدر علماء کرام آپ کے دست اقدس پر شرف بیعت کر کے فیضان مصطفوی سے مالا مال ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ظاہری نمود و نمائش سے بڑے متنفر تھے حتیٰ کہ مجالس دینیہ میں اگر آپ کی شان میں کوئی نعرہ بھی لگاتا تو ڈانٹتے۔ جب حضور اکرم ﷺ کی شان پاک میں تقریر ہوتی یا نعت پاک پڑھی جاتی تو اس قدر انہماک سے سماعت فرماتے کہ حاضرین پر بھی سناٹا طاری ہو جاتا۔ آپ کی مجلس شریف میں اس قدر بلا کی سنجیدگی اور متانت و ہوتی کہ پتا چلتا تھا کہ صدر مجلس علی پور کا علی حسین ہے۔ (سبحان اللہ)

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب کسی کو بیعت فرماتے تو رزق حلال، نماز پنجگانہ، تہجد پر مداومت، والدین کا احترام، جھوٹ سے اجتناب اور روزانہ 111 بار درود شریف ہزارہ اور پانچ مرتبہ درود خضری پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا فیضان آج بھی جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا (انشاء اللہ)

قارئین کرام! میں اک ناکارہ، نکما علم و عمل سے تہی دامن انسان ہوں اس خطا کار کا اس عمر میں اتنی کتابوں کا مصنف بن جانا حضور اکرم ﷺ کا معجزہ اور میرے حضور قبلہ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی زندہ کرامت ہے۔ ورنہ کہاں یہ خطا کار کہاں خطا پوش۔

میری دعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ میری اس ادنیٰ سی کاوش کو بارگاہ سرمدی میں قبول فرمائے اور میرے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے صدقہ جاریہ بن جائے اور میری بخشش کا سامان ہو جائے۔ آمین۔

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ بِالْعِلْمِ قَلْبِیْ ○ وَاسْتَعْمِلْ بِطَاعَتِكَ بَدَنِیْ ○

وَخَلِّصْ مِنَ الْفِتَنِ سِرِّیْ ٥ وَاشْغَلْ بِالْاِعْتِبَارِ فِكْرِیْ ٥
وَقِنِیْ شَرَّ وَسَاوِسِ الشَّیْطَانِ ٥ وَاَجِرْنِیْ مِنْهُ یَارَحْمٰنُ
حَتّٰی لَایَكُوْنَ لَهٗ عَلَیَّ سُلْطَانٌ ٥

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَاتَعْلَمُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَاتَعْلَمُ وَاسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ
مَاتَعْلَمُ وَلَا نَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ مِنْ زَمَانِیْ هٰذَا وَاِحْدَاقِ الْفِتَنِ وَتَطَاوُلِ اَهْلِ الْجُرْاَةِ عَلَیَّ وَاسْتِضْعَا
فِهِمْ اِیَّایَ ٥ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْكَ فِیْ عِیَاذٍ مَّنِیْعٍ وَحِرْزٍ حَصِیْنٍ مِّنْ جَمِیْعِ خَلْقِكَ
حَتّٰی تُبَلِّغَنِیْ اَجَلِیْ مُعَافًی ٥ (دلائل الخیرات شریف)

اے اللہ! میرا دل علم سے روشن فرما، میرے بدن کو اپنی اطاعت میں لگا، میرا باطن فتنوں سے پاک فرما۔ میرے فکر کو عبرت حاصل کرنے میں مشغول فرما مجھے شیطان کے وسوسوں کے شر سے بچا۔ اور اے بہت ہی مہربان! مجھے اس سے پناہ دے تا کہ اس کا مجھ پر غلبہ نہ ہو۔

اے اللہ! میں تجھ سے وہ بھلائی مانگتا ہوں جو تیرے علم میں ہے۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اس شر سے جو تیرے علم میں ہے۔ اور میں تجھ سے ہر اس گناہ کی مغفرت طلب کرتا ہوں جسے تو جانتا ہے۔ بے شک تو جانتا ہے ہم نہیں جانتے اور تمام غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! مجھے اس زمانے کے فتنوں کے گھیرنے اور جراءت والوں کے مجھ پر ظلم کرنے اور ان کے مجھے کمزور جاننے سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! مجھے اپنی تمام مخلوق سے مستحکم پناہ اور مضبوط حفاظت عطا فرما یہاں تک کہ تو مجھے میری موت تک پہنچا۔

**خاکپائے حضور نقش لاثانی** رحمۃ اللہ علیہ

محمد نعیم نگوروی

05/1/2002